حمد اتباع و اشیاع کا سر پڑے نحو و عجب سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے جواب اشتہار ایسا لکھا ہے جسکا جواب آجتک فریق ثانی سے ادا نہیں ہوا اور مولانا محمد قاسم صاحب خود بھی اپنے مولف ہونیکے مقرہیں اور یہ اقرار کئی جگہ کہ از انجملہ حرم کہ ہے زرا ہا (استغفرنا) ہم بارہا کر چکے ہیں۔

ولیکن چونکہ بعض حق پوش صدق فرامو شوں نے مواخذہ اخروی کا ڈر اٹھا کر تہدید وعید کذب سے بیخوف ہو کر کس استغفیض کا انکار کیا ہے یا اس انکار کی جڑ کو جما دیا ہے کہ اس رسالہ کو محمود حسن صاحب کے نام سے چھپوایا اور انہیں کا مؤلف ہونا خلاف واقعہ مشتہر کیا۔ اسلئے مجھے بیان **شان نزول** اس رسالہ کا (جسکو مقلدین مولوی محمد قاسم صاحب کالوحی من السماء سمجھتے ہیں) **مناسب معلوم ہوا** اور مولوی صاحب کے مؤلف ہونیکا ثبوت ضروری نظر آیا۔ **پس** اسماع توجہ سے سننا چاہیئے کہ بسند بعض ثقات مدرسہ دیوبند کے (جو مولد و منشا اس رسالہ کا ہے) مجھے نقل پہنچی ہے کہ جب اشتہار سائل مذکور مدرسہ دیوبند میں پہنچا تو **حاجی عابد حسین صاحب** نے (جو مدرسہ دیوبند کے معاون و مہتمم ہیں) سب مدرسوں سے اسکے جواب لکھنے کی درخواست کی جب کسی نے استطاعت نہ پائی اور سب نے اپنی عاجزی ظاہر کی تو وہ اشتہار حاجی موصوف اور **مولوی رفیع الدین** صاحب نے (جو مدرسہ کے مہتمم ہیں) مولوی محمد قاسم صاحب کی خدمت میں مقام **نانوتہ** روانہ کیا اور تاکیدی خط متضمن درخواست جواب تحریر فرمایا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے ایک ہفتہ کے بعد جواب لکھکر مولوی **محمد منیر** صاحب (جو انکے رشتہ کے بھائی ہیں اور بریلی میں ملازم) کے ہاتھ دیوبند میں بھیجدیا۔ مولوی محمد منیر صاحب نے وہ جواب بوقت شام دیوبند میں پہنچایا اور وہ نقل کرنیکے لئے مولوی **کوثر علی** صاحب خوشنویس کے سپرد ہوا۔ ناقل کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے وہ جواب دیکھا اور مولوی محمد قاسم صاحب کا دستخطی پایا۔ جب جواب نقل ہو چکا تو اسمیں کمیٹی شروع ہوئی کہ کس کے نام سے اسکی تشہیر ہو آخر یہ تجویز اتفاق سے ہوا کہ مولوی محمد قاسم نامی آدمی ہیں اگر انکے نام سے اسکی تشہیر ہوئی تو ہر کوئی یہ کہا جاوے گا کہ وہی سوال کیا گیا ہے عاید ہوگا اسمیں مولوی صاحب کی توہین و بدنامی متصور ہے لہذا تشہیر اسکی مولوی فخر الحسن صاحب کے نام سے ہو مگر انکا بھی ہوا آخر مولوی محمود حسن کے نام سے

حاشیہ راقم کہتا ہے یہ سب ہی ان حضرات کو معلوم ہی جبکہ انکو خود ہی اس رسالہ پر طمانیت حاصل نہوئی

اور اسکو مجموعہ اوہام و خیالات خام خیال کیا اور اسکے رد ہونیکا یقین کر لیا اگر اسکو جواب صحیح یا دلیل قاطع سمجھتے

اور لاجواب خیال کرتے تو یہ آڑین کیون ڈھونڈتے **یہی وجہ ہے** کہ اس سے پہلے

بھی دو تین جواب استفتا اسی طرح لفظوں کے بچاؤ مین نکلے اور مؤلفین جوابات خود پردہ مین رہے

اوّل جواب ایک طالب علم رشیدپوری کا بو قمر احمد کے نام سے شایع ہوا جسکا جواب

سیما اخبار تقریب سند مین دیا گیا۔ **دویم جواب** بعض علمار لکھنو و بنارس کا جو ایک شخص خلیل الرحمن

کے نام سے شایع ہوا اور اسکا جواب رسالہ اشاعۃ السنہ مین نمبر ایک سے آٹھ تک ادا ہوا۔

سیوم جواب اہل حضام خاص شاہ صاحب کا جو میان یوسف کے نام سے شایع

ہوا۔ جسکا جواب نمبر آٹھ سے دس تک اشاعۃ السنہ مین دیا گیا۔ اب یہ رسالہ **چہارم جواب**

ہے جو اسی طرز قدیم سے جاری ہوا ہے جیسا دیکھا جاتا ہے **غرض ان لوگونکی**

اس آڑ لینے سے یہی ہے کہ اگر کسی نے اسکی رد و مدافعت نکی تو فتح ہمارے نام رہی اور

ان لوگون میں جو ہمارا موقف ہونا چاہتے ہین ہماری نیک نامی ہوئی اور اگر کسی نے اسکی بیخ

و بنیاد کنی کر دی تو عامہ خلایق میں بدنامی اسکی ہوئی جسکے نام سے اسکی شہرت کی گئی۔

ولیکن ان سب میں یہ کسی نے نسوچا کہ یہ ہمارا راز چھپا کیونکر رہیگا اور جو باتین ہم عالم شہود

و عامہ مجالس میں فخر و افتخار کرتے ہین اور آئین کیشیان ہوتی ہین کیونکر باہر نکلینگی **انکی**

اس خام کاری پر یہ شعر خوب صادق آتا ہے۔ جو انکی اس معیت لنقار زمانہ پر گویا

الہام ترجمہ ہے **شعر** ہمہ کارم زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر * نہان کی ماند آن رازے کزو سازند محفلہا

یہان ایک اور ثقہ صاحب علم جو انکے نون

مدرسہ دیوبند مین موجود تھے یہہ ہی ظاہر کرتے

ہین کہ جناب مولوی **احمد علی** صاحب سہارنپوری

اور جناب مولوی **رشید احمد** صاحب

گنگوہی اسی مشورہ تبدیل نام مؤلف کے شریک تھے

اور اس **کمیٹی** کے وہ بھی **ممبر** ہین انکے پاس

رسالہ بھیجکر یہہ مشورہ پوچھا گیا تو انہون نے بھی محمود حسن

صاحب کے نام سے شایع ہونے رسالہ کو پسند کیا۔

جب یہہ تبدیل نام محمد علیہ آلا ارباب کمیٹی ہو چکی

اور محمود حسن صاحب کے نام سے تشہیر رسالہ کی قرار

پائی۔ تو حاجی عابد حسین صاحب نے انکو بذریعہ اپنے
مرید **محمد النور** نامی کے (جو جالندھر مین ملازم مین)
پنجاب مین چھپوانے کو بھیجا اور وہ اُنکے اہتمام سے
بنام نہاد **اظہار الحق** چھپا۔
ادہر مولوی محمد منیر صاحب نے چھپنے کے لئے کانپور
بھیجا۔ وہان مطبع نظامی مین بنام ادلہ کاملہ مرتسم
ہوکر چھپگیا۔
یہی وجہ ہے کہ رسالہ ایک مضمون ایک بنام دو
اگر ان دونون مین فرق ہے تو اتنا ہے کہ ادلہ کاملہ
مین عنوان جوابات دفعہ اول دفعہ دویم الخ ہے
اور اظہار الحق مین عنوان یہہ ہے۔ جواب سوال اوّل
جواب سوال دویم الخ
اسی بناوٹ کی وجہ سے اظہار الحق چھپاتے ہی ایسا
چھپا گیا کہ پھر کہین اُسکا اثر نظر نہین آیا۔

یہہ تو مشاہدہ کی شہود کا بیان ہے

اب اقرار کے شہود کا بیان سُنا چاہیئے۔ حضرت
مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی زبان گوہر فشان سے
حرمین مکرمین (حرسہما اللہ تعالی) اس بات کا
اقرار کیا ہے۔ اور بڑے فخر سے ظاہر کیا کہ ہمنے
اشتہار غیر مقلدین کے جواب مین رسالہ ادلہ کاملہ لکھدیا ہے
۔ اس بات اقرار جناب کو مولوی صاحب کے بڑے معتقد

حاجی ظفر اللہ صاحب نے (جو اصلی وطن میرٹھ
مین اور بالفعل مقیم مکہ۔ اور بتقریب تجارت ہندوستان
مین آتے جاتے رہتے مین اور ۱۳۰۹ ہجری مین ہندوستان
آئے ہین) دہلی مین بیان کیا۔ اور اسکو بجواب ہمارے
دوستون کے اس اعتراض کے کہ مولوی محمد قاسم صاحب
اس اشتہار کا جواب کیون نہین لکھتے اور آپ (حاجی
صاحب) اُنسے مطالبہ جواب کیون نہین کرتے۔
بڑے زور وشور سے پیش کیا۔
اسکے بعد ہمارے ایک دوست **شیخ**
محی الدین نامی کو بتقریب ادائے فریضہ حج اتفاق
زیارت بیت الحرام ہوا۔ تو وہان اُنہون نے مولوی
محمد قاسم صاحب کے مؤلف ہونیکا اقرار حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب پیر و مرشد مولوی محمد قاسم صاحب
و مولوی رشید احمد صاحب کی زبان مبارک سے سُنا
یہہ اقرار حاجی امداد اللہ صاحب کا مولوی محمد قاسم
کے اقرار سے بڑھکر لائق سند ہے۔ اسلئے کہ پیر و مرشد
کا رتبہ صدق و دیانت مین مرید سے بالاتر ہے۔
علاوہ اقرار اس موقع کے کئی مواضع مین مولوی
محمد قاسم صاحب نے اقرار کیا ہے اور قبل طبع
رسالہ اسکی خبرین مواضع مختلفہ مین مشتہر ہوگئین۔
لودیانہ۔ سادہورہ۔ پٹیالہ۔ بریلی وغیرہ جگہ رسالہ

قلمی اُس کے نام سے جابجا منتشر ہوا اور قبل انطباع اُسکا
ایک نسخہ ہمکو کہتا ہے ملا جو انکے ایک شاگرد (جو مجھسے
بھی واسطہ استناد رکھتا ہے اور مولویصاحب کا بڑا
معتقد) کے پاس موجود تہا اور انکی زبان سے لوگون
مین مولویصاحب کا مولف ہونا مشہور ہوا۔
ان سب اخبار کی تفصیل موجب تطویل ہے جسمین
ایک کتاب مستقل تیار ہوتی نظر آتی ہے۔

ان سب سے بڑہکر بڑی وجہ ثبوت

یہہ ہے کہ مینے یکم دسمبر ۱۸۸۰ع کو (جسکو آج سات برس
بنایہ عرصہ ہولیا ہے) مولوی محمد قاسم صاحب کے مولف ہونیکا
اعلان جاری کیا مولویصاحب نے اُسپر سکوت فرمایا
اور اُسکا خلاف مشتہر نکیا اور نہ خاص میری طرف اس
باب مین کچھ لکہا باوجودیکہ میری انکی سابق سے خط و کتابت
ہے اور باہم ملاقات بھی حاصل۔

اس سے بڑہکر وجہ ثبوت یہہ ہے کہ ضمیمہ

اشاعۃ السنہ مطبوعہ ذیقعدہ ۱۲۹۸ ہجری مین بجواب
محمود حسن صاحب (جنھون نے مولوی صاحب کے
مصنف رسالہ ہونیکا انکار کیا ہے اور اپنے مولف
ہونیکا اظہار) مینے صاف کہدیا ہے کہ مولوی محمد قاسم
مولف ہونیسے انکار کرین تو وہ انکار کسی اخبار مین درج
کرائین یا بذریعہ خط خاص مجھے اس سے اطلاع دین
تو مین اپنے دعوی سے دست بردار ہو جاؤنگا۔
اسپر بھی مولویصاحب کچھ نہین بولے اور انکار سے
لب نہین کہولے۔ بلکہ آجتک ساکت ہین گویا میرے
بیان کے مصدق و مسلم۔

شاید ان وجوہات کی جواب مین حامیین

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب یہہ ارشاد کرین کہ جو
شان نزول اس قصہ کا کسی نے تمہاری طرف لکہا ہے
یہہ دروغ ہے اور بیان حاجی ظفر احمد صاحب و
شیخ محی الدین صاحب کا بھی خلاف واقعہ۔

اسکی جواب مین اگر ان شہود کی توثیق و تعدیل

کرون یا انکے دلایل و شہادات سے اس دعوی کو ثابت
کرون تو ایک بحث طویل ہوتی ہے۔ جو میرے مقصود
سے اجنبی ہے اور بے رنگ کوہ کندن و کاہ برآوردن
معلوم ہوتی ہے لہذا مین اسکے جواب مین اسیقدر
پر اکتفا کرتا ہون کہ اگر وہ بیان شان نزول ما از راہ
بہتان ذی ثقات صدول غلط ہے اور ناقل کا افترا۔
تو آپ لوگ اصل حقیقت اسکی مولوی محمد قاسم صاحب سے
لکہوا دین اور انکی قلم کا لکہا ہوا میرے پاس بہیجدین۔
یا کسی اخبار مین انکی طرف سے مشتہر کرا دین کہ یہہ رسالہ
ہماری تصنیف نہین ہے اور ہمنے کہین اُسکے مولف
ہونیکا اقرار و اظہار نہین کیا۔ پس مین انہین کی شہادت

مان جاؤنگا اور اپنا یہہ دعوی چھوڑ دونگا۔

اس دن کے بعد جو نمبر رسالہ **جواب ادلہ کا** شایع کرونگا اُسکے ٹائٹل پیج (یعنی سرورق) مین انکا نام نہ لکھونگا اس سے اور کیا تنزل و عفاف کو چاہئے کہ خصم کی بات کو مان لیا اور مدعا علیہ نے مجرد انکار سے اپنا دعوی چھوڑ دیا۔

اسمین اگر کوئی **عذر** کرے کہ وہ صوفی اور نیم آدمی ہین اور ان جھگڑون کو فضول سمجھتے ہین تو **دفعیہ** اسکا یہہ ہے کہ امر حق کا اظہار تو عین لوازم تدین سے ہے وقاطع فضول جھگڑون کا ہے بس جس حالت مین انکے مجرد انکار پر اس فضول بحث کا انقطاع ہوتا ہے تو اسپر اقدام کرنے سے انکو کیا عذر۔

باینہمہ وہ انکار کرین اور ساکت رہین ناظرین یقین کرین کہ مولف رسالہ وہی ہین اور تشہیر رسالہ بنام محمود حسن صاحب محض کذب ہے مرتکب اسکا خواہ کوئی ہو اور کیسا ہی ثنا مخدوم خلایق ملک صفت مشہور ہو اس صورت مین ناظرین باانصاف و منصفین بے اختصاص سپر انکو مخاطب کرنا بیجا نہ سمجھین اور مجھکو ناحق اور بیجا خیال نہ کرین۔

دفعہ سیوم اس رسالہ کے دیباچہ و خاتمہ مین چند فقرات ایسے ہین جو اصلی مطلب سے خارج ہین انکی جواب دہی مین اتنا جواب مقاصدین پسند نہین کرتا۔ اسلئے قبل شروع جواب مقاصد انسے نبٹ لیتا ہون۔ پس انکو نمبروار نقل کرکے جواب پیشکش کرتا ہون۔

اوّل آپکا یہہ فقرہ بصفحہ (۲) "ابتک تو ہم بوجہ بے تعصبی خاموش رہے۔ آپنے میدان سنسان پاکر ہاتھ پاؤن ہلانے شروع کئے"

الجواب بے تعصبی جناب کی تو اسی رسالہ سے نمایان ہو رہی ہے کہ جس بات سے آپ قایل تھے ہمارے مقابلہ مین اسکے مدعی بنبیٹھے ہین۔ اور جس امر کو آپ برا سمجھتے تھے ہماری بدگوئی کے لئے اُسکے مرتکب ہوئے۔

تمثیلات

(۱) وجوب اتباع قرآن کے لئے آپ ہمیشہ حدیث نبوی کو کافی سمجھتے ہونگے۔ اور وجوب اتباع نبوی کے لئے قرآن کو حجت وافی خیال کرتے ہونگے پر ہمارے مقابلہ مین بصفحہ (۲) ان دونون کے آپسمین مثبت ہونیکے منکر ہوگئے اور منطقیون کی تقلید سے بخیال لزوم دور یا تسلسل دونون کے وجوب اتباع کے لئے دلیل ثالث کے طالب ہوے۔

(۳) - ابتداء وقت ظہر دو مثل تک آپکا مذہب نہین
اور نہ آپکے ائمہ مذاہب کا یہ ہمارے مقابلہ
مین آپ اسکے اثبات کے درپے ہوئے اور
اپنی بے تعصبی کے ان الفاظ سے ظاہر ہوئے
"وقت ظہر صاحبین کا تو وہی مذہب ہے
جو آپ لوگونکا (یعنی ایک مثل) اور امام
اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور اسی پر
حرمین مین عمل - ہمکو بوجہ بے تعصبی کسی
بات پر اڑ نہین - مگر جب آپ بیوجہ لڑنے
کو تیار ہین تو بے جواب دئیے رہا نہین جاتا"
(۴) مسئلہ دہ در دہ دراصل آپ کا مذہب نہین
اور نہ آپکے ائمہ کا یہ مذہب ہے - ولیکن
ہماری ضد مین آپ اسی کے اثبات کے
درپے ہوگئے اور اسکی خاطر حدیث نبوی
الماء طہور کے سے پیشاب کا پاک ہونا تجویز
کرنے لگے چنانچہ آپکے یہ الفاظ ہین -
"حسب رائے ظاہر پرستان لازم تھا کہ پیشاب
بھی پاک ہوتا کیونکہ وہ بھی اصل مین پانی
ہے -"
ان تینون شواہد مین اجمال ہو اسلئے او
کر یہان مجرد تخئیل پر نظر ہے تفصیل مع دلیل ابن الیوم

کے مبنی بر تعصب ہونیکی ان مقامات سے معلوم
ہوگی جہان انکے تفصیل بحث کیجائیگی -
اور کچھہ شواہد اس بے تعصبی کے جواب فقرہ چہارم
مین زیر دفعہ ہذا و بیان دفعہ چہارم مین آوینگے -
اور اگر ہم اس بے تعصبی کو جو آپ لوگون سے علاً
وقولاً عاملین بالحدیث کی نسبت سرزد ہوتی ہے
بکرہ رسہ دیوبند مین عامل بالحدیث کو داخل نہونے
دینا او جسکا عامل بالحدیث ہونا معلوم ہو اسکو خارج
از مدرسہ کرنا - اور لوائح دیوبند و سہارنپور مین عمل
بالحدیث جاری نہونے مین دل و جان سے کوشش
کرتے رہنا - بیان کرین - تو آپکے معتقدین سے
کون مانیگا **مولانا** بے تعصبی اسی کا نام ہے
تو انصاف کا کام تمام ہے . **سہ**
گرہمین مکتب است واین ملا ٭ کار طفلان تمام خواہد شد
رہا جواب نشان پانی میدان کا -
سو یہ ہے - کہ یہ تخویف و تہدید اگر اسوقت بیجا ہو گی
جب آپ کچھ کام کر دکھائینگے - اور ہمارے تہنہا کا
جواب مطابق شرط ادا کرینگے -
ادلہ کاملہ کو منصف مقلدین اور بعض آپکے معتقدین
بھی جواب اشتہار نہین جانتے - بلکہ سوال پر سوال یا
خیالی مثال نام رکہتے ہین -

ایسا ہی اور کسی صاحب سے بھی اسکا جواب نہین پاتے۔ **اسوجہ سے** ابتک تو پنجاب و ہندوستان و خراسان وغیرہ **سنسان** نظر آتا ہے۔ اور اہلحدیث کا مقاومت کرنیوالا کوئی دکہائی نہین دیتا۔ جب کوئی جیتا جاگتا نظر آئیگا تو اسوقت بھی کا موقع مونہہ دکہائیگا۔ ابھی تو چندروز فصل جمیل پر عمل کے سوائے کچھہ مناسب نہین

دوم آپکا یہہ فقرہ بصفحہ (۲۱) و (۲۲)

"آپ اوروں سے ہر دعوی پر جب نص صریح متفق علیہ کے طالب ہین۔ تو اپنے دعوے کے لئے اگر ایسے دلائل سے بڑہکر نہین تو ایسے تو بالضرور ہی آپنے لگا رکہے ہونگے۔ اسلئے بروے انصاف و قواعد مناظرہ اول آپکو لازم تہا کہ اپنے مطالب کو بطور مشار الیہ ثابت فرماتے۔ پہر کہین کسی سے الجہنے کو تیار ہوتے۔ بہلا جس بات کے آپ اوروں سے طالب ہین۔ اور آپ سے طالب کیون نہ ہونگے"

الجواب۔ اولاً مین سالات اشتہار مین یا قبل اشتہار کسی امر کا مدعی نہین ہوا کہ مجہپر اقامت دلیل دعوی واجب ہو۔

ثانیاً فرض کیا کہ مجہے بذہن خود کوئی دعوے ہے۔ یا میرے سوال کے مفہوم سے مترشح ہوتا ہے (چنانچہ مقلدین بلدۂ ال کے خیال مین آیا ہے اور انہوں نے اسکو ضمنی دعوی ٹہیرایا ہے) **ولیکن** یہہ کس کتاب مین فن مناظرہ کی لکہا ہے کہ جسکے ذہن مین کچھہ دعوی ہو یا اسکے کلام سے مفہوم۔ وہ قبل اثبات اپنے دعوی کے کسی سے کوئی سوال نہ کرے۔ جب آپ کسی کتاب کی شہادت سے یہہ بات ثابت کر دینگے۔ تب مین اپنا اشتہار آپسے واپس لے لونگا۔ اور اپنے ذہنی دعاوی کو دلائل ثابت کرکے پہر جو آپسے پوچہنا ہوگا سو پوچہونگا اور جب تک آپسے اس امر کا اثبات نہو سکے تب تک آپ ہمارے سوال کا جواب اپنے ذمہ واجب سمجہین اور سوال پر سوال کرنیسے رکے رہین۔

ہان آپکی یہہ بات کہ اوروں سے ایسے دلائل کے طالب ہین تو اپنے دعوی کے لئے ایسے دلائل سے بڑہکر نہین تو ایسے تو بالضرور لگا رکہے ہونگے **مسلم ہی۔ ولیکن افسوس ہے** کہ آپ خود اس بات کے پابند نہ ہے۔ اور ہمسے دلائل طلب کرنیکی وقت حد مماثلت و مساوات سے بڑہ گئی۔ اور رفع الیدین و آمین بالجہر و وضع الیدین علی الصدر کے احادیث مین قیود مرعیہ اشتہار سے علاوہ قید دوام و مواظبت بہی زیادہ کی۔

کوئی پوچھے کہ قید دوام احادیث مطابق اشتہار مین کہان ہے - پیر آپکے سوالات مین دلائل کامل دلائل اشتہار کا مطالبہ کسطرح ہوا - تو معلوم نہین **آپ کیا جواب دیتے ہین** اور اپنے سوال مین مقابلہ بالمثل کیونکر ثابت کرین -

خیر آپ اپنی بات کے پابند ہین یا نہین - ہم اسکی امید ہین اور اسکی صحت کے معترف ہوکر اظہار کرتے ہین کہ بیشک ہمنے ایسے وہمی دعاوی پر ایسے دلائل لگا رکھے ہین جیسے آپ نے طلب کئے ہین -

آپ ہمارے سوالات کا جواب دین - یا جواب سے باعتراف عجز انکار کرین - تو ہم ویسے دلایل جانب خلاف مین پورے کرلین اور چونکہ ہم پہلے سوال پیش کر چکے ہین - اسلئے ہم مستحق جواب ہو چکے ہین - بس بے جواب لئے آپکو نچھوڑینگے اور آپکے کسی سوال کا جواب نہ دینگے -

سیوم ایکا یہ فقرہ بصفحہ (۲) "بوجوہ چند در چند اس کشمکش مین پہنسکر اپنے اوقات کا خون کرتا ہوا یہ بہ ہرس سکنے دیتا ہون - کہ سردست تو مین روایات کا پتہ بتائے دیتا ہون اگر آپ اپنی مطالب کے لئے نصوص صریحہ لا دینگے اور انکی صحت ذو اتفاق ثابت کر دکہا دینگے - تو ہم انشاء اللہ اس باب مین قلم اٹہائینگے -

الجواب - جناب نے ناحق یہ خون کیا - اور اس اکبر الکبایر کا سر پر بوجہہ بہی لیا - پہر کچہہ کام نکر دکہایا - بجائے اشتہار نصوص صریحہ کا وعدہ کرنا تو درکنار رہا اپکے رسالہ مین بجز ایک دو جگہہ کے روایت کا پتہ بہی نہین - اور مجرد حوالہ کا بہی نشان نہین **شاید یہہ کلمہ** جناب (کہ ابتو روایات کا پتہ بتائے دیتا ہون) سہو سے لکہا گیا ہے - یا بوقت تحریر جوابات خود یاد سے جاتا رہا - مگر سنتے تو یہ ہے کہ آپ قوت حافظہ بہت بڑی رکہتے ہین - پہر یہ کیا کہتے ہین اور کیا کرتے ہین -

آپکی تحریر مین جا بجا سوال پر سوال ہے یا دہمی اقوال کیا روایات سوالات کا نام ہے؟ اور پتہ پوچہنے پتہ بتانا کہلاتا ہے؟

میرے **اس جواب سے کیکو طیش آوے** تو وہ اُن روایات کو (جنکا رسالہ مین پتہ دیا ہے) گن سنائے کہ مسئلہ رفع یدین مین فلانی روایت ہے اور مسئلہ آمین مین فلان - وعلی ہذا القیاس اور اگر تمام رسالہ مین روایات ڈہونڈہنا تہک جاوے اور انکا پتہ نہ پاوے تو میرے کلام کی تصدیق کرنے - اور مولانا کی نسبت تکذیب تو کہہ نہین سکتے

سے دوسرے یاں کو تو ضرور ہی تجویز کرے۔

چہارم انکا یہہ فقرہ بصفحہ (۲۸) "یہہ
تو ایک ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت غیر مقلدین تجویز متعہ
کے درپے ہیں۔ چونکہ آپ ان سب کے امام ہیں
تو یہہ کب ہو سکتا ہے کہ یہہ شہود اوپر ہی اوپر اُٹھا ہو
اور نیز یہہ بھی ایک امر ثابت ہے کہ بعض غیر مقلدین
خدا کے ہاتہہ پاؤں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے
ہمارے ہاتہہ پاؤں ہوتے ہیں۔ تامل ہے تو
اتنا ہے کہ وہ کاٹے گئے ہیں۔ چاندی کے یا سونے
کے یا کہیں لوہے کے"

الجواب

قد اصبحت ام الخیار تدعی
علیّ ذنبا کلہ لم اصنع

مولانا یہہ باتیں تو ہنتے اپنے زمرہ عاملین
بالحدیث کے عوام سے ہی نہیں سُنیں جو جانے کہ
کسی عالم نے کہی ہوں یا کسی کتاب میں لکھی ہوں۔
اور اگر کسی جاہل یا فاسق (نام کے موحد) سے
آپنے کچھ سُنا ہے۔ یا کسی بددین کا عمل اسکے موافق
دیکھا ہے تو اس سے جمہور یا تمام گروہ پر کب
الزام عاید ہو سکتا ہے۔ یہہ ہو تو چاہیے کہ جو عذر

ترجمہ: ام الخیار (ایک معشوقہ کا نام) نے مجہہ پر ایسے گناہ کا دعویٰ کیا ہے کہ جسکو میں نے کبھی کیا ہی نہیں ۱۲ منہ

معرب و ہند میں عام نفاق سے زناکاری یا شراب
خواری سرزد ہوتی ہے یہہ سبہی حنفی مذہب کے ذمہ
لگے اور لغو سے امام مذہب بازی سمجھی جاوے
کیونکہ وہ لوگ حنفی کہلاتے اور اتباع **امام ابو حنیفہ**
کا دم بہرتے ہیں۔
مگر یہہ بات اپنے مذہب والوں کی نسبت تو ہرگز
پسند خاطر نہ ہوگی۔ پہر ہمارے گروہ پر کیوں چالی لگی۔ باینہمہ دعویٰ بے تعصبی کے مذہب ہو تو یہہ
بے تعصبی ہی کہلاتی ہے تو تعصب خدا جانے
کس جانور کا نام ہے۔
مولانا ایسے **انگل کے تیر** مارنے آپکی شان
سے بعید ہیں۔ معلوم نہیں ہماری ضد میں آپ ہی
نے اپنے انداز کو چہوڑا ہے۔ یا یہہ کسی ہمارے
الحاقات ہیں۔

پنجم انکا یہہ فقرہ بصفحہ (۲۰) "آپکی اہل ظاہر
پرستی و خود رائی سے یہہ بہی اندیشہ ہے کہ بہت سی
احادیث کو معارض قرآن سمجھکر پایہ اعتبار سے گرا
دینگے کیونکہ حدیث اگر صحیح ہی کیوں نہو پر کہیں
قرآن کو ملتی ہے"

پہر دس حدیثوں کو ذکر کیا اور انکو بزعم
خیالی اپنے ہیر کے ساتہہ مخالف قرآن بنا کر ان سے

منکر ہو جانا ہماری نسبت تجویز کیا۔

الجواب ہماری نسبت تو آپ اندیشہ ہی ظاہر کرتے ہیں اور اس خیالی انکار کو مرتبہ تجویز و امکان ہی میں جگہ دیتے ہیں۔ رائے پرستوں کی نسبت (جنکے زمرے سے آپ ہیں) اس امر کا یقین کیا جاتا ہے۔ اور یہہ بالفعل موجود ہے اور وہم لغو حاصل بلکہ یہہ کہا جا سکتا ہے کہ آپکو اہل حدیث کے آئینہ صفت حال سے اپنے ہی مذہب کا چہرہ نظر آتا ہے اور ع در آئینہ ہر کس بیند رخ خویش کا جلوہ نمودار ہوا ہے۔

مولانا ہم لوگ تو قرآن کے مقابلہ میں حدیث کے رد کرنیکو بدیہی جانتے ہیں۔ اور اس امر شنیع کے مرتکب کا جاہل و مبتدع نام رکھتے ہیں۔ یہہ بات مینے آج نہیں بنائی بلکہ ایک سال اس سے پہلے لکھکر شہرہ آفاق کر دی ہے۔ دیکھو ہمارا ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر (۵) مطبوعہ (۲) نومبر ۱۸۸۶ء و نمبر (۱۱) مطبوعہ ۱۰۔ نومبر ۱۸۸۶ء۔

یہاں چند فقرات اُن ضمیموں کے نقل کرتا ہوں اور اپنی بیزاری و براءت اُس مذہب باطل سے مدلل و مصدق کر دکھاتا ہوں۔ ضمیمہ نمبر (۱۰) میں مرقوم ہے "جو کوئی حدیث صریح صحیح کے سامنے عموم و اجمال قرآن کو پیش کرے۔ اور اُسکی تاویل سے حدیث کو متروک العمل بنا دے وہ مبتدع ہے اور اہل سنت سے خارج"

اسکے بعد احادیث و آثار و اقوال علماء کا بیان ہے۔ اسکے اختتام کے بعد ضمیمہ نمبر (۱۱) مشتہرہ میں یہہ فقرات مسطور ہیں۔

"ان احادیث و آثار و اقوال سے ثابت ہوا کہ قرار داد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب و تابعین و ائمہ مسلمین کا یہی ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے۔ اور عمل میں قرآن کی مانند بلکہ بڑھکر ہے۔ پس جسنے حدیث صحیح کو مجمل و مبہم آیت قرآن سے رد کر دیا۔ وہ تمام سلف کا مخالف ہوا۔ پھر اگر وہ اس مخالفت میں مجتہد ہے تو مبتدع ہے۔ ورنہ احمق اور جاہل۔ کائنا من کان و ایما کان۔ یعنی جو کوئی ہو اور جیسا کہیں ہو وہ جہاں کہیں ہو" یہہ **خلاصہ مضمون** اُن پرچوں کا منقول ہوا اور دلائل و شواہد اس مضمون کے اصل پرچوں میں دیکھنے چاہیئے۔

اعادہ انکا یہاں مناسب نہیں اور نہ یہاں اسکی حاجت ہے

ہاں ایک شاہد جدید کی شہادت یہاں بھی نقل کر دیتا ہوں۔ اور کسی پرچہ کو بھی خالی از شہادت نہیں چھوڑتا۔

متن

قال الامام ابن قیم الجوزیۃ فی الطرق الحکمیۃ۔ والذین ردوا هذه السنة لهم طرق۔ الاول انها خلاف کتاب الله فلا تقبل۔ وقد بین الائمة کالشافعی واحمد و ابی عبید وغیرهم ان کتاب الله لا یخالفها بوجه۔ وانها موافقة لکتاب الله

وانکر الامام احمد والشافعی علی من رد احادیث رسول الله (صلی الله علیه وسلم) لزعمه انها تخالف ظاهر القرآن۔

وللامام احمد فی ذلک کتاب مفرد سماه کتاب طاعة الرسول۔

والذی یجب علی المسلم اعتقاده انه لیس فی سنن رسول الله (صلی الله علیه وسلم) الصحیحة سنة واحدة تخالف کتاب الله بل السنن مع کتاب الله علی ثلثة منازل المنزلة الاولی سنة موافقة شاهدة بنفس ما شهد به الکتاب

ترجمہ

امام ابن القیم نے طرق حکمیہ مین کہا ہے۔ جنہوں نے اس حدیث کو رد کیا ہے اُن کے کئی طریق ہین۔ اوّل یہہ کہ یہہ حدیث قرآن کے مخالف ہے اسلئے مقبول نہین اور امام شافعی و امام احمد و ابو عبید وغیرہ نے بیان کر دیا ہے کہ قرآن حدیث کے بخلاف نہین (بلکہ) حدیث قرآن کے موافق ہے۔

امام احمد اور شافعی نے اس شخص پر انکار فرمایا ہے جسنے احادیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رد کر دیا ہے یہہ سمجھکر کہ وہ قرآن کے مخالف ہین۔

امام احمد کی اس باب مین ایک مستقل کتاب ہے جسکا نام اُنہون نے کتاب طاعۃ الرسول کہا ہے۔

مسلمان پر تو یہی اعتقاد واجب ہے کہ آنحضرت کی صحیح حدیثون مین سے ایسی کوئی حدیث نہین جو کتاب اللہ کے مخالف ہو۔ بلکہ حدیثون کے قرآن کے سامنے تین مرتبہ ہین۔

پہلا مرتبہ (توافق ہی ہے) اُس حدیث کو حاصل ہو کر بنا بر قرآن کے موافق ہو اور اس بات پر جیسا کتاب اللہ کی شہادت ہے۔

حاشیہ [۱]۔ حدیث سے مراد رکھتے ہین۔ جو حدیث قضائے شاہد مع الیمین کو خلاف قرآن سمجھکر رد کرتے ہین۔ منہ

المنزلة الثانية سنة تفسر الكتاب وتبين مراد الله منه وتقيد مطلقه

دوسرا مرتبہ (تفسیری ہے) اس حدیث کے لئے ہے جو کتاب کی مفسر ہے اور اللہ تعالیٰ کی مراد ظاہر کرتی ہے اور قرآن کی اطلاق کے تقیید۔

المنزلة الثالثة سنة متضمنة لحكم سكت عنه الكتاب فتبينه بيانا مبتدأ

تیسرا مرتبہ (ہدایت و زیادت کا ہے) اس حدیث کا ہے جسمین اس حکم کا بیان ہو جس سے قرآن ساکت ہو اور حدیث اسکو نئے سرے سے بیان کرتی ہے۔

ولا يجوز رد واحد من هذه الاقسام الثلاثة۔ وليس للسنة مع كتاب الله منزلة رابعة۔

ان تینون اقسام سے کسی کا رد کرنا جایز نہیں ہے۔ اور کسی حدیث کو قرآن کے سامنے سوائے ان **مراتب ثلثہ** کے چوتھا مرتبہ نہین ہے۔

وقد انكر الامام احمد على من قال السنة تقضي على الكتاب فقال بل السنة تفسر الكتاب وتبينه

اور **امام احمد** نے اس شخص پر بھی انکار شدید کیا ہے جو کہتا ہے حدیث قرآن پر حاکم ہے۔ امام احمد نے کہا حاکم نہین بلکہ وہ مفسر و مبین ہے۔

مترجم کہتا ہے حاکم کہنے والے کی مراد یہی ہے کہ وہ مفسر ہے اور اسکے اشتباہ و ابہام کے فیصلہ کرنیوالی۔ نہ یہہ کہ وہ قرآن پر سبقت رکھتی ہے اور اسکے حکم کے رافع۔ اسکی تشریح ہم ضمیمہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱۰) مطبوعہ ۲ نومبر [illegible]ء مین کر چکے ہین۔ پس اسکے حاکم کہنے اور امام احمد کے منع کرنے مین نزاع لفظی ٹھہری۔ وباللہ التوفیق۔ **حاشیہ**

والذي نشهد لله ورسوله به انه لم تأت سنة صحيحة واحدة عن النبي صلى الله عليه وسلم تناقض كتاب الله وتخالفه البتة كيف ورسول الله صلى الله عليه وسلم هو المبين لكتاب الله وعليه انزل وبه هداه الله

اور جس بات کی ہم شہادت دیتے ہین۔ سو یہہ ہے کہ یقیناً حدیثون مین کوئی صحیح حدیث ایسی نہین آئی جو قرآن کے مخالف ہو۔

اور یہہ **کیونکر ہو سکے** رسول خدا ہی تو قرآن کے بیان کرنے والے ہین اور انہین پر قرآن اترا۔ اور انہین کے سبب انکو ہدایت

مامور باتباعه وهو اعلم الخلق بتاويله ومراده

ولو ساغ رد سنن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما فهمه الرجل من ظاهر الكتاب لردت بذلك اكثر السنن وبطلت بالكلية فما من احد يحتج عليه بسنة صحيحة تخالف مذهبه ونحلته الا ويمكنه ان يتشبث بعموم آية او اطلاقها ويقول هذه سنة مخالفة لهذا العموم والاطلاق فلا تقبل

حتى ان الرافضة سلكوا هذا المسلك بعينه في رد السنن الثابتة المتواترة فردوا قوله صلى الله عليه وسلم لا نورث ما تركنا صدقة وقالوا هذا الحديث مخالف لكتاب الله قال الله تعالى يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين۔

وردت الجهمية ما شاء الله من الاحاديث الصحيحة في اثبات الصفات بظاهر قوله ليس كمثله شيء وهو السميع البصير۔

وردت الخوارج ما شاء الله من الاحاديث الدالة على الشفاعة وخروج اهل الكبائر من الموحدين من النار بما فهموه من ظاهر القرآن

ہو کر - اور وہ خود اتباع قرآن کے مامور ہیں - اور سارے خلقت کی بنسبت تاویل و مراد قرآن کے خوب جاننے والے -

اور اگر حدیثوں کا رد کرنا ظاہر قرآن کے مقابلہ میں لوگوں کی سمجھ کے موافق جایز کہا جائے تو بہتیری حدیثیں رد ہو جاویں بلکہ بالکل ہی بیکار ہو جائیں -

اسلئے کہ ایسا کوئی نہیں جسکے تئیں مذہب کے خلاف کسی حدیث صحیح سے کوئی سند پکڑے - اور وہ اپنے مذہب کے ثبوت میں کسی آیت کے عموم یا اطلاق سے ہاتھ نہ مارے - اور یہ نہ کہے کہ یہ حدیث اس عموم یا اطلاق قرآن کے مخالف ہے اسلئے مقبول نہیں (یعنی یہ بات ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے اور ہر ایک ظاہر قرآن سے حدیث مخالف مذہب کو رد کر سکتا ہے -

دیکھو شیعہ یہی چال چلے ہیں - اور اس حدیث کو جو حضرت نے فرمائی ہے کہ ہم گروہ انبیا کا کوئی وارث نہیں - ہم جو چھوڑ جاویں وہ صدقہ ہے - رد کرتے ہیں - اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی اس آیت کی مخالف ہے جو اللہ تعالی نے فرمائی ہے کہ اللہ تعالی تمکو تمہاری اولاد کی وراثت میں یہ حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو مثل حصہ دو لڑکیوں کے دینی چاہیے -

اور جہمیہ (منکرین صفات باری) نے بہت سی احادیث جو اثبات صفات میں صریح ہیں - ظاہر اس قول سے رد کی ہیں جو خدا نے فرمایا ہے - اللہ تعالی کی مثل کوئی چیز نہیں ہے -

اور خارجیوں نے بہتیری حدیثیں جو شفاعت اور مومنوں کے آگ سے نکل جانیکے باب میں وارد ہیں - اپنی سمجھ میں ظاہر قرآن سے رد کر دی ہیں -

وردت القدرية احاديث القدر والقضا بما فهموا من ظاهر القرآن

قدریون نے احادیث تقدیر کو بنا دیر ظاہر قرآن (جہان ایسا ذکر ہے کہ انسان جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے) رد کر دیا ہے۔

وردت الجهمية احاديث الرؤية مع كثرتها وصحتها بما فهموا من ظاهر القرآن قوله لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار۔

اور **جہمیہ** نے احادیث دیدار الٰہی کو باوجود کثرت و صحت کے ظاہر اس قول خدا سے (کہ اللہ کو آنکھیں پا نہیں سکتیں) رد کر دیا ہے۔

وردت كل طايفة من السنة ما فهموه من ظاهر القرآن۔

اسیطرح ہر ایک فرقہ نے کسیقدر حدیثون کو (جنکو اپنے فہم کے موافق خلاف ظاہر قرآن پایا) رد کر دیا ہے۔

فاما ان يرد الباب هذه السنن كلها واما ان يطرد الباب فيقبلها ولا يرد شيئ منها بما يفهم من ظاهر القرآن۔ واما ان يقبل بعضا ونسبة المقبول الى ظاهر القرآن كنسبة المردود فيناقض ظاهر القرآن۔

پس کیا تو ساری ایسی حدیثون کو رد کر دین۔ اور کیا تمام کو قبول کرین کسی حدیث کو رد نکرین اس ظاہر قرآن سے جو خود سمجھین (یہہ دونون صورتین اثر ہو نہین سکتین) اور کیا بعضی حدیثین رد کرینگے اور بعضی قبول (چنانچہ ایسا ہی عمل ہے۔ پہر اسصورت مین انپر یہہ الزام عاید ہے کہ جنکو قبول کیا ہی وہ بہی ویسی ہین جنکو رد کیا ہے۔ پہر بہی تناقض ظاہر قرآن لازم آیا۔ لہذا لازم تہا کہ بمقدر مقبول کو بہی قبول نکرتے)۔

وما من احد رد سنة بما فهمه من ظاهر القرآن الا وقد قبل اضعافها مع كونها كذلك

(طرفہ یہہ کہ) نہین ہے جسنے کسی سنت کو ظاہر قرآن کے مفہوم سے رد کر دیا ہے۔ انکی نسبت چند در چند کو قبول کیا ہے حالانکہ وہ دونو یکسان ہین۔

وقد انكر الامام احمد والشافعي وغيرهما على من رد احاديث تحريم كل ذي ناب من السباع بظاهر قوله قل لا اجد فيما اوحي الي محرما على

امام احمد و شافعی وغیرہ نے اس شخص پر انکار کیا ہے جسنے درندون کی حرمت کی حدیثون کو ظاہر اس آیہ سے رد کیا (کہہ دے مین وحی مین بجز ان چیزون کے جو قرآن مین ذکر ہین

طاعم يطعمه - الآية -

وقد انكر النبي (صلى الله عليه وسلم) على من رد سنة التي لم تذكر في القرآن ولم يدع معارضة القرآن لها - وكيف يكون انكاره على من ادعى ان سنة تخالف القرآن وتعارضه

انتهى كلام ابن القيم وسيجئ كلامه آخرا في هذا الباب ان شاء الله تعالىٰ

کچھ حرام نہیں مانا) رد کر دیا ہے

اور آنحضرت صلعم نے بھی اس شخص پر انکار سخت فرمایا ہے جسنے بدون دعوی مقاومت کے اس حدیث کو رد کیا ہے جسکا ذکر قرآن میں نہیں آیا - پس آپ پر آنحضرت صلعم کا کیسا بڑا انکار ہوگا جو حدیثوں کو قرآن کا معارض ٹھیرا کر رد کریگا -

کلام **ابن القیم** کا تمام ہوا اور کچھ اسکا تتمہ اسی باب میں آیندہ بھی آویگا -

یہہ تو بیان ہے ہماری برادر و بیزاری کا رد احادیث صحیحہ سے بمقابلہ قرآن - اب اپنے مذہب کا حال کوئی جناب ولی سے سنیں - اور بچشم انصاف دیکھیں پھر داد انصاف دیکر فرمائیں کہ رد کرنا احادیث کا بمقابلہ قرآن کن لوگوں میں پایا جاتا ہے - ہم میں یا آپ میں - آپ نے بمقتضای ؎ چون غرض آمد ہنر پوشیدہ شد صد حجاب از دل بسوی دیدہ شد ۔ آہمیں انصاف ندا اگر کوئی آپ ہی ناظرین یا سامعین سے راہ حق دیگا - اور اس حق کی طرف راہ لیگا - تو نعم القبل - ؎ فقل ما یفعل الوقت من غیر سماع ۔ ففی اللہم ہیج القوم نطامہا

(۱)
مولانا جناب کی کوئی کتاب معتمد اصول و فروع کی ایسی نہ ہوگی جسمیں متبری احادیث کو رد نہ کیا ہوا اور بہا رسما مخالفت قرآن اس جرم کا اسمیں ارتکاب نہو -

رد احادیث بمقابلہ قرآن تو بہر بھی محل اشتباہ ہے جسمیں نا واقف انسان قرآن کے قطعی ہونیکے سبب دہو کا کہا سکتا ہے - آپکے ہان تو حدیث احاد کو بمقابلہ حدیث(۲) مشہور یا متواتر بھی رد کیا جاتا ہے -

رد احاد بمقابلہ متواتر - یہاں پر ملوں کے لئے کچھ شبہ کا محل ہے اسلئے کہ متواتر میں قطعیت ہے سو خبر واحد میں نہیں ہے حضرت یہاں تو رواج(۳) عام کے مقابلہ میں بھی حدیث کو رد کیا جاتا ہے -

(۴)
عام رواج کے مقابلہ میں حدیث کو رد کرنا بھی جہلا کے لئے کچھ دہوکہ کا محل ہے مسرکار کے ہان تو بعض بجا

☆ **ترجمہ** تکیہ ار درگذشت بیا صبر سے حالی نہیں گرتا - زمانہ میں ایسی ہی باتیں جنکا مطلب بنظر بیا ہوتا متفرع ہے ۱۲ -

کے خلاف سے ہی حدیث کو رد کیا جاتا ہے **صحابہ کا** کسی حدیث سے **خلاف کرنا** بھی کم عقلوں کو
شبہ میں ڈالتا ہے۔ کہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو صحابہ اسکا خلاف کیوں کرتے۔ آپکی گورنمنٹ کے ہاں تو حدیث صحیح
کو (جسکا راوی فقیہ نہو) **بمقابلہ قیاس**(۵) بھی رد کیا جاتا ہے

الحاصل حدیث نبوی کی آپکے ہاں ایسی ہی وقعت و قدر نہیں جیسی فہم صحابہ یا رواج عام یا قیاس مجتہد
کی۔ چہ جائیکہ اسکو ہمسنگ قرآن سمجھیں اور اسکے سامنے میں بمعرض قبول جگہ دیں۔ اسکی تمثیلات جزئیہ کو
کتب فروع حنفیہ سے کیونکر شمار کروں اور اس دریائے ناپیدا کنار کو کوزہ میں کیونکر لاؤں۔ اسلئے بذکر اصول (جنسے
صدہا احادیث مذہب حنفیہ میں رد ہوگئی ہیں) اکتفا کرتا ہوں۔ اور تصریحات اہل اصول کی اسپر شہادت لاتا ہوں

فی الحسامی۔ وحکمه انه اذا ورد غیر مخالف
للکتاب والسنة المشهورة فی حادثة لم تعم
بها البلوی ولم یظهر من الصحابة الاختلاف
فیها وترك المحاجة به انه یوجب العمل
بشروط سلفت۔

وفی التوضیح۔ واما الانقطاع الباطن
فاما بمعارضة او بنقصان فی الناقل۔
اما الاول بمعارضة الکتاب کحدیث
فاطمة بنت قیس قوله تعالی اسکنوهن

وکحدیث القضاء بشاهد ویمین
المدعی قوله تعالی واستشهدوا
شهیدین الآیة۔

حسامی میں ہے۔ کہ خبر واحد کا حکم یہ ہے کہ جب وہ
خلاف کتاب اللہ و حدیث مشہور نہو۔ اور نہ ایسے واقعہ میں
ہو جسمیں بہت لوگ مبتلا ہوں۔ اور نہ صحابہ سے اسمیں خلاف
پایا جاوے۔ اور نہ وہ بوقت حاجت متروک العمل
ہوئی ہو تو اسپر عمل واجب ہے۔
اور **توضیح** میں ہے۔ جیسا انقطاع حدیث میں معارضہ
کے سبب سے ہوتا ہے۔ یا اسکے ناقل میں نقصان ہونے سے۔ معارضہ
کیا تو **کتاب اللہ** کے ساتھ ہوگا۔ جیسے حدیث فاطمہ بنت قیس
(جسمیں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت نے اسکو مطلقہ ہونے پر نفقہ لینے کو نہ دلایا) اس
قول اللہ کے مخالف ہے۔
عورتوں کو بساؤ جہاں توفیق پاؤ۔ اور حدیث قضا ایک
گواہ اور یمین مدعی سے (جسمیں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت نے ایک
مقدمہ میں مدعی کے قسم اور ایک گواہ کے ساتھ حکم مدعی فیصلہ
کیا) اس قول اللہ کے مخالف ہے۔ کہ دو گواہ پکڑو۔

وكحديث المصراة قوله تعالى فاعتدوا

اور حدیث مصراۃ اس قول اللہ کے معارض ہے کہ کفار پر اسقدر تعدی کرو جسقدر انہوں نے تم پر کی ہے۔

وانما يرد لتقدم الكتاب حتى يكون عام الكتاب وظاهره اولى من خاص خبر الواحد ونصه ولا ينسخ ذلك بهذا ولا يزاد عليه

یہ حدیثیں اسلئے رد کیجاتی ہیں کہ کتاب اللہ مقدم ہے یہانتک کہ کتاب اللہ کا عام اور ظاہر خبر واحد کے خاص اور نص سے اولیٰ ہے۔ وہ اس سے منسوخ نہیں ہو سکتا اور نہ اسکو بہانہ اسپر زیادتی ہو سکتی ہے۔

واما بمخالفة الخبر المشهور كحديث الشاهد واليمين قوله عليه السلام البينة على المدعي واليمين على من انكر

اور کیا وہ معارضہ خبر مشہور سے ہوگا جیسی حدیث قضا ایک گواہ اور یمین مدعی سے جو اس قول نبوی کے معارض ہے کہ گواہ مدعی پر ہے اور قسم مدعی علیہ منکر پر۔

واما بكونه شاذا في البلوى العام كحديث الجهر بالتسمية

اور کیا وہ معارضہ اسکے شاذ ہونیکے سبب بمقابل بلوی عام (یعنی معمول و رواج عام) کے ہوگا۔ جیسے حدیث بسم اللہ کے اونچے پڑھنے کی۔

واما باعراض الصحابة رضي الله عنهم

اور کیا وہ معارضہ صحابہ کی اعراض سے ہوگا۔ (اس حدیث پر عمل کرنے اور تمسک کرنے سے)

وفي شرح المغني - فاما الانقطاع بدليل معارض فعلى اربعة اوجه - احدها المخالف كتاب الله فانه يكون مردودا منقطعا ويستوي في ذلك الخاص والعام والظاهر والنص -

اور شرح مغنی میں ہے۔ کہ انقطاع حدیث بدلیل معارض سو چار قسم ہے۔ ایک یہہ کہ حدیث قرآن کی مخالف ہو سو وہ مردود اور منقطع ہے اور اس حکم میں قرآن کا خاص اور عام اور ظاہر اور نص سب برابر ہیں (یعنی ان سب کے سامنے حدیث معارض مردود ہے)

مثاله ما استدل به الشافعي رح على ان المبتوتة لا نفقة لها من حديث فاطمة

اور اسکی مثال وہ حدیث ہے (جس سے شافعی نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ مطلقہ بائنہ کے لئے نفقہ نہیں) کہ فاطمہ

منت قیس فانها قالت طلقنی زوجی ثلاثا فلم یجعل لی رسول الله نفقة ولا سکنی۔

بنت قیس نے ذکر کیا کہ اسکے خاوند نے اسکو تین طلاقین دین تو آنحضرت نے اسکے لئے نفقہ اور سکنی تجویز نفرمایا۔

قلنا هذا الحدیث مردود لمخالفته قوله تعالی اسکنوهن من حیث سکنتم من وجدکم۔

ہم (یعنی حضرات حنفیہ مبارک) کہتے ہین کہ یہ حدیث منقطع مردود ہے کیونکہ الله تعالی کے اس قول کے مخالف ہے کہ انکو بسیار مہمان رہو۔

مثاله ایضا ما روی ان رسول الله قضی بشاهد ویمین فانه مخالف لقوله تعالی واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان۔

اور یہہ بھی اسکی مثال ہے جو آنحضرت سے مروی ہے کہ آپ نے ایک گواہ اور یمین مدعی سے بحق مدعی فیصلہ کیا اس قول الله تعالی کے معارض ہے۔ جو فرمایا ہے۔ دو گواہ پکڑو اپنے مردون مین سے پھر اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین۔

ومثاله ایضا حدیث مس الذکر وهو ما روی ان رسول الله قال من مس ذکره فلیتوضأ فانه مخالف لقوله تعالی فیه رجال یحبون ان یتطهروا۔ وهی نزلت فی اهل قباء فی قوم یستنجون بالماء بعد الحجر فقد مدحهم الله تعالی بذلك وسمی فعلهم تطهیرا۔ والاستنجاء بالماء لایکون الا بمس الذکر فلو کان مس الذکر موجبا للحدث لما کان الاستنجاء تطهیرا بل تنجیسا۔

اور یہہ بھی اسکی مثال ہے جو آنحضرت سے مروی ہے کہ جو اپنی شرمگاہ کو ہاتھ لگادے وہ پھر کے وضو کرے۔ یہہ اس قول الله کے معارض ہے (جو اہل قبا کے حق مین فرمایا ہے) کہ اسمین ایسے لوگ ہین جو پاکی کو دوست رکھتے ہین۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق مین نازل ہے جو ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے۔ الله تعالی نے انکی مدح کی اور انکے اس فعل کو تطہیر (یعنی پاکی) نام رکھا۔ **اور ظاہر ہے** کہ بدون مس شرمگاہ استنجا ہو نہین سکتا۔ سو اگر مس ذکر موجب نقض وضو ہو تو اسکے ساتھ استنجا کرنا موجب تطہیر نہو۔ بلکہ سبب نجاست ہوتا۔

کہ کہان وہ پانی سے استنجا کرینگے اور کہاں بقاء وضو اس ذکر سے اور کہاں تطہیر حسی (جسمین آیت وارد ہے) اور کہاں تطہیر شرعی (جسکی حدیث راقم ہے) اگر اس آیت میں یہ ذکر ہوتا کہ وہ لوگ وضو کر کے پانی سے استنجا کیا کرتے تو ان حضرات کو اس آیت سے تمسک کرنیکا موقع بھی تہا بدون اثبات اس امر کے اس آیت سے لینا انہی سعی کرانا ہے۔

ومثاله ایضا خبر المصراة وھو ما روی ابو ھریرة رضی اللہ عنه ان النبی قال لاتصروا الابل والغنم فمن ابتاعھا بعد ذلک فھو بخیر النظرین بعد ان یحلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من التمر

اور اسکی یہ بھی مثال ہے جو حدیث مصراۃ ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اونٹنیوں اور بکریوں کو بیچنے کو کئی دن تک دوہنے سے بند رکھو۔ اور جو ایسا جانور خریدے اسکو دوہنے کے بعد اختیار ہے پسند کرے تو رہنے دے۔ ناپسند کرے تو پھیر دے۔ اور اسکے ساتھ ایک صاع کھجور رکھا ہی دے۔ (اس دودھ کے عوض جو دو تین دن دوہا)

والشافعی جعل التصریة عیبا حتی یکون للمشتری خیار العیب تمسکا بھذا الحدیث

امام شافعی نے تمسک اس حدیث کے دودھ کا بند کرنا ایک عیب ٹھیرایا ہے۔ اور مشتری کو اس عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اختیار دیا۔

وانا نقول انه یخالف قوله تعالی فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم

ہم (حضرات حنفیہ) کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس قول اللہ کے مخالف ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ تم کافروں پر اسقدر تعدی کرو جسقدر انہوں نے تم پر کی ہے۔

وثانیھا ما خالف السنة المشھورة او المتواترة ولم یذکرھا لانه یعرف

قسم دوئم وہ حدیث جو حدیث مشہور یا متواتر کے مخالف ہو اسکا مصنف نے ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ وہ دلالۃ سمجھا جاتا ہے

وثالثها ان یکون شاذا۔ ومعنی شذوذ الحدیث ان یکون راویہ قلیلا فی حادثۃ تعم بہا البلوی کحدیث الجھر بالتسمیۃ ورفع الیدین فی الرکوع۔

قسم سوم وہ حدیث ہی جو شاذ ہوا اور شاذ ہونیکر یہ معنی ہین کہ راوی اوسکے کم ہون اور وہ ایسے موقع مین پائی جاوی جسکے بہت لوگون کو کام پڑے جیسے حدیث بسم اللہ اونچی پڑہنے کی اور حدیث رکوع مین رفع یدین کرنیکی۔

مترجم کہتا ہی کہ شارح کا حدیث رفع یدین کو شاذ کہنا اور عموم بلوی کے خلاف ٹہرانا یہہ ہی ایک کسوٹی علم وفہم وانصاف وتمیز ان حضرات کی ہی سو داناؤ حدیث رفع یدین اس کثرت کو پہنچی ہین کہ بعض نے بلحاظ کثرت طرق اس حدیث کو متواتر ہی کہدیا ہی۔ سیوطی نے کتاب **الازہار المتناثرہ فی الاخبار المتواترہ** مین اسکو متواترات مین شمار کیا ہے۔ اور عراقی نے شرح تقریب مین کہا ہے کہ اسکو پچاس صحابہ نے روایت کیا ہے جنمین عشرہ مبشرہ بہی داخل ہین **عینی** حنفی نے شرح بخاری مین کئی اوپر تیس صحابی کا راوی ہونا تسلیم کیا ہے اب بہی یہہ شاذ ہی ہی تو متواتر یا مشہور معلوم نہین کس چیز کا نام ہے ایسا ہی جہر بسم اللہ کو شاذ کہنا محل کلام ہے جو **تلویح** مین بصفحہ (۲۰۳) بمقابل اسی دعوی صاحب توضیح کے موجود ہے جو چاہے اسمین دیکہے **الحق** تقلید نے ان لوگون کی آنکہون پر ایسی پٹی لگا رکہی ہے کہ انکو اپنی کتابین ہی دیکہنے نہین دیتی۔ ولنعم ما قیل **شعر** رہ تقلید اندیشہ بس واجب است ۔ کہ تقلید پابند ہر طالب است

لان الحادثۃ لما عمہا البلوی والحاجۃ الکل الی معرفۃ حکمہا فلو کان الخبر صحیحا لاشتہر فیما بینہم وربما ان یعرض عنہ الائمۃ من اصحاب رسول اللہ بان یختلفوا فی حادثۃ بارآئہم ولم یجر المحاجۃ بینہم بذلک

یہ اسلئے معارض ومردود ہے کہ جب وہ ایسا واقعہ ہے جس سے سبکو کام پڑتا ہے اور سب کوہی اسکے جاننے کا محتاج ہی پہر اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو سب مین مشہور ہو جاتی **قسم چہارم** وہ حدیث جس سے صحابہ مین سے ائمہ نے منہہ پہیرا ہو یعنی کسی حادثہ میں اپنی رائے سے کام چلایا ہو۔ اور اس حدیث کیطرف قصد نفرمایا۔

الحدیث فان ذلک دلیل انقطاعه عندنا خلافا لاصحاب الحدیث

ہمارے نزدیک انکا منہ پہیرنا دلیل انقطاع کی ہے اور یہہ بات اہل حدیث کے مخالف ہے۔ وہ حدیث ہی کو اخذ کرتے ہیں اور مخالفت صحابہ کی پرواہ نہیں کرتے۔

وفی الحسامی ایضاً الراوی ان کان معروفاً بالفقه کان حدیثہ حجة تترک به القیاس وان کان معروفاً بالعدالة والضبط دون الفقه مثل ابی هریرة وانس فان وافق القیاس عمل به وان خالفه لم یترک الا للضرورة وانسداد باب الرأی وذلک مثل حدیث ابی هریرة فی المصراة۔

اور **حسامی** میں یہہ ہے کہ اگر راوی فقیہ ہوں تو انکی حدیث لائق استناد ہے۔ جسکے سامنے قیاس متروک ہے اور اگر راوی ضبط و عدالت میں معروف ہوں نہ فقہ میں جیسے ابوہریرہ و انس (رضی اللہ عنہما) تو انکی حدیث قیاس کے موافق ہو تو لائق عمل ہے۔ اور اگر مخالف قیاس ہو اور اس سے باب قیاس کا انسداد ہو تو لائق عمل نہیں جیسے حدیث ابوہریرہ کی مصراة میں (جسکی تشریح عبارت شرح مغنی میں گزری)

وفی التوضیح الراوی ان کان معروفا بالفقه فحدیثه یقبل وافق القیاس او خالفه وکذا ان وافق قیاسا وخالف قیاسا لکنه ان خالف جمیع الاقیسة لا یقبل عندنا وهذا هو المراد من انسداد باب الرأی وهکذا فی المسلم وغیره من کتبهم الصغار منها والکبار۔

اور **توضیح** میں ہے راوی معروف بفقہ ہو تو حدیث اسکی مقبول ہے۔ موافق قیاس ہو خواہ مخالف۔ ایسا ہی جب ایک قیاس کے موافق ہو اور دوسرے کے مخالف۔ ولیکن جب سبھی قیاسوں کے مخالف ہو تو ہمارے (حضرات حنفیہ کے) نزدیک وہ نا مقبول ہے۔ اور یہی مراد ہے انسداد باب قیاس سے (کہ سبھی قیاسوں کے مخالف ہو) **یہی مضامین** مسلم وغیرہ انکی چھوٹی بڑی کتابوں اصول میں ہیں۔

ان تمہیدات اور انکے ثبوت و عبارات معتبرات ان حضرات سے میرے دعاوی خمسہ کا ثبوت آفتاب نیمروز کیطرح عیاں ہے اور بلا غبار روشن معلوم ہوتا ہے کہ یہہ حضرات ظاہر[1] عموم و خصوص و اطلاق قرآن کے سامنے

اطلاع - جو کمی مقدار معمولی سے اس نمبر میں رہی ہے اسکا عوض بہ نمبر (۵،۱) جواب ظفر احمد میں زیادتی ہو چکی ہے - ناظرین اس نمبر کو ملاحظہ فرماویں - المطلع المؤلف

بھی حدیث نبوی کو نہیں مانتے۔ بلکہ ایک حدیث (۲) (مشہور یا متواتر) کے مقابلہ میں دوسری حدیث (احاد) کو بھی کچھ چیز نہیں جانتے۔ بلکہ (۳) عام کے مخالف حدیث کو بھی قبول نہیں کرتے۔ بلکہ بعض صحابہ (۴) کے خلاف سے بھی حدیث کو کچھ چیز نہیں سمجھتے بلکہ قیاس (۵) مجتہد کے پہلو بھی اسکو کچھ وزن نہیں دیتے۔ آخر حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے نزدیک قیاس مجتہد سے بھی گئی گزری ٹھیری۔ قرآن کے سامنے تو کیا چیز ہوگی۔

اب فرمائیے ردّ و انکار حدیث کس کی طرف عاید ہوتا ہے۔ ہمارے یا آپکے؟ اودہ اندیشہ جو ہم سوئے ظن ہوتے۔ آپ کے عالی دماغ میں آگیا ہے کس کی نسبت صحیح ہے۔ ہماری یا آپ کے؟۔

ابھی تو ہم نے بعض اصول (حنفی مذہب جنکا یہ میں احادیث کا رد ہوتا ہے) ذکر کئے ہیں اور اگر اسی قسم کے سبھی اصول (جو علماء مذہب جناب نے رد احادیث کے لئے گھڑ رکھے ہیں) بالاستیعاب ذکر کریں تو ایک دفتر طویل تیار ہوتا ہے۔ جسکا اختتام سال دو سال میں بھی ہو نہیں سکتا۔ از انجملہ یہ اصل راوی کو اگر بعد کے نسیان ہو جاوے تو اسکی شاگرد کی وہی روایت (گو اسکو خوب یاد ہو) مقبول نہیں ہے۔

و از انجملہ یہ کہ راوی اگر اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اسکی حدیث مردود ہے۔

و از انجملہ یہ کہ ترجیح جمع سے مقدم ہے۔

و از انجملہ یہ کہ خاص مبین ہی ہوتا ہے۔ اسکے بیان میں کوئی حدیث مقبول نہیں ہے۔

یہ تو ہم نے آپکے اصول ہی کا حال بتایا ہے اور اگر ان اصول کی فروع کو ذکر کریں اور ان احادیث کو (جو حضرات نے ان اصول کے ذریعے سے رد کی ہیں) شمار میں لاویں تو یہ امر ہماری استطاعت سے خارج ہے اور ہماری عمر اسکے بیان کے لئے وافی نہیں ہو سکتی ہے۔

اور اگر کوئی تفصیل کا طالب ہے تو پہلے انہیں عبارات اصولیین میں دیکھ سکتا ہے۔ ان عبارات میں احادیث ذیل کو رد کر رکھا ہے۔

(۱) حدیث فاطمہ بنت قیس نفقہ و سکنی مطلقہ کے باب میں۔

(۲) حدیث ابن عباس قضا بشاہد و یمین میں

(۳) حدیث ابو ہریرہ مصراۃ کے باب میں۔

(باقی آئندہ)

هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

نمبر دویم   رسالہ   جلد دوم

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

جسمین رسالہ ادلہ کاملہ کا جواب ہی جسکو مولوی محمد قاسم صاحب

بانی مدرسہ دیوبند نے بجواب اشتہار مسائل

عشرہ مشتہرہ انیس مئی سنہ ۱۸۷۶ء تالیف کیا

اور خلاف واقع اپنے شاگرد محمود حسن

صاحب کے نام سے شائع کرایا

منجانب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری مدظلہ

ماہ صفر سنہ ۱۲۹۶ ۲۲ فروری سنہ ۱۸۷۹ء

مطبع مصطفائی لاہور مین طبع ہوا۔

(۴) حدیث نقض وضو میں شرمگاہ
(۵) حدیث رفع یدین بوقت رکوع
(۶) حدیث جہر بسم اللہ
انکے سوا احادیث ذیل بھی اسکی شاہد ہین
(۷) حدیث وجوب قراۃ فاتحہ نماز مین جسکو آیت فاقرؤا ما تیسر سے رد کرتے ہین
(۸) حدیث قراۃ فاتحہ بحق مقتدی جسکو آیت واذا قرئ القران فاستمعوا سے رد کرتے ہین۔ اور اُسکے رد مین ہمارے مولانا مخاطب بھی اپنے اسلاف کے شریک ہین۔ چنانچہ بجواب سوال چہارم اس آیت سے تمسک مین
(۹) حدیث جہر بالتامین جسکو آیت ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ سے رد کرتے ہین اور ہمارے مولانا مخاطب اسکے رد مین یہ حدیث لاے ہین انکم لا تدعون اصم ولا غائبا یعنی تم کسی بہرے اور غائب کو تو نہیں
پکارتے کہ آمین بلند کہتے ہو
(۱۰) حدیث وجوب طمانیت رکوع وسجود میں جسکو آیت فارکعوا واسجدوا سے رد کرتے ہین
(۱۱) حدیث ولی کے سواے نکاح نہو سکنے کی جسکو راوی کے خلاف و نسیان سے رد کرتے ہین۔
(۱۲) حدیث جنازہ علی الغائب جسکو آیہ صل علیہم ان صلوتک سکن لہم سے رد کرتے ہین
اسکے نظائر اور ہزاروں ہین پر بقدر اسیقدر پر اکتفا کرتا ہون تاکہ گیارہ ان دس گیارہ کے عوض مین ہو جاوین جیسے انکار کا اندیشہ دماغ عالی مین ہماری نسبت سمایا ہے اور لدینا مزید کی دھمکی علاوہ بران ہے اگر کسیکو اور بھی تمثیلات دیکھنے کا شوق ہے تو وہ کتاب اعلام الموقعین امام ابن القیم کا مطالعہ کرے اسمین ساٹھ سے زیادہ اسکی تمثیلات ذکر کی ہین۔ وہ کتاب میسر نہو تو جنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ ہی کو دیکھئے۔ وہ

وہ بھی نہ ملے تو ہمارا ضمیمہ سفیر ہند نمبر (۱) مطبوعہ نومبر ۱۸۷۳ء کو ملاحظہ مین لاویے بعض تمثیلات اسمین سے اسمین بھی منقول ہین یہ تو آپکے مذہب و روش کا بیان ہے۔ اور رسالت کا ثبوت کہ جو بات آپ ہماری نسبت فرض و تجویز کرتے ہین۔ وہ جناب مین رقم لنقد موجود ہے۔

اب رہا اسکا رد و ابطال سو بطور تفصیل اسمقام مین اور مولانا کے خطاب مین ضروری نہین ہے۔ اسلئے کہ ابھی تو آپ اسبات کو ہماری طرف منسوب کرتے ہین۔ اور اپنی برأت اسسے جتلا رہے ہین

آیندہ اگر آپ اس مذہب کے ملتزم ہوے اور ان عبارات و استدلالات کی صحت کے مدعی ہو۔ تو اولاً آپ خود ہی اپنے خیال و اندیشہ کے مکذب ہونگے۔ اور ہمکو منکر بناتے بناتے آپ منکر بنین گے۔ پھر ہم بھی کچھ ہاتھ دکھلاوینگے۔ اور ان عبارات و استدلالات کے ایک ایک فقرہ کا رد شہرہ آفاق کرینگے۔ سر دست اگر ہم اسکی تفصیلی رد کے درپے ہوتے ہین تو یہ احتمال مانع ہوتا ہے کہ شاید مولانا ان عبارات و استدلالات سے اپنی برأت و انکار ظاہر کرین۔ اور ہماری طرح ان سب کو مردود و باطل مان لین اور الٹا ہمکو یہ الزام دین کہ تو تصحیح کی تقلید کی نسبت ہمارا کونسا اقرار موجود ہے۔ چنانچہ یہ فقرہ پہلے آپکی قلم سے بعنوان (۳۱) رسالہ کے نقل ہو چکا ہے۔

اس صورت مین ہمارا تیر خالی جائیگا اور مقصد **مطلوب** ہاتھ نہ آئیگا۔ **اسی نظر** سے ہمنے ان عبارات کو فقط نقل ہی کر دیا ہے۔ اور بجز ایک دو موقع فاحش غلطیکے کہین تعرض ابطال نہین کیا۔ ورنہ ہم تو ان عبارات کے ایک فقرہ کو بھی صحیح نہین جانتے۔ اور کسی اصل کو اصول مذکورہ سے خالی از ابطال نہین سمجھتے۔

ہان جملہ اصول کا ابطال بوجہ اجمال یا بعض **فروع کی تفصیل** بطور تمثیل بلوازم محدثیت و ضروریات حمیت سنت سے ہے کہ مولانا اس مذہب کے ملتزم نہون۔ اور نہ انپر الزام عاید ہو سکے۔ مگر تھوڑا سا اسی تحریر مین قبل بیان مذہب مخاطب بنقل عبارات طرفین کیہ

ہو چکا ہے۔ اور کچھہ اخبار سفیر ہند کے ضمیمجات میں ہو چکا ہے

ضمیمہ نمبر (۲) مطبوعہ گذشتہ میں اس اصل کا ابطال ہے کہ حدیث راوی غیر فقیہ کے خلاف قیاس مقبول نہیں ۔

ضمیمہ نمبر (۵) و (۶) مطبوعہ ستمبر گذشتہ میں اس فرع کا ابطال ہے کہ حدیث آمین بالجہر اپنے ادعوا کم تصرعا وخفیہ کے مخالف ہے اسلئے مقبول نہیں

ضمائم نمبر (۱۲) سے (۱۶) تک اصول ذیل کے ابطال میں ہیں

(۱) عام قران قطعی ہے

(۲) عموم قرآن کی تخصیص خبر واحد سے جائز نہیں

(۳) جمع و تطبیق سے ترجیح مقدم ہے

اور اس فرع کے ابطال میں کہ قرءہ فاتحہ خلف الامام آیت اذا قرء القران کے مخالف ہے

اور کچھہ ماحضر جدید جو بحکم کل جدید لذیذ لطف سے خالی نہیں ۔ عمامت و نصرت حدیث قضاء بشاہد مع الیمین میں (جسکو یہ حضرات قرآن و حدیث مشہور کے معارض سمجھکر رد کرتے ہیں) اور پیش کیا جاتا ہے

ترجمہ	متن
مسلم نے اپنی صحیح میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت نے بیمین مدعی اور ایک گواہ سے بحق مدعی فیصلہ کیا۔	روی **مسلم** فی صحیحہ عن ابن عباس ان رسول اللہ صلعم قضے بیمین و شاھد ۔
امام نووی نے اسکی شرح میں کہا ہے جمہور علماء صحابہ و تابعین اور پچھلے علماء امصار یہی کہتے ہیں کہ ایک گواہ اور قسم مدعی سے مالی مقدمات میں فیصلہ کیا جاتا ہے	**قال النووی** فی الشرح قال جمہور علماء الاسلام من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من علماء الامصار بقضی بشاھد و یمین فی الاموال وما یقصد بہ
یہی قول ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مرتضی	بہ قال ابو بکر الصدیق و علی و

وعمر بن عبد العزیز ومالک والشافعی واحمد وفقهاء المدینة وسائر علماء الحجاز

(علیہ السلام) و عمر بن عبد العزیز و مالک و شافعی و احمد و مجتہدین مدینہ و تمام علماء ملک حجاز وغیرہ بلاد کا

وحجتهم ما جاءت الاحادیث کما مر فی هذه المسئلة من روایة علی وابن عباس و زید بن ثابت وجابر وابی هریرة وعمارة بن حزم وسعد بن عبادة وعبد الله بن عمرو بن العاص والمغیرة بن شعبة

الخ ورستاویز یہ ہے کہ اس مسئلہ میں حدیثیں وارد ہیں حضرت علی وابن عباس و زید و جابر و ابو ہریرہ و عمارہ و سعد و عبد اللہ بن عمرو و مغیرہ سے حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ حدیث ابن عباس سند اور سے صحیح ہے

قال عبد البر لا مطعن لاحد فی اسناده قال ولا خلاف بین اهل المعرفة فی صحته

ابن عبد البر نے کہا ہے کہ اسکی اسناد میں کسیکو طعن نہیں اور نہ کسی علم نہر رائے کو اسکی صحت میں اختلاف ہے

قال القسطلانی فی شرح البخاری قال اصحابنا الشافعی عن الآیة کما فی المعرفة ان الیمین مع الشاهد لا یخالف من ظاهر القرآن شیئا

قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ امام شافعی نے اس آیۃ کا (جس سے اس حدیث کے رد کرنے والے استدلال کرتے ہیں) یہ جواب دیا ہے چنانچہ کتاب معرفت میں ذکر کیا ہے کہ یمین باشاہد ظاہر قرآن کے کچھ مخالف نہیں

لانا نحکم بشاهدین وشاهد وامرأتین ولا یمین واذا کان شاهد حکمنا بشاهد ویمین بالسنة

اسلئے کہ ہم دو گواہ مرد اور ایک گواہ مرد اور دو عورتوں سے بلا یمین بھی حکم کرتے ہیں (جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے) اور اگر ایک گواہ ہو تو ایک گواہ سے معہ یمین مدعی بحکم حدیث فیصلہ کرتے ہیں

وهذا لیس یخالف ظاهر القرآن لانه لم یحرم اقل مما نص علیه فی کتابه ورسول الله صلی الله علیه وسلم اعلم بما اراد الله عز وجل

اور یہ امر خلاف ظاہر قرآن نہیں ہے۔ ظاہر قرآن میں خدا نے دو گواہ سے اقل پر فیصلہ کرنے کو حرام نہیں کیا۔ اور آنحضرت صلعم (جنہوں نے ایک گواہ و یمین مدعی پر فیصلہ تجویز کیا ہے)

وقد امرنا الله تعالى ان ناخذ ما اتانا به و ننتهي عما نهانا عنه

وقال الحافظ ابن القيم في الطرق الحكمية بعد تخريج الحديث لطرق كثيرة من مصنفات عديدة و توثيق رجاله وتصحيح اسناده ونقل الجواب المذكور عن الشافعي رح فلت وليس في القرآن ما يقتضي انه لا يحكم الا بشاهدين وشاهد وامرءتين فان الله سبحانه انما امر بذلك اصحاب الحقوق ان يحفظوا حقوقهم بهذا النصاب ولم يأمر بذلك الحكام ان يحكموا به فضلا عن ان يكون امرهم ان لا يقضوا الا بذلك ولهذا يحكم الحاكم بالنكول واليمين المردودة والمرءة الواحدة والنساء المنفردات لا رجل معهن وبمعاقد القمط ووجوه الآجر وغير ذلك من طرق الحكم التي لم تذكر في القرآن

اللہ کے مراد خوب جانتے - اور اللہ نے ہمکو یہ حکم دیا ہے کہ آنحضرت جو کچھ ہمکو دین ہم لے لین اور جس سے ہٹا دین آس سے ہٹ جا دین

حافظ ابن القیم نے (کتاب) طرق حکمیہ مین حدیث مذکور کو کئی سندون سے کئی کتابون سے بیان کرنے اور اسکے راویونکی توثیق کرنے اور اسکی اسناد کی تصحیح کرنیکے بعد امام شافعی سے جو ابایہ (جو اوپر ذکر ہوا) نقل کرکے کہا ہے کہ قرآن مین یہ حکم نہین کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتونکے سوا حکم ہی نہ کیا جاوے اللہ تعالے نے تو اہل حقوق کو حکم دیا ہے کہ تم ایسی شہادت سے اپنے حقوق برقرار رکھو - حاکمونکو نہین کہا کہ ایسے شہادت پر فیصلہ کرو چہ جائے کہ یہ کہا ہو کہ اس سے کم پر فیصلہ نکرو -

یہی وجہ ہے کہ حکام وقت نکول (انکار مدعی علیہ کا قسم سے) پر فیصلہ کرتے ہین اور یمین مردود (جو مدعی علیہ کے نکول سے مدعی کو قسم دیجاتی ہے) اور اکیلی عورت (دایہ وغیرہ) کے شہادت پر اور کیئی عورتونکے بیان پر جنمین کوئی مرد نہو اور چھپر کی رسیونکی گرہون اور دیوار کی اینٹون کے رخ پر ایسے ہی اور صورتون مین فیصلہ کرتے جو قرآن مین مذکور نہین

فان كان الحكم بالشاهد واليمين مخالفا لكتاب الله فهذه اشد مخالفة لكتاب الله

سو اگر فیصلہ بشاہد مع یمین کتاب اللہ کے مخالف ہے تو یہ سب صورتیں اس سے بڑھکر مخالف ہین (باوجود اسکے ان سب پر (سوای یمین رد کے) حضرات حنفیہ کا عمل ہے چنانچہ عنقریب شہادت عبارات کتب حضرات کے اُسپر آتی ہے)

وان لم يكن هذه الاشياء مخالفة للقرآن وطرق الحكم شتى وطرق حفظ الحقوق شتى - وليس منها تلازم فتحفظ الحقوق بما لا يحكم به الحاكم مما يعلم صاحب الحق انه يحفظ به ويحكم الحاكم بما لا يحفظ به صاحب الحق - ولا خطر على باله من نكول ورد يمين وغير ذلك

اور اگر یہ چیزین مخالف قرآن نہین ہین - بلکہ فیصلہ کی کئی صورتین ہین - اور محافظت حقوق کے لئے مختلف راہین ہین - جنھین آپسمین ملازمت نہین (کہ جہان ایک ہو دوسرے بھی ہو) تو جائز ہے کہ لوگ اپنی حقوق کے حفاظت کے لئے وہ صورتین لگا رکہین جو اپنے علم مین محافظ حق جانتے ہون گو حکام ان پر فیصلہ نکرین - اور حکام ان صورتون سے فیصلہ کرین جنکو صاحب حقوق جانتے بھی نہون اور نہ انکے دل مین کبھی گذرے ہون - جیسے نکول (جسکے حنفی قائل ہین) یا رد یمین (جسکے شافعی قائل ہین) -

والقضاء بالشاهد واليمين مما اراه الله لنبيه صلى الله عليه وسلم فانه سبحانه قال انا انزلنا اليك الكتاب بالحق لتحكم بين الناس بما اراك الله وقد حكم بالشاهد واليمين فهو مما اراه الله قطعا

اور فیصلہ بشاہد و یمین وہ چیز ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت کو سوجھایا ہے - چنانچہ اللہ تعالے نے کہا ہے (اے نبی) ہمنے تیری طرف حق کے ساتھہ کتاب اسلئے اُتاری ہے تاکہ تو لوگون مین فیصلہ کرے اس طریق سے جو اللہ نے تجھے سوجھایا ہے - اور (جب) آنحضرت صلعم نے بشاہد و یمین

ومن العجائب رد الشاهد واليمين والحكم بمجرد النكول الذي هو سكوت ولا ينسب الى ساكت قول

فیصلہ کیا ہو تو یہ یقیناً اللہ تعالے کا سوجھایا ہوا ہے اور بڑی عجیب بات ہو کہ فیصلہ بشاہد ویمین تو رد ہو اور نکول (جو محض سکوت ہوتا ہی - اور اسمین سکوت کنندہ کیطرف کوئی بات منسوب نہیں کی جاسکتی) مقبول

مترجم کہتا ہو حنفیہ کے نزدیک محض سکوت سے بھی نکول ثابت ہوتا ہو جیسے صریح انکار سے - چنانچہ متن وقایہ مین ہو بصفحہ (۲۶۳) فان نکل مرۃ بشی ای قال لا احلف او سکت بلا آفۃ وقضی بالنکول

متہ - حاشیہ

والحکم لمدعی الحائط اذا کانت الیہ الدواخل والخوارج وھو الصحاح من الاجر اذا الیہ معاقد القمط کما یقولہ ابو یوسف

اور نیز عجائبات سے ہے - شاہد ویمین کو رد کرنا اور مدعی دیوار یا چھپر کو جب اسکیطرف کو دراز یا کھڑکیان ثابت اینٹون سے نکلی ہوئی ہون یا اسکی طرف رسیونکی گرہین ہون فیصلہ دینا چنانچہ امام ابو یوسف قائل ہین

فاین ھذا من شاھد العدل المبرز فی العدالۃ التی یکاد یحصل العلم بشہادتہ اذا انضاف الیہا یمین المدعی

سو کہان یہ اور کہان ایک شاہد عادل کھلی عدالت والا - جسکی عدالت کی سبب شہادت سے یقین حاصل ہو سکتا ہے - جب اسکی ساتھہ مدعی کی قسم بھی شامل ہو

واین الحکم بلحوق النسب بمجرد العقد وان علمنا قطعا ان الرجل لم یصل الی المرءۃ من الحکم بالشاھد والیمین

اور کہان یہ حکم کہ مجرد نکاح ہو جانے سے کسی مرد اور عورت کے اگر بچہ پیدا ہو تو وہ ناکح کا بیٹا ہی - اگرچہ ناکح کا منکوحہ کے پاس جانا یقیناً معلوم

ہے۔ اور کہان حکم بشاہد و یمین

مترجم کہتا ہے ان حضرات کی درمختار مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۲۴۵ مین لکھا ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیۃ بینہما مسافۃ سنۃ فولدت لستۃ اشہر منذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ

ترجمہ۔ ہمارے (حنفیہ) علماء نے نکاح بلا مجامعت کو ثبوت نسب کیواسطے کافی سمجھا ہے جیسے کسی نے مغرب مین کسی عورت سے جو مشرق مین ہے نکاح کیا ہے مین آپس مین ایکسال کا راستہ ہے اسلیئے دونو کا وصال نہوا) اور عورت نے شروع نکاح سے چھٹے مہینے بچہ جنا تو وہ بچہ اُسی خاوند کا ہوگا کیونکہ یہان ہاکم کی کرامت متصور ہے۔ کہ برس کی راہ ایک دن مین طی کر کے عورت کے پاس چلا گیا ہو۔ **ناظرین** بالانصاف ان حضرات کے فہم وانصاف کو ملاحظہ فرماوین۔ اور اگر شیخ چلی کے خیالات وانکی تجویزات مین کچھ فرق پاوین تو آپ سے ہمکو آگاہ کرین۔ طی کرنا مسافت ایکسال کا ایکدن مین گو کرامۃ جائز ہے۔ وعقلاً ممکن۔ ولیکن کرامت غیر نبی وامکان عقلی احکام شرعیۃ وامور واقعیہ کے مناط نہین ہو سکتے۔ یہ ہو تو مسدہا احکام شرعیہ واقعیہ درہم برہم ہو جاوین۔ اور حدود و قصاص ونکاح وغیرہ معاملات بالکل معطل ٹہیرین ۱۲

حاشیہ

واین الحکم بشہادۃ مجہولین لا یعرف حالہما من الحکم بالشاہد العدل المبرز الثقۃ مع یمین الطالب

واین الحکم لمدعی الحائط بینۃ بان جاره یکون علیہ ثلثۃ جذوع من الحکم

اور کہان فیصلہ بشہادت دو مجہول شخصون کے جنکا حال معلوم نہو اور کہان فیصلہ بشہادت عادل ظاہر معہ یمین مدعی

اور کہان فیصلہ بحق مدعی دیوار جسمین مدعی اور اُسکا ہمسایہ دعویدار ہون اور مدعی کی تین

بالشاهد واليمين

ومعلوم ان الشاهد العدل واليمين اقوى فى الدلالة والبينة من قرارة جذوع على الحائط الذى ادعاه فاذا اقام جاره شاهدا وحلف معه كان ذلك اقوى من شهادة الجذوع فهذا شان كل من خالف سنة صحيحة لا معارض لها لا بد ان يقول قولا يعلم ان القول بتلك السنة اقوى منه

ثم ذكر ابن القيم ما نسب الى البخارى من الخلاف فى ذلك والجواب عنه ونقل عن ابى عبد الله الحاكم تصحيح الحديث وتوثيق راويه سيف بن سليمان وعن ابى بكر قضاء على بذلك ـ ثم قال

قال ابو عبد الله وهم لعلهم يقضون فى مواضع بغير شهادة شاهد فى مثل رجل اكترى من رجل دارا وحل صاحب الدار فى الدار شيئا فقال هذا الى وقال الساكن هو لى

ومثل رجل اكترى من رجل دارا فوجد فيها

شہتیر ان رکھی ہوں اور کہاں فیصلہ بشاہد ویمین ظاہر ہے کہ شاہد عادل معہ یمین دلالت و بیان میں تین شہتیر وں سے زیادہ قوت رکھتا ہے پس اگر ہمسایہ ایک گواہ قائم کر دے اور خود قسم کھالے ـ تو یہ امر شہتیر وں کی شہادت سے قوی ہوگا ایسا ہی حال ہر مخالف سنت صحیحہ کا جسکے معارض دوسری سنت نہیں کرو ضرور ایسی ہی بات کہتا ہوگا جس سے سنت بدرجہا قوی ہوگی

پھر ابن القیم نے امام بخاری کا اسباب میں خلاف (جسکو لوگ انکی طرف نسبت کرتے ہیں) اور اسکا جواب ذکر کیا ـ اور ابو عبد اللہ حاکم (امام محدث) سے حدیث کی صحت اور اسکی راوی سیف بن سلیمان کی توثیق نقل کی ـ اور ابو بکر (محدث) سے حضرت علی رضہ کا فیصلہ موافق اسکے نقل کیا ـ پھر کہا

امام ابو عبد اللہ (حاکم) نے فرمایا یہ لوگ (جو منکر حدیث شاہد مع الیمین ہیں) بہت جگہہ شہادت کے سوائے ہی فیصلہ کرتے ہیں (یعنی وہاں ایک شاہد کی شہادت بھی نہیں لیتے) جیسے کسی نے ایک گھر کرایہ لیا ـ اسمیں گھر کے مالک نے کچھ پایا اور کہا کہ یہ ہمارا ہے ـ کرایہ والے نے کہا کہ ہمارا یا مثلا کسی نے کسیکا گھر کرایہ لیا ـ اور اسمیں کوئی چیز

غیر ہنیس ۱۲ راقم ایک حق پسند

دون فقال ساکنها هي لي - وقال صاحب الدار هي لي

فقيل لمن يكون فقال هذا كله لصاحب الدار

دفون ہین - کرایہ دار نے کہا کہ وہ میری چیز ہین
ہین اور گھر والے نے کہا میری ہین
کسی نے امام ابو عبد اللہ سے پوچھا کہ انکی نزدیک
وہ کس کے چیزین ہونگی - فرمایا سبھی گھر والے کی
(یعنی یہان نہ ایک گواہ لیا نہ دو - اور بحق مدعی
فیصلہ کیا اور مخالفت قرآن کا خیال نہ کیا پھر حدیث
فیصلہ شاہد و یمین مین کیا قصور دیکھا

وقال ابو طالب سئل ابو عبد الله
عن شهادة الرجل ويمين صاحب الحق
فقال هم يقولون لا يجوز شهادة رجل واحد
ويمين وهم يجيزون شهادة المرأة الواحدة
ويجيزون الحكم بغير شهادة

ابو طالب نے کہا کہ امام ابو عبد اللہ سے کسی نے ایک
گواہ کی شہادت اور مدعی کی قسم کا مسئلہ پوچھا
تو آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ (منکرین) تو کہتے ہین
ایک گواہ کی شہادت اور قسم مدعی جائز نہین -
پر وہ اکیلی عورت کی شہادت جائز رکھتے ہین -
اور بدون شہادت بھی فیصلہ کر دیتے ہین

قلت مثل ایش قال مثل الخص اذا ادعاه
رجلان يعطونه للذي القمط مما يليه

(ابو طالب کہتا ہے) مینے کہا اسکی مثال کیا ہے
فرمانے لگے کہ جیسے چھپر (پھوس کا گھر) جسمین
دو آدمی مدعی ہون - وہ اسکو دلاتے ہین جسکے
طرف اسکے باندھنے کی رسی قریب ہو

وفي الحائط اذا ادعاه رجلان نظروا
الى اللبنة فقضوا به لاحدهما باللبنة

یا مثلاً ایک دیوار ہے جسمین دو آدمی دعویدار
ہین - اسمین دیوار کی عمارت کو دیکھتے ہین (یعنی
آنے جانیکے دروازے یا کھڑکیان اور اینٹونکی
رخ) جسکی جانب پاتے ہین اسکو دلواتے ہین

والرجل اذا كان في الدار فقال صاحب الدار اكرينك الدار وليس فيها رجل وقال الساكن كان فيها هذا الرجل لزمه لأحدهما بلا بينة

والقابلة تقبل شهادتها في استهلال الصبي

ایسی ہے اگر کوڑی (کوڑہ کا ڈہیر) کسی کرایہ کے گھر مین ہو اور گھر والے کرایہ دار کو کہے کہ مینے تجھے گھر کرایہ دیا ہے تو اسمین یہ کوڑی نہ تھی۔ کرایہ دار کہے یہ جب ہی اسمین تھی۔ تو اسکو ایکے ذمہ لگاتے ہین۔ اور بچے (نوپیدا) کے بولنے اور جیتا پیدا ہونے مین اکیلی دایہ کی شہادت قبول کرتے ہین

انتہی ما في الطرق الحكمية مختصرا

مضمون طرق حکمیہ باختصار تمام ہوا

قلت وهذه الوجوه قد شافه باكثرها الامام الشافعي محمد بن الحسن والزمه بها والتم ان يلزمه ينبغي ان نورد كلامه الشريف في هذا المقام فانه يشتمل على فوائد وعجائبات تؤيد المرام

مین (مترجم) کہتا ہون یہ وجوہات جو امام ابن القیم و ابو عبید تھمانے ان حضرات کے الزام کے لئے ذکر کی ہین یہ اکثر امام شافعی نے امام محمد کو بالمشافہ کہی ہین اور اُن سے انکو الزام دیا اور خوب الزام کیا۔ اِسمقام مین اُس کلام امام شافعی کا وارد کرنا خوب مناسب ہر کیونکہ ایسے عجائبات و فوائد پر مشتمل ہے جو ہمارے مدعا کے مؤید ہین

الطبقات الكبرى للسبكي

قال المؤرخ البارع الشيخ عبد الوهاب السبكي في ترجمة الحسين بن علي بن يزيد

امام سبکی نے کتاب طبقات کبری مین ذیل ترجمہ حسین بن علی کرابیسی کے کہا ہے

ومن الفوائد عنه كتبت الي زينب بنت الكمال عن الحافظ ابي الحجاج يوسف بن خليل اخبرنا ابو المكارم احمد

کرابیسی کے افادات سے ایک یہ بات ہے کہ اُس نے کہا مجھ زینب بنت کمال نے لکھا۔ کہ وہ ابو الحجاج یوسف بن خلیل سے روایت کرتی ہے (اُسنے کہا)

بن محمد اللبان اخبرنا ابو علی الحسن بن
احمد الحداد اخبرنا الحافظ ابو نعیم احمد
بن عبد الله الاصبهانی حدثنا عبد الله
بن محمد بن جعفر حدثنا عبد الرحمن بن داؤد
بن منصور حدثنا عبید بن خلف البزاز
ابو محمد حدثنی اسحٰق بن عبد الرحمن
قال سمعت الحسین الکرابیسی قلت
کذا فی السند عبید عن اسحٰق وعبید
صاحب الکرابیسی فلا یمتنع ان یسمع عنه
کما سمع منه

رجع الحدیث الی الکرابیسی
سمعت الشافعی یقول کنت اقرء کتب
الشعر فاتی البوادی فاسمع منهم قال
فقدمت مکة منها فخرجت وانا اتمثل
بشعر للبید - فضربنی رجل من ورائی
من الحجبة فقال رجل من قریش
ثم ابن المطلب رضی من دینه ودنیاه
ان یکون معلما للشعر

مجھے ابو علی حسن بن احمد نے خبر دی (اسنے کہا)
مجھے حافظ ابو نعیم اصفہانی (صاحب کتاب حلیۃ الاولیاء)
نے خبر دی ہے (اسنے کہا) مجھے عبد اللہ
بن محمد بن جعفر نے حدیث سنائی (اسنے کہا)
مجھے عبید بن خلف بزاز نے حدیث سنائی (اسنے
کہا) مجھے اسحٰق بن عبد الرحمن نے حدیث سنائی
(اسنے کہا میں نے حسین کرابیسی کو سنا میں (مؤلف
کتاب طبقات) کہتا ہوں اس سند میں ایسا ہی ہے
کہ عبید نے اسحاق سے روایت کی ہے - اور عبید خود بھی
کرابیسی کا شاگرد ہے - اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عبید نے
اسحاق سے یہ بات سنی ہو - جیسے بلا واسطہ کرابیسی
سے سنی ہے
پھر حدیث کرابیسی کی شروع ہوئی
(اسنے کہا) میں امام شافعی سے سنا وہ کہتے
میں اشعار کی کتابیں پڑھا کرتا - پس اہل بادیہ کے
پاس جاتا اور ان سے شعر سنتا پس میں وہاں سے
مکہ آیا - پھر وہاں سے جو نکلا تو لبید کا کوئی شعر
پڑھنے لگا - پس میرے پیچھے سے مجھے ایک (کعبہ
کے) دربان نے مارا اور کہا کہ یہ شخص قریش سے
پھر پھر خاص کر اولاد مطلب سے - اپنے دین دنیا
کے اسباب پر راضی ہو بیٹھا ہے کہ شعر کا معلم بنے

بالشعر اذا استحكمت فيه الا قعدت
معلما تفقه يعلمك الله قال فنفعني الله
بكلام ذلك الحجبي فرجعت الى مكة فكتبت
عن ابن عيينة ما شاء الله ان اكتب

سحر خیر ہی کیا ہی - اسمین پختہ بھی ہوا تو کیا ہوا -
فقہ (دین مین سمجھ) کا معلم ہو کر کیون نہین بیٹھا
الله تجھے علم دے - شافعی نے کہا مجھے اس بدّان
کی کلام نے نفع دیا - پس مین مکہ کو پھر آیا - اور
وہان (سفیان) بن عیینہ (محدث) سے کچھ لکھا
جو الله نے چاہا (یعنے اس سے حدیثین سنکر
لکھہ لین)

ثم كنت اجالس مسلم بن خالد الزنجي ثم
قدمت على مالك بن انس فكتبت موطاه
فقلت له يا ابا عبد الله اقرء عليك
قال يا ابن اخي تاتي برجل يقرءه على
فتسمع فقلت اقرء عليك فتسمع الى
كلامي فقال لي اقرء فلما سمع كلامي بقرءتي
كتبه اذن لي فقرءت عليه حتى بلغت كتاب
السير فقال لي اطوه يا ابن اخي تفقه تعلو
فجئت الى مصعب بن عبد الله فكلمته
ان يكلم

پھر مین مسلم بن خالد زنجی کے مصاحبت دلازمت
مین رہا - پھر مدینہ مین (امام) مالک بن انس کے
پاس آیا اور اُنکی موطا لکھ لی - پھر مینے امام مالک
سے کہا اے ابو عبد الله مین اس کتاب کو آپکے سامنے
پڑہون - اُنہون نے کہا اور کسیکو لاؤ - وہ پڑہے
اور تم سنو - مینے عرض کیا مین ہی پڑہتا ہون
آپ سنین - فرمایا کہ ہان پڑہو - جب اُنہون
نے میری قراءۃ سنی تو پڑہنے کی اجازت دی
پس مینے وہ کتاب پڑہی یہانتک کہ کتاب السیر تک
(جسمین لڑائیونکا ذکر ہے) پہنچا - تب امام مالک
نے فرمایا - اسکو اب بند کرو - اور فقہ (دین مین
سمجھ) پیدا کرو - تم عالی رتبہ ہو جاؤ گے - امام شافعی
نے کہا مین پھر مصعب بن عبد الله (ارکان دولت
ہارون رشید سے تھی) اسکے پاس آیا اور کہا کہ ہمارے

بعض اهلنا فيعطينا شيئا من الدنيا فانه كان لي من الفقر والفاقة ما الله به عليم - فقال لي مصعب اتيت فلانا فكلمته فقال لي اتكلمني في رجل كان منا فخالفنا فاعطاني مائة دينار

بعضے بہائی بندون کو امراء قریش سے سفارش تا آپ کہین کہ وہ مجھے کچھ دنیا مین سے دین - مجھے فقر و فاقہ اسقدر لاحق ہے کہ خدا جانتا ہے - مصعب نے کہا کہ مین اسکے پاس گیا اور سفارش کی تو اُس نے جواب دیا تم ایسے شخص کی سفارش کرتے ہو جو ہم مین سے تھا پھر مخالف ہوگیا - پھر مجھے ایک سو اشرفی دی

وقال لي مصعب ان هارون الرشيد قد كتب لي ان اصير الى اليمن قاضيا فخرجت معه فلما صرنا الى اليمن وجالسنا الناس كتب مطرف بن مازان الى هارون الرشيد ان اردت اليمن ان لا يفسد عليك ولا يخرج من يديك فاخرج عنه محمد بن ادريس وذكر اقواما من الطالبين قال فبعث الي حماد البربري فاوثقت بالحديد حتى قدمنا على هارون بالرقة قال فادخلت على هارون قال فاخرجت من عنده

اور مجھے مصعب نے کہا کہ ہارون رشید نے مجھے لکھ بھیجا ہے کہ مین یمن مین قاضی ہوکر جاؤن - پھر مین بھی اُنکے ساتھ چل نکلا - جب ہم یمن پہنچے اور لوگون سے ہم مجلس ہوئے تو **مطرف** بن مازان (الشافعی کا حریف دنیادی یا مذہبی) نے ہارون رشید کو لکھا کہ آپ چاہتے ہین کہ ملک یمن بگڑنے نہ پاوے اور آپکے ہاتھون سے نہ نکلے تو محمد بن ادریس (امام شافعی) کو وہان سے نکال دیجیے - اور کئی اور لوگون کا بھی ذکر کیا جو طالب العلم تھے - پس ہارون رشید نے میری طرف حماد بربری کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا - پس مین لوہی (اسکے زنجیر) سے باندھا گیا - یہانتک کہ ہم سب ہارون کے پاس بمقام رقہ (شہر کا نام ہے) پہنچے - پھر میری ہارون کے سامنے پیشی ہوئی - پھر وہان سے نکالا گیا

قال وعندمت دمعی خمسون دینارا-
قال محمد بن الحسن یومئذ بالرقة
فالعقت تلك الخمسین دینارا علی
کتبهم
قال فوجدت مثلهم ومثل کتبهم مثل
رجل کان عندنا یقال له فروخ -
وکان یحمل الدهن فی زنبیله وکان
اذا قیل له عندك فرسان قال نعم
وان قیل عندك زنبق قال نعم فان
قیل عندك خیری قال نعم فاذا قیل
ارنی - والزق وفرس کثیرة تخرج
له من تلك الدهن وانما هی دهن واحد

فرسان . بالسین المهملة

من واحد

پھر مین (شہر مین) آیا تو میرے پاس پچاس اشرفیان
تھین انکو تو مین ومنے حنفیہ کے کتب پر خرچ کین
(اور انکو خرید کیا) اُسدن امام محمد (شاگرد ابو حنیفہ)
رقہ مین تھے پس مینے انکی اور انکی کتابون کی ایسی
مثال دیکھی جیسے ہمارے ہان ایک آدمی
فروخ نامی تھا - وہ ایک مشک مین تیل لادا لایا
کرتا - جب اُسکو کوئی کہتا کہ تیرے پاس فرسان
ہے (ایک تیل کا نام ہی) تو کہتا کہ ہان - اور جب
کہا جاتا کہ جنبیلی کا تیل ہی تو بھی کہتا ہان ہے اور
اگر کہتے کہ خیری ہی (یہ بھی ایک تیل ہی) تو بھی کہتا
ہان ہے - جب اسکو کہا جاتا کہ دکھا تو بھی تو ایک ہی
تیل نکال دیتا - مشک کو اُسنے کئی منہ لگا رکھے
تھے - ایک سے جنبیلی کا تیل نکالتا - دوسرے
سے دوسرا اور در واقع مین ایک ہی تیل ہوتا - اور
ایک ہی مشک کا

مترجم کہتا ہی ہمارے زمانہ مین ایسے بے تمیز و بددیانت بعضی عطار
ہوتے ہین جو ایک ہی بوتل سے شربت بنفشہ نکالدیتے ہین اور اُسی سے
شربت نیلوفر و سکنجبین - اور ایک ہی شیشہ سے عرق کیوڑہ نکالدیتے
ہیں اور اُسی سے عرق بادیان و عرق گلاب - یہ لوگ بھی اسی شخص کی
ذریات سے معلوم ہوتے ہین ۱۲

حاشیہ

وکذلك رجل یکتاب ابی حنیفة انما یلوثون — امام شافعی نے کہا مثل ابو حنیفہ کی کتاب کو لینا ہی

كتاب الله وسنة نبيه عليه السلام وانما هم مخالفون له

یا (یعنی مرخ کی وہ شکست) یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اللہ ہی کی کتاب ہے۔ اور نبی کی سنت - اور درحقیقت وہ کتاب اللہ و سنت کے مخالف ہیں

وقال سمعت مالا احصيه محمد بن الحسن يقول ان تابعكم الشافعي فما عليكم من الحجازي كلفة بعد ذا

ایلیکم

امام شافعی نے کہا میں نے امام محمد کو بہت دفعہ کہتا سنا کہ (لوگو) اگر یہ شافعی تمہارا تابع ہو گیا تو پھر تمکو کسی حجازی (رہا کن مکہ و مدینہ) کیطرف سے تکلیف نہو گی،

فجئت يوما فجلست اليه وانا من اشد الناس هما وغما من سخط امير المومنين وزادني نقد نقد قال فلما ان جلست اليه اقبل محمد بن الحسن يطعن على اهل دار الهجرة فقلت على من تطعن على البلد ام على اهله والله لئن طعنت على اهله انما تطعن على ابي بكر وعمر والمهاجرين والانصار

ندکعد

پھر ایک دن میں امام محمد کے پاس بیٹھا۔ اور میں امیر المومنین (ہارون رشید) کے غصہ کے سبب سے بڑے غم میں تہا اور میرا خرچ بھی ہو چکا تھا جب میں بیٹھ گیا تو محمد بن حسن اہل مدینہ پر طعن کرنے لگا میں نے کہا کس پر طعن کرتے ہو۔ اس شہر پر یا شہر والے لوگوں پر سخدا اگر ان لوگوں پر طعن کرتے ہو تو گویا ابو بکر و عمر و مہاجرین و انصار پر طعن کرتے ہو۔

وان طعنت على البلدة فانها البلدة التي دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبارك لهم في صاعهم ومدهم وحرمها كما حرم ابراهيم مكة لا ينفر صيدها فعلى ايهم تطعن فقال معاذ الله ان اطعن على احد منهم

اور اگر اس شہر پر طعن کرتے ہو تو یہ وہ شہر ہے جسکے لئے آنحضرت صلعم نے دعا کی ہے کہ اسکے ناپ و تول میں برکت ہو۔ اور اسکو آنحضرت صلعم نے حرم بنایا جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا کہ اسکا کوئی شکار نہ کرے۔ سو بتلاؤ کس پر طعن کرتے ہو۔ امام محمد بولے کہ اللہ کی پناہ

ادعلی بان تہ انعا طعن علے حکم
من احکامہ۔ فقلت وما ہو۔ قال
الیمین مع الشاهد فقلت لما طعنت
قال لانہ مخالف لکتاب اللہ

اس آدمی نے کہا میں شہر پر طعن کرتا ہوں یا اسکے لوگوں پر میں
تو اسکے ایک حکم پر طعن کرتا ہوں۔ مینے کہا وہ کیا ہے وہ
بولے فیصلہ شاہد و یمین۔ مینے کہا اسپر کیوں طعن کرتے ہو
بولے اسلئے کہ یہ قرآن کے مخالف ہے۔ مینے کہا جو حدیث
قرآن کے خلاف پاؤگے اسکو ساقط کروگے۔ وہ بولے
ہاں ایسا ہی جب ہے

فقلت ما تقول فی الوصیۃ للوالدین
فتفکر ساعۃ۔ فقلت لہ اجب فقال
لا یجوز فقلت لہ ہذا مخالف لکتاب اللہ
لم قلت انہ لا یجوز فقال لان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال لا وصیۃ للوالدین

پہر مینے پوچھا والدین کے حق میں وصیت کرنیکو کیا کہتے ہو
وہ ایک گہڑی سوچ میں رہے۔ مینے کہا جواب دو پس
بولے یہ وصیت جائز نہیں۔ مینے کہا یہ حکم بھی تو کتاب
اللہ کے مخالف ہے۔ تمنے کس لئے کہدیا کہ یہ وصیت
جائز نہیں بولے اسلئے کہ حضرت نے فرمایا ہے ماں باپ کے
لئے وصیت نہیں۔

مترجم کہتا ہے اسمین امام شافعی کا الزام امام محمد پر پورا ہوا کہ انہوں نے اس حدیث عدم
وصیت والدین کو ظاہر قرآن کے خلاف نہیں مان لیا۔ پہر حدیث شاہد و یمین کو
خلاف قرآن سمجہکر کیوں نمانا ۱۲

قال **فقلت لہ** اخبرنی عن شاہدین
حتم من حق اللہ
قال حماد اترید من ذا

شافعی نے کہا پہر مینے پوچھا بتلاؤ یہ حکم دو گواہ کہ
اللہ کیطرف سے ایسا واجب متعین ہے جسکا خلاف درست
نہیں امام محمد بولے اس سوال سے تمہاری کیا مراد
ہے۔

قال فقلت لہ لئن زعمت ان الشاہدین
حتم من اللہ لا غیرہ کان ینبغی ان الزان

مینے کہا مراد یہ ہے کہ اگر تم کہو یہ حکم ایسا واجب
جسکا خلاف کہیں نہیں تو چاہیے کہ جب زانی زنا کرے

فقلت نقل حجر بانہ مخالف لکتاب اللہ البغط قال کذلک احب فقلت

لا غیر

تقول اذا زنى زان فشهد عليه شاهدان
انه كان محصنا رجمته ولكن غير محصن جلدته
قال فان قلت أليس هو حكم من الله
قال قلت بلى اذا الرجل حكم من الله
فانزل كل الاحكام منازلة
في الزنا اربعا وفي غيره شاهدين
وفي غيره آخر رجلا وامرأتين
وانما اعني في القتل لا يجوز الا شاهدان
وكذلك كل حكم منزل حيث انزله الله
منها برجل وامرأتين ومنها شاهد
ويمين
وبينك نحكم بلا وفي هذا الحال بما
احكم بلا في هذا۔ قال فقلت له
ما تقول في الرجل والمرءة
اذا اختلفا في متاع البيت فقال
اصحابي يقولون فيه ما كان للرجال
فهو للرجال وما كان للنساء فهو
للنساء۔
قال فقلت أبكتاب الله هذا ام
بسنة رسول الله
قال فقلت له ما تقول في الرجلين

اور تیسرے وہ شخص کہ ایسی ہین تو اسکے مشروع ہونے کی بیتہ
مین سنگسار کرو ورنہ سو درے لگاؤ
امام محمد بولے اگر مین کہون کہ دو گواہ واجب ہین نہین
تو پھر کیا ہوگا۔ شافعی نے کہا واجب ہین نہین ہین تو
سبھی احکام کو اپنی اپنی جگہہ اتارو
شہادت زنا مین چار گواہ ہون اور بعض جگہہ دو۔ اور
بعض جگہہ ایک مرد اور دو عورتین
مینے جو کہا ہے کہ بعض جگہہ دو ہی چاہئے اس سے مراد قتل
ہے اسی طرح سبھی احکام کو اسجگہہ اتارنا چاہئے جہان اللہ
نے اتارے ہین یعنی بعضی جگہہ چار ہوتے ہین اور بعضی
جگہہ دو بعضی جگہہ ایک مرد و دو عورتین بعضی جگہہ
ایک گواہ اور قسم ہی کی (شافعی نے کہا) پھر تجکو ایسا
ہی دیکھتا ہون کہ تم ان سب صورتون کے خلاف فیصلہ
کرتے ہو۔ امام محمد بولے کیا فیصلہ کرتا ہون شافعی
نے کہا (بتلاؤ) مرد اور عورت خانگی اسباب مین
دعویدار ہوے اسمین کیا کہو گے۔ امام محمد بولے
ہمارے لوگون کا اسمین یہ قول ہے کہ جو چیز مرد کے لئے
ہوتی ہے وہ مرد کو دلائی جاوے۔ اور جو عورتون
سے مخصوص ہوتی ہے وہ عورت کو۔ شافعی نے کہا
(بتلاؤ) یہ حکم کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ کا
شافعی نے کہا پھر مین نے کہا ان شخصون کے حق مین

اذا اختلفا فی الحائط فقال فی قول اصحابنا اذا لم یکن لهم بینة ینظر الی العقد من این هو البناء فاحکم لصاحبه

کیا کہوگے جنہون نے ایک دیوار مین جہگڑا کیا ۔ امام محمد بولے ہماری ساتھیونکا اسمین یہ قول ہی کہ جب انکو گواہ نہون تو عمارت کو دیکہا جاوے ۔ وہ کسکی ہی یعنے اینٹونکی رخ و تانے جانیکے ازمون سے) بس جسکی ہو اسکو دلائی جائے

قال فقلت له اکتاب الله قلت هذا ام بسنة رسول الله قلت هذا فقلت ما تقول فی رجلین بینهما خص فختلفان لمن یحکم اذا لم یکن لهم بینة قال انظر الی المعاقد من ای وجه هی فاحکم له

شافعی نے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ سے کیا یا سنت رسول اللہ سے مینے کہا آن دو شخصونکی مقدمہ مین کیا کہوگے جنہون نے ایک چہپرا جو بس کے کہ مین اختلاف کیا کسکو دلاؤگے اگر گواہ نہون ۔ امام محمد بولے رسیونکی گرہونکو دیکہین گے وہ جسکی طرف ہین بس اسیکو دلائینگے

فقلت له اکتاب الله قلت هذا ام السنة رسول الله قال فقلت له ما تقول فی ولادة امرءة اذا لم یحضرها الا امرءة واحدة وهی القابلة وحدها نقلها . . . . قال فاحکم به

مینے کہا یہ فیصلہ کتاب اللہ کا ہے یا سنت رسول اللہ کا شافعی نے کہا پہر مینے کہا کسی عورت کے جننے پر دایہ کی شہادت مین کیا کہوگے ۔ جب سوائے ایک دایہ کے وہان دوسرا کوئی نہو امام محمد نے کہا اکیلی دایہ کی شہادت مقبول ہے مین اسپر فیصلہ کردونگا مینے کہا یہ بات قرآن سے کہی یا حدیث رسول اللہ سے +

فقلت له قلت هذا بکتاب الله ام بسنة رسول الله قال قلت له من کانت هذه احکامه فلا یطعن علی غیره

شافعی نے کہا مینے انکو کہا کہ جو آپ ایسے فیصلے کری وہ دوسرونپر طعن نکرینہ

ثم قلت له اتعجب من حکم حکم به رسول الله

پہر مینے انکو کہا ۔ کیا تم ایسے حکم پر طعن کرنے ہو جو

قال فقال الشهادة جائزة والقابلة وحدها نقبلها

صلی اللہ علیہ وسلم وحکم بہ ابوبکر وعمر
وحکم بہ علی بن ابی طالب بالعراق و
قضی بہ شریح
قال ودخل من ورائی بکتب لفظی
وانا لا اعلم فادخل علی هارون وقرء
علیہ - قال فقال لی هرثمة بن اعین
کان متکئا فاستوی جالسا قال
اقرءہ علی ثانیا - قال فانشاء هارون
یقول صدق اللہ ورسولہ صدق اللہ
ورسولہ تعلموا من قریش ولا تعلموها
قدموا قریشا ولا تؤخروها

جو آنحضرت صلعم نے فیصلہ کیا ہے - اور ابوبکر اور عمر
نے اور علی بن ابی طالب نے عراق میں اور شریح نے
(یہ حضرت علی مرتضی کے نائب و قاضی تھے)
شافعی نے کہا ایک آدمی میرے پیچھے سے میرے
الفاظ لکھتا جاتا تھا اسنے وہ تحریر ہارون رشید کے
پاس پہنچائی - اور اسکو پڑھ سنائی ہرثمہ بن اعین
(مصاحب ہارون رشید) نے مجھسے ذکر کیا کہ جب
اسنے پہلی دفعہ اس تحریر کو پڑھا تو ہارون ٹیک
لگائی بیٹھا تھا - پھر برابر ہوکر بیٹھ گیا اور کہا اسکو
دوبارہ پڑھو - پھر ہارون کہنے لگا صدق اللہ ورسولہ
یعنے اللہ اور اسکے رسول نے سچ کہا ہے - کہ قریش سے
(جنمیں سے امام شافعی تھے) سیکھو - انکو مت سکھاؤ
قریش کو آگے کرو انکو پیچھے مت ہٹاؤ

لا انکران یکون محمد بن ادریس
اعلم من محمد بن الحسن -
قال فرضی عنی وامر لی بخمس مائة دینار
فخرج بہ هرثمة وقال لی بالسوط هکذا
فاتبعتہ فحدثنی بالقصة - وقال
قد امر لک بخمسمائة دینار وقد اضفت
الیها مثلها

میں ہاں اسکا منکر نہو نگا کہ (امام شافعی (امام) محمد بن
حسن سے بڑھکر عالم ہیں
امام شافعی نے کہا پھر ہارون رشید (جو مجھسے خفا
تھا) خوش ہوگیا - اور مجھے پانسو اشرفی انعام دینیکا
حکم دیا - وہ ہرثمہ لے آیا اور مجھے چابک سے اشارہ کیا
میں اسکے پیچھے ہو لیا تو مجھے سارا قصہ سنایا - اور کہا کہ
ہارون رشید نے پانسو اشرفی انعام کا تیرے لیے
حکم دیا ہے - اور پانسو اشرفی میں اپنی طرف سے ملا دی ہے

قال مما ملكت ملها الف دينار الا فى ذلك الوقت انتهى ما فى الطبقات الكبرى للسبكى

قلت ومن فوائده سوى ما اوردنا مقله ان ما اشتهر على السنة الحنفية وتلقاه بعض الشافعية تقربا الى السلاطين من الحنفيين ان الشافعى تلميذ الامام محمد بن الحسن وانه قال الناس فى الفقه عيال على ابيحنيفه وانه قال ان الله تعالى اعانى على الفقه محمد بن الحسن وانه قال من اراد ان يتبحر فى الفقه فعليه باصحاب ابيحنيفه وامثال ذلك كله من المفتريات على الشافعى لان التلامذة اهل الرشاد المجتنبين عن العقوق والعناد لا يخاطبون الاساتذة بنحو هذا الكلام المشتمل على الطعن والالزام او يقال ان الشافعى عق الاستاد و القول بهذا ليس بهين ولا بينا

شافعی نے کہا اسدن سے پہلے مین کبھی ایک ہزار اشرفی کا مالک نہوا تھا مضمون طبقات کبری سبکی کا تمام ہوا

مین (مترجم) کہتا ہون کہ اس قصہ کے فواید سے علاوہ اس مقصود کے جسکے لئے ہمنے اسکو نقل کیا ہے یہ بھی ہے کہ جو حنفیہ کی زبانو نپر مشہور ہے اور بعض شافعیون نے بھی حنفی بادشاہون کی خوشامد کے لئے اسکو قبول کر لیا ہے کہ امام شافعی امام محمد کے شاگرد ہین۔ اور انہون نے یہ باتین کہی ہین۔

(۱) سب لوگ فقہ مین امام ابو حنیفہ کے ذریات و تابع ہین

(۲) اللہ تعالے نے مجھے امام محمد کے سبب فقہ مین مدد دی ہے

(۳) جو کوئی فقہ مین تبحر پیدا کرنا چاہے۔ وہ ابو حنیفہ کے اتباع کی ملازمت کرے۔ ایسی ہی اور باتین۔ یہ سب بناوٹی باتین ہین اسلئے کہ شاگرد رشید جو استادون کے عاق نہون استادون سے ایسی کلام نہین کرتے۔ جو طعن و الزام پر مشتمل ہو۔ جیسے کہ اس مناظرہ میں شافعی سے امام محمد کے مقابلہ مین ہوئی یا یون کہو کہ امام شافعی اپنے استاذ کے عاق ہو گئے تھے ولیکن امام شافعی کی نسبت یہ بات بنانا سہل نہین اور نہ ظاہر

وهذه الوجوه التي الزم بها الامام
الشافعي واتباعه الامام محمد بن الحسن
واشياعه اكثرها موجود في كتب مذهبهم
وفتاوى ملتهم فالحكم بالنكول في شرح الوقاية ص۲۶۳
والدر المختار ص۵۴۸ والقضاء بالجدوع
في شرح الوقاية ص۲۷۱ والدر المختار ص۵۵۹
وقبول المرءة وحدها في الشهادة في
شرح الوقاية ص۲۴۳ والدر المختار ص۵۱۴
والحكم في متاع البيت بالخصوصيات
في الميزان الكبرى للشعراني ص۲۲۱

یہ وجوہ الزام جنسے امام شافعی اور
انکے اتباع نے امام محمد اور انکے گروہ کو مسئلہ
قضاء بشاہد و یمین میں ملزم کیا ہی یہ اکثر کتب
مذہب حنفیہ میں موجود ہیں سو نکول پر فیصلہ
شرح وقایہ میں بصفحہ (۲۶۳) ہی اور درمختار
میں بصفحہ (۵۴۸)
اور شہتیر یونہیں مقدمہ دیوار میں فیصلہ
شرح وقایہ میں بصفحہ (۲۷۱) ہی اور درمختار
میں بصفحہ (۵۵۹) اکیلی عورت کی شہادت
قبول کرنا شرح وقایہ میں بصفحہ (۲۴۳) ہی
اور درمختار میں بصفحہ (۵۱۴)
اثاث البیت کے جھگڑے میں یہ فیصلہ کرنا کہ جو
چیز مردوں سے خاص ہوتی ہی وہ مردونکو
دلانے چاہیے اور جو عورتوں سے مخصوص
ہو وہ عورتونکو میزان کبری کی دوسری
جلد میں بصفحہ (۲۲۱) ہے

تنبیہ تشتمل علی تبرئة وتنزیه

للامام الهمام ابی حنیفة النعمان ومن وافقه من السلف علیهم الرضوان

یہ جسقدر کے دعوے ہوئی ہیں حنفیہ پر ہوئی ہیں
نہ امام حنفیہ پر جو حنیفہ علیہ الرحمہ پر یا مسائل مذکورہ

میں انکے اسلاف پر حاشا جنابہم
عن ذلک اسلیئے کہ اگرچہ امام ابوحنیفہ اور

بعض سلف ان مسایل فرعیہ وشایع ہین
اور اسکے نظایر مین حنفیہ کے ساتھہ شرکت
رکھتے ہین۔ ولیکن مذہب حنفیہ والم ابو حنیفہ
اور انکے اسلاف مین فرق بین ہے۔ جو انکو
ایسے دہبے سے بری کرتا ہے
وہ یہہ ہے کہ امام ابو حنیفہ وبعض سلف مسایل
مذکورہ کے قایل ہین تو سبب اسکا یہی ہے کہ
ان مسایل مین احادیث صحیحہ انکو نہین پہنچین
اور اگر پہنچین ہین تو بسند ثقات نہین پہنچین
نہ یہہ کہ احادیث بنقل ثقات پہنچی ہین انہونے
احادیث کو نہین مانا۔ اور انکی رد و
ابطال کے لئے ان اصول کو
وضع کیا

(۱) عام کتاب اللہ قطعی ہے
(۲) خبر واحد سے اسکی تخصیص یا تقیید یا
اسپر زیادت جایز نہین ہے
(۳) زیادہ ایک قسم نسخ ہے
(۴) غیر فقیہ کی روایت مخالف
قیاس مقبول نہین ہے وعلی
ہذا القیاس

بخلاف حضرات حنفیہ مصلق ہم بدنام
کنندہ انکو نامی حید) کے کہ انہون نے احادیث صحیحہ
کو جانکر انکو خالی از قدح وظاہری انقطاع مگر محض
نصرت مذہب کے لئے انکو رد کیا۔ اور انکے رد کے لئے
ان اصول کو گھڑ دیا

بلکہ ہمارا اور ہر محقق کا یہ گمان ہے کہ فن اصول فقہ
اسی غرض سے بنایا گیا ہے۔ اور مقصود ان حضرات
کا وضع اصول مخترعہ سے فقط رد حدیث ہے۔ انہون
نے جب اقوال ابو حنیفہ کو خلاف احادیث صحیحہ
پایا (جنکا سبب محققین ومنصفین کے نزدیک احادیث
کا نہ پہنچنا قرار پاچکا ہے چنانچہ ثبوت اسکا عنقریب
آتا ہے) تو ان اقوال کی تقیم وتائید کے لئے بجز
وضع اصول رد حدیث کچھہ چارہ وحیلہ نہ دیکھا۔
پس ان اصول کو وضع کیا

یہ بات مین فقط متاخرین ہی کی نسبت نہین
کہتا بلکہ انکے متقدمین مقلدین کی نسبت بھی یہی
خیال رکھتا ہون۔

علی بزدوی (جسکو یہہ فخر الاسلام کہتے ہین)
سے لیکر آجتک اکثر ایسی ہی چلے آئے ہین
اور بغرض نصرت مذہب ان تکلفات کے مرتکب
ہوئے

میری ان باتون سے کوئی صاحب الجھہ

کو ٹٹولا ہوں تو پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔ اور
خوب ٹٹول کر دیکھیں کیا ابو حنیفہ رح نے
وہ اصول بنائے ہیں اور یہ الفاظ کہ زیادۃ
نسخ ہے تخصیص عموم قرآن حدیث سے ناجائز
ہے وعلیٰ ہذا القیاس قلم میں یا زبان پر
وہ لائے ہیں حاشا وکلا پھر جب اپنے
گھر سے ان باتوں کا پتہ نہ پا دیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے اور
ڈھونڈتے تھک جاویں تو سمجھ سے نہ الجھیں
علاوہ بریں اپنے علما مذہب کبار ملت
کی تصریحات کو بچشم عبرت و نصفت ملاحظہ
کریں۔ کتب اصول میں جابجا تصریح ہے
کہ فلاں مسئلہ **عیسیٰ بن ابان** کا قول
ہے۔ اور فلاں کرخی کا اور یہ علماء بلخ کا مذہب
اور وہ **سمرقند** کا۔ امام ابو حنیفہ کے مذاہب
کی نقل یا ذکر تو اتنا بھی نہیں۔ جتنا آٹے میں
نمک ہوتا ہے

جسنے کہ جو اصول فقہ میں ایک دفعہ بھول سے
بھی گذر کیا ہوگا وہ اس بات میں شک نہ لائیگا
اور جو شک لائیگا وہ کتب سے بیخبر کہلائیگا اور نہ
اپنی ہنسی کرائیگا اور حضرت **شاہ ولی اللہ**
نے حجۃ اللہ البالغہ میں صاف لکھدیا ہے

کہ اکثر اصول جو **بزدوی** کی کتاب میں مذکور
ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور اُنکے شاگردوں سے
صحیح و ثابت نہیں ہیں بلکہ اُنکے اقوال سے
استنباط کئے گئے ہیں۔ ان اصول کی محافظت
کرنا اور جو انپر اعتراض وارد ہوں انکی جوابدہی
میں تکلفات عمل میں لانا (جیسے بزدوی
وغیرہ کرتے ہیں) اچھا نہیں ہے اور **فرمایا**
کہ تجھے اس بات پر بھی دلیل کافی ہے کہ انہیں کے
محققین نے کہدیا ہے کہ حدیث غیر فقیہ کا
قیاس کے خلاف میں قبول نہونا عیسیٰ
بن ابان کا مذہب ہے۔ کرخی وغیرہ اسکے
مخالف ہیں۔ اور حدیث کو بہر حال قبول
کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہماری ائمہ (ابو حنیفہ وغیرہ) سے
سے خبر واحد کا قیاس سے مقدم ہونا مروی
ہے

اور فرمایا کہ تجھے اس بات کا نیز یہی ارشاد
کرتا ہے کہ اہل اصول باہم مختلف ہیں اور ایک
دوسرے کو رد کرتے ہیں (یعنے اگر امام
مذہب سے اسباب میں کچھ مروی ہوتا تو یہ آپس میں
کیوں لڑ لڑ مرتے)
یہ حاصل مضمون **حجۃ اللہ** کا ہے اور اصل

عبارت اسکی صفحہ (۱۶۵) و (۱۶۶) مین اور
اور ضمیمہ اخبار سفیر ہند نمبر (۳) مطبوعہ اگست ۸۶ء
مین منقول ہو چکی ہے

جب اصول بزدوی کا یہ حال ہے تو اسپر
اصول متاخرین کو قیاس کر لینا چاہئیے ع
قیاس کن زگلستان من بہار مرا — اسلئے کہ
بزدوی ان سب کا امام ہے - اور اس سے
پہلے سب اسکے مقلد و تابع - چنانچہ **خطبہ
تنقیح** مین توضیح اسپر شاہد ہے - اور **فواتح
الرحموت** شرح مسلم الثبوت بھی اسکی طرف
مشعر - اور **میزان کبریٰ** مین شیخ
عبدالوہاب شعرانی نے (جو حنفی مذہب کے
بڑے حامی ہیں اور امام ابوحنیفہ کی تائید
مین میزان کے ۱۴ صفحہ پورے کئے ہین)
صاف لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ کیوقت مین
حدیث کی تدوین و تالیف نہین ہوئی اسلئے
انکو حدیث کم ملی ہے - اور خلاف حدیث
قیاس ہوا - یہہ نہین کہ حدیث کے ہوتے انہون
نے قیاس کیا

اور کہا کہ جسنے اس بات کو امام کے ذمہ لگایا ہے
اسنے اس امر کو انکے مقلدین مین پایا ہے
یہ لوگ امام کی قیاسی بات کو پکڑے رہتے ہین -
اور اسکے مقابلہ مین حدیث کو نہین لیتے -
پس امام **معذور** ہین اور انکے اتباع معذور
نہین ہین - یہ خلاصہ مضمون میزان ہے اور
اصل عبارت میزان کی صفحہ (۷۲) مین ہے
اور ضمیمہ سفیر نمبر (۱۱) مطبوعہ مارچ ۸۶ء مین
نقل ہو چکی ہے - اسکے متصل یہ بھی اسمین
کہا ہے (جو ضمیمہ مذکورہ مین نقل نہین ہوا)
وھذا الامر الذی ذکرناہ یقع فیہ کثیر من الناس
فاذا وجدوا عن اصحاب امام مسئلۃ جعلوھا مذھبا
لذلک الامام وھو تھور فان مذھب الامام
حقیقۃ ھو ما قالہ ولم یرجع عنہ الی ان مات
لا ما فھمہ اصحابہ من کلامہ فقد لا یرضی
الامام بذلک الامر الذی فھموہ من
کلامہ ولا یقول بہ لو عرض علیہ - فقد
علم ان من عزی الی الامام کل ما فھم من
کلامہ فھو جاھل بحقیقۃ المذاھب
انتھی ما قالہ فی المیزان وھکذا قالہ فی
المنہج المبین

ترجمہ یہ امر (یعنی مقلدین کے فعل کو امام
کے ذمہ لگانا) اسمین بہت لوگ پڑ جاتے

ہین - جب اتباع امام کا کوئی مسئلہ پاتے
ہین تو اُسکو مذہب امام بنا دیتے ہین -
ولیکن یہ بے پروائی ہے

مذہب امام تو حقیقۃً وہی ہوتا ہی جو اُسنے
کہا ہو اور اُس سے تا دم مرگ رجوع نہ کیا ہو
نہ وہ جو اُسکے اتباع نے اُسکی کلام سے
سمجھا ہوئیگا

ایسا بھی ہو سکتا ہی کہ جو وہ کلام امام سے
سمجھے ہون وہ امام کو پسند نہو اور نہ وہ اُسکا
قائل ہو جب وہ اُسکے سامنے پیش ہو
اس سے معلوم ہوا کہ جو امام کیطرف اس بات
کو منسوب کرے جو اُسکے کلام سے سمجھی گئی ہو
(نہ خود اُسکی کہی ہوئی) وہ حقیقت مذاہب
سے جاہل ہی - ترجمہ عبارت میزان کا تمام
ہوا - اور ایسا ہی شعرانی نے کتاب منہج مین
کہا ہی

اور یہ مضمون (یعنے مخفی رہنا احادیث کا
امام اور اُن سے پہلے ائمہ دین وصحابہ
وتابعین پر) ہمنے **ضمیمجات** اخبار سفیر
ہند ۱۸۸۳ء مین نمبر اول سے بارہ تک ایسا
مبرہن ومدلل کیا ہی کہ اسمین کسی فرد بشر
کو بشرطِ انصاف بعقل انصاف دم مارنے کی
جگہہ نہین ہی

اور بعض صحابہ کا بعض احادیث کے قبول کرنے
سے توقف کرنا اس سبب سے کہ وہ بسند ثقات
انکو نہین پہنچین ضمیمہ نمبر (۱۲) مطبوعہ
دسمبر ۱۸۸۳ء مین مدلل ہو چکا ہی - اور کچھ بیان
مقلدین کے ہٹ دہرمیوں کا رسالہ **اشاعۃ
السنۃ** نمبر اول جلد دوم صفحہ ۱۲ مین ہے
اور بعض ضمیمہ سفیر نمبر (۹) مطبوعہ اکتوبر
۱۸۸۳ء و ضمیمہ نمبر ۱۰ مطبوعہ نومبر ۱۸۸۳ء
مین بھی ذکر ہو چکا ہی کہ یہ لوگ محض تائید قول
امام کے لئے ان قواعد مخترعہ سے لیتے ہین
اور جہان پابندی قواعد سے پیروی قول
امام کی ہاتھ سے چھوٹے وہان قواعد کو
بالائے طاق رکھدیتے ہین
اگر ایک جگہہ کسی حدیث کو کسی قاعدہ کی آڑ
مین نشانۂ طعن بناتے ہین تو دوسری جگہہ
ویسی حدیث کو بمخالفت قاعدہ مذکورہ عمل
مین لاتے ہین -
حدیث سے کوئی پکڑے تو قرآن کیطرف
بھاگتے ہین قرآن پیش کرو تو حدیث کیطرف

دوڑتے ہین - حدیث نہو تو کاہے کی اثر تتبع
ہین - آثار بھی نہون تو قیاس ہی کو سر بنا لیتے
ہین اسپر امام رازی کی شہادت بھی
ان پرچون مین منقول ہے جسکے خاتمہ مین
یہ الفاظ منقول ہین -

فثبت هذا انهم تارة يقدمون القياس
على الخبر و تارة يقدمون عمل بعض الصحابة
على الكتاب و تارة يعكسون الامر في هذه الابواب
و ذلك يدل على ان طريقتهم غير مبنية
على قانون مستقيم

ترجمہ اس بیان سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کبھی
قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین - کبھی عمل
بعض صحابہ کو قرآن پر مقدم کرتے ہین -
کبھی اسکا عکس - اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ انکی مذہب کی کسی سیدھی قانون پر بنیاد
نہین ہی

یہ سب بیانات و شہادات سنکر بھی کوئی صاحب
الجھنے سے نہ ٹلین - تو اور کچھ نہ سہی کہنے کے
اور اپنی مذہب کے عیوب کو اور فاش کرا بیٹھینگے -
اہل تحقیق سے چھیڑ چھاڑ کرنا مستان را سرود
یاد دہانیدن کا مصداق ہے - عافیت اسمین ہے
کہ حق سنکر پھر لب نہ ہلاوین - اور حسابا تدارک
ورد ول پہ کاربند ہورہا کرین بالجملہ اس
بیان سے فرق بین حنفیہ اور امام حنفیہ
مین (جسکا ہمنے دعوے کیا تھا) ثابت ہوا
اور انکے معتبرات کی شہادات سے مبرہن
ہوگیا کہ امام یا بعض سلف مسائل خلاف حدیث
کے قائل رہے تو بیخبر ہونیکے سبب سے قائل
رہے - بخلاف حضرات حنفیہ کہ یہ دیدہ و دانستہ
مسائل مذکورہ مین خلاف حدیث پر مصر ہین
اور احادیث کے دفعیہ و رد احادیث کیلئے
اصول بناتے ہین اور اصول کی آڑ مین
احادیث پر تیر چلاتے ہین

فالامام معذور و اتباعه غير معذورين

اسوجہ سے امام اس لے دے سے بری
ہین - اور یہ حضرات اس غلطی کے سزاوار
یہان کسیکو یہ شبہہ گذرے کہ دیدہ و
دانستہ حدیث کا خلاف کرنا اور رد حدیث کیلئے
اصول بنانا ایسے مسلمان کی شان سے
بعید ہے - پھر اسکا صدور اکابر حنفیہ سے کیونکر
ہوا - اور باوجود اسلام و علم و ہنر و کمال
کے انہون نے اسپر کسطرح اقدام کیا - تو

جواب اسکا یہ ہے کہ آفت تقلید نے یہ سبھی کچھ ان سے کرایا اور اس بلا مین پہنسایا - یہ بلاء تقلید انکی سدراہ وحجاب نگاہ ہو گئی اور افراط حسن ظنی (بحق ائمہ جنکی مقلد ہوئی) نے انکی آنکھ بند کر لی - اسی خوف سے حقیر نے اس بلا سے ڈرایا ہے اور باین کلمات اس سے ہٹایا - سہ

واهرب عن التقليد فهو ضلالة

ان المقلد في سبيل الهالك

تفصیل اسکی یہ ہے کہ انہون نے مکتب ہی مین جب حنفی مذہب کا سبق لیا تو اسکا حسن انکے دلون مین جمنے لگا - پہر اسی مذہب کی کتابونمین انکی نظر پڑتی رہی اور یوماً فیوماً اسکی تائید سوجہتی گئی

اس سے **عظمت مذہب حنفی** انکی دلون مین ایسی بڑہی کہ عصمت امام ابوحنیفہ اعتقاد مین آگئی - دنباً علیہ خیالات ذیل نے انکے دلونپر سلطنت کی

(۱) امام ابوحنیفہ بڑے محدّث تہے

(۲) دنیا کے ائمہ سے زیادہ فقیہ وسمجھدار تہے

(۳) انکے پاس ہزارون صندوق کتب حدیث کے موجود تہے -

(۴) علم حدیث مین چار ہزار انکے استاد تہے

(۵) جب کوئی مسئلہ اجتہادی جاری فرماتے تو پہلے اسمین صدہا تلامذہ کے ساتھ مباحثہ کر لیتے پہر وہان خطا کہان اور مخالفت حدیث کا کیا گمان

ان خیالات نے مذہب حنفی کو انکا محبوب ومعشوق بنا دیا - اور اسکی نصرت وتائید کو انکا فرض عین مدعا وغرض ٹھیرا دیا

پہر جب کوئی حدیث خلاف قول امام کے سامنے آئی تو اس حب نے برطبق حبک للشی* یعمی ویصم انکی آنکھ بند کر لی - اور جہان کہین آیت قرآن خلاف مذہب امام کہا لے رہے وہان غرض انکی علم وفہم پر آڑ ہو گئی چنانچہ نمبر اول مین گذرا ہے - چون غرض آمد الخ - ویسا ہی کسی اور نے کہا ہے سہ بدو نزد ہوا وبدہ ہوشمند

جب انکی آنکھ حق سے بند ہو گئی اور علم وفہم کے آگے ایک آڑ کھڑی ہو گئی تو انکو یہ وساوس پیش آئے

(۱) اگر فلان حدیث صحیح ہوتی تو امام ابوحنیفہ

* [illegible]

ضرور اسکے قائل ہوتے۔
(۲) فلانی آیت کے معنی ظاہری مراد ہوتی
تو ہمارے امام صاحب اسکا خلاف نکرتے
(۳) جس نے حدیث مخالف قول امام
قبول کرلی۔ اُسنے امام کی بے ادبی کی
اور اپنے علم وفہم کو امام پر ترجیح دی
(۴) ہم مین کہان طاقت ہے کہ امام کے سوا
حق کو پہچانین اور انکی خطا کڑین ف
خطاء بزرگان گرفتن خطاست

ان وساوس نے انکو رد حدیث پر
آمادہ کیا۔ اور وضع اصول رد کا راستہ
نکال دیا۔ پھر اسکو حمایت دین سوجھایا۔
اور مصداق ان اردنا الا احسانا وتوفیقا
کا بنایا۔

ولیکن نفس الامر مین وہ ان خیالات ووساوس
کے سبب مخالفت دین سے بری نہین ہوسکتے
اور امام کی طرح معذور نہین سمجھے جاتے۔
بلکہ وہ سراسر مخالف دین ہین اور انکا
یہ مسلک مسلک سلف صالحین وائمہ مجتہدین
کے (جنکے وہ مقلد ہین) مخالف ہے۔

ثبوت اس امر کا ہماری اسی تحریر مین
موجود ہے اور کچھ بیان اسکا نمبر اول جلد دوم
مین اشاعۃ السنۃ کے گذرا۔ اور اس سے
پہلے ضمیمجات ۱۸۷۸ء مین صفحہ ۵ نمبر (۵)
(۱۱) (۱۳) مین بھی ہوچکا۔ اور تفسیر کبیر
وتفسیر نیشاپوری مین اسکے اس مسلک
کو مسلک یہود ونصاریٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ
* **نیشاپوری** مین ذیل آیت اتخذوا
احبارهم ورهبانهم کے بعد نقل حدیث
مرفوع کے (جسمین یہود ونصاریٰ کے
طریق کا بیان ہے) کہا ہے۔

قال الربیع قلت لابی العالیة کیف
کانت الربوبیة فی بنی اسرائیل فقال
انهم وجدوا فی کتاب الله ما یخالف
قول الاحبار والرهبان فکانوا یاخذون
باقوالهم وما کانوا یقبلون حکم الله
قال الامام فخر الدین الرازی رح
قد شاهدت جماعة من مقلدة
الفقهاء قرءت علیهم آیات کثیرة من
کتاب الله فی مسائل کانت تلك
الآیات مخالفة لمذهبهم فیها فلم
یقبلوا تلك الآیات ولم یلتفتوا الیها

وكانوا ينظرون الى كالمتعجب يعني كيف
يمكن العمل بظواهر تلك الآيات مع ان الرواية
عن سلفنا وردت بخلافها ولو تاملت
حق التامل وجدت هذا الداء ساريا في
عرق الاكثرين - انتهى ما في النيسابوري
وهكذا في التفسير الكبير - ونحوه في حجة
الله البالغة والتفسير المظهري وغيرها -

ترجمہ ربیع نے کہا میں نے ابو العالیہ (تابعی
جلیل الشان) سے پوچھا - بنی اسرائیل پر
مولویوں اور درویشوں کو پوجنا کیونکر تھا -
انہوں نے فرمایا - وہ لوگ جو کبھی اللہ کی
کتاب (توریت و انجیل) میں اقوال درویشوں
وعلماء کا خلاف پاتے تو انہیں اقوال کو عمل
میں لاتے - اور حکم الہی کو قبول کرتے
امام رازی نے کہا میں نے ایک جماعت
مقلدین فقہاء کو ایسا ہی پایا - میں انپر بہت
سی آیات قرآن (جو انکے مذہب کے مخالف
تھیں) پڑھا ہوں تو انہوں نے قبول نہیں کیں
اور میری طرف متعجب ہو کر دیکھنے لگے -
یعنی اسپر تعجب کیا کہ ان آیات کے ظاہری
معنی پر عمل کیونکر ہو سکتا ہے - باوجودیکہ
ہمارے ائمہ مذہب سے ان آیات کے خلاف
روایات وارد ہیں -
اور اگر تو ٹھیک سوچے تو اس مرض کو (جو
یہود و نصاریٰ میں تھا) مقلدوں کی
رگوں میں گھسا ہوا پاوے - مضمون
نیشاپوری کا تمام ہوا اور ایسا ہی
تفسیر کبیر میں ہے - اور ایسا ہی **حجۃ
اللہ البالغہ** - و **تفسیر مظہری**
میں ہے پس تقلید ائمہ رد حدیث کو شیوہ
یہود و نصاریٰ ٹھہرایا ہے

النصح والاعذار الى بعض الاخيار

ہمارے بعض معاصرین حنفیہ (جنکو مجھ
سے رابطہ وداد ہے اور مجکو ان سے
اتحاد و حسن اعتقاد) شائد میرے اس
بیان کو بحق حنفیہ سوء ظنی بیجا سمجھیں اور اسکے
مخالفت کا تحریراً یا تقریراً ارادہ کریں
چنانچہ پہلے اُن سے **نواب صاحب**
امیر بھوپال نے **اتحاف النبلاء**

بین اسکا عشر عشیر شیخ ابن الہمام کی نسبت
کہا تو انکو برا معلوم ہوا - اور اسکا خلاف
انکی قلم و زبان سے نکلا - سو اگر ایسا ہی
میرے بیان کی نسبت خیال پیدا ہوا ور
اسمین کچھ لکھنے لکھانے کا ارادہ ہو تو حسبۃ للہ
میری دو باتوں کو مد نظر رکھین

پہلی بات یہ کہ مدار بحث و کلام فقط
دو امر کو (جو بمنزلہ اصول ہین) ٹھہراوین
انکے سواے اور جزئیات و تمثیلات کی بحث
مین خامہ فرسائی نکرین فان المناقشۃ
فی المثال لا یلیق بشان المحصلین

امر اول یہ کہ وضع اصول (جنمین
ہمکو کلام ہے) قبل فروع ہوا ہے - اور امام
ابو حنیفہ وغیرہ متقدمین سے سرزد - نہ یہ
کہ فروعات کو تو پہلے امام نے قائم کیا -
اور انکے اصول کو مقلدین نے پیچھے کر جایا

امر دوم یہ کہ اصول قائم کرنیوالے
اونپر جملہ اصول کے ہر جگہہ پابند ہین نہ یہ
کہ ایک جگہہ بعض اصول کی پابندی کرتے
ہین تو دوسری جگہہ اسکو بالاے طاق رکھدیتے
ہین

دوسری بات یہ کہ جو کچھ لکھین وہ قبل
طبع اشتہار میرے پاس بھیجوا دین - پس اگر مین
اسکو صحیح پاؤنگا تو بسر و چشم قبول کرونگا
اور اپنے خیال و مقال سے اپنا رجوع خود مشتہر
کر دونگا اور اگر اسمین کچھ خلل پاؤنگا - تو اسپر
مخاطب کو بذریعہ مطلع کرونگا - پھر انکو اختیار ہے چاہے ترک
اصلاح مسئلہ جاری رکھین چاہے اسکی شہرت و طبع عمل مین لاوین
ہم تو ہر طرح حاضر ہین اور یہ شعر ورد زبان رکھتے ہین

فمن لی بالخطا فارد عنہ
ومن لی بالقبول ولو بحرف

ولیکن مصلحت دامن اینست کہ [illegible]
آئندہ انکو اختیار ہے ہر کسی مصلحت خویش نکو
میداند - صفحہ (۱۱) سے یہانتک
فقرہ پنجم جناب کے جواب مین کلام ہے
جسکے اتمام سے دفعہ سوم کا اختتام ہے

باقی آئندہ

هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ

(ف) مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ　　(ق) مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ

بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ

نمبر سوم　　　　جلد دویم

رسالہ

اشاعة السنة النبوية

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

جسمین حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کی ادلہ کاملہ کا بقیہ جواب ہے اور اسکی ضمن مین نیچر

طفیل سے حضرات نیچریہ کے اصول مذہب سے بھی تعرض منجانب مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری ہے

اشتہار

اس نمبر مین علاوہ حضرات قاسمیہ کے حضرات شیعہ و خوارج و معتزلہ و اہل نیچر سے بھی خطاب ہے۔ اور ہر کسی سے مطالبہ جواب۔ ان مختلف فرقون سے جو صاحب مہذبانہ طور پر ہمکو اسکا جواب دینگے۔ ہم انکے شکر گذار ہونگے اور بڑی خوشی و انصاف سے اسمین غور کرینگے۔ اگر انکو حق پاوینگے تو دل سے اسکو مان جاوینگے ورنہ مہذبانہ طور سے اسکا جواب دینگے۔ جو صاحب اسمین کچھہ تحریر فرماوین۔ وہ اپنی تحریر رجسٹری کرکے پاس ہمارے بھیجدین۔ المشتہر ابو سعید عفا اللہ عنہ

اعذار

ہمارے ناظرین پرچہ جو مباحث نیچر وغیرہ کی مطالعہ کے خوگر ہین۔ اس اصول بحث کو اپنے مقصود سے اجنبی نہ سمجھین اور اس طول کو مفوت مطلب خیال نکرین یہ بحث اولاً اصول اسلام کی موید ہے۔ ثانیاً حضرات قاسمیہ کے جواب مین بہت کار آمد و مع ذالک ہم بہت جلد اسکو ختم کرکے اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہین۔ اور حضرات قاسمیہ کی خبر بھی لینگے انشاء اللہ تعالیٰ المعذر ابو سعید عفا اللہ عنہ

۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۸۷۹ء

مطبع مصطفائی لاہور مین طبع ہوا

دفعہ چہارم جناب مخاطب باوصف ادعاء
بے تعصبی و انشاء الصوفیت و پرہیزگاری اس
رسالہ میں سخت کلامی بہت کی ہے۔ اور جن الفاظ
کو عامہ ہند بھی ناپسند کرتے ہیں (چہ جائے خواص
علماء و صوفیاء) تحریر میں لاتے ہیں۔ مثلاً
لفظ (واہیات جاہلانہ) و مصرع (جواب جاہلاں
باشد خموشی) بصفحہ (۲۰) و لفظ (لامذہب)
بصفحہ ۱۳ و لفظ (ذلیل) و (خجالت) بصفحہ (۱۴)
و فقرہ (ہاتھ پاؤں مارینگے) بصفحہ (۱۶) و مثال
ذلک ان الفاظ کے جواب میں اگر ہم بھی یہی
الفاظ جناب کی نسبت لکھتے ہیں۔ اور جواب ترکی
بترکی دیتے ہیں تو اپنے انداز قدیم سے دور
پڑتے ہیں۔ اور محل اعتراض ہند میں غیر پسند
بنتے ہیں۔

ہمنے پہلے بھی کسیکو سخت کلامی کا جواب نہیں دیا۔
اور گالیوں کے جواب میں بجز ادائے شکر و سپاس
کچھ نہیں لکھا۔ دیکھو ہمارا سپاسنامہ
جو بجواب سبابنامہ حبیب اللہ صاحب امرتسری
کے تتمہ سفیر ہند میں نومبر ۸۳ء کو شائع ہوا
اسمیں ہمنے الفاظ ملائم حبیب اللہ صاحب کا
یہ جواب دیا ہے۔ اگر جواب ترکی بہ ترکی لکھوں
تو بحث مسائل میں نہ رہیگی سب و شتم کیطرف
کلام منجر ہوگی۔ اور اسمیں میرا مقصود فوت ہوگا
اسلئے میں اسکے جواب میں سکوت کرتا ہوں۔
اور عفو و مسامحت کو کام میں لاتا ہوں کما قال
اللہ تعالے وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا
فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب
الظالمین ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم
الامور۔ ادفع بالتی ہی احسن۔ فاذا
الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم
واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ۔ وقالوا
لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم
لا نبتغی الجاہلین۔ وقال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ما زاد اللہ بعفو
الا عزا۔ وقال صلعم من تواضع للہ رفعہ
اللہ فہو فی نفسہ صغیر وفی اعین الناس
کبیر۔ ومن تکبر وضعہ اللہ فہو
فی اعین الناس صغیر وفی نفسہ کبیر
حتی لہو اہون علیہم من کلب او خنزیر"
اور دیکھو ضمیمہ اشاعۃ السنۃ النبویہ جو بجواب
سب و شتم محمود حسن صاحب عزیز محمد اسمعیل کے نمبر ۲ تصنیف
۹۵ شہ کو شائع ہوا اسمیں ہمنے بجواب سباب

ومطاعن ان صاحبونکو یہ جواب دیاہے۔

بجواب ان کلمات طیبات وباقیات صالحات کے مین جزاکم اللہ کہتا ہون اور اس کے صلہ مین یہ شعر پیش کرتا ہون ؎

بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا +

مین یقیناً جانتا ہون کہ میرے سوالات کا جواب تو روی زمین کے مقلدون سے کسیکو نہین آتا۔ آجتک جو کوئی میری ستاوست کو اٹھاہے۔ اُسنے گالیونکو سپر بنایا۔ یا سوال پر سوال کو چیکنڈا ٹھیرایا۔ یا اما بیت منا سبہ یا غیر مسجد حہ کو پیش کر دیا۔ لہذا مین آپ لوگونکو معذور سمجھتا ہون اور آپکے ایسی کلمات پر جزاک اللہ کے سوائے کچھ عرض نہین کر سکتا۔ بلکہ ایک وجہ سے شاکر و معترف لسان ہوں کہ آپ لوگون نے باصدار ان کلمات طیبات کرانیکے مالیہ اعمال مین مجھے شریک کیا۔ اور مفلس کے ذن جسمیں ظالمون کے اعمال سے مظلومونکو قصاص دلایا جاویگا مجھکو اپنا سہیم بنایا"

جب ان لوگونکے رجوا آپکے بنا کرد

ہین یا مہر بلا نشا کردہ سخت کلامی کا جواب مین بجز دعا کے کچھ نہین دیا۔ تو آپ جیسی نیک گونکی سخت کلامی کا جواب مین کیا دے سکتا ہون اور آپکے مقابلہ مین بجز عرض اینہین الفاظ وسعروضا تکے اور کیا کہہ سکتا ہون۔ ولیکن ایک یہہ بات بغرض نصیحت وبطور مصلحت واجب العرض سمجھکر گذارش کرتا ہون کہ بدگوئی کا انجام اچھا نہین ہوتا اور اس سے بجز شر وفساد کچھ نتیجہ نہین نکلتا دیکھیے ایک نتیجہ شر تو اس سے یہی نکلا کہ آپنے تہوڑا سا برا کہا آپکے حواریین محمد حسن صاحب وعزیز محمد اسمعیل نے اس بدگوئی کو پرلے سرے پہنچایا۔

انہون نے آپکی تقلید سے اس بدگوئی کو برا نہ سمجھا۔ اور اس بیت پر عمل کیا ؎ بمی سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید
کہ سالک بیخبر نبود زراہ ورسم منزلہا + یا بر اہمیک وبدہ ودانستہ اسپر اقدام کیا۔ اور اس بیت کو تصدیق کیا ؎ بنیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ + اگر آپ انکی تحریرات کو دیکہین۔ اور ضمیمہ نور الانوار مطبوعہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۸۸؁ جسمین عزیز محمد اسمعیل کا خط ہے۔ اور اخبار مہر درخشان مطبوعہ ۴۔ اکتوبر ۱۸۸۸؁ جسمین محمد حسن صاحب کی تقریر ملاحظہ فرماوین

تو تیری اسات مین ذرہ شک نہ لادیں
اور اگر محمود حسن صاحب کی ایک قلمی تحریر از ضمیمہ
اشاعۃ السنۃ کی جواب مین تحریر فرماکر بسبیل ڈاک
میری طرف ارسال کی ہین اور اسمین عامیانہ گالیان
دی ہین۔ اور ہر گالی پر ایک شعر کی شہادت
لائی ہین ؟ ملاحظہ فرماوین توانہین اس تہوڑے
کئے پر سخت پچہتاوین۔ اور ان سب بدگوئیون کو اپنی
بدگوئی کا نتیجہ سمجہکر حدیث ذیل کا مصداق خیال
کرین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا تقتل نفس ظلما الا کان علی ابن آدم الاول
کفل من دمہا لانہ اول من سن القتل ترجمہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جو کوئی ظلما مارا جاتا ہے
اُسکے گناہ قتل کا حصہ قابیل کے ذمہ بھی لگتا ہے
کیونکہ پہلے اسی نے قتل کی سنت جاری کی ہے
اور دوسرا نتیجہ شہر شاید یہ بھی نکلے کہ جانب
ثانی سے بھی بدگوئی شروع ہو۔ ہم نہ بولین
ہمارے دوست ہی کچھ کہہ بیٹھین اور بدست آویز
جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کی ایک ایک کلمہ
کا بدلہ لین۔ لہذا مناسب ہے کہ آپ ہی اپنی زہد
و بزرگی کا لحاظ فرماوین اور آئندہ زبان و
قلم کو ایسے کلمات کی تحریر و تلفظ سے بچاوین

اور اپنی حواریین خصوصاً محمود حسن صاحب کو اس سے
ہٹاوین۔ اور سب صاحب مضمون اس شعر خیال مین لاوین
ع دہن خویش بدشنام میالا صائب کین زر
قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

لطیفہ عجیبہ و تصیحہ لطیفہ

(۱) محمود حسن صاحب بجواب میری اس شکایت کے
ادلہ کاملہ مین بدگوئی و سخت کلامی پائی جاتی
ہے یہ تحریر فرماتے ہین کہ ادلہ کاملہ میز
سخت کلامی کا نام و نشان نہین اسکو سر
ادلہ الی آخرہ ملاحظہ فرمائیے کہ کہین کوئی
بات خلاف تہذیب اسمین لکہی ہے
اسکے جواب مین ادلہ کاملہ کے صفحات
(۲) (۲۴) (۲۷) (۳۱) پیش کرتا ہون
اور آپکی اس انکاری جواب سے یہ نتیجہ نکالتا ہون

کہ اب بہ طبق تو ان زمان مین تیرا ایمان
ادلہ کاملہ کے مصنف تو بن بیٹہے ہین لیکن
کبہی اسکو کہولکر ملاحظہ نہین کیا
مرد آدمی ہین فخر یا استاذ کے شرکے
لئے مصنف بننے کا ارادہ تہا تو ایکبار نظر
سے اسکو دیکہ تو لیا ہوتا۔
اگر ایکدفعہ بہی اسمین نگاہ فرماتے تو اس انکار

کی کے تلفظ سے ضرور شرملتے - اور مصرع
کو خیال مین لاتے ع کہ عشق و مشک را
نتوان نہفتن - یا یون کہی کہ ان
الفاظ کو آپ خلاف تہذیب نہین جانتے
اور لفظ جاہل ولامذہب کسیکو کہنا یا خود کہلانا
و لفظ زٹل و خجالت کو کسیکی یا اپنی طرف
نسبت کرنا برا نہین سمجھتے - یہ بات صحیح ہے
تو پھر آپ پر افسوس نہین - اور جو کچھ آپ
فرما دین ہمارے پاس اسکا جواب نہین -

(۲) عزیزم محمد اسمٰعیل گنگوہی نے بعض
ایک خط کے نیچے تو لفظ غیر مقلد
لکھنے پر یہ عذر کیا ہی کہ یہ لفظ عنوان
جواب مین سہو سے نہین لکھا - اہل علم
نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے -
پھر تعجبا یہ سوال کیا ہی کہ ہم لوگ (مقلدین)
تقلید کو ضروری جانتے ہین تو خوشی
سے مقلد کہلاتے ہین - آپ لوگ
جبکہ ترک تقلید کو بہتر سمجھتے ہین تو پھر
غیر مقلد کہنے سے برا کیون مانتے
ہین - انکے جواب مین نصیحۃً یہ
کہا جاتا ہے کہ اگر ترک تقلید کو بحکم انصاف

(۱) استفسار تہذیب شمالی از انصاف بھی امر لازم
ہے کہ تارک تقلید کو غیر مقلد یا لامذہب کہا جاوے
تو پہلے ان الفاظ کے مستحق حضرت امام ابوحنیفہ
وغیرہ ائمہ مذاہب ہین کیونکہ وہ بھی تارک تقلید تھے
اور کسی مذہب کے حمادی یا مسعودی (جیسے حنفی شافعی)
نہین کہلاتے - اور اگر ترک تقلید کو یہ امر لازم
نہین اور ان کلمات کو نسبت کرنا ائمہ مذاہب
کیطرف جائز نہین کما ھو الظاہر بحالہم
بلکہ بجائے ان الفاظ کے انکو مجتہد یا امام کہنا واجب
یا جائز ہے تو ایسا ہی علماء تارکین تقلید زمانہ
حال کی نسبت خیال کرنا مناسب ہے اور انکو بجائے
ان الفاظ کے اہل حدیث یا عامل بالحدیث یا متبع
سنت یا موحد یا محمدی المذہب کہنا لازم یا جائز
ہے - خصوصاً ایسی حالت مین کہ عاملین بالحدیث
لفظ غیر مقلد یا لامذہب کہنے کو گالی سمجھتے ہین
اور ان الفاظ کے کہنے والے کو ولا تنابزوا
بالالقاب فانہ بئس الاسم الفسوق بعد الایمان
سے مخاطب کرتے ہین - لہذا مناسب ہے کہ آئندہ ایسے
الفاظ سے احتراز کرین اور علمی بات کا علمی جواب دین
اور اگر یہ خیال کرتے ہین کہ برا بھلا کہکر بطبق
لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون ✻

✻ اس قرآن کو مت سنو اور شور مچاؤ تاکہ غالب ہو جاؤ

علیہ وفتح حاصل کرینگے۔ اور گالیونکی بوچھاڑ
سے اہلحدیث کو میدان مناظرہ سے پیچھے
ہٹادینگے محض خیال و سودای محال ہے +
اہلحدیث بخوف بدگوئی مقلدین کا پیچھا نہ
چھوڑ سکینگے اور جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کے
سوا ایک قدم میدان سے مونہہ نہ موڑینگے
مجھے بیجلے کی آواز سنینگے تو کانون
مین انگلیان دیکر نکلینگے۔ علمیات کے
متعلق کوئی صدا سنینگے تو لبیک پکار کر جواب
دینگے۔ فمالہم نظیر حال من قال فی جہادنا
اصم اذا نودیت باسمی وانی اذا قیل لی یا عبدہا لسمیع

دفعہ پنجم۔ رسالہ ادلہ کاملہ کے
مستقل جواب لکھنے کی دو وجہ سے مجھے
ضرورت نہیں +

وجہ اول یہہ کہ اسکے جملہ مقاصد کے جوابات
ہمارے معمولی پرچون مین ادا ہو چکے
ہین کیونکہ امہات مقاصد ادلہ کاملہ کے چار رکن ہین

رکن اول۔ تمہید تفاخر و طعن و تمسخر
رکن دوم سوالو پر سوال
رکن سوم نقول منیفہ غیر متعلقہ جو بہوسی اکرکے دکہلائے
رکن چہارم خیالات عقلیہ تجویزات
وہمیہ (جو رکن رکین مقاصد رسالہ ہین)
اور ان چارون ارکان کے جوابات ہمارے پرچون
مین تفصیل موجود ہین +

رکن اول و دوم کا جواب تتمہ اخبار
سفیر ہند مطبوعہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۸ء و تتمہ سفیر مطبوعہ
۱۵ جون ۱۸۷۸ء و ضمیمہ اشاعۃ السنہ مطبوعہ
ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ مین موجود ہی +

رکن سوم کا جواب ضمیمہ اخبار سفیر مطبوعہ
۱۸۷۸ء مین نمبر (۵) سے ۱۲ تک موجود ہے

رکن چہارم کا جواب اشاعۃ السنہ نمبر (۶) جلد
اول مین بصفحہ ۱۲۹ وغیرہ موجود ہے۔ اور نمبر
پانزدہم ضمیمہ اخبار سفیر مطبوعہ دسمبر ۱۸۷۸ء سے
بھی نکل سکتا ہے +

وجہ دوم۔ یہ کہ جواب اس رسالہ کا مجھ سے
پہلے حبی فی اللہ و اخی فی دین اللہ مکرمی مولوی
سید محمد احسن صاحب امروہوی لکھ
چکے ہین جسکے بعد میرے جواب لکھنے کی حاجت نہین
رہی۔ اور انکی تحریر و تقریر مقبول طبائع خواص و عام
ہوگئی۔ اسکو جواب دندان شکن کہین تو بجا ہے
اور اگر جواب ترکی بترکی سے تعبیر کرین تو
زیبا ہے +

ابہم ضرور اس کا جواب لکہنے کا ارادہ کیا
ہے کہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب کے علم و
فہم کو ظاہر کروں - اور جو انکے معتقدین نے
انکو معقول و منقول میں بے نظیر مشہور
کر رکہا ہے - اس کا خلاف واقع
ہونا ثابت کر دکہاؤں ❊

معتقدین تو ہمیشہ سے اپنے پیشواؤں
کی مدح میں برطبق پیران نمی پرند و
مریداں می پرانند اطراء و افراط کیا ہی
کرتے ہیں - لیکن بزرگوں کو بجا ہے
کہ ان لوگوں کی زیادہ گوئی پر اعتقاد
و اعتماد کر لیں اور اس خیال سے
کہ اگرچہ مسلمان ہماری شان میں
جہوٹ تہوڑا ہی بولتے ہیں اپنی
بزرگی کے معتقد ہو بیٹہیں - اور اپنے
علم و فہم کو جہان کے علم و فہم سے برتر
سمجہنے لگیں مگر افسوس صد افسوس
کہ مولنا محمد قاسم صاحب سے بہی امر (جو
شایان شان بزرگان نہیں ہے)
سرزد ہوا - آپنے ان دروغگویوں کی
بیجا تعریفوں پر ایمان لاکر اپنے آپکو

وحیدہ و لا شریک فی العلم والفہم سمجہہ لیا
آپ کسی شخص کو اپنے معاصرین سے اپنا نظیر نہین
سمجہتے بلکہ بعض اکابر اپنے مذہب کو بہی خیال
مین نہین لاتے ❊

یعنی بمقام میرٹہہ و دہلی متعدد مجلسون مین
آپ کے پاس بعض اکابر معاصرین کا ذکر کیا
تو آپنے اُنکے حق مین یہی فرمایا کہ ہان وہ
اچہا آدمی ہے اور نیک نیت - ولیکن خدا
فہم نہین رکہتا ❊

طرفہ یہہ کہ ایکدن بمقام دہلی پہاٹک حبش خان
مکان حاجی محمد حسین صاحب خسر شیخ فضل الدین
صاحب ڈاکٹر کے پاس کرایہ پر تہا آپ میری
ملاقات کے لئے تشریف لائے - اور بعض
مسائل مین مجہسے ہمکلام ہوئے - تو رفتہ رفتہ
آپکے رسالہ تراویح کے متعلق گفتگو چل نکلی
اس رسالہ مین آپکا ایک یہہ دعوی تہا
کہ جو خصوصیات اذکار رکوع و سجود و استفتاح
نماز آپ سے مختلف احوال مین مروی ہین -
کل یوم ہو فی شان کے مقتضیات سے ناشی ہین
ان خصوصیات کا پابند وہ شخص ہو سکتا ہے جو جملہ
شیون الہی سے واقف ہو - چونکہ یہہ بات

آنحضرت علم مین مستحق تہی اسلئے ابتدا ہی
ان خصوصیات کی آنحضرت کے خواص سے
تہی - اس دعوی کی تکذیب و فہم جناب کے
تغلیط کے لئے مینے بعض آنحضرت تلامذہ ابو حنیفہ
کا قول پیش کیا - تو آپنے اسپر ناک چڑہائی

امام ابو یوسف
امام محمد

اور یہ بات فرمائی کہ مین اسکا مقلد نہین
امام ابو حنیفہ کا مقلد ہون - اسوقت کی
تقریر سے جناب کی یہ تصریح ہو رہا تہا کہ آپ
سوائے امام ابو حنیفہ کے کسیکے علم و فہم کے
قائل نہین - اور انکے سوا سے اور ائمہ جیسا
کے علم و فہم کو اپنے برابر بھی نہین سمجھتے
اگر آپکو وہ دن اور وہ مذاکرہ یاد ہوگا تو
اس کلمہ سے انکار آپکی قلم یا زبان نہین آئیگا
اسلئے کہ اگرچہ ایکمدت سے مجھے آپکے علم و فہم
کی نسبت سوء ظنی پیدا ہوگئی ہے ولیکن
ابتک آپکی دیانت و پارسائی کی نسبت
بدگمانی نہین ہوئی تہی نہایت مین
بہول گیا کچھ کچھ اسمین بھی خلل واقع ہوگیا
ہے کیونکہ رسالہ اذکار کا لکھ کر آپنے خود بنایا —
اور محمود حسن صاحب کے نام سے مشتہر کرایا -
شاید اسیطرح اس قول سے بھی انکار کر جائین
خود نہی - محمود حسن ہی کیطرف سے اس انکار
کو مشتہر کرائین - ایسا کرینگے تو پہر مین آپکو قسم
دونگا یا اور طرح اپنے بیان کا ثبوت بہم
پہنچاونگا

الحاصل یہ عجب و خود پسندی جناب ان جہوٹی
باتون سے معتقدین کے پیدا ہوئی ہے -
اور ان نا عاقبت اندیشون کی حُب و حسن
اعتقادی آپکے حق مین ایک بلا ہوگئی - اسلئے
مینے آپکے علم و فہم کے اظہار کا ارادہ کیا اور
پیر و مرید دونو فریق کو انکی خطا پر متنبہ کرنا
چاہا -

مین اس امر کے اظہار کا مدت سے خواہان تہا
ولیکن اسکا موقع نہ پاتا - جب کبہی مولانا کے
خیالات و عندیات کے تعاقب کا ارادہ کرتا
تو یہ مصلحتی خیال مانع ہوتا کہ تعاقب و تقابل سے
تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور خصم کا حق بھی ناحق
معلوم ہوتا ہے - لہذا بحکم الصلح خیر مصالحت
بہتر ہے اور مخاصمانہ رد و قدح سے خلوتی نصیحت
مفید تر -

اب جو مولوی صاحب نے کمال لطف و کرم سے
مجھے اپنا مخاطب بنایا - اور جو نہ کہنا تہا میرے

خطاب مین کہا تو مجہسے اس خیال مصالحت کو اٹھا دیا
اور روہ موقع جسکا مین مدت سے مترصد تہا خود
عطا فرمایا - لہذا اب مین بے تردد اپنی اس ارادہ
کے اظہار کے لئے مستعد ہون - اور مولانا کے
علم وفہم کی تنقید کو بڑی خوشی سے حاضر - جو علم
وفہم جناب والا کا مدین خرچ ہوا ہے اسکا اظہار
واشتہار تو ہماری اس تحریر کا مدار ہی ہے
علاوہ بران جو علم وفہم جناب بقیہ تحریرات وتقریرات
کے ذریعہ سے مبذول آفاق ہو رہا ہے اسکی
تنقید وتحقیق کے لئے بھی یہ تحریر پوری معیار
ہے - ولیکن ناظرین وسامعین مین علم وفہم کا ہونا
شرط ہے ورنہ مثل مشہور ہے ؏ اگر صد باب
حکمت پیش نادان - بخوانی آیدش بازیچہ در گوش
یہ **دفعات خمسہ** تو لسور خارج از مقصد رسالہ
اودلہ کا ملہ کے جواب مین ہین - اب **جوابات**
مقاصد رسالہ شروع ہوتے ہین - ولیکن
وہ بھی تمہید چند امور پر موقوف ہین جو بضمن
دفعہ ششم مہید کئے جاتے ہین
دفعہ ششم جسمین چند اصول موضوعہ علوم
متعارفہ رنموع مبحث کے تمہید ہے
اول عقل انسانی احکام شرعیہ مین حاکم نہین

اور حسن وقبح اشیاء عقلی وذاتی نہین اسمعنی کر کہ عقل
قبل ورود شرع اشیاء کو متعلق مدح یا مذمت
منجانب حق تعالی ٹھیرا دے - یا انپر خدا کیطرف
سے ثواب یا عذاب تجویز کرکے حکم حرمت یا وجوب
لگا دے

یہ **اصل** مولانا مخاطب کے کل تحریرات وتقریرات
کا جواب ہے کیونکہ مبنی ومدار مذہب تقریر وتحریر
جناب کا یہی حسن وقبح عقلی ہے - جملہ رسائل وتحریرات
مین آپ غالبا نقل سے تعرض نہین کرتے -
کچھ نہ کچھ عقلی وجہ نکالکر اثبات احکام کر دیتے
ہین - مینے بمقام دہلی اسی جلسہ مین جسکا ایک
ماجری عنقریب نقل کیا گیا ہے آپسے کہا کہ آپکی
تصنیفات مین یہ کیا بات ہے کہ نقل کتاب سے
کہین تعرض نہین ہوتا فقط توجیہات عقلیہ سے کام نکالا
جاتا ہے - آپنے جواب مین فرمایا کہ نقل کتاب تو وہ
شخص لاوے جو کتابین دیکھے - یا اپنے
پاس رکھے - مین تو بے ہتھیار سپاہی
ہون ھذا لفظہ

اور نیز یہ اصل جیسا مولانا مخاطب کے جواب مین
کار آمد وکافی ہے - ایسا ہی جناب **سید احمد**
خان صاحب نیچر آف انڈیا کے اصول مذہب میز

ملزم کرنے کے لیے حجت دائمی ہے

یہ صاحب بھی علماے ضابطہ حنفیہ اور خصوصاً حضرت
قاسمیہ کیطرح عقل کو حاکم سمجھتے ہین - اور مسائل
شرعیہ کی بحکم عقل ترمیم کر رہے ہین -
اس نظر سے اُسکی تفصیل و تطویل مین باستحفاظ خاطر جناب
بھی مقصود ہے - و افہام و اعلام اتباع جناب جو بن
دیکھے بے سمجھے آپکے اجتہادیات پر ایمان لے
آئے ہین بہ مطلوب -

یہ امر بھی عرصہ تقریباً دو سال سے مرکوز خاطر فاتر
تہا - لیکن وہی لحاظ جو مولانا مخاطب کے خطاب سے
مانع تہا - یہان بھی مانع رہا -

علاوہ بران یہان یہ بھی لحاظ رہا - کہ آگے ہی
مین ایک ہون اور دیگر مخاطب ہزار بر طبق مثل مشہور
یک انار و صد بیمار - اب صدہا نیچری مذاہب
کو اور کیون دشمن بناؤن - اور ہر ایک کی
جوابدہی سے کسطرح سبر آؤن - ولیکن جب
ضرر اس مذہب کا بہت نظر آیا - اور اسکی نسبت
اس لحاظ کا فائدہ کم معلوم ہوا - تو ناچار
اسکے ابطال مین کلام کرنا واجب سمجھا -
اور سکوت ناجائز

ضرر مذہب نیچری

مسلمانون مین خصوصاً مسلمانان اضلاع پنجاب
لاہور - جالندھر - لودہانہ - ہوشیارپور
انبالہ - وغیرہ مین اسکثرت سے پہیلتا جاتا ہے
کہ کس و ناکس عقل کو شریعت پر حاکم بناتا ہے
جو لوگ اردو کے سوائے کسی زبان مین لیاقت
نہین رکہتے - وہ بھی عقل و نیچر کو احکام
شرعیہ پر حاکم جانتے ہین اور برملا کہتے ہین
کہ جس حکم شرعی یا خبر قرآنی کو ہم خلاف
عقل پائینگے - اسپر ایمان نہ لائینگے اور جو نقل کو
پائینگے اسکو حکم خدا نہ مانینگے ان لوگون کا قول ہے کہ نیچر جو انکے نزدیک
عقل کا زینہ اور محافظ از خطا ہے خدا کا فعل ہے
اور مذہب یا شریعت اُسکا قول - اور ایک
سچے خداوند کے قول و فعل باہم مخالف نہین
ہوتے -

بناءً علیہ صدہا اخبار و احکام صحیحہ شرعیہ کو ہنسی
مین اُڑاتے ہین اور بیسیون احکام عقلیہ کو نیچر
پر لگا کر احکام شریعت بناتے ہین - کوئی سود
کو حلال بتلاتا ہے - کوئی جواز استرقاق کو بدعت
سے مٹاتا ہے - کوئی تعدد نکاح کو حرام مثل زنا
ٹہیراتا ہے - کوئی ٹخنہ سے اونچے ازار پہننے کو ہنسی
مین اُڑاتا ہے - کسیکو وجود ملائکہ سے انکار ہے
کسیکو وجود جن و شیاطین مین تکرار ہے - نعیم جنانی

حور و قصور کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا وہ رنڈیوں کا چکلا ہے۔ یا دوزخ کے آلام اور اسکے ملائکہ و زبانیہ کا حال سنتے ہین تو کہتے ہین۔ کیا وہ جیلخانہ یا پولیس کی حوالات ہے۔ اسکی زیادہ تفصیل تمثیل اسمقام مین اجنبی ہے۔ وہ پہر کسی موقع پر وقوع مین آویگی۔ شاید اسی پرچہ کے ضمیمہ مین جو نکلیگا یا آئندہ کسی پرچہ کے ساتھ چھپے۔

اسمقام مین بطفیل مولوی محمد قاسم صاحب الطاف بالاجمال اس مذہب کا بخوبی ہوگا۔ اور بطور کلی و اجمالی اسکے اصل اصول کا ابطال واضح ہوجائیگا۔ ناظرین شائقین ملاحظہ حال مذہب قاسمیہ و نیچریہ اس اصول کو پوری توجہ سے سنین اور سمجھین اور جو قلت علم کے سبب اسکو خود نہ سمجھ سکین وہ اور اہل علم سے اسکو دریافت کرین

مضمون اصل اوّل مین قدیم سے اہل اسلام کے تین قول ہین۔

اوّل قول معتزلہ۔ خوارج۔ شیعہ۔ کرامیہ وغیرہ کہ عقل حسن و قبح اشیا قبل ورود شرع سمجھتی ہے و بناء علیہ اشیاء پر حکم وجوب و حرمت ازخود لگا سکتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ شارع نہ بھی ہوتا۔ اور یہ افعال پائی جاتے تو انپر بحکم عقل یہی احکام لگائی جاتے

دوم قول اشاعرہ کہ عقل ادراک حسن و قبح اشیاء سے بالکل بیکار ہے۔ اور حسن و قبح اشیاء کا فقط بیان شارع مدار ہے۔ جس چیز کا شارع نے حکم دیا۔ وہ اچھی ہے جس سے منع کیا وہ بُری۔ اگر شارع بُری چیز کا حکم دیتا تو اسیکو اچہا کہا جاتا۔

سوم قول ماتریدیہ (حنفیہ) کہ عقل نہ حاکم ہے نہ محض بیکار۔ نہ قبل ورود شرع کسی چیز کا حسن یا قبح سمجھ سکتی ہے۔ نہ بعد ورود شرع محض مقلد و مسلّم بنجاتی ہے۔ بلکہ بعد ورود شرع یہ سمجھتی ہے کہ اچھی چیز مین یہ خوبی ہے۔ اسلئے شارع نے اسکا حکم دیا۔ اور بُری مین یہ برائی۔ اس لئے شارع نے اس سے منع کیا۔ ان اقوال و انکی قائلین کی تفصیل علماء کو معلوم ہے اور ہمارے **اشاعۃ السنۃ** نمبر (۷) جلد اول صفحہ (۱۲۹) مین مرقوم اسلئے اسمقام مین اسپر شہادت و نقل لانے سے تعرض نہین ہوا اور ان اقوال سے قول حق کا احقاق و باطل کا ابطال عمل مین آتا ہے۔ اوّلاً یہ بات معلوم کرنی چاہئے

جیسے حسن و قبح اس معنی کر مستعمل ہی جسکا ذکر عنوان اصل اول مین ہو چکا ہی (یعنی متعلق مدح و ذم دنیاوی و ثواب و عقاب اخروی کا ہونا) ایسا ہی استعمال اُسکا اور دو معنی سے بھی مروج ہے معنی اول یہ کہ حسن وہ ہی جو طبع یا عادت یا غرض دنیاوی کے موافق ہو۔ اور قبیح وہ جو اُسکے مخالف ہو معنی دویم یہ کہ حسن وہ ہی جو صفت کمال سمجھی جاوے جیسے علم و انصاف و رحم دلی۔ اور قبیح وہ جو صفت نقصان شمار ہو۔ جیسے جہل و ظلم اور سنگدلی اِن دو معنی کے رو سے حسن و قبح کے عقلاً ثابت ہونے مین کسیکو نزاع نہین۔ اور نہ ہمکو اسمین کلام ہے۔ اسلئے ہمنے معنی ثالث کو محل نزاع ٹہیرایا ہے۔ اور ہمکو عنوان اصل اول مین مرجح کیا ہی

جب معنی حسن و قبح کے (جو محل نزاع ہین) مقرر ہوئے تو اب احقاق حق و ابطال باطل عمل مین آتا ہے۔

پس واضح ہو کہ قول حق ان اقوال ثلثہ سے قول ثالث ہی جو ماتریدیہ (حنفیہ) کا قول ہی۔ اور قول ثانی جسکے اشعریہ قائل ہین نیز من وجہ صحیح ہے اور اُنکے تطبیق و توفیق مذہب حق سے ممکن و متصور اور قول اول جسکے معتزلہ وغیرہ اہل بدعت قائل ہین سراسر باطل اور محض بی اصل

دلیل نقلی بطلان قول اول پر (جسپر ہمکو اعتماد ہے) یہ ہے کہ اگر حسن و قبح اشیاء قبل ورود شرع عقل سے مفہوم ہو۔ اور اسپر احکام وجوب و حرمت کا لگانا جائز تو چاہیے کہ بدون بعثت انبیاء مجرد عقل سے انسان مکلف باحکام ہو۔ اور ترک ان احکام پر معذب و ملام حالانکہ نص قرآنی اس امر کی مکذب ہے اور قبل بعثت انبیاء عذاب نہونیکی مثبت۔ قال اللہ تعالےٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ترجمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی ہم کبھی عذاب کرنیوالے نہین ہین جب تک رسول نہ بھیجین وقال تعالی رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ترجمہ اور اللہ تعالی نے فرمایا ہی ہمنے رسول خوشخبری سنانیوالے اور ڈرانے والے اسلئے بھیجے ہین۔ کہ لوگونکو رسول پہنچنے کے بعد اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نرہے۔ وہ عذر یہ ہے جو آیت ذیل مین مذکور ہے قال اللہ تعالےٰ

ولو انا اهلكناهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع اياتك من قبل ان نذل ونخزى ترجمہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اگر ہم انکو قرآن یا اور پیغمبر کے

پہلے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے کہ اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم اسکی پیروی کرتے اس سے پہلے کہ ہم دنیا میں ذلیل ہوں اور آخرت میں خوار

اور اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں اور بہت ہیں اور علمائے اسلام نے حسن و قبح عقلی کے ابطال پر انسے استدلال کیا ہے

قال الآمدی فی الاحکام

احتجت الاشاعرة بالمنقول والمعقول اما المنقول فقوله تعالی وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ووجه الدلالة منه انه آمن من العذاب قبل بعثة الرسول وذلك يستلزم انتفاء الوجوب والحرمة قبل البعثة والا لما امن من العذاب بتقدير ترك الواجب وفعل الحرام اذ هو لازم لهما وايضا قوله تعالى لئلا يكون للناس حجة بعد الرسل ومفهومه يدل على الاحتجاج قبل البعثة ويلزم من ذلك نفي الواجب والمحرم

امام آمدی نے کتاب احکام میں کہا ہے اشعریوں نے اپنے مذہب پر نقلی و عقلی دلیل قائم کی ہے۔ نقلی یہ قول اللہ تعالی کا ہے ہم عذاب کرنیوالے نہیں جبتک رسول نہ بھیجیں۔ وجہ دلالت اس آیت کی اس مذہب پر یہ ہے کہ اللہ تعالی نے قبل رسول بھیجنے کے عذاب کرنیسے امن دیا۔ اس سے لازم آیا کہ قبل رسول بھیجنے کے واجب و حرام کا وجود نہیں ہے۔ اسلئے کہ درصورت ترک واجب اور فعل حرام کے عذاب سے امن نہوتا۔ اسلئے کہ ترک واجب و فعل حرام کو عذاب لازم ہے اور نیز یہ قول اللہ تعالی کا کہ اللہ تعالی نے رسول اسلئے بھیجے ہیں کہ لوگوں کو بعد بھیج جانے رسولوں کے حجت اور کلام نرہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ قبل رسول بھیجنے کے انکو حجت اور عذر و کلام ہے اور اس سے وجود

واجب وحرام کی نفی لازم آتی ہے

قال البغوی فی تفسیر الآیة الاولی وفیه دلیل علی ان ما وجب وجب بالسمع لا بالعقل

بغوی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے - اسمیں اسبات پر دلیل ہے کہ جو واجب ہے شریعت سے واجب ہے عقل سے واجب نہیں

وفی تفسیر الآیة الثانیة فیه دلیل علی ان الله تعالی لا یعذب الخلق قبل بعثة الرسول قال الله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

اور دوسری آیت کی تفسیر میں کہا اسمیں یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالی مخلوق کو رسول بھیجنے کے پہلے عذاب نہ کریگا - خدا تعالی یہ فرماتا ہے ہم کبھی عذاب نہیں کرتے جبتک رسول نہ بھیجیں

وقال البیضاوی فی تفسیر الآیة الاولی فیه دلیل علی انه لا وجوب قبل الشرع وفی تفسیر الآیة الثانیة فیه تنبیه علی ان بعثة الانبیاء الی الناس ضرورة لقصور الکل عن ادراک جزئیات المصالح والاکثر عن ادراک کلیاتها

بیضاوی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے - اسمیں اسبات پر دلیل ہے کہ قبل ورود شرع وجوب کا وجود نہیں ہے اور دوسری آیت کی تفسیر میں لکھا ہے - اسمیں اسبات پر تنبیہ ہے کہ رسولوں کا لوگوں کی طرف بھیجنا ضروری ہے کیونکہ جزئیات (فروعات) احکام کے ادراک سے سب عقلاء قاصر و عاجز ہیں - اور کلیات (اصول) کے ادراک سے اکثر عقلاء

وقال الشوکانی فی تفسیر الآیة الاولی ان الله سبحانه وتعالی لم یترکهم سدی ولا اخذهم قبل اقامة الحجة علیهم والظاهر لا یعذبهم لا فی الدنیا ولا فی الآخرة الا بعد الاعذار الیهم بارسال الرسل

شوکانی نے پہلی آیت کی تفسیر میں کہا ہے - کہ اللہ تعالی نے اسمیں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالی نے انکو بیکار نہیں چھوڑا - اور نہ قبل اقامت حجت (اپنے بھیجے رسولوں کے) انپر مواخذہ کیا ہے - اور ظاہر معنی آیت کے یہ ہیں کہ دنیا و آخرت دونو جہان میں انکو عذاب نکرے جبتک انکا عذر دور نکرلے اور

رسول نہ بھیجدے

وبه قالت طائفة من اهل العلم وذهب الجمهور الى ان المنفى هنا هو عذاب الدنيا لا عذاب الآخرة

یہی معنی ایک جماعت اہل علم نے کئے ہین۔ اور کثر لوگ یہ کہتے ہین کہ یہان جس عذاب کی نفی ہے وہ عذاب دنیا ہے نہ عذاب آخرت

وفيه دليل على ان ما وجب انما وجب بالسمع لا بالعقل

اس آیت مین اسبات پر دلیل ہے کہ جو واجب ہوا وہ شرع سے واجب ہوا نہ عقل سے

وفي تفسير الآية الثانية وفيه دليل على انه لو لم يبعث الرسل لكان للناس عليه حجة في ترك التوحيد والطاعة وعلى ان الله لا يعذب الخلق قبل بعثة الرسل كما قال وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا

اور دوسری آیت کی تفسیر مین کہا ہے۔ اسمین اس مسئلہ کی دلیل ہے۔ کہ اگر اللہ تعالی رسول نہ بھیجتا تو لوگونکو توحید و طاعت الہی چھوڑ دینے مین خدا کے سامنے عذر باقی رہتا۔ اور اسبات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالے لوگونکو رسول بھیجنے سے پہلے عذاب نہین کرتا چنانچہ فرمایا ہے۔ ہم کبھی عذاب کرنیوالے نہین جبتک رسول نہ بھیجین

وفيه حجة لاهل السنة على ان معرفة الله لا يثبت الا بالسمع

اسمین اسبات کی بھی سند ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت بھی (جیسے کہ چاہئے) شرع کے سوائے حاصل نہین ہوتی۔

وفي تفسير الآية الثالثة وقد قطع الله معذرة هؤلاء الكفرة بارسال الرسول اليهم قبل اهلاكهم ولهذا حكى الله عنهم انهم قالوا بلى قد جاءنا نذير فكذبنا وقلنا ما نزل الله من شيء۔

اور تیسری آیت کی تفسیر مین کہا ہے۔ اللہ تعالے نے قبل ہلاک کرنے کفار کے رسول بھیجکر انکا عذر دفع کر دیا۔ اسیواسطے ان سے یہ حکایت کی ہے کہ وہ اقرار کرینگے کہ بیشک ہمارے پاس رسول آیا۔ پر ہمنے اسکو جھٹلایا اور کہا خدا نے کچھ بھی نہین اتارا۔

معتزلہ وغیرہ قائلین حسن وقبح عقلی ان آیات کے جوابات مین یہ کہتے ہین (۱) لفظ رسول سے مراد یہان عقل ہے اسلئے کہ وہ بھی ایک ہادی وسچا رسول ہے (۲) جس عذاب کے قبل رسول پہنچنے کے ان آیات مین نفی ہے۔ اس سے مراد عذاب دنیاوی ہے۔ اور دنیاوی عذاب کے نہونیسے اخروی عذاب کا نہونا لازم نہین آتا۔

انکا جواب یہ ہے

(۱) رسول عقل کے پہنچنے سے پہلے تو کسیکی معذب ہونیکا خوف واحتمال نہ تھا۔ پھر اللہ تعالے نے اس سے اپنی برات کیون کی۔ اور بندون کو اس سے تسلی کیون دی۔ یہ عذر یا اعتراض تو کسی کی جانب سے متوقع نہ تھا کہ ہمارے پاس رسول عقل نہین پہنچا۔ ہمنے جنون یا صغر سنی مین زمانہ بسر کیا۔ پھر ہمکو واجب عقلی کے ترک پر کیون معذب کیا۔ یا انہہ یہ قول اللہ تعالے نے کیون فرمایا۔ اور کس عذر یا اعتراض کا اس سے ازالہ کیا؟ اور نیز جس عذر وحجت کے ازالہ کے لئے اللہ تعالے نے دوسری آیت نازل فرمائی ہے اسمین رسول عقلی کے نہ پہنچنے کا ذکر نہین۔ بلکہ اس رسول کا ذکر ہے جسپر وحی نازل ہوئی۔ اور قرآن اترا اور اسکو لوگون نے جھٹلایا چنانچہ تیسری آیہ کا صریح ہے

(۲) جس عذاب کی رسول پہنچنے سے پہلے نفی ہے اسکو عذاب دنیا سے خاص کرنا تخصیص بلا مخصص ہے اور بلا وجہ ابطال اطلاق نص ومع ذلک وہ بیفائدہ ہے ومحض عبث۔ اسلئے کہ عذاب دنیا کے نہونیسے عذاب آخرت کا نہونا یقیناً سمجھا جاتا ہے اور یہ اسکو لازم نظر آتا ہے اسلئے کہ عذاب دنیا بہ نسبت عذاب آخرت خفیف ہے اور ادنی ہون۔ اور عذاب آخرت اسکی نسبت شدید ہے وسخت تر۔ اور جبکہ رسول پہنچنے سے پہلے عذاب ادنی کی نفی ان آیات سے متعین ہے تو عذاب شدید کی نفی بطریق اولی متعین ہونی چاہئے۔ یا یون کہو کہ جسحالت مین بموجب آیات مذکورہ رسول پہنچنے سے پہلے ترک واجب عقلی پر عذاب دنیا کا ہونا غیر متصور ہے تو عذاب آخرت کا ہونا کب متصور ہے

اور اس خداوند رحیم و عادل کی یہ کب شان
ہے کہ قبل ارسال رسل و اقامت حجت دنیا مین
تو بندون کو معافی دے۔ اور آخرت مین گرفتار عذاب
کرے۔ لاجرم عذاب دنیا کی نفی کو عذاب آخرت
کی نفی لازم ہے۔ اور وہ تخصیص بلا مخصص مفسر
عبث ہے و کالعدم۔

یہ دلائل تو اسکے لئے ہین جو قرآن کو مانتے
اور انبیاء کو برحق جانتے۔ یعنی فریق اہل سنت
اور انکے مقابل معتزلہ و خوارج اہل بدعت۔ یا مسلمانون
مین سے نیچری مذہب کے لئے۔ رہے وہ لوگ جو قرآن
کو نہین مانتے اور نیک و بد کی عقل تمیز کے لئے
رسالت کو ضروری نہین جانتے جیسے برہم سماج
یا اسکی نیچرلسٹ (جنکا ایک شعبہ ہمارے مسلمان
بھائیون مین آ ملا ہے) سو انکا افہام یا افحام اکثر
دلائل عقلیہ سے ہوگا جنکو بطور الزام پیش کیا
جاتا ہے۔

دلائل عقلیہ بطلان قول اول پر جنکا ذکر
بطور الزام ہے (نہ بوجہ تحقیق و الزام) یہ ہین جو
نمبروار پیش ہوتے ہین۔

دلیل اول عدم وجدان الدلیل یعنی عقل کے مثبت
احکام و مدرک حسن و قبح ہونے پر کسی دلیل کا پایا نہ جانا

تفصیل اسکی یہ ہے کہ ادلہ ثبوت مسائل و دعاوی
دو ہی قسم ہوتے ہین **عقلی یا نقلی**۔ اور
عقل کے مثبت و مدرک ہونے مین دونو قسم دلائل کا
وجود نہین۔ یا یون کہئے کہ دونو سے اثبات
اس مسئلہ کا ممکن نہین۔

دلائل عقلیہ سے اسلئے ممکن نہین کہ عقل کا مثبت
احکام ہونا تو عین محل نزاع ہے۔ اور اصل
دعوی۔ پس اسی کے اثبات کے لئے اسیکا
دلیل ہونا کیونکر ممکن ہے۔

دلائل نقلیہ سے اس لئے ممکن نہین کہ نقلی
دلیل کوئی اس باب مین ثابت نہین جس سے
عقل کا مثبت احکام و مدرک ہونا صراحۃً یقیناً
معلوم ہو۔ اور اگر بالفرض کوئی دلیل ظناً یا
یا اشارۃً اسپر دلالت بھی کرے تو وہ ثبوت
محل نزاع کیواسطے کافی نہین۔
نزاع ادراک حسن و قبح اشیاء مین قبل ورود
شرع و نقل کے ہے پس اسکا اثبات شرع سے
قبل وجود شرع کیونکر ہو سکتا ہے یعنی جسوقت شرع
نہ تھی اسوقت ثبوت اس مسئلہ کا بدست آویز
شرع کیونکر ممکن تھا۔

فما حرمتہ وقرتہ احسن زام رحم مما قالہ

الآمدی فی الاحکام حیث قال واما من جہة المعقول فان ثبوت الحکم اما بالشرع او بالعقل او بالاجماع ولا شرع قبل ورود الشرع والعقل غیر موجب ولا محرم لما سبق فی المسئلة المتقدمہ فلا حکم

ترجمہ اسکا وہی ہے جو ہمارے بیان میں گذرا

دلیل دوم عقل انسانی (جس سے ہم جملہ افراد انسان کی عقل مراد رکھتے ہیں) ادراک حسن و قبح اشیاء میں مختلف ہے۔ ایک انسان ایک چیز کو اچھا سمجھتا ہے دوسرا اسکو برا۔ بلکہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ایک چیز کو اچھا سمجھتا ہے۔ دوسرے وقت میں برا۔

میں ایسی باتوں میں اختلاف عقل کا ذکر نہیں کرتا جو شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک عاقل کی عقل یا خیال یا برتاؤ میں نہیں آتیں۔ بلکہ ایسی باتوں میں اختلاف کا مدعی ہوں جنکی طرف سب عقلاء کی توجہ ہے اور ہر ایک کی بحث ہو رہی ہے۔ پھر وہاں اتفاق رائے عقلاء کا پتہ نہیں دیکھو وجود عالم یا وجود خالق یا توحید خالق عز اسمہٗ ہماری تمہاری عقل کی رو سے کیسے فطریات یا بدیہیات یا یقینیات نظریات سے ہیں مگر کئی جماعات عقلاء کو انمیں بھی اختلاف ہے سو **فسطائیہ** وجود عالم ہی کے منکر ہیں اور ہر چیز کو محض خیال اور وہم بتلاتے ہیں۔

دہریہ وجود خالق کے منکر ہیں۔ اور عالم کو مستغنی از خالق جانتے ہیں۔

مجوس وغیرہ توحید ذات باری کے منکر ہیں اور تعدد خالق کے قائل۔ ایک کو خالق خیر سمجھتے ہیں دوسرے کو خالق شر۔

اور توحید صفات میں اس سے زیادہ اختلاف ہے اور توحید عبادت میں اس سے بڑھکر۔

جب ایسی یقینیات میں آراء عقلاء موجود ہے تو بناءً علیہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عالم کی کسی چیز میں اتفاق عقلاء کا وجود نہیں اور کوئی چیز اختلاف سے خالی نہیں ہے۔ یہ تو ادراک واقعات وحقائق موجودات میں عقل کا اختلاف ہے۔

رہا اختلاف ادراک صفت حسن و قبح موجودات میں سو محتاج بیان نہیں ——

روی زمین کے مختلف اشخاص اس حسن و قبح میں مختلف و متناقض خیالات رکھتے ہیں۔ اور صدہا مذاہب عقلیہ اسی اختلاف سے پیدا ہوئے ہیں کوئی توحید عبادت کو برا سمجھتا ہے۔ اور جعل

الالہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشئ عجاب
پکار رہا ہی - کوئی اسکو بعض اشراک کو برا خیال کرتا ہے
کوئی انسان ہو اور عار رسالت برا سمجھتا ہی - وما انتم
الا بشر مثلنا وما انزل الرحمٰن من شئ ان انتم
الا تکذبون کا دم مارتا ہے - کوئی اُسکے
خلاف ہے
باوجود یکہ یہ سب عقلا ہیں اور جو کہتی ہیں بحکم
عقل کہتی ہیں -
مجھے اس مقام کے مناسب ایک **لطیف حکایت**
یاد آئی ہے جو مینے زمانہ طالب العلمی سنہ ۱۸۶۲
۱۸۶۳ عیسوی میں **سید احمد خانصاحب**
کی زبانی بمقام علیگڈہ سنی ہی -
میں ایکدن سید احمد خانصاحب کے مکان پر مولوی
فیض الحسن صاحب سہارنپوری کے پاس
بیٹھا تھا ناگاہ سید احمد خانصاحب اپنے کمرہ سے تشریف
لائے اور یہ کلمہ کہکر بدون اتباع پیغمبر یونہی توحید
کی راہ پر چلنا دشوار ہی) فرماکر کسی کتاب
تواریخ سے یہ حکایت نقل کی کہ افلاطون یا
ارسطو نے مرنے کیوقت یہ وصیت کی تہی
کہ فلانے بُت کے نام میری طرف سے ایک مرغا
ذبح کرنا "

لیکن مظاہر عقل کا یہاں تک پرواز ہی - اور توحید
جیسے روشن مسئلہ میں اتنی بڑی عقلا کی یہ
روش و انداز - جب ادراک عقل کی یہ قوت
و جولانی ہے - تو وہ حسن وقبح کے سمجھنے وادرا
مدرک حسن وقبح احکام کی اصلی حاکم کیونکر ہو سکتی
ہے -
یہ ہو تو اجتماع نقیضین لازم آوے جو قائلین
حسن وقبح عقل کے نزدیک محال ہی - یا حسن
وقبح کا وجود جہان سے اُٹھہ جاوے جسکا
خلاف اصل مسئلہ مین مفروض ہی -
اس دلیل کو دوم کا مضمون سید احمد خانصاحب
بہی اپنی تہذیب الاخلاق مین لائی ہین -
اور اسی کی مدد سے بزعم خود نبوت کا ثبوت بہم پہنچاتے
ہین -
اس مقام مین نقل کرنا کلام جناب کا افہام اتباع
جناب کے لئے مناسب سمجھتا ہون - اور جس امر مین
ہماری آپکی نزاع ہے اسمین جناب کو الزام دینے
کے لئے اسکو کارآمد دیکھتا ہون -
آپ بضمن پرچہ نمبر ۲ جلد ۲ فرماتے ہین -
مضمون نمبر ۲۰۳
کانشنس

کانشنس یعنی وہ قوت ممیزہ جو خدا نے ہر ایک
انسان کے دل میں پیدا کی ہو اور جو نیک و بد کاموں
میں تمیز کرتی ہو۔ انسان کے لیے سچا ہادی
اور اصلی پیغمبر ہے —
یہ وہ مسئلہ ہو جسپر اس زمانہ کے آزاد منش اور انسان
کو مختار اپنے افعال کا ماننے والی ہر مذہب یا شرع
کا اصل اصول قرار دیتے ہیں۔ مگر درحقیقت یہ مسئلہ
ایک بہت بڑا دہوکا ہو —
کیا کانشنس کوئی ایک جدا قوت ہے جو انسان
میں جداگانہ اسکی ہدایت کے لیے خدا نے پیدا کی
ہے۔ حالانکہ اسکا کچھ ثبوت نہیں۔ اور اگر فرض
بھی کرلیں تو اس سے کوئی نتیجہ سچی ہدایت اور
اصلی رہنمائی کا نہیں — کانشنس نہایت عمدہ چیز ہے
اور انسان کو برائی سے بچانے اور بھلائی کیطرف
راغب کرنیکو بہت اچھا رہنما ہو۔
مگر درحقیقت وہ ایک حالت انسان کی طبیعت کی
ہے۔ اور اسکی تربیت کا ایک نتیجہ ہو۔ پس فی
نفسہ وہ کوئی چیز نہیں بلکہ تربیت سے یا خیالات
سے جو کیفیت انسان کی طبیعت میں پیدا ہوتی
ہو اسکا یہ نام ہے —
اگر فی الواقع وہ ایک قوت رہنمائی کے
لیے بمنزلہ ایک پیغمبر کے انسان میں ہو تو ضرور ہے
کہ وہ تمام انسانوں کے لیے یکساں رہتا ہو۔ یعنی
جس بات کو ایک انسان نیک سمجھے اسکو تمام انسان
نیک سمجھیں۔ اور جس بات کو ایک انسان بد جانے
وہ سب انسانوں کے نزدیک بد ہو۔ مگر کانشنس
انسانوں کی مختلف بلکہ متضاد بلکہ نقیض باتوں کی
طرف رہنمائی کرتا ہو اور وہ دونوں سچی ہدایتیں
نہیں ہو سکتیں۔
اس شبہ کی نسبت کہ ان متناقض کانشنسوں
میں ایک غلط اور صرف دہوکا ہوگا ہنری
طامس بکل نے نہایت عمدہ بات کہی ہو
کہ ایسی حالت میں "ہم پوچھینگے کہ وہ کونسی چیز
ہے جو صحیح اور غلط یا سچی اور جہوٹی کانشنس
میں تمیز کرتی ہو" یہ کہا جاسکتا ہو کہ ہر ایک انسان
فی نفسہ ایک جداگانہ مخلوق ہو۔ اور ہر ایک کا
پیغمبر یعنی اسکا کانشنس خود اسکے ساتھ ہے
اور اسلیے مجموعی اتحاد کانشنس کی کچھ ضرورت
نہیں ہو۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے پیغمبر کی ہدایت پر
چلنا چاہیے۔ تو یہ کہنا بھی درست نہوگا —
کیونکہ ابھی تک یہ ثابت نہیں ہوا ہو کہ کانشنس
درحقیقت ایک جداگانہ مخلوق قوت انسان

کی رہنمائی کے لئے ہے - بلکہ ابھی تک جو
معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ طبیعت کی ایک
حالت ہے - اور اگر یہ بات ہے تو بقول مسٹر بکل
کے بحث ختم ہوگئی"

علاوہ اسکے جبکہ ہر ایک کا کانشنس اسکا رہنما
پیغمبر ٹھیرا - اور ایک دوسرے کے کانشنس میں
اختلاف و تناقض کا وجود بالیقین پایا گیا -
تو ان دونو کا صحیح ہونا بھی جو ایک دوسرے
کے نقیض ہیں ضرور ماننا پڑیگا - شاید انکا
تناقض نسبت یا حیثیت کی مدد سے رفع کیا جاویگا
اور یوں کہا جاویگا - کہ رام دین کا مہادیو
کی مورت کو پوجنا اسلئے نیک ہے کہ اسکا
کانشنس اسکو نیک بتاتا ہے - اور محمود غزنوی
کا سومنات کے بت کو توڑنا اسلئے نیک ہے کہ
اسکا کانشنس اسکو نیک بتاتا ہے تو اسکے یہ معنے
ہونگے کہ دنیا میں درحقیقت نیک و بد کوئی چیز
نہیں ہے بلکہ صرف خیال ہی خیال ہے - کوئی
اہل مذہب تو یہودی ہو یا عیسائی مسلمان ہو
یا ہندو - بدھسٹ ہو یا برہمو - اسبات کو تسلیم
نہیں کریگا - باقی رہا دہریہ - وہ بھی اسبات کو
قبول نہیں کر سکتا - کیونکہ بالفرض اگر ثواب
وعقاب ایک شی معدوم ہو تو بھی خود دہریہ اس
دنیا میں ہمکو وہ باتیں بتاتا ہے جو کرنے اور
نہ کرنے کے قابل ہیں - اور انہیں کو ہم دوسرے
لفظوں میں نیک و بد سے یا ممنوع و جائز سے
تعبیر کرتے ہیں -

قطع نظر اسکے اگر ایک شخص کا کانشنس ہمیشہ ایک
ہی حال پر رہتا تو بھی یقین ہو سکتا کہ اسکا پیغمبر اسمیں
ہے مگر وہ ایک حالت پر بھی نہیں رہتا - عمر کے
لحاظ سے تجربہ کی ترقی سے صحبت کے اثر سے
معلومات کے بڑھنے سے خیالات کے تبدیل ہونے سے
بالکل بدلتا رہتا ہے - جیسا کہ مسلمان کا عیسائی ہونے
پر - عیسائی کا مسلمان ہونے پر - ہندو و مسلمان و
عیسائی کا برہمو ہونے پر - برہمو کا دہریہ ہونے پر
کانشنس بالکل بدل جاتا ہے - اور وہ پہلے کو
جسکی سچائی پر یقین کامل رکھتا تھا بالکل غلط
اور جھوٹا سمجھتا ہے - پس یہ صاف دلیل اسبات
کی ہے کہ انسان کا کانشنس اسکا پیغمبر اور سچا رہنما نہیں
ہو سکتا - بقول مسٹر بکل صاحب کے "کہ اگر بعض
باتو نمیں کانشنس ہمکو دھوکا دیتا ہے تو کیونکر
یقین ہو سکتا ہے کہ اور باتو نمیں دھوکا نہ دیگا"
پس صحیح اور غلط کانشنس میں تمیز کرنے کو

کو دوسری کسی چیز کا ہونا لازم ضرور ہے۔ یا اس مطلب کو یون ادا کرو کہ ہمارے لئے کسی ایسی دوسری چیز کا ہونا ضرور ہے جسکے سبب ہمارا کانشنس یعنی ہماری طبیعت کی حالت ایسی ہو جاوے کہ ہمارے سچی رہنما اور سرا سچے پیغمبر کے ہوں۔

یہ ملخص کلام جناب ہے۔ اسکے بعد جو آپنے اسپر ثبوت نبوت کو متفرع کیا ہے اسکا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔ ایک سوال آپنے اس عنوان سے وارد کیا ہے۔ "ہماری طبیعت کی حالت ایسی کیونکر ہو جو ہمکو دھوکہ ندے" پھر اسکا جواب امور ذیل کے ضمن مین ادا کیا۔

(۱) انسان بہ نسبت حیوانات کی نسبت علمی و روحانی ترقی کی لیاقت رکھتا ہے۔

(۲) انسان کی روحانی ترقی صحیح اخلاق یا مذہب کے پیدا کرنیسے ہو سکتی ہے۔

(۳) اخلاق یا مذہب کا صحیح و سچا ہونا قانون قدرت سے جسمین ذرہ اختلاف نہین وہ چھوٹے سے چھوٹے مین بھی ویسا ہی جیسا بڑے سے بڑے پہاڑ مین ہے فکر کرنے اور اخلاق کو اسکے مطابق کرنے سے ہو سکتا ہے۔

(۴) بوجہ مذکور صحیح اخلاق یا مذہب کے پیدا ہونیسے انسان کی طبیعت ایسی حالت پر ہو سکتی ہے جو ہمکو دھوکہ ندے۔

پھر یہ عنوان قائم کیا ہے۔ انسان کی طبیعت کو ایسی حالت پر کرنیکے لئے جو کبھی دھوکا نہ دے ہادی کا ہونا ضرور ہے جسکو ہم دوسری زبان مین نبی یا پیغمبر یا رسول کہتے ہین" اسکا ثبوت بضمن امور ذیل پیش کیا ہے۔

(۱) بیشک قانون قدرت کے مطالعہ غور سے اخلاق صحیحہ کا پیدا ہونا ممکن و متحقق ہے۔ ولیکن ایسے لوگ جو مجرد فکر و غور سے مطلب کو پہنچاین صدیون در صدیون مین کم ہوئے ہین۔

لابد حکمت الہی اس امر کی متقضی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے لوگونکو بھی پیدا کرے کہ اخلاق صحیحہ کے علم و بیان کا وہبی ملکہ رکھین اور اپنی فطرت و جبلت سے ان اخلاق تک واصل ہون اور بیان کرین۔

(۲) پہلا شخص جو قانون قدرت مین فکر و غور کرنیسے اخلاق صحیحہ کو پہنچا ہے۔ وہ اپنے وصول مین مشتبہ رہتا ہے کہ پہنچا ہے

یا نہین - اور دوسرا جو دہی لکھ دیا گیا ہے یقیناً واصل ہو جاتا ہے —

اور نیز پہلا شخص اپنے اصطلاحات عوامفہم پر عوام کو مطلع نہین کر سکتا - اور دوسرا اپنی ہی تسلیم کو عامہ خلائق تک پہنچا سکتا ہے - ان دو وجہ فرق سے لائق منصب رہنمائی عامہ خلائق وہی دوسرا شخص ہے جسکو پیغمبر کہا جاتا ہے

(۳) پہلا شخص کو پیغمبر نہین وہ - نہ وہ اس منصب کے لائق ہے - ولیکن جو پیغمبروں نے اخلاق متعلقہ بیان کئے ہین وہ دریافت کر سکتا ہے -

اس امر سوم کی تائید مین آپنے یہ بھی کہا ہے ہمارا یہ اصول نہایت سچا ہوا ہے کہ انسان صرف بسبب عقل کے جو اسمین ہے مکلف ہوا ہے پس جس بات پر وہ مکلف ہوگا ضرور ہے کہ وہ فہم انسانی سے خارج نہو - ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے جو محال و ممتنع ہے - بس جن اخلاق کے پکڑنے اور چھوڑنے پر انسان مکلف ہے وہ ضرور عقل انسانی سے خارج نہین بس کسی شخص کا بذریعہ اکتساب انکو یا انہین سے بعض کو بالذات نہ منافی ہدایت کی ہے نہ منافی رسالت کے اور یہی سبب ہے کہ متعدد اقوال اور اصول بعض حکماء کے بالکل مطابق اقوال اور اصول انبیاء کے پائے جاتے ہین اور ان باتون سے انبیاء کی نبوت کو زیادہ تر تقویت ہوتی ہے - ان نازک معاملون مین تدبر درکار ہے "۔

پھر ایک سوال اس عنوان کا وارد کیا ہے "اگر ایسی ہدایت کا ہونا ضرور ہے تو انکی تصدیق کی کیا صورت ہے؟" اسکے جواب مین آپنے مخاطبین انبیاء کو چار قسم ٹھیرایا ہے اوّل وہ جو قانون قدرت پر کلا و جزاً مطلع ہین - دوم وہ جو از خود اطلاع نہین رکھتے مگر سمجھانے سے سمجھ جانے کا ملکہ رکھتے اور سمجھ جاتے ہین

سوم وہ جنمین یہ ملکہ بھی نہین ولیکن جبلی استقامت و سعادت کے سبب حق بات کو مان لیتے ہین -

چہارم وہ جو سمجھ بوجھ رکھتے ہین - پھر دیدہ دانستہ غرور یا شرم یا نفسانیت سے نہین مانتے - جیسے ابوجہل پھر کہا - آل فرعون

ہین اس سوال پر بحث کرنے والے وہی لوگ
ہوسکتے ہین جو پہلے اور چوتھے یا دوسرے
فرقہ مین داخل ہین - اور الحمد ہم اس سوال کا
یہ جواب دیتے ہیں کہ اس ہادی کی تعلیمونکا
ہم قانون قدرت سے مقابلہ کرینگے -
اور بعد اس رہ مہ کے علم وعقل وتجربہ کے
اُن دونوں اصولونکو تلاش کرینگے جو
اشنا یا بعد سمجھنے وسمجھانے کے دریافت
ہوے ہیں اگر مطابقت پاوینگے تو تمیز
کرینگے کہ بلاشبہ وہ ہادی ہے
ھذا آخر ما لخصہ من کلامہ

اس کلام سے جو ہماری دلیل دوم کی تائید
وتصدیق ہورہی ہے سو عیان ہے -
اور جو اس سے کاتس (یعنی عقل انسانی)
کا بدون رہنمائی ہادی کے واقعی ادراک
حسن وقبح اشیار سے عاجز ہونا ثابت ہوتا
ہے وہ مستغنی از بیان -
ومع ذلک اسکو اس سے کچھ تخالف بھی
ہے - اور وہی فیما بین ہمارے اور آپکے
موجب نزاع واختلاف ہوا اور اسی سے
تعرض کرنے کے لئے ہمنے اُس تمام
کلام کو نقل کیا ہے -

وہ یہ ہی کہ آپنے باوجود اثبات اس امر کے
کہ عقل انسانی واقعی ادراک حسن وقبح اشیا سے
عاجز ہے اور بدون رہنمائی ہادی کے
وہ بیکار ہے - اور دہوکہ دینے کے سبب
وہ بے اعتبار - پہر اسی عاجز ودہوکہ باز کو
اس ہادی کا ممتحن بنا دیا - اور اس ہادی
کی تعلیم (صحیح اخلاق) کی سچائی کا معیار
اسی خطاکار کو ٹہیرایا -

ہمارے نزدیک یہ ڈبل غلطی ہے - اور
عقل انسانی اس ٹہوئی یا عہدہ کے لائق
نہین -

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ہماری مراد اس سے یہ نہین کہ سچے ہادی
کی تعلیم قانون قدرت کے موافق نہین ہوتی
یا اسکی کوئی بات عقل مین نہین آتی -
بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ عقل انسانی اس گمراہی
ونارسائی کے ساتھ (جسکے آپ معترف
ہین) اس داروغاسی کے لائق
نہین کہ جس بات کو ہادی کے وہ قانون
قدرت کے موافق سمجھ لے اسکو سچ مانے

اور پھر اسکی سمجھہ مین نہ آوے اسکو جھوٹ جانے۔
اس طرح دہوکا کہانے کے لائق وہ تب ہوتے جبکہ جملہ
حقایق کے واقعی ادراک مین وہ پاس ہو جاتے
اور عجز و خطا سے بری سمجھے جاتے - یا یہ کہ قانون
قدرت کی کتاب کوئی ایسی بن جاتی - جسمین
عقل کے فہم و ادراک کی مداخلت نہوتی -
اور اسمین عقل کی اس تصرف و دہوکہ بازی
کی گنجایش نرہتی - کہ جس امر کو وہ چاہے اس
قانون کے موافق بتادے جسکو چاہے
خلاف قانون ٹھیرادے -

اور جس حالتمین نہ عقل نے وہ درجہ پاس کیا ہے
نہ قانون قدرت کی کوئی ایسی کتاب بنی ہے
تو ایسے بدلیاقت یا بددیانت کو ایسے نازک عہدہ
پر مامور کرنا اور ایسے مجمل و مبہم ذو معانی کتاب کو
اسکے لیے دستور القضاء (قانون فیصلہ) ٹھیرا دینا
کب جائز ہے - جس نے اس عہدہ پر مامور ہونے
سے پہلے دہوکہ بازی و جعلسازی کی - اس سے
اس عہدہ کے فرائض و فیصلجات مین دہوکہ
بازی نہوگی؟ اور وہ بات **سر سید** کی
کہ اگر بعض باتون مین کانشنس ہکو دہوکہ
دیتا ہے تو کیونکر یقین ہو سکتا ہے کہ اور باتو نمین
دہوکہ نہ دیگا - یہان صادق نہ آوے گی ؟

یہ بات تو ہماری آپ کی مانی ہوئی
ہے - اور اسمین بحث و نزاع کی جگہہ باقی نہین رہی

رہی دوسری بات کہ قانون قدرت مین ایسی
کوئی کتاب تصنیف نہین ہوئی جسمین عقل
کی مداخلت یا دہوکہ دہی کی گنجایش نہو - سو یہی
بحکم الانصاف مشاہد و محل نزاع و اشتباہ نہین رہے

قانون قدرت اسی نظام عالم اور اسکی
بناوٹ کا نام ہے جسکو عقل انسانی کچھ کچھ سمجھ
رہی ہے - کہ آسمان کی یہ حقیقت ہے اور زمین
کی یہ - انسان کی یہ ماہیت و خواص ہیں یا
اور حیوان کے یہ وعلی ہذا القیاس

اور اس مجموعہ حقائق و خواص اشیاء کے
بیان مین حقتعالے نے کوئی کتاب نہین بنادی
جسمین ان سب کی تشریح ہو اور نہ اشیاء کو زبان
قال دی ہے جس سے ہر ایک چیز اپنی اپنی حقایق
و تاثیرات و صفات کے مظہر و مبین ہو - بلکہ
انکی حقائق و صفات کا تعین و تقرر ہر کسی نے
اپنی عقل سے کیا ہے - اور جو کچھ کسیکی سمجھہ مین
آیا ہے اسیکو اسنے قانون قدرت یا دیوان فطرت
(جو اسکی زبان نیچر کہلاتا ہے) ٹھیرا دیا ہے ؟

یہی وجہ ہے کہ جسقدر عقول والوں کا عقل میں اختلاف ہے۔ اسیقدر تشریح قانون قدرت میں اختلاف ہے اور اس قانون کا حال موم کی ناک یا اندہے کے ہاتھی کا سا ہو رہا ہے

کوئی کہتا ہے وجود آسمان جسمانی ہے)

کوئی کہتا ہے محض خیال ووہمی ہے۔

کوئی سورج چاند وغیرہ ستاروں کی حرکت کا قائل ہے۔

کوئی برخلاف اسکے حرکت زمین کیطرف مائل ہے

کوئی آگ کا پانی ہونا۔ اور پانی کا ہوا ہونا اتحاد ہیولے عناصر کے سبب جائز سمجھتا ہے

کوئی ان سبکو محال خلاف نیچر خیال کرتا ہے و بناء علیہ معجزات انبیاء کو باطل کر رہا ہے –

وعلی ہذا القیاس۔

یہ **اختلاف** عوام الناس وجہلاء میں نہیں جنکو آپ عقل سے معرّی ٹھیراویں – یا نوع انسان سے خارج کردیں بلکہ خاص کر اُن عقلاء میں ہے جنکو آپ حکماء بتاتے ہیں اور ادراک حقائق و حکم میں ہمسر انبیاء فرماتے ہیں – اور قانون قدرت پر مطلع خیال کرتے ہیں

تفصیل اقوال اختلافات ان لوگونکی کی **کتب فلسفہ** وکلام میں ہر قوم ہر وعلماء کو بخوبی معلوم – ولیکن چونکہ اتباع جناب غالباً علم فلسفہ ومذاہب حکماء سے بیخبر ہیں – اسیوجہ سے آپکو عوام سے حرکت سمجھتے ہیں اور ان نحوں میں رحو آپنے فلسفیونکی تقلید سے کہہ رکھی ہیں آپکو مجدد و مجتہد خیال کرتے ہیں – اسلئے وہ میری ان باتونکو بدون تفصیل نمانینگے – اور مقابلہ اس قول جناب کے " کہ قانون قدرت میں ذرہ اختلاف نہیں" اسکو خلاف واقع مانینگے –

لہذا اسنت نمونہ خروار و یکی از ہزار کی تفصیل سے تعرض کیا جاتا ہے۔

واضح ہو کہ عنصریات (بسائط و مرکبات) و فلکیات وغیرہ طبعیات اور الٰہیات کوئی اختلاف سے خالی نہیں (منجملہ انکی ہر ایک کی تمثیلات اختلاف کو نمبروار نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) اجسام کے قدیم وحادث ہونے میں حکماء کے **تین قول** ہیں –

بعضے کہتے ہیں کہ اجسام بذات وصفات حادث ہیں –

ارسطو اور اسکے تابع کہتے ہین - وہ بذات وصفات قدیم ہین - **افلاطون** وغیرہ متقدمین کہتے ہین ذات سے قدیم ہین اور صفات سے حادث

پھران متقدمین مین کئی اختلاف ہین (۱) وہ ذات قدیم جسم ہین یا نہین (۲) جسم ہین تو عناصر اربعہ ہین یا ایک نہین ہے - اور باقی اُسی ہین کے بخارات سے پیدا ہوئے ہین - یا کوئی اور جوہر یا چھوٹے چھوٹے اجسام کروی شکل مین یا پہلو دار (۳) جسم نہین تو پھر کوئی کہتا ہے کہ نورانیت و ظلمت کے ملنے سے عالم پیدا ہوا ہے - کوئی کہتا ہے کہ نفس یا مادہ سے - وعلیٰ ہذا القیاس وہ اختلافات جو دیوانون کے **خیالات** سے بڑھکر نہین

(۲) تولید و پیدایش انسان وغیرہ حیوانات مین حکما کے کئی اختلاف ہین کہ کس طرح ہوئی اور کس کی

بعضی قائل ہین - منی مین ایک قوت مولدہ ہے جس سے انسان وغیرہ کی پیدایش ہے - یہ کہتے ہین - منی مین تین فعل ہین **اول** خون کو بعضون کیطرف کھینچنا - اور اسکو اپنے فعل و تصرف کے ساتھ منی بنانا - اس فعل کے سبب وہ مستحیلہ کہلاتی ہے

دوم اسکی کیفیات مزاجیہ کو جدا جدا کرنا - اور ہر ایک عضو کے مناسب اسمین اُن کیفیات کا ملانا پھر ہر ایک کو مزاج خاص عطا کرنا - اس فعل کی نظر سے وہ منفصلہ کہلاتی ہے

سوم ہر حصہ منی کو خاص خاص صورت اعضا پر کرنا اور شکل و مقدار و کیفیت خاص عطا کرنا - اس فعل کی راہ سے وہ مصورہ کہلاتی ہے

غرض یہ تینو فعل ایک قوت کے ہین - ان تینونکا مجموعہ وہ ایک قوت مولدہ ہے - چنانچہ **شفا و اشارات** سے بھی مفہوم ہے

متقدمین قائل ہین کہ یہ تولید فقط قوت مصلہ سے ہے اور مولدہ اسکا نام ہے - یہ قول بھی **ابن سینا** سے منقول ہے

جمہور حکما کہتے ہین کہ یہ تولید قوت مصلہ و منفصلہ دونو سے ہے اور مولدہ اسکا نام ہے - یہ بھی **قانون شیخ** مین مصرح ہے

بعض حکما کہتے ہین کہ قوت مولدہ کوئی چیز ہی نہین - اور صدور ان افعال ثلثہ کا ایک قوت بسیط سے جسکو شعور و ادراک نہین بحکم عقل ممکن و متصور نہین - یہ لوگ **تائید انکار** مین **قول ارسطو** پیش کرتے ہین کہ اجزا منی سب

متحد الحقیقہ ہین اور ہر جز ذاتی کل کے ساتھہ تعریف و نام مین متفق جنا چنانچہ جو کل اس سے پیدا ہو اسکا کروی ہونا لازم ہے چنانچہ امر واحد نے قطرہ آب کو جو اس کی جو شعور رکھے یہی شان ہے۔

اور کہتے ہین کہ لقب اول کا جو قول ہے کہ نئی کے اجزا مختلف الحقائق ہین جس سے گوشت بنتا ہے اسکی حقیقت اور ہے جس سے ہڈی بنتی ہے اسکی حقیقت و علی ہذا القیاس اس سے بھی اس وضع و ترتیب کا صدور اس سے ممکن نہین۔ کیونکہ وضع ترتیب کے موافقت رطوبت سیال کا کام نہین۔ اور مختلف الحقائق کے انضمام سے ایسی شکل کا پیدا ہونا لازم ہے جیسے کئی کروی اجسام کے ملانے سے حاصل ہوتی ہے

(۲) انسان کے سوائے اور حیوانات کے لئے نفوس و ادراک کلی کے اثبات مین حکما کا اختلاف ہے جمہور منکر ہین اور بعض متوقف اور بعض اسکے مثبت ہین

مثبتین دلیل ثبوت مشاہدات ذیل پیش کرتے ہین

(۱) شہد کی مکھی اپنے چھتے کے خانے مسدس بناتی ہے۔ اور یہ فعل اسکا ان اصول کلیہ کے علم پر متفرع ہے

اول شکل مسدس کے زاوئے کشادہ ہوتے ہین

دوم کئی اشکال مسدسہ کے ملانے سے باہم اتصال ہوتا ہے اور بیچ مین خالی جگہہ نہین چھوٹتی

سوم شکل مسدس کے سوائے اور اشکال جیسے مربع یا مسبع مین دو نو باتین نہین ہوتین مسبعات آپسمین ملائی جاوین تو خالی جگہہ چھوٹنے کے سوائے مل ہی نہین سکتے۔ اور مربعات و امثال اسکے بلا تفاوت مل تو سکتے ہین۔ پر انکے زاوئے تنگ ہوتے ہین۔ پھر وہ ان اشکال کے خطوط و زوایا مین ایسی مساوات و موازنت عمل مین لاتے ہے۔ کہ عقلا نقشہ نویس بدون استعانت پرکار وغیرہ آلات کے مشہور نہین۔ اور نیز وہ اپنی رئیس مکھی کی (جسکو عربی مین یعسوب کہتے ہین) اطاعت مین ایسی سرگرم رہتی ہے جیسے عاقل انسان اپنے حاکم یا بادشاہ کی اطاعت مین۔

(۲) چیونٹی اپنے بل (گھر) مین زمانہ آئندہ کے لئے غلہ ذخیرہ کرتی ہے جب دانوکو زمین نم پہنچتی ہے توانکو دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اور جب ہوا بگڑنے

ہے تو دہوپ مین سوکہنے ڈالدیتی ہے یہ مثال اسکو بدون علم ان امور

اول زمین کی نم ثابت دانوکو اُگا دیتی ہے

دوم دانہ کا ٹکڑا کبہی نہین جمتا ہے

(۳) **چوہا** تیل کی بوتل مین موند نہین ڈالسکتا

تو اپنی دُم اُسمین ڈبوکر اُسکو چوس لیتا ہے

یہ فعل بہی بدون علم ان امور کے ممکن نہین۔

اول بوتل کا موند تنگ ہے

دوم تنگ چیز مین اس سے زیادہ موٹی

چیز گھس نہین سکتی۔

(۴) **اونٹ اور گہوڑا اور خچر اور**

گدہا جب کسی رستہ چلتا ہے تو اسکو خوب

یاد رکہتا ہے۔ اور اندہیری راتو نمین سوار

کی رہنمائی کرتا ہے۔ اور یہ امر ادراک عقلی سے

خالی نہین ہے۔

(۵) **ہاتھی** سے ایسے افعال عجیبہ وغریبہ

سرزد ہوتے ہین جنسے عقلاء متعجب ہین۔

اور وہ افعال مشہور ہین

(۶) **بعض حیوانات** سے ایسے معالجات

مشاہد و منقول ہین جنہین عقلاء اطباء اُنکے شاگرد

ہوگئے ہین۔

ایک حکیم سے جو سُنا ہے کا شائق دعادی تہا

حکایت ہے کہ اُسنے ایک مرتبہ نیولا اور سانپ

کو جنگ کرتے (ایک جانور ہے جسکو فارسی مین جرز کہتے

ہین) سے لڑتے دیکہا تو کسی روش مین چہپ کر

تماشا دیکہنے لگا۔ جرز جب مغلوب ہوتا تو بہاگ

کر کہین چلا جاتا۔ وہان سے واپس آکر پہر سانپ

کا مقابلہ کرتا۔ وہ حکیم چہپ کر اُسکے پیچہے

گیا تو اُسکو ایک بوٹی جنگلی خس کہاتے دیکہا۔

اور یہ سمجھ لیا کہ یہ بوٹی زہر کے لئے تریاق

ہے۔ اور جرز اسکے کہانے سے سانپ کے

زہر کا علاج کرتا ہے۔ جب جرز وہان سے

ہٹا تو اس حکیم نے اس بوٹی کو اکہاڑ لیا چنانچہ

جب پہر مغلوب ہوا تو اس بوٹی کیطرف

معالجہ کے لئے دوڑا۔ وہان بوٹی کو نپایا

تو تڑپ کر مرگیا۔ اسوقت حکیم کو اس بوٹی

کے تریاق سموم ہونیکا یقین ہوا اور اُس

نسخہ مین اُس جانور کا شاگرد بنا ایسی ہی اور

عجائبات و عاقلانہ حرکات اور جانورون سے

جیسے مکڑی۔ لومڑی۔ ریچہ۔ کچہوا

نیولا۔ سنسار۔ ابابیل۔ کتا۔ شتر مرغ

سنگخوار۔ خارپشت غرنوق وغیرہ حیوانات

سے امام رازی کے **مطالب عالیہ**

کی کتاب الارواح میں نقل کی ہیں خوف طوالت سے ان سب کا استیعاب نہوا

(۴) وجود جسمانی افلاک میں حکما کا اختلاف ہے

حکمائے یونان (قائلین نظام قدیم) تو ان کے وجود جسمانی کے قائل رہتے اور ان اجسام کے ساتھ نفوس فلکیہ اور لئے ادراک و شعور و حرکات ارادیہ کو مانتے رہے - اور اختلاف حرکات ستارون کے سبب ہر ایک ستارہ کے لئے ایک ایک آسمان بنا گئے - اور خاص کر خمسہ متحیرہ کے لئے رجعت کے سبب افلاک کے ثخن میں ایک ایک چھوٹا آسمان اور بھی تجویز کر گئے -

اور قائلین نظام جدید (جسکو نئی روشنی یا تہذیب کے لوگ مان رہے ہیں) اس وجود کے منکر ہیں - اور اختلاف حرکات ستارون دوسرے طریق سے رفع کرتے ہیں جسکو اسوقت عوام و خواص طلبا مدارس جانتے ہیں اور آپ بھی اسکو مانتے ہیں اور اسی سبب سے قائلین نظام قدیم کو بعض افلاک تہذیب الاخلاق میں بلفظ یونانی کا فریاد کرتے ہیں

(۵) قائلین وجود جسمانی افلاک پھر اسکی صفات میں باہم مختلف ہیں - **افلاطون - فیثاغورس - ہرمس وغیرہ اشراقین** انہیں وجود قوی حیوانیہ (جیسے سونگھنا) کے قائل ہیں - انکے اتباع سے بعض متاخرین کا قول ہے کہ جب ہمکو فلکیات کا خواب یا بیداری میں قرب ہوتا ہے تو ہم وہان ایسی خوشبوئین پاتے ہین جو عنبر و کستوری سے بہتر ہوتے ہین اور انکو ہم کسی خبر سے تشبیہ نہیں دے سکتے - **حکماء مشائین** اسکے منکر ہین اور کہتے ہین کہ وہان ہوا نہیں تو افلاک کا سونگھنا کیونکر متصور ہے

(۶) اکثر فرق عقلاء **فلسفی** حکیم وغیرہ جو اپنے نام گو خدا کے قائل ہین ولیکن در حقیقت منکر - اس معنی کہ جن اوصاف سے خدا کو پہچانا جاتا ہے - انکو نہیں مانتے اور اس خدا تعالے کو خالق - قادر - مختار - مدبر کائنات - عالم جزئیات نہیں جانتے خدا کا خالق ہونا اس دلیل سے باطل کرتے

ان الواحد لا یصدر منہ الا الواحد
یعنی ذات واحد سے ایک ہی چیز صادر
ہو سکتی ہے - اور اس دلیل پر اس خرافات کو
متفرع کر گئے ہیں کہ خدا تعالے نے بجز عقل
اول کوئی چیز پیدا نہیں کی پھر عقل اول
نے ایک آسمان اور عقل دوم پیدا کی عقل دوم
نے ایک آسمان اور عقل سوم پیدا کی وعلی
ہذا القیاس عقل نہم تک سلسلہ چلا - عقل نہم
نے ایک آسمان اور عقل دہم پیدا کی وعقل
دہم نے بقیہ عالم پیدا کیا - انکے نزدیک
خالق دنیا وہی عقل جانتے ہیں - جسکو عقل
فعال کہتے ہیں اور اسیکا مبداء فیاض نام
رکھتے ہیں

اسی قسم کے خرافات در نفی قدرت واختیار
وعلم جزوی بوجہ جزوی میں پیش کرتے
ہیں جو کتب فلسفہ وکلام میں موجود ہیں -
اور عقلاء اہل ملت اس انکار کو کفر جانتے ہیں
اور یقین ہے کہ آپ بھی جملہ اہل ملت محمدیہ
سے اسباب میں متفق الرا ہونگے -
چنانچہ جناب مولوی مہدی علی صاحب کا
خدا کے علم بالجزئیات کے انکار کو مضمون
نمبر ۱ میں ضلالت قرار دینا اور آپکا اس
مضمون کو مضمون نمبر ۲ میں تصدیق کرنا
اس یقین کا موید ہے -

(۷) نفس کی وحدت وتعدد میں حکمار کا
اختلاف ہے
ارسطو وغیرہ قائل وحدت ہیں - اور
جالینوس قائل تعدد -

(۸) نفس کے حادث وازلی ہونے میں حکمار
کا اختلاف ہے **ارسطو** حادث ہونیکا قائل
ہے - اکثر لوگ ازلی ہونیکے

(۹) مفارقت بدن کے بعد نفس کے بقار
وفنار میں اختلاف ہے - بعضی قائل ہیں
کہ مفارقت بدن کے بعد وہ فانی ہوجاتا
ہے - پھر اسکا وجود واعادہ محال ہے
جالینوس اسمیں متوقف ہے اکثر
اسکی بقار کے قائل ہیں -

(۱۰) اس اختلاف پر ایک اور اختلاف متفرع
ہے - کہ نفس کے لئے معاد ومحل تحقیق
ثواب وعقاب ہے یا نہیں **قائلین**
فنار نفس کو اس سے انکار کلی ہے -
جالینوس کو اسمیں توقف -

ایمانیات ... بعض کتابین

بعض مسائل اور تناسخ کے قائل ہین۔ اور

اسی دنیا کو بہشت اور دوزخ قرار دیتے ہین۔

جیسے اس زمانہ کے ... اکثر ہین۔

اکثر ... تناسخ کے ... دوسری قسم

عالم دنیا کے اور عالم آخرت کی ... میں بین

وہ بھی ... ...

موجب ... ہین ... محال سمجھتے

ہیں اور علاوہ ... خدا تعالی سے ... شخص

نا ممکن خیال کرتے ہین۔ جیسے منکرین

بھی ... خدا تعالی نے قرآن میں

نقل کیا ہے وَقَالُوا أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ

أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۞ أَإِذَا مِتْنَا

وَكُنَّا تُرَابًا ذَٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ ۞

ان لوگون کے نزدیک دوزخ نفس کے

اسی غم و الم ... کا نام ہے جو کہ بعد مفارقت

بدن ملکات ردیہ و خیالات باطلہ کے حاصل

کرنے سے پیدا ہوگا۔

بہشت اسی فرحت و سرور کا نام ہے جو بسبب

... خیالات و صالحہ ... کے حاصل کرنے سے

...

اسکے ... نہ ... نہ شراب نہ حور

نہ ... نہ باغ ہے نہ نہرین نہ میوے ... ہین

نہ حور ہین۔ بلکہ اثبات انبیاء کرتے جیسے ...

ہین یا ... قرآن وغیرہ آسمانی صحیفے اسکے منکر ہو

ہمارے اس زمانہ میں جو بہشت کو کہتے ہین

کیا وہ زندہ ہونگا جنکا ہے؟ اور دوزخ کو کہتے

ہین کیا وہ جیسا کہ دنیا حوالات ہے انہوں نے ...

کی ... ہین درحقیقت محمدیہ فرق ... سماویہ

کے مخالف ۔

اور طرفہ یہ کہ وہ اس کذب و انکار مین بعض

ائمہ دین و اکابر مسلمین کو اپنا ہم مشرب خیال

کرتے ہین۔ اور یہ زعم رکھتے ہین کہ غزالی

وغیرہ اہل اسرار و حقائق بھی فقط اسی حشر

روحانی و نعیم و آلام غیر جسمانی کے قائل ہین

یہ بات انکی سراسر کذب ہے و محض اصل

علماء اسلام مین کوئی حشر اجساد کا منکر نہین

اور نعیم و آلام جسمانی بہشت و دوزخ کا غیر معتقد

اور خاصکر امام غزالی کتاب احیاء

مین بہت جگہہ حشر اجسادی و نعیم جسمانی پہ تصریح کر

ہین اور اس سے انکار کرنیکو کفر کہتے ہین

اشاعة السنة النبوية على صاحبها الصلوٰة والتحية

نمبر چہارم (بابت ماہ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ مطابق اپریل ۱۸۷۹ء) جلد دوم

جسمین بعض اصول جو ابتدا لکا کر سنے مولوی محمد قاسم صاحب کا نبوت اور طلیل جناب کے اہل اصول غیر مجتہد سے بھی بعض

منجانب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب لاہوری

اشتہار شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ

(۱) یہ رسالہ مذہبی مسائل میں ہے ملکی یا قومی یا پولٹکل مسائل سے تعرض
نہیں (۲) مہینہ میں ایک بار چھپتا ہے اور ہر مہینہ کی اخیر میں
تقسیم ہوتا ہے (۳) جسقدر روپیہ اسکے عوض میں وصول ہوتا
ہے وہ کسی خاص شخص کا ملک نہیں ہوتا۔ اسی رسالہ کے مصارف
اجراء میں صرف ہوتا ہے (۴) جو کچھ اسکے عوض میں کوئی دیتا ہے
وہ بطور قیمت ہماری جناب کو نہیں ہوتا۔ بلکہ بطور معاونت دین و
الغرض اشاعت سنت سید المرسلین ہم کو ہے کہ بعض صاحب اس
ایک رسالہ کے عوض میں تین روپیہ ماہواری دیتے ہیں بعضے
دو روپیہ۔ اور اکثر ایک روپیہ۔ اور عام خریدار آٹھ آنہ ماہواری دیتے
ہیں۔ اور بہت لوگ مفت بلا قیمت لیتے ہیں (۵) جو لوگ
ایک روپیہ یا اس سے زیادہ دیتے ہیں۔ وہ اس رسالہ اور انجمن اشاعۃ السنہ کے
ممبر سمجھے گئے ہیں۔ انکو اس رسالہ کے جملہ امور کے متعلق اپنا
اسطرح رائے دینا اور جمع خرچ حساب لینے کا استحقاق ہے۔ اور جسقدر
پرچہ چاہیں منگوا سکتے ہیں۔ اور جسکو چاہیں بلا قیمت دیسکتے
ہیں (۶) مفت لینے والوں کو بلا تقاضہ جو معاونت زر کی ہے

نہیں کرتے اور ہم کو اشاعت و ترویج کی معاونت کرتے ہیں
اویٹر میں جو سمجھنے کی لیاقت بھی رکھتے ہیں (۷) اس رسالہ کی
جملہ امور تصنیف تحریر طبع تقسیم حساب کتاب کا اہتمام
المحرر کے ذمہ ہے۔ اور بعض امور میں جیسے مطالعہ و مقابلہ وغیرہ
خدمت میں منشی عبدالعزیز صاحب اسکی سرپرستی کرکے کہنا ہی ہی تیری
معاون و نائب کے ہیں بس اب میں جو خط و کتابت اس رسالہ
کی بہ نسبت ہو وہ تم سے کریں یا منشی عبدالعزیز صاحب کو بھی کتب فرماوین
(۸) جو صاحب رسالہ ارسال کریں اگر وہ کسی قسم میں ایک ہوں تو
وہ یا چند شخص ہی یا لیا بکمیت روانہ کریں جہاں کئی صاحب
موجود ہوں سب وہ لکھا دیا جاوے اور یکجا ہی بھیجنا بہت آسانی
زیادہ ہیں بعینہٖ رقم ماہوار روانہ ہو اگر نوٹ یا ٹکٹ ارسال ہو
ہوتی ہے رجسٹری یا وہ (سالانہ ۷۷) (۷۸) کی پرچہ کی بابت
ہیں بلکہ نایاب کسی کو بھیجنا ہیں تو لوگوں سے خریدار کرالو
سی ہم ہمیشہ کر رسالہ کی قیمت ہر مہینہ کر پرچہ کے عوض میں
ایک روپیہ ماہوار سے کم نہیں لیجاتی بس جو شائع ہو سکے پورے

مطبع مصطفائی لاہور میں چھپا

یہی مضمون آپکے کئی رسائل وتصنیفات مین مرقوم ہے اور اگر آپ کہین احوال برزخ و حشر مین ایسی تقریرات بھی لکہی ہین جنسے حشر روحانی مفہوم ہو - یا نعیم و آلام کا وجود خیالی یا عقلی ثابت ہو تو وہ آن لوگونکے سمجھانے کے لئے جوا نبیا کے منکر ہین - اور انکی ایسی باتونکو جو عقل مین نہ آوین تسلیم نہین کرتے **ان تقریرات مین امام غزالی** رحنے اپنا عندیہ ظاہر نہین کیا اور مسلمانونکا اعتقاد بتدیا ہے بلکہ منکرونکو یہ سمجہایا ہے کہ اگر کوئی ان امور کی اصلی حقائق کو نہ مانے - اور اپنی نافہمی سے انکو خلاف عقل و محال جانے تو اسی عقلی خیالی وجود سے مان لے - اور اسطور پر اسکا امکان تجویز کرکے تکذیب سے باز آوے - یہان چند عبارات انکی متعدد تصنیفات سے بطور شہادت پیش کیجاتی ہیں

قال الغزالي في الاصل الاول من الركن الرابع من الفصل الثالث من كتاب قواعد العقائد من **الاحياء** الحشر والنشر قد ورد بهما الشرع وهو حق والتصديق بهما واجب لانه في العقل ممكن ومعناه الاعادة بعد الافناء وذلك مقدور لله تعالى كابتداء الانشاء **قال الله تعالى** قال من يحيي العظام وهي رميم قل يحييها الذي انشأها اول مرة - فاستدل بالابتداء على الاعادة

امام غزالی نے احیاء مین کہا ہے ۔

حشر و نشر شرع مین آچکا ہے - اور وہ حق ہے اور اسکا ماننا واجب - کیونکہ بحکم عقل ممکن ہے - اسکے معنے فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنا ہے - سو اللہ کی قدرت مین ہے - جیسے پہلی بار پیدا کرنا - چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ انسان منکر کہتا ہے کہ جب ہڈیان کہوکہری ہو جاوینگی تو انکو زندہ کون کریگا تو اسکے جواب مین اسے رسول (صلعم) یہ کہدے کہ انکو وہ زندہ کریگا - جس نے پہلی بار پیدا کیا - سو خدا نے دوبارہ پیدا کرنے پر پہلے پیدا کرنے

وقال في الباب السابع من كتاب ذكر الموت
وما بعده من الاحياء اعلم ان للناس
في حقيقة الموت ظنونا كاذبة قد اخطأوا
فيها. فظن بعضهم ان الموت هو العدم وانه
لا حشر ولا نشر ولا عاقبة للخير والشر وان
موت الانسان كموت الحيوانات وجفاف
النبات وهذا راي الملحدين وكل من
لا يؤمن بالله واليوم الآخر وظن قوم
انه ينعدم بالموت ولا يتألم بعقاب
ولا ينعم بثواب ما دام في القبر الى ان يعاد
في وقت الحشر وقال آخرون ان الروح
باقية لا تنعدم وانما المثاب والمعاقب
هي الارواح دون الاجساد وان الاجساد
لا تبعث ولا تحشر اصلا وكل هذه
ظنون فاسدة ومائلة عن الحق۔
بل الذي تشهد له طرق الاعتبار
وتنطق به الآيات والاخبار ان الموت
معناه تغير حال فقط وان الروح باقية
بعد مفارقة الجسد

کرو لیکن ثم پر اہا

اور امام غزالی نے احیاء مین دوسری جگہہ فرمایا ہے
تو جان لے کہ موت کی حقیقت مین لوگون کے کئی
جھوٹے خیال ہین جنہین وہ چوک گئے ہین۔ بعضو کا یہ
خیال ہے کہ موت ایک نابودگی ہے۔ اور کوئی حشر
و نشر نہین ہے اور نہ نیکی و بدی کا کوئی انجام ہے
انسان کی موت ایسی ہے جیسی حیوان کا مرجانا
یا بوٹی کا خشک ہوجانا۔ اور یہ ملحدوں کی راے ہے
اور اُن لوگونکی جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہین رکھتے
اور بعضو کا یہ خیال ہے کہ موت سے انسان نابود
ہوجاتا ہے۔ اور جبتک قبر مین ہے کچھ لذت و
عذاب نہین پاتا۔ یہانتک کہ وقت حشر اسکا اعادہ ہو
(مترجم کہتا ہے یہ معتزلہ وغیرہ اہل بدعت کی
راے ہے) اور بعضونکا یہ خیال ہے کہ روح باقی
ہے موت سے نابود نہین ہوتی اور ثواب عذاب
بھی انہین ارواح کو ہوتا ہے۔ نہ اجسام کو۔ اور اجسام
اُٹھائے نہ جاوینگے۔ اور نہ جمع ہونگے اور یہ سب
جھوٹے خیالات ہین۔ اور حق سے پھرے ہوئے اور
اعتقاد حق جیسا غور و فکر شاہد ہے۔ اور قرآن و حدیث
ناطق۔ یہ ہے۔ کہ موت سے مراد فقط ایک حالت کا
بدل جانا ہے اور روح بعد مفارقت بدن باقی رہتی ہے

اما معذب واما منعم الی ان قال ولا
يبعد ان يعاد الروح الی الجسد فی القبر
ثم ذكر ما ورد فی السنة من ان فی القبر تسعة وتسعين تنينا
من الحيات والعقارب وغيرها ثم قال
فامثال هذه الاحاديث لها ظواهر صحيحة
واسرار خفية ولكنها عند ارباب البصائر واضحة
فمن لم تنكشف له حقائقها فلا ينبغی ان ينكر ظواهرها
بل اقل درجات الايمان التصديق
والتسليم

فان قلت فنحن نشاهد الكافر فی قبره
مدة ونراقبه ولا نشاهد شيئا من
ذلك فما وجه التصديق علی خلاف المشاهدة

فاعلم ان لك ثلث مقامات
فی التصديق بامثال هذا
احدها وهو الاظهر والاصح والاسلم ان
تصدق بانها موجودة وهی تلدغ الميت
ولكنك لا تشاهد ذلك فان هذه
العين لا تصلح لمشاهدة الامور الملكوتية
وكل ما يتعلق بالاخرة فهو من عالم الملكوت اما تری
الصحابة رضی الله عنهم كيف كانوا يؤمنون بنزول
جبرئيل وما كانوا يشاهدونه ويؤمنون بانه عليه السلام

عذاب میں یا نعمت میں - اور روح کا جسم کیطرف پھیرنا
قبر میں بعید نہیں
پھر غزالی نے اسکا ذکر کیا جو حدیث مین آیا ہے
کہ قبر میں سانپ اور بچھو ہونگے - پھر کہا
ایسی احادیث کے ظاہری معنی صحیح ہین - اور انکی اسرار
خفی مین جو صاحبان بصیرت پر منکشف ہیں - جنپر انکی
حقائق نہ کھلین انکو یہ نہ چاہیے کہ ظاہر کو نہ مانے
بلکہ ادنے درجہ ایمان یہ ہے کہ انکو سچ جانے
اور مان لے -

اور اگر تو اعتراض کرے کہ ہم تو ایکمدت کافر کو
قبر مین دیکھتے رہتے ہین - اور وہان کوئی سانپ
بچھو نہین پاتے تو ہم انکو خلاف مشاہدہ کیونکر مان
لین - تو (اسکی جواب مین) یہ سمجھ لے
کہ انکی تصدیق وتسلیم کے تین مقام ہین
مقام اول جو بہت ظاہر ہے اور بہت صحیح اور بہت
سالم یہ کہ تو اس بات کو مان لے کہ وہان سانپ بچھو
موجود ہین ولیکن تجھے نظر نہین آتے - اسلئے
کہ یہ آنکھین امور آخرت کے مشاہدہ کے لائق
نہین ہین کیا تجھے یہ علم نہین کہ جبرئیل کا آنحضرت
صلعم کے پاس آنا اصحاب نہ دیکھتے اور مان لیتے
کہ آنحضرت انکو دیکھ رہے ہین

فان كنت لا تؤمن بهذا فتصحيح اصل الايمان بالملائكة والوحي اهم عليك

پس اگر تو ایسی باتونکو نہین مانتا تو تجھے ایمان کی جڑ (اعتقاد وجود ملئکہ و نزول وحی) کا درست کرنا اور جمانا بہت ضروری ہے

وان كنت آمنت به وجوزت ان يشاهد النبي ما لا تشاهده الامة فكيف لا تجوز هذا في الميت

اور اگر تجھے وحی کے آنے پر ایمان ہو اور تو اسبات کو ممکن سمجھتا ہے کہ ایک چیز (یعنے جبرئیل) کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھیں اور تو نہ دیکھے تو پھر میت کے عذاب مین اسبات کو کیون نہین سمجھتا اور تجویز نہین کرتا

وكما ان الملك لا يشبه الآدميين والحيوانات فالحيات والعقارب التي تلدغ في القبر ليست من جنس حيات عالمنا بل هي جنس آخر وتدرك بحاسة اخرى

کہ جیسے فرشتہ انسانون اور حیوانات کا ہمشکل نہین ویسے ہی سانپ اور بچھو جو میت کو ڈستے ہین اس عالم کے سانپون کے ہمجنس نہین بلکہ وہ اور ہی جنس مین جو اور ہی آنکھ سے نظر آتے ہین

ثم ذكر المقام الثاني الذي بين فيه الوجود الخيالي لحيات العقاب

پھر مقام ثانی کو ذکر کیا جسمین وجود خیالی سانپ بچھو کا بیان فرمایا

وبعده المقام الثالث الذي جوز فيه الوجود العقلي او الشبهي لها

اسکے بعد مقام ثالث کو ذکر کیا جسمین انکے وجود عقلی یا شبہی کو تجویز کیا

وذلك لافهام المنكرين المكذبين المرسلين كما شهد به صدر كلامه الذي نقلناه

یہ ان لوگون کے سمجھانے کو جو نبوت کے منکر ہین اور انبیاء کی ان باتونکو (جو عقل مین نہ آوین) مکذب۔ چنانچہ صدر کلام جناب جو ہمنے نقل کیا ہے اسپر شاہد ناطق ہے

ثم فصل ما ورد في الكتاب والسنة من اللذات الجسمانية والآلام الجسدانية في الجنة والنار

پھر امام غزالی نے ان لذات و آلام جسمانی کو مفصل بیان کیا۔ جو بہشت و دوزخ

من الحور والقصور والانهار والاثمار و
سلاسل والاغلال ونحوها
وقال في كتاب الفيصل التفرقة بين الاسلام
والزندقة بعد ما بين المراتب الخمسة للوجود
الاشياء ومدلول الفاظها الدالة عليه
من الوجود الذاتي والحسي والخيالي والعقلي والشبهي
وذكر قانون التاويل الذي يعصم صاحبه
عن التكفير وهذا هو الحد الذي قاله
المولوي مهدي علي في المضمون الموقع
تمامه من بعده الاحاد ووقع مسكته
في المضمون الثاني في الغاية التسليم له
والواقع ان صنفا من الناس من يبادر الى
التاويل بغلبات الظنون من غير برهان قاطع
ولا ينبغي ان يبادر ايضا الى تكفيره في كل
مقام بل ينظر فيه فان كان في امر لا يتعلق
باصول الدين ومهماته فلا يكفر كالتاويل
في كواكب ابراهيم التي رآها انها جواهر
ونعلي موسى وعصاه وعجل السامري
وما يتعلق من هذا الجنس باصول
العقائد المهمة فيجب تكفير من يغير
من غير ظاهره بغير برهان

مین ہونیوالی ہین اور کتاب وسنت مین وارد ہین
جیسے حور وقصور اور نہرین اور پہل اور زنجیر اور طوق
اور امام غزالی نے کتاب **فیصل التفرقہ بین**
الاسلام والزندقہ مین بعد بیان مراتب
خمسہ وجود اشیاء و مدلولات الفاظ کے جس سے مراد
وجود ذاتی۔ اور حسی اور خیالی اور عقلی اور شبہی
ہے اور بعد ذکر قانون تاویل کے جس سے تاویل
کنندہ کفر کیطرف منسوب ہونیسے بچ جاتا ہے۔ اور
یہی بیان غزالی کا مولوی **مہدی علی** صاحب
کے مضمون نمبر اسی کا (جسکو آپنے نمبر ماسبق مین
تسلیم کیا ہے) اصل و ماخذ ہے) باین الفاظ فرمایا ہے
بعض لوگ بدون دلیل قطعی محض خیالات سے تاویل
کیطرف دوڑ پڑتے ہین (یعنی یہ ہرگز نہ چاہیئے)۔
اور یہ بھی نہ چاہیئے کہ ہر ایک تاویل کنندہ کی تکفیر
پر مبادرت کرین۔ بلکہ (یہ چاہیئے کہ) انکی تاویل
کے محل کو دیکھین۔ اگر وہ ایسے امر مین ہے جو اصول
ومقاصد دین سے متعلق نہین ہے جیسے ابراہیم
کے ستارون مین یہ تاویل کہ وہ جواہر ہین یا موسی
کی جوتیون اور لکڑی مین یا سامری کے بچھڑے
کی تاویل۔ تو اسکی مرتکب کو کافر نہین۔ اور
اگر وہ تاویل ایسے امر مین ہے جو اصول دین

فاما كالذى ينكر حشر الاجساد و
ينكر العقوبات الحسية فى الآخرة
بظنون واوهام واستبعادات
من غير برهان وكذلك يكفر
من ينفى علم الجزئيات عن الله تعالى

قائلين بانه لما كان صلاح الخلق
فى ان يعتقدوا حشر الاجساد لقصور
فهمهم عن درك المعاد العقلى وكان صلاحهم
فى ان يعتقدوا ان الله عالم بما يجرى
عليهم ورقيب عليهم ليورث ذلك
رغبة فى رهبة جاز للرسول ان
يفهمهم ذلك وليس بكاذب من
اصلح غيره فقال ما فيه صلاحه وان لم يكن كما قاله -

وهذا القول باطل قطعا لانه تصريح
بالتكذيب ثم طلب عذر فى انه
لم كذب يجب اجلال منصب النبوة
من هذه الرذيلة قلت وقد صنف
الغزالى الرسالة

اور اہم عقائد سے ہے تو اسکے مرتکب کی (جو بلا دلیل
قطعی ظاہر نص کو بدلا دے) تکفیر واجب ہے۔ جیسے
منکرین حشر اجساد و منکرین حسی عقوبات قیامت ہین جو
مجرد اوہام وخیالات سے انکار کرتے ہین اور بلا
دلیل اسکو بعید سمجھتے ہین ایسا ہی انکی تکفیر واجب ہے
(جو خدا تعالے کا جزئیات سے علم مٹاتے ہین۔ اور
اس انکار و استبعاد پر انبیا کیطرف سے یہ عذر پیش
کرتے ہین کہ حشر کی روحانی کے سمجھنے کا لوگونکو
مادہ نہ تھا۔ اور اعتقاد حشر جسمانی ہین انکا فائدہ
اسیطرح انکو اس اعتقاد مین (کہ دنیا مین جو ہو
رہا ہے سب خدا جانتا ہے اور وہ ہر ایک کے حال پر
مطلع ہے) انکی اصلاح وہدایت تھی۔ اور بسبب
وجود خوف ورغبت اسلئے رسول کو ان باتونکا کہنا
جائز ہو گو واقع مین ان باتونکا وجود نہین۔ اور کہتے
ہین کہ جن باتونکی بیان مین لوگونکا فائدہ ہو بحکم
(دروغ مصلحت آمیز) انکا بیان کرنے والا
جھوٹا نہین (غزالی کہتا ہے) یہ قول انکا یقینا
باطل ہے۔ اسمین انہون نے پہلے نبیونکو جھوٹا
بنایا۔ پھر انکے جھوٹ بولنے کا سبب بتلایا اس
کمینہ پن سے منصب نبوت کا برتر سمجھنا واجب ہے
مین مترجم کہتا ہون کہ امام غزالی نے ایک

القدسیه فی العقائد الدینیه
وقسمها علی اربعة ارکان وجعل الرکن
الرابع منها فی السمعیات واثبت فیه
الحشر الجسمانی وعذاب القبر وسوال منکر
ونکیر والمیزان والصراط وحلول الجنة
وصنف رسالة اخری سماها المضنون به
علی غیر اهله واثبت فیها اعادة الروح
الی الجسد ورد مقالة من استبعدها
واثبت فیها اللذات المحسوسة الموعودة
فی الجنة وابطل قول من انکرها وصنف
رسالة اخری سماها الاقتصاد فی
الاعتقاد وجعل لها اربعة اقطاب
اثبت فی القطب الرابع الحشر والنشر
والجنة والنار وعذاب القبر وقد
رأیت هذه الرسائل کلها بعینی هاتین
وحصلتها ما نقلت منها بلا غین
وقد اشتهر عن الغزالی القول بالحشر الجسمانی
غایة الاشتهار بحیث یعرفه کل من له العلم
الصغار والکبار من الناس الی العوام
لا عبرة لهم فانهم کالانعام
قال العلامة التفتازانی فی شرح المقاصد

رسالہ قدسیہ تصنیف کیا ہے جسکو چار ارکان پر منقسم
کیا ہے انمین سے ایک رکن ان باتون کے بیان کے لیئے خاص
کیا جنکا بیان شرع سے سنا گیا ہے۔ اسمین حشر و عذاب وغیرہ چیزون کا
اثبات کیا ہے جسکو منکرین نے بعید سمجھ رکھا ہے۔
اور ایک رسالہ اور تصنیف کیا ہے جسکا نام **مضنون**
بہ علی غیر اہلہ رکھا ہے۔ اسمین روح کا جسم کیطرف پھیرنا
ثابت کیا ہے اور اسکو بعید سمجھنے والے کی بات کو رد کیا ہے
اور لذات محسوسہ بہشت کو ثابت کیا ہے اور قول منکرین
کو باطل۔ ایک رسالہ آپنے اور بنایا جسکا نام **اقتصاد
فی الاعتقاد** تجویز فرمایا۔ اسکے چار قطب مقرر کیئے
انمین سے رابع مین حشر و نشر۔ دوزخ و بہشت وغیرہ
امور بخوبی ثابت کیئے ہین منے اپنی ان انکھون سے
ان رسائل کو مطالعہ کیا ہے اور جو کچھ یہان نقل کیا ہے
بلا حجاب اسمین پایا۔ یہ سبھی رسائل آخر زمانہ مین ہین
جو خلاف بیان مذکور کو غزالی کیطرف منسوب کرتے
ہین اور اپنی ہوائی نفسانی مین انکی موافقت کرتے
ہین۔ اور اس حشر جسمانی کا قائل ہونا اس غزالی
سے ایسا مشہور ہے کہ اسکو چھوٹے بڑے علما پہچانتے
ہین۔ اگرچہ عوام پر یہ مخفی ہے۔ اور انکا کچھ اعتبار
بھی نہین ہے وہ تو جانورون کیطرح ہین
علامہ تفتازانی شرح مقاصد مین فرماتے ہین

وما وقع في ألسنة بعض العوام انه ينكر
حشر الاجساد فافتراء عليه كيف وقد
صرح به في مواضع من كتاب الاحياء
وغيره وذهب الى ان انكاره كفر
واما انه لم يشرحه وكثير شرح لما قال انه
ظاهر لا يحتاج الى زيادة بيان

قال الصدر الشيرازي في خاتمة شرح هداية الحكمة
ذكر الشيخ الغزالي في بعض مصنفاته
قوله ان اللذات المحسوسة الموعودة
في الجنة من اكل وشرب ونكاح يجب التصديق
بها لامكانها واللذات كما تقدمت حسية
وخيالية[2] وعقلية[3] اما الحسي فلا يخفى
معناه وامكانه في ذلك العالم كامكانه
في هذا العالم فانه بعد رد الروح
الى البدن - وقام البرهان على امكانه

واما الكلام في ان بعض هذه اللذات
مما لا يرغب فيها رغبة كاملة بعض
العقلاء كاللبن ولا يستلذ به الطبع

جو ربان زد عوام ہو رہا ہے کہ امام غزالی حشر اجساد کے
منکر ہین - یہ انپر بہتان ہے - وہ تو کئی جگہ احیاء مین
حشر اجساد کی تصریح کر چکے ہین - اور اس سے انکار
کو کفر خیال کرتے ہین - اسکو بہت تفصیل سے بیان
نہین کیے تو اسکی وجہ خود فرما گئے ہین کہ وہ حشر جسمانی
ایسا ظاہر ہے کہ بہت بیان کا محتاج نہین

صدر الدین شیرازی نے شرح ہدایۃ الحکمت
کے خاتمہ مین کہا ہے کہ شیخ غزالی نے اپنی بعض کتب
مین یہ لفظ ذکر کیا ہے کہ لذات محسوسہ جنکی بہشت
مین ہونیکا ہمکو وعدہ دیا گیا ہے - جیسے کھانا پینا
جماع کرنا - انکو مان لینا واجب ہے - اسلیے کہ انکا ہونا
ممکن ہے - اور لذات (جیسا کہ پہلے ذکر ہوا) تین
قسم ہین - حسی - خیالی - عقلی - حسی کے معنے ظاہر
ہین (یعنے جو واقع مین ہو اور آنکھ سے نظر آوے)
اور انکا اس عالم مین ہو سکنا ایسا ہی ہے جیسا اس
عالم مین ہے وہان ان لذات کا وجود ہوگا تو روح
کے بدن کیطرف پھر آنیکے بعد ہوگا اور اسکی امکان
پر دلیل قائم ہو چکی ہے

رہا یہ اعتراض کہ ان لذات مین (جو قرآن
مین مذکور ہین) بعضی ایسی لذتین ہین جنکی طرف
عقلا کی پوری رغبت نہین - جیسے دودھ -

ریشمین کپڑا - کیلا - بیری کا درخت (یعنے پھر انکا
ذکر کیون ہوا تو جواب اسکا یہ ہے کہ) ان چیزونکے
بیان سے وہ لوگ مخاطب ہین جنکی نگاہونمین ان
چیزونکی بڑی عظمت ہے - اور انکی پوری خواہش
اور بہشت مین ہر ایک کے لئے وہی ہے جو چاہے
چنانچہ حقتعالے نے فرمایا ہے - تمہارے لیئے ان
باغون مین وہی ہے جو تم چاہو اور طلب کرو
پھر صدرا مین امام غزالی سے لذات خیالی عقلی کا ایسا
بیان ہے جو لذات حسی کے مخالف نہین -
بلکہ موید و موافق ہے - سو بھی ان لوگونکے سمجھانے
اور ساکت کرنیکو جو لذات حسی کو نہان بعید جانتے
ہین اور رسالت انبیاء کو اسباب مین نہین مانتے -

المقصود والسر المخصوص ان هذه
خوطب بها جماعة يعظم ذلك في
اعينهم ويشتهونه غاية التشهي و
لكل احد في الجنة ما يشتهيه كما قال تعالى
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ
وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ
ثم بين الخيال العقلي على وجه لا يصادم
الحسي بل يؤيده ويوافقه وذلك
لافهام المستبعدين وافحام
المكذبين للمرسلين كما تقدم
وجهه

اس تفصیل اور دلیل سے ثابت ہوا کہ امام غزالی حشر اجساد کے منکر نہین - اور نہ بہشت و دوزخ
کی نعیم و آلام جسمانی سے انکاری ہین - اس زمانہ کے نیچری مسلمان اپنے باطل خیالات مین
امام غزالی کو ناحق اپنے ساتھ ملاتے ہین اور عوام مسلمانونکو یہ بات جتلاتے ہین کہ امام غزالی جیسے
حقائق آگاہ ہمارے خیالات مین شریک ہین تو یہ خیالات خلاف ملت اسلام کیونکر ہوسکتے ہین -
اور اس بات کا کذب ہونا جیسا بیان مذکور سے عیان ہے مستغنی از بیان ہے اور آفتاب نیمروز کیطرح
یہ امر نمایان ہے کہ ایسے باطل خیالات مین بجز فلاسفہ وغیرہ کفار کے کوئی انکا مقتدی و میر ساماں
نہین ہے - یہ ہمنے چند تمثیلات اختلاف کو ذکر کیا ہے - اسیطرح اور ہزارہا اختلاف ہین جنکی تفصیل
اس محل مین اجنبی ہے جسقدر بیان یہان ہوا یہ بھی حضرات احمدیہ کی خاطر سے - اور
انکی جانب سے نوع انکار کے خوف سے ورنہ یہ رسالہ ایسی ردی و باطل مذاہب کی نقل کرنیکا محل

نہ تھا - ناظرین ہمکو اس نقل و تفصیل مین معذور
سمجھین - اور ان مذاہب باطلہ کے ابطال سے
تعرض نکرنیکو بھی یہی وجہ خیال کرین کہ وہ
تفصیل و بحث اس مقام مین اجنبی ہے -

مطلب کی بات جو اس مقام سے علاقہ رکھتی
ہے فقط اسیقدر ہے کہ **حکماء و فلاسفہ** جنکو
آپ قانون قدرت کے مطلع خیال کرتے ہین نظام
عالم و حقائق و صفات موجودات مین (جسکو
آپ نیچر یا قانون قدرت سے تعبیر کرتے ہین)
اسقدر اختلاف رکھتے ہین کہ وہ اختلاف
عامہ جہلاء کے خیالات و مقالات مین متحقق
نہین ہے اگر قانون قدرت کوئی مشخص و
مقرر ہوتا اور اُسکا وجود کہین خارج از عقل
پایا جاتا تو اس قانون کے ناظرین و مطلعین
مین اسقدر اختلاف واقع نہوتا

اُنکے اختلاف سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ قانون
قدرت کی آجتک کوئی کتاب تصنیف نہین
ہوئی - اور اسکی حالت موجودہ ایسی نہین
جسکے تحصیل و تقرر مین عقل کا دخل نہو - اور
اسکے تصرف و دہوکہ بازی کی وہان گنجایش نہو

اس بیان سے ہماری دوسری بات
(جسکا ذکر صفحہ (۸۰) سے شروع ہے) ثبوت کو پہنچی
اور پہلی بات (یعنی عقل کی خطاکاری و
غداری) آپنے خود مانی ہوئی ہے

اب آپ ہی **انصاف** سے فرماوین کہ ان دو
باتون کے ہوتے عقل انسانی اس امر و غایت
کا کہ منصب رکھتی ہے اور اسے ہادی کی تعلیم
کی ممتحن کلی کسطرح ہوسکتی ہے کہ جس امر پر وہ صاد
کرے وہ پاس سمجھا جاوے اور
جسپر اسکا صاد نہو وہ فیل قرار پاوے

کیا اس فیصلہ و امتحان مین وہ اپنی قدرتی جبلی
خطاء مین (جسکا نیچر عقل مین داخل ہونا آپ مان
چکے ہین) کہین نہ پڑیگی ؟ اور اس فرو غایتی
کی کارگذاری مین **مسٹر بکل** کی بات (جو
صفحہ (۷۷) و (۸۰) مین گذری ہے)
کہین صادق نہ آوے گی ؟

شائد آپ یا آپکے اصحاب مطلب مین سوچے یہ
بات فرماوین کہ ہمنے اس ہادی کا ممتحن عقل
کو نہین ٹھیرایا بلکہ قانون قدرت اور اُسکی
موافقت و مطابقت کو ممتحن قرار دیا ہے
یا اس مطلب کو یون ادا کرین کہ عقل کو ممتحن
بنایا بھی ہے تو اسکی ذاتی و قدرتی قوت یہ

جسمین خطا بھی داخل ہے) اکتفا اعتبار نہین
کیا۔ بلکہ اُسکے ساتھ اسکی عدالت واستقامت
کے لئے ایسا قانون ودستور العمل جسکی رعایت
کرنی وپابند رہنے سے وہ خطا کرنے نہ پاوے
اور اسکی کسی کا۔ گذاری مسٹر بکل کی ذوات
صادق۔ آدمے) تجویز کر دیا ہے۔

ولیکن کمچہ سوچ وتامل کو کام مین لاوین
ہمارے بیان سابق مین غور فرماوین تو پاتین
ہرگز کہین جس حالت مین ہم ثابت کر چکے
ہین کہ قانون قدرت بجز قرار داد عقل کوئی
چیز نہین۔

اور اس کی کوئی بات بجز
لوح عقل کہین لکھی نہین ہوئی۔ تو پھر
قانون قدرت کو متمن بنانا عین عقل کو محض
بنانا ہوا۔ سو بھی محض اُسکی داتی وقدرتی
قوت ولیاقت کے اعتماد پر بدون اسکے
کہ اسکے لئے کوئی دستور العمل مقرر کیا گیا ہو
یا اسکے ہاتھ مین کوئی کتاب قانون دی
گئی ہو۔

ایسی حالت مین وہ (عقل) کیونکر خطا کر سکی
اور اسکی کارروائی پر مسٹر بکل کی اتنا کیونکر

صادق نہ آیکی اس بحث سے جیسا کہ عقل
انسانی کا اپنے ہادی کی تعلیم پر دارومدار
ہونیکے لائق نہونا ثابت ہوا (جس سے
اُس پہلی غلطی جناب کا (جو صفحہ ۹۰ مین بتائی
گئی) ثبوت بہم پہنچا، ویسا ہی یہ بھی ثابت
ہوگیا کہ عقل انسانی بدون رہنمائی سچے
ہادی کے (جسکو دوسری زبان مین
پیغمبر یا نبی کہتے ہین) مرضیات خالق کو
پہنچ نہین سکتی اور مجرد مطالعہ قانون
قدرت سے آن اخلاق پر جو ہادی بتلاگئے
ہین مطلع نہین ہوسکتی۔ اس سے

دوسری غلطی جناب (جو پہلی غلطی
سے بڑھکر ہے) ثابت ہوئی اور جو آپ
نے اسکے خلاف مین تقریر کی ہے جو نمبر
سابق مین بصفحہ ۸۰ منقول ہوئی۔ وہ سب کے
سب کافور ہوئی۔ اسلئے کہ جس حالت مین
بحکم بیان سابق قانون قدرت کی کوئی کتاب
تصنیف نہین ہوئی اور اسکی کوئی بات
بجز لوح عقل کہین لکھی ہوئی نظر نہین آتی
تو عقل کا غور کرنا کس چیز مین متصور ہے
اور کس چیز کے مطالعہ سے اسکا اخلاق صحیحہ

مطلع ہونا ممکن ہے
کاش کہ آپ پہلے قانون قدرت کی تشریح
کر لیتے یا اسمین کوئی کتاب تصنیف کر دیتے۔ یا
پہلے کے مولف نسخہ پریشان وہی کہتے
پھر یہہ **دعوی** (کہ بدون رہنمائی ہادی کے
مجرد مطالعہ قانون قدرت سے اخلاق صحیحہ کا
اطلاع ممکن ہے اور بعض حکماء کو یہہ حاصل)
زبان یا قلم مین لاتے۔ **کما قیل**
ثبت العرش ثم انقش
اور جو آپنے اس دعوے کی تائید مین ایک یہہ
دعوے کیا ہے (جو نمبر سابق مین بصفحہ ۷۹
منقول ہے) کہ بعض حکماء کے متعدد اصول
بالکل موافق و مطابق اصول انبیاء کے پائے
جاتے ہین یہہ ہرگز ہرگز **مسلم نہین**
اور نہ تسلیم کرنیکے لائق ہے۔ جبتک کہ آپ
بطور تمثیل ایک دو اصول حکماء مفصل بیان
نکرین۔ اور ان اصول پر بدون سماع تعلیم
انبیاء کے حکماء کا مطلع ہونا پھر ان اصول کا
اصول انبیاء سے متوافق ہونا مدلل نکر دکھاویں
ہمارا یہہ خیال ہے کہ ابھی ایک بات
بھی اصول انبیاء کے موافق نہین ہے۔ اور
اگر کوئی بات موافق نظر آتی ہے۔ تو وہ انبیاء
یا انکے اتباع سے سُنی سُنائی ہے۔
جب ہم **امہات اصول انبیاء** مین
(جیسے توحید۔ نبوت۔ معاد) حکماء کا اختلاف
دیکھتے ہین تو موافقت کی امید کہان رکھین۔
اور اپنے اس خیال کو کیونکر غیر صحیح سمجھین۔
ہم **اس خیال کو** حکماء سرشار بادہ حکمت
(جو واقعہ مین جہل و سفاہت ہے) کی نسبت
کیونکر صحیح نہ سمجھین جس حالت مین ہم صاف
دیکھتے ہین کہ جسکو ایک دفعہ اس میکدہ مین
گذر ہوتا ہے۔ اور ایک جرعہ اس شراب کا
اسکے حلق مین پہنچتا ہے۔ تو وہ ہوش حواس
چھوڑ دیتا ہے۔ اور امہات اصول انبیاء کا
مخالف بنجاتا ہے۔ گو دل یا زبان سے وہ
انبیاء کا مصدق ہے۔ اور انکے سلسلہ اُمت
مین داخل کہلاوے۔
رئیس فلاسفہ متاخرین شیخ
ابو علی ابن سینا کو دیکھئے کہ آپ
مسلمان کہلاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کرتے۔ پھر اصول
دین محمدی (جیسے حشر اجساد یا علم بالجزئیات سے

سکر یہ ہے

دور پنجابی ایسے ہی گروہ کے جدید نوتعلیمیافتہ جام حکمت کیطرف توجہ فرمائی کہ باوجود اعتراف رسالت محمدیہ و اعتقاد حقانیت ملت مصطفویہ اصول مذہب اسلام کے مخالف ہیں اور وجود ملائکہ و تفاصیل حشر جسمانی و وجود دوزخ و بہشت کے منکر۔

یہ سب اسی حکمت کے آثار و نتائج ہیں۔ اور مطالعہ قانون قدرت کے فوائد۔

جب ہم دربارہ حکما یہی نیک خیال کو صحیح و متحقق پاتے ہیں تو اسکو ائمہ حکما کی نسبت کسطرح غلط سمجھیں اور اسکا خلاف بدون دلیل کیونکر مانیں

م لیں۔

خصوصًا اس حالت میں کہ انکے مقالات و خیالات مخالف اصول اسلام شہرۂ آفاق ہیں۔ اور چھوٹے بڑے کتب فلسفہ میں مرقوم اور دانے طلبا تک معلوم چنانچہ مجملا نقل ان اقوال کی پہر سابق میں ہو چکی ہے اب بقدر تفصیل کیے بنقل بعض ثقات اسلام قلم میں آتی ہے۔

جسکو اس مجمل نقل یا اس تفصیل پر اعتماد نہو۔

وہ کتب فلسفہ کو دیکھے۔ اور بن دیکھے بے سمجھے رد کیطرف متوجہ نہو جاوے۔

قال الشیخ احمد بن عبد الحلیم الحرانی المشہور بابن تیمیہ الحنبلی فی * الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان

شیخ ابن تیمیہ نے رسالہ فرقان میں کہا ہے۔

قال المتفلسفة ان الافلاک قدیمة ازلیة

فلسفی کہتے ہیں کہ آسمان قدیم سے ہیں۔ اور ہمیشہ سے چلے آتے ہیں کسی خاص وقت میں پیدا نہیں ہوئے

ولا یقولون ان الرب خلق السمٰوات والارض وما بینهما فی ستة ایام ولا خلق الاشیاء بمشیته وقدرته

اور یہ نہیں کہتے کہ اللہ تعالے نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ انمیں ہے چھ دن میں پیدا کیا (چنانچہ قرآن میں ذکر ہے)

* اشتہار

الشہیر ابو سعید عفا اللہ عنہ

ولا يعلم الجزئيات

بل منهم من ينكروا علمه مطلقا كقول
ارسطو ويقولون انما يعلم من الامور
المتغيرة كلياتها كما يقوله
ابن سينا.

وحقيقة هذا القول انكار علمه بها
فان كل موجود في الخارج فهو معين
جزئي من الافلاك كل منها معين جزئي
وكذلك جميع الاعيان وصفاتها وافعالها
فمن لم يعلم الا الكليات لم يعلم شيئا من
الموجودات والكليات انما توجد كليات
في الاذهان لا في الاعيان
والكلام على هؤلاء قد بسط في موضع
آخر في بحث تعارض العقل والنقل
وغيره
فان كفر هؤلاء اعظم من كفر اليهود والنصارى
بل ومشركي العرب اذ جميع هؤلاء
يقولون ان الله خلق السموات والارض
وانه خلق المخلوقات بمشيئته وقدرته

اور نہ یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے اشیاء کو قدرت
وارادہ سے پیدا کیا ہے۔ اور نہ یہ کہتے ہین کہ اللہ
تعالے کو جزئیات کا علم ہے

بلکہ کیا تو بالکل منکر ہین۔ چنانچہ ارسطو کا قول
ہے۔ اور کیا اسطرح قائل کہ اللہ تعالے بدلنے
والی چیزونکو کلی طور پر جانتا ہے نہ بوجہ جزئی چنانچہ
ابن سینا کا قول ہے

اور انکا یہ کہنا بھی درحقیقت علم الٰہی سے کل موجودات
کی نسبت انکار کرنا ہے۔ اسلئے کہ جو چیز عالم مین موجود
ہے افلاک وغیرہ موجودات اور انکی صفات وافعال
یہ سب جزئیات ہین

پس جس نے ان جزئیات کو نجانا اسنے کسی موجود
کو نجانا۔ اسلئے کہ کلیات کا تو بدون اذہان عالم مین
وجود ہی نہین ہے

ان لوگونکے ساتھ ہماری گفتگو اور مقام مین بتفصیل
موجود ہے۔ جہان عقل ونقل کی باہم مخالف
ہونے کی بحث ہو

ان لوگونکا کفر یہود ونصاریٰ سے بلکہ مشرکین عرب کے
کفر سے بڑھکر ہے کیونکہ وہ سب قائل ہین کہ اللہ تعالے
آسمان وزمین کا خالق ہے۔ اور آپنے مخلوقات کو
قدرت وارادہ سے بنایا۔

وارسطو ونحوه من متفلسفة اليونان
كانوا يعبدون الكواكب والاصنام وهم
لا يعرفون الملئكة ولا الانبياء
وليس في كتب ارسطو ذكر شيء من ذلك
وانما غالب علم القوم الامور الطبيعية اما
الالهية فكلامهم فيها قليل كثير الخطاء
واليهود والنصارى بعد النسخ والتبديل
اعلم بالالهيات منهم بكثير ولكن متأخروهم
كابن سينا ارادوا ان يلفقوا بين
كلام اولئك وبين ما جاءت به الرسل
فاخذوا اشياء من اصول الجهمية والمعتزلة
وركبوا مذهبا من قول اولئك وما اقتبسوه
اليه متفلسفة اهل الملل
وفيه من الفساد والتناقض ما قد نبه على بعضه
في غير هذا الموضع
وهؤلاء لما رأوا امر الرسل كموسى وعيسى و
محمد صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم
قد ظهر في العالم ووجدوا الانبياء قد
ذكروا الملئكة والجن ارادوا ان يجمعوا بين
ذلك وبين قول سلافهم اليونان الذين
هم من ابعد الخلق عن معرفة الله وملائكته

اور ارسطو وغیرہ یونان کے فلسفی ستارون اور
بتون کو پوجتے۔ اور نبوت انبیا و وجود فرشتے کے
معتقد نہ تھے۔
ارسطو کی کسی کتاب مین ان باتون کا ذکر نہین
یہ لوگ غالبا امور طبعی کو جانتے الٰہیات مین کم بولے
ہین سو بھی بکثرت خطا
یہود و نصاریٰ نسخ و تحریف کے بعد انسے بڑھکر
الٰہیات مین عالم ہوئے ہین۔ ولیکن فلاسفہ کے
متاخرین نے (جیسے ابن سینا) چاہا کہ فلاسفہ اور
انبیا کی کلام کو باہم ملا دین۔ پس کچھ مسلمانون
سے جہمیہ و معتزلہ کے اصول کو لیا اور کچھ اصول
فلسفہ کو اور ان دونون کو ملا کر ایک مذہب بنا دیا
جسکی طرف مسلمان فلسفی منسوب ہین
اسمین جو فساد و باہم اصول کا تناقض ہے وہ
دوسری جگہہ بیان ہو چکا ہے
ان لوگون نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ و محمد
(صلوات اللہ وسلامہ علیہم) کی شان عالم مین ظاہر
ہو چکی ہے۔ اور ان انبیا کو دیکھا کہ یہ فرشتون
اور جنون کو ذکر کرتے ہین۔ تو چاہا کہ کلام انبیاء
اور پہلے یونانیون کو (جو خدا کے اور اسکے فرشتون
اور کتابون اور رسولون کی معرفت سے سارے

واولئك قد اثبتوا عقولا عشرة يسمونها المجردات والمفارقات واصل ذلك مأخوذ من مفارقة النفس للبدن سموا تلك مفارقة لمفارقتها المادة ومجردة لتجردها عنها واثبتوا للافلاك لكل فلك نفسا واكثرهم جعلها اعراضا وبعضهم جعلها جواهر وهذه المجردات التي اثبتوها ترجع عند التحقيق الى امور موجودة في الاذهان لا في الاعيان كما اثبت اصحاب ارسطو اعدادا مجردة وكما اثبت اولوهم المثل الافلاطونية المجردة واثبتوا هيولى مجردة عن الصورة ومدة وخلاء مجردين

وقد اعترف حذاقهم بان ذلك انما يتحقق في الاذهان لا في الاعيان فلما اراد هؤلاء المتأخرون منهم كابن سينا ان يثبتوا امر النبوة على اصولهم الفاسدة زعموا ان النبوة لها خصائص

جہان کی نسبت دور پڑے ہوتے ہین) باہم ملا دیں تو انہون نے زرتشت کی جگہہ عقول عشرہ کو ثابت کیا جنکو مجردات و مفارقات کہتے ہین مفارق نفس کو کہتے ہین جو بدن سے جدا ہو (انکے نزدیک) عقول بدن سے جدا ہین - اسلئے مفارق کہلاتے ہین - اور ہر ایک آسمان کے لئے ایک ایک نفس ثابت کیا جنکو اکثر فلسفیون نے عرض (جو کسی محل مین پایا جاوے اور اسکی صفت سے ہو) ٹھیرایا ہے - اور بعضون نے جوہر (جو کسی محل مین نہ پایا جاوے بلکہ بذات خود قائم ہو) اور یہ مجردات تحقیق کرنیسے موجودات ذہنیہ نکلتے ہین نہ موجودات خارجیہ - چنانچہ ارسطو کے اتباع نے اعداد مجردہ ثابت کئے ہین - اور افلاطون نے مثالی چیزین جنکو **مثل افلاطونیہ** کہتے ہین - اور انہون نے خالی از صورت و خلاء مجرد بھی ثابت کیا ہے

اور انہین کے ماہرین نے **اقرار** کرلیا ہے کہ ایسے امور ذہن مین پائے جاتے ہین - خارج مین متحقق نہین ہوسکتی - جب ابن سینا وغیرہ متاخرین فلاسفہ نے اپنے ان اصول پر اثبات نبوت کا ارادہ کیا تو یہ خیال جاایا کہ نبوت کی تین مختصین مین

بہا فہو نبی	جو کوئی ان صفات سے موصوف ہو وہ نبی ہے
ان یکون لہ قوۃ علمیۃ یسمونہا القوۃ القدسیۃ ینال بہا العلم بلا تعلم	(۱) اسمین ایسی قوت علمی ہو جسکے ہونیسے بن سکھائے وہ حقائق اشیاء کو جان جائے - اسکو وہ قوت قدسیہ کہتے ہین

مترجم کہتا ہے یہ وہ قوت ہی جسکو ہمارے زمانہ کے فلسفی مسلمان کانشنس کہتے ہین - اور اسکو قانون قدرت کے مطالعہ مین مصرف کرنیسے بدون ہدایت انبیاء کے اخلاق صحیحہ کے دریافت کرنیکے لئے کافی سمجھتے ہین - اور ایسی قوت والونکو بمنزلہ پیمبر قرار دیتے ہین - تہوڑا زمانہ گذریگا تو یہ حضرات برملا **پیغمبری کا دعوی** کرینگے - اور خاتم النبین کی رسالت کو رلا ملا دینگے سچ پوچہو تو یہ اپنا کام ابہی سے کر چکے ہین - اور ابطال نبوت کی پٹری جما چکے کیونکہ ذوالفضل نبوت کی خصوصیت انبیاء سے مٹا دے ہین - اور اپنے لئے قولاً وفعلاً انکی تجویز کر رہے ہین - **قولاً** تجویز انکی اسی مضمون کانشنس سے (جسکے متعلق بحث ہو رہی ہے) ظاہر ہے اسمضمون کو گو اسکے معتقدین مثبت نبوت سمجھتے ہونگے - ولیکن مین اسکو مبطل نبوت خیال کرتا ہون - چنانچہ اسکی دلیل عنقریب قلم بند لاتا ہون **عملاً** یہ کہ تعلیمات نبویہ کو نیچر پر لگا لگا ترمیم کر رہے ہین - اور نیچر کی مدد سے نئے نئے اعتقادات و اعمال کی از خود تشریع کرتے ہین اور یہ دو نو امر یعنے پہلی شریعت کا نسخ و ترمیم کرنا اور دوسری شریعت کی تشریع پیغمبر ہی کے کام ہین - اب انکی طرف سے فقط دعوی پیغمبری باقی ہے - وہ بہی چند روز مین بشرطا انکی امت کے بڑہجانے - اور معارضین کے کم ہوجانیکے ظہور مین آجائیگا میری اس **پیشین گوئی** کو (جو بقرینہ دنیا و مشاہدہ حال ان حضرات کے ہوئی ہے) ناظرین یاد رکہین - اور آج کی تاریخ کو **نوٹ بک** مین لکہلین

عن حکمہم بما نشاهد من الظواهر والله یعلم بالضمائر والسرائر

وان یکون لہ قوۃ تخیلیۃ تخیل ما یعقلہ فی نفسہ بحیث یری فی نفسہ صورا ویسمع فی نفسہ صوتا کما یراہ النائم ویسمعہ ولا یکون لہا وجود فی الخارج وزعموا ان تلک الصور ہی ملائکۃ اللہ وتلک الاصوات ہی کلام اللہ

(۲) اسمین ایسی قوت خیالی ہو جسکے سبب سے وہ اپنے عقلی معلومات کو ایسا خیال مین لا سکے کہ آنکھ سے دیکھ لے یا کان سے سن لے - جیسے کوئی خواب مین دیکھتا سنتا ہے - اور واقع مین اسکا وجود نہین ہوتا - ان لوگونکے اعتقاد مین ملکہ یہی خیالی صورتین ہین جو انبیاء دیکھتے ہین - اور کلام الٰہی یہی خیالی آوازین ہین جو وہ سنتے -

مترجم کہتا ہے - آگے چلکر شیخ نے ذکر کیا کہ بقول فلاسفہ جبرئیل اس خیال کا نام ہے جو آنحضرت صلعم کے دل مین متشکل ہوتا - ہمارے اس زمانہ کے فلسفی (یا نیچری) مسلمان بھی جبرئیل و میکائیل وغیرہ ملائکہ کو اس سے بڑھکر نہین سمجھتے - اور انکے لئے وجود خارجی تجویز نہین کرتے - مارچ ۱۸۹۶ء مین ایک دوست ضلع ہوشیارپور مین میرے پاس دوسرے دوست کی شکایت لائے اور یہ فرمانے لگے کہ فلانے صاحب یہ کہتے ہین کہ جبرئیل آنحضرت صلعم کے پاس قرآن لیکر نہ آتے - اور برملا پڑھکر سنا جاتے - دیکھئے یہ صاحب سمجھدار ہوکر کیسا خیال رکھتے ہین اور حقیقت وحی کو کیا سمجھے بیٹھے ہین - مین انکی یہ بات سنکر متعجب ہوا اور یہ سمجھا کہ قرآن مین جہان کہین جبرئیل و میکائیل کا ذکر ہے - اسکو یہ لوگ محض خیال سودائی محال سمجھ رہے ہین اور جو احادیث مین وارد ہے کہ ملائکہ نور سے مخلوق ہین - اور جبرئیل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دیکھا - اور کئی بار جبرئیل آنحضرت صلعم کے پاس بصورت انسان متشکل ہوکر آئے - اور صحابہ کو دکھائی دیئے

یہ سب آن حضرات کے نزدیک مفتری وموضوع ہے - یا اسی خیال پر محمول - اسدن سے عزم رد مقالات ان حضرات کا میرے دل مین پختہ ہوا اور مافی الضمیر جنہ بالہ کا اظہار ضروری نظر آیا - مین امید کرتا ہون کہ میرے دوست اس مضمون کو امعان نظر سے دیکھینگے - اور پوری توجہ سے اپنے خیالات کے اصل ماخذ کو معلوم کر جائینگے کہ وہ بجز خیالات فلاسفہ اور کچھ نہین اور انکا ان خیالات مین امام یا استاد بجز افلاطون وارسطو و بوعلی سینا وغیرہ اور کوئی نہین -

لوگ ان باتونکا موجد ومجدد آنریبل سید احمد خانصاحب ہی آنکو آپ ہی کو سمجھتے ہین - اور اصول مذہب نیچری کو اُسکے مصنوعات ومخلوقات سے خیال کرتے ہین - ولیکن در اصل وہ اس خیال مین غلطی پر ہین - یہ تو فلاسفہ یونان وغیرہ کے پرانے خیالات ہین - یونان سے مترجم ہوکر عربی مین رہے تو عوام مین شائع نہوئے بلکہ خواص عربی خوان انکو جانتے رہے - جب وہ انگریزی سے انگریزی وغیرہ زبانون مین ترجمہ ہوکر شائع ہوئے ہین - تو جناب ممدوح انکو عوام مین شائع کرنے لگے ہین - پس جو لوگ فلسفہ قدیم سے بیخبر ہین - وہ انکو جناب ممدوح کے مصنوعات سے سمجھتے ہین - اور نئے خیالات جانتے - ذکاکر مانقلنا ؏

وان یکون لہ قوۃ فعالۃ باثرہا فی ھیولی العالم

اور اسمین ایسی قوت موثرہ ہو جسکے سبب سے وہ ہیولیٰ (مادہ) عالم مین تاثیر کرسکے ✻

وجعلوا الکرامات والمعجزات الانبیاء وخوارق السحرۃ من قوی النفس

انہون نے انبیا کی کرامات ومعجزات اور جادوگرونکی خرق عادات کو اسی

ل بعض لوگ کو پانی مادے اور پانی کو ہوا - ایسا ہر ایک چیزوں میں تبدیل وتغییر کرے - جسکا ہیولی طبیعیوں کے نزدیک ایک سا ہو ۱۲ حاشیہ

فاقدروا من ذلك بما يأتوا اصولهم دون قلب الصاحية ودون انشقاق القمر ونحو ذلك فانهم ينكرون وجود هذا	قوت کی تاثیر سے ٹہیرا رکہا ہے - اسیواسطے جو خوارق ان جنس* سے ہون - انکو مان لیا ہے - اور جو ایسے نہین - جیسے لاٹھی کو سانپ بنا دیا - یا چاند کو دو ٹکڑے کر دینا - انکو نہین مانا

مترجم کہتا ہے ہمارے زمانہ کے مسلمان فلیسفون نے بھی صدور خوارق کا (جنکو وہ برائے نام مانتے ہین) منبع و محل اسی قوت موثرہ کو ٹہیرا لیا ہے جسکا نام انہون نے **قوت مقناطیسی** رکھا ہے - دلیکن اسکی تاثیر کو اس حد تک نہین مانا کہ وہ حقائق عالم مین تاثیر کرے - اور آگ کو پانی یا پانی کو ہوا بنا دے - بلکہ اسکا اثر اسیقدر مانا ہے کہ وہ خیالات خلائق مین موثر ہو جاوے - جو امر صاحب قوت کے خیال مین آوے - وہی دوسرون کے خیال مین وہ ڈالدے - انکے نزدیک سحر ساحر یا معجزہ نبی کی حقیقت اس سے بڑھکر نہین - سحرہ فرعون اور حضرت موسیٰ کا رسیون اور لاٹہیون کو سانپ بنا دینا واقعی نہ تہا - جو کچھ تھا وہ لوگونکی نظرون اور خیالون مین تھا - مضمون ابطال سحر **تہذیب الاخلاق** اس بیان پر شاہد صریح ہی اور مجمل اشارہ و انکار معجزات انبیاء انکے مضمون کانشنس مین بصفحہ (۱۵) سطر (۸) کالم (۲) نیز پایا جاتا ہے -

یہ حضرات ابطال معجزات مین فلاسفہ یونان سے بھی بڑہ گئے - اور انکار خوارق مین انہون نے منکرین کے بھی کان کاٹے **ولیکن** بعض عقلاء کے نزدیک یہ انکار انکا بے ٹہکانہ ہے - اور اس مثل کا مصداق کہ **بلی سے سیانہ بسو دیوانہ**

حاشیہ * جسکا ہیولے میں باہم اتحاد ہے اور اس اتحاد کے سبب آپس مین انقلاب و تبدل جائز ہے

وقد بسطنا الكلام على هولاء في مواضع وبينا ان كلامهم هذا من افسد كلام ان هذا الذي جعلوه من خصائص النبي يحصل ما هو اعظم منه لآحاد العامة ولاقل اتباع الانبياء ۔

اور ہمنے بہت جگہہ منکرین معجزات پر تفصیل اعتراض کئے ہین - اور بیان کر دیا ہے کہ یہ گفتگو انکی بڑی فاسد و باطل ہے - اور یہ کہ جس امر کو وہ مناط و مدار نبوت ٹھیراتے ہین اور خوائص پیغمبر سے بتلاتے ہین - اس سے بڑھکر انبیاء کی عوام امت اور چھوٹے چھوٹے متبعین مین پائی جاتی ہین -

یعنی فقط انہین تین صفتون یا قوتون (کا نفس - قوت خیالی - قوت موثرہ یا تاثیر کی) کے انسان مین پائے جانے سے اسکی نبوت ثابت نہین ہوتی - یہ تو چھوٹے چھوٹے لوگون مین پائی جاتی ہین - پھر وہ نبی نہین ہو جاتین - از انجملہ القاء غیبی ہے - جسکو دوسرے زمان مین نفث فی الروع یا وحی یا الہام کہتے ہین اور وہ کسی واختیاری نہین ہوتا ہے - اور اسکا ماخذ و مخزن کتاب عقل یا دیوان قدرت نہین ہے - اور اسکا حصول سوچ و ترددی و تفکر و تدبر سے نہین ہوتا **اسکی تفصیل** اور اسپر دلیل ہم مبحث **اثبات نبوت** مین ذکر کرینگے انشاء اللہ تعالے - مترجم

وان الملائكة التي اخبرت بها الرسل احياء ناطقون اعظم مخلوقات الله وهم كثيرون ولا يعلم جنود ربك الا هو وليسوا عشرة وليسوا اعراضا لاسيما وهو لا يدعون ان الصادر الاول هو العقل الاول وعنه صدر كل ما سواه ۔

اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ فرشتے جنکے رسولون نے خبر دی ہے زندہ ہین اور بولنے والے - اور خدا کی جملہ مخلوقات مین سے بہت بڑے - اور وہ شمار مین بہت ہین جنکو خدا ہی جانتا ہے - خالی دس ہی نہین (جیسے فلاسفہ کہتے ہین) اور نہ وہ اعراض ہین خصوصا حس حالت مین فلاسفہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اشیاء عالم سے جسکا صدور مدا

[illegible]

فهو عندهم رب كل ماسوى الله
وكذلك كل عقل رب كل
مادونه
والعقل الفعال العاشر رب كل
ما تحت فلك القمر - وهذا مما يعلم
فساده بالاضطرار من دين الرسل
فليس احد من الملائكة مدبرا
لكل ما سوى الله

وهؤلاء يزعمون ان العقل الاول
هو العقل المذكور في حديث
يروى اول ما خلق الله العقل
فقال له اقبل فاقبل فقال له ادبر فادبر
فقال وعزتي ما خلقت اكرم
علي منك فبك آخذ وبك
اعطي وبك الثواب وعليك
العقاب

ہوا ہے وہ عقل اول ہے - اسکے سوائے جو کچھ ہے
وہ عقل اول سے صادر ہوا ہے
وہ عقل اول انکے نزدیک اللہ کے سوا سب چیزون
کی پروردگار و خالق ہے - اسیطرح ہر ایک عقل
دوم سے نہم تک اپنے نیچے کے عقول و افلاک
کی پروردگار و خالق - اور عقل دہم (جسکو عقل
فعال کہتے ہین فلک قمر (آسمان دنیا) کے
ماتحت کل اشیا کی خالق ہے - اور یہ ایسی
باتین ہین جنکا فساد و بطلان بے اختیار دین
الٰہی سے معلوم ہو رہا ہے - خدا کے سوائے
خواہ فرشتہ ہو خواہ اور کوئی مخلوقات کا خالق
نہین ہے -

یہ لوگ خیال کرتے ہین کہ عقل جسکا ہم اثبات کرتے ہین
وہی ہے جسکا اس حدیث مین ذکر ہے جو مروی ہے
کہ اللہ تعالے نے پہلے عقل کو پیدا کیا پھر اسکو
کہا تو آگے آ - وہ آگے ہوئے پھر کہا پیٹھ پھیر
اس نے پیٹھ پھیر دی - پھر خدا نے کہا مجھے اپنی
عزت کی قسم ہے مینے تجھ سے بڑھکر معزز کوئی چیز
پیدا نہین کی - تیرے ہی سبب سے مین لوگونکو مواخذہ
کرونگا - تیرے ہی سبب سے بخشش تیرے ہی سبب سے
جزا دونگا تیرے ہی سبب سے سزا - اور اسکو وہ فلسفی

ويسمونه ايضا القلم لما راوا انه قد روي ان اول ما خلق الله القلم

مہلمان قلم ٹہیراتے ہین - جب وہ بعض احادیث مین یہ ذکر دیکھہ پاتے کہ جسکو خدا نے پہلے پیدا کیا ہے وہ قلم ہے

والحديث الذي ذكره في العقل كذب موضوع عند اهل المعرفة بالحديث كما ذكر ذلك ابو حاتم البستي وابو الحسن الدارقطني وابن الجوزي وغيرهم وليس هو في شيء من دواوين الحديث التي يعتمد عليها

اور یہ حدیث جسکو انہون نے ذکر کیا ہے جہوٹی اور وضعی ہے چنانچہ ابو حاتم اور بیہقی اور ابو الحسن دارقطنی نے اور ابن جوزی نے ذکر کیا - اور کسی معتمد کتاب حدیث مین اسکا ذکر نہین ہے

مترجم کہتا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ حدیث تو احیاء العلوم مین موجود ہے - اور غزالی جیسے امام نے اس سے استناد کیا ہے پہر موضوع و بے ٹہکانہ کیونکر ہو سکتی ہے - اسلئے کہ احیاء حدیث کی کتاب نہین ہے - اور نہ اسکا مولف امام غزالی حدیث کا امام ہے - اسکتاب مین بہتیری حدیثین وضعی اور بے ٹہکانہ ہین - جسکے سبب سے احیاء محدثین کے نزدیک معیوب ہو رہی ہے چنانچہ ناظرین **تخریج عراقی** پر یہ بات مخفی نہین ہے - اور امام غزالی گو علم مکاشفہ و اسرار مین ماہر گنے جاتے ہین ولیکن علم حدیث مین متساہل ہین - اور یہ کچھہ انوکہی بات نہین ہے بہتیرے ایسے امام سلف مین ہوسے کہ ایک فن مین امام تہے - دوسرے سے محض بے خبر اسکی تائید ہم ضمیمہ سفیر ہند مطبوعہ اگست ۱۸۸۴ء مین **ملخص طبقات ذہبی** سے کر چکے - جو چاہے اسکو ملاحظہ مین لائے **علاوہ یہ** کہ امام غزالی نے اس حدیث سے اُس عقل کا اثبات نہین کیا جسکے ثبوت کے فلسفی مدعی ہین یعنی جوہر مفارق مادہ سے بلکہ اس سے انہون نے اس عقل کو سمجہا اور مراد رکہا ہے جو انسان کی صفت ہے اور اسمین موجود ہے **قطع نظر** اس سے اس حدیث کے معنے یہ نہین جو فلسفی سمجہے ہین کہ خدا نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا - بلکہ معنی

لسکے یہ ہین کہ جب خدا تعالے نے عقل کو پیدا کیا تو سب سے پہلے اسکو وہ بات فرمائی
جو حدیث بین مذکور ہے اور لفظ اوّل بمبتدا ہونے کے مرفوع نہین ہے - بلکہ
بنا بر ظرفیت منصوب ہے اور لفظ قال کے متعلق اسباب کی تصریح و تشریح شیخ نے
خود کی ہے

اس تفصیل سے ہمارے خیال کا صحیح و باموقع ہونا صاف ظاہر ہے اور یہ تفصیل ہماری سند منع کی پوری مقوی ہے - یہ تفصیل سنکر بھی آپ اپنے دعوے سے دست بردار نہوں اور ہمارے خیال کو بیجا سمجھین تو ہماری منع کو اٹھا دین اور بدلیل بیّن موافق اصول حکماء کی اصول انبیاء سے ثابت کر دکھا دین - بہت نہین تو کسی ایک حکیم سے فقط ایک ہی بات کا ثبوت دین - یعنی فقط اعتقاد توحید صفات یا توحید عبادت یا اعتقاد ضرورت نبوت عامہ یا اعتقاد حشر جسمانی کے کسی حکیم کی تعلیم مین نشان ہی کرین اور اسکا صرف عقل و فکر سے ان باتونکا قائل ہونا او سمجھ جانا مدلل کر دکھا دین
اتنا بھی نہو سکے تو اپنے دل مین آپ ہی انصاف فرما دین اور دعوی بلا دلیل سے (جسکو مہنگا دہینگی کہتے ہین) دست بردار ہو جاوین

اور جو آپ نے بمنزلہ دلیل اس دعوی کی یہ تقریر کی ہے کہ "یہ ہمارا اصول نہایت بجا ہوتا ہے کہ انسان صرف بسبب عقل کے جو اسمین ہے مکلف ہوتا ہے - پس جس بات پر وہ مکلف ہوگا ضرور ہے کہ وہ عقل انسانی سے خارج نہو ورنہ معلول کا وجود بغیر علت کے لازم آتا ہے جو محال و ممتنع ہے"
اسکا ظاہر مطلب (جو سیاق و سباق مقام سے مفہوم ہوتا ہے) یہ ہے کہ انسان عقل کے سبب سے مکلف ہے تو ضرور ہے کہ جس امر مین وہ مکلف ہوتا ہے اُسکی عقل مین خود بخود آجا دے - اور کوئی نہ کوئی افراد انسان سے اسکو بدون تعلیم ہادی کے عقل سے جان سکے - بنا و علیہ بعض حکماء کا بدون ہدایت انبیاء کے اخلاق صحیحہ کو جان لینا جائز ہوا - اور جو نتیجہ ہماری کلام کا ہی اُسکا تاتا پڑا -

اور اس تقریر سے اس دعوی کا ثبوت
ممکن نہیں ہاں قلت تدبر و سوء تفکر جناب
(جسکو **تیسری غلطی** کہا جاسکتا ہے)
اس کی ثابت ہو سکتی ہے
جس معنی کر عقل کو آپ نے علت تکلیف
سمجہا ہے اس معنی کر وہ علت نہیں - اور
جس معنی کر وہ علت ہے اس معنی کر اسکے علت
ہونیسے کسی انسان کا بدون رہنمائی ہادی
کے اخلاق صحیحہ کو جان لینا لازم نہیں
آتا - اور نہ اُسکی نفی سے وجود معلول بدون
وجود علت لازم آتا ہے - -
انسان کا عقل کے سبب سے مکلف ہونا - اور
عقل کا علت یا سبب تکلیف ہونا تو مسلم ہے
ولیکن اسکے یہ معنے نہیں (جو آپ سمجھے
ہیں) کہ انسان کا جزئیات احکام کو (جن
سے وہ مکلف ہے) جان لینا یا ادراکات
جزئیہ انپر مطلع ہونا علت تکلیف ہے اس معنی
کہ عقل علت تکلیف ہو تو چاہیئے کہ جس فرد
انسان میں یہ علت پائی جاوے اور جہاں
اسکا معلول (یعنے انسان کا مکلف ہونا)
متحقق ہو وہاں اس معنی کا لحاظ و اعتبار ہو -
اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہر فرد بشر (جو
مکلف ہونیکی لائق ہو) جملہ احکام کو (جن میں
اسکا مکلف ہونا مسلم یا مجوز ہو) مکلف ہونے سے
پہلے جان لے - اور اس جاننے کے پہلے
کسی فرد کا کسی امر میں مکلف ہونا متصور نہو اسلئے
کہ وجود علت کا وجود معلول سے مقدم ہونا
ضروری ہے - یا یون کہیئے کہ وجود معلول
قبل وجود علت محال و ممتنع ہے بنا برین خصوصیات
نماز (مثلاً) رکوع و سجود و قیام و قرات
تب ہی فرض ہوں - جب وہ مکلف
ہونیسے پہلے ان سب کو عقل سے جان لے
اور حج بھی اسی پر فرض ہو - جو قبل فرضیت
اسکے ارکان و اجزاء از خود پہچان سکے -
وعلی ہذا القیاس
اور اس بات کا اور کوئی مسلمان کب قائل ہوگا
آپ خود ہی قائل نہیں اور ہر ایک انسان کا اپنی
عقل سے جملہ احکام شرعیہ پر (جنکو آپ اخلاق
صحیحہ سے تعبیر کرتے ہیں) مطلع ہونا تجویز
نہیں کرتے - بلکہ یہ منصب خاصکر حکام کے
لئے تجویز فرماتے ہیں - اور ایسے لوگوں کا
ہونا صدیوں در صدیوں میں ثابت ہوتا در

بتلاتے ہین۔

قطع نظر اسکے (کہ اس معنی کا کوئی قائل نہین) اگر عقل کو انہین معنی کو علت سمجھا گیا ہے تو اسکا علت ہونا (باینمعنی) غیر مسلم ہے۔

یہی امر تو اول محل نزاع ہے۔ اور عین دعوے پھر اسکا دلیل ہونا کب متصور ہے؟ اور اسکو بلا دلیل مان لینا کب جائز ہے؟ ہمارے

خیال مین عقل کی علت ہونے کے یہ معنی ہین۔ کہ انسان عاقل ہونے (یعنے مجنون اور صغیر سن نہونے) کے سبب سے مکلف ہے اور اسکی صفت یا قوت عقل (جو بچہ یا دیوانہ مین نہین ہوتی) سبب یا علت تکلیف ہے

اس معنی کہ عقل کی علت ہونے سے کسی امر (متعلق تکلیف) کا قبل ورود شرع عقل میز آجانا ضروری نہین سمجھا جاتا اور نہ اُسکے عدم سے وجود معلول بدون وجود علت لازم آتا ہے۔ یہ تب ہی لازم آتا۔ جبکہ کوئی بچے صغیر سن کو مکلف ٹھہراتا۔ یا مجنون کو مامور و مخاطب باحکام قرار دیتا ولا یقول بہ احد۔

خلاصہ کلام لائق فہم عوام یہ کہ عقل کے سبب انسان کے مکلف ہونیکی یہ معنی نہین۔ کہ قبل ورود شرع وہ عقل سے احکام کو جان سکتا تھا۔ اسلئے مکلف ہوا (جس سے آپکا دعوے ثابت ہو اور حکماء کا بدون ہدایت انبیاء احکام شرعیہ پر مطلع ہونا جائز نکلے) بلکہ معنے اسکے یہ ہین کہ انسان عاقل ہونے اور مجنون نہونے کے سبب مکلف ہوا ہے اور اس سے ایک حکم کا بھی جان لینا قبل ورود شرع لازم نہین آتا اسکا لازمہ تو یہی ہے کہ ہادی کے بتانے سے وہ احکام کو جان جاوے۔ اور مجنون و صغیر سن تکلیف کا مورد نہو

اس بیان سے ثابت ہوا کہ وہ دلیل دعوے جناب کی مثبت نہین۔ اور اس سے بجز قلت تدبر و سوء تفکر جناب کچھ ثابت نہین ہوتا۔

اس دلیل کے ضمن مین آپنے دفع دخل مقدر کیا ہے اور جو آپکے بیان سے بطلان نبوت ظاہر ہوتا تھا اسکی پردہ پوشی کے لئے فرمایا ہے " پس کسی شخص کا بذریعہ کشف انکو یا انمین سے بعض کو پالینا نہ منافی ہدایت ہے نہ منافی رسالت اور ان باتوں سے

انبیاء کی نبوت کی زیادہ تر تقویت ہوتی ہے
اس سے وہ دخل مقدر دفع نہیں ہو سکتا -
اور اس عذر سے تکبر گناہ سے وسمہ ابطال
نبوت آپکو دامن تقریر سے دور نہیں ہوتا
آپکا بیان من اولہ الی آخرہ مبطل نبوت ہے
پھر اسکی اصلاح اس دو حرفی معذرت سے
(جسکو طفل تسلی کہا جا سکتا ہے) کسطرح متصور
ہے نظم ولن یصلح العطار ما افسد الدہر
یہ وہ بات ہے جسکا ادعا ہم نمبر دوم صفحہ ۱۰۶
کر چکے ہیں - اب اسکو بدلائل قطعیہ سچا کر دکھاتے
ہیں - پس **بگوش ہوش** سننا چاہئے کہ
اس دعوے پر ہمارے دلائل تین ہیں جو منطوق
یا مفہوم کلام جناب ہی سے مستفاد ہیں
دلیل اول جو منطوق کلام جناب ہے
اور اسکی صحت و تسلیم میں کیسکو دم مارنے
کی جگہہ نہیں یہ ہے کہ آپنے انسان کا
بدون رہنمائی پیغمبر کے اپنی عقل سے احکام
شرعیہ (یا اخلاق صحیحہ) پر مطلع ہونا ممکن ٹھہرایا
اور اس منصب کو حکماء کے لئے ثابت بھی
کر دیا اور ان حکماء کا ہمسر و ہم رتبہ انبیاء ہونا مان
لیا - اور اسبات کو اپنی کلام کا نتیجہ ہونا
تسلیم کر لیا -
اور یہ صاف و صریح اقرار ہے کہ بعثت و ہدایت
انبیاء کی حکماء کو ضرورت نہیں - اور وہ اخلاق
صحیحہ کے دریافت کرنے میں تعلیم انبیاء کے
محتاج نہیں -
بقول جناب انبیاء فقط جاہلوں (اور احمقوں) کی
تعلیم و ہدایت کے لئے آئے ہیں -
اور محتاج بعثت و ہدایت انبیاء وہی جاہل -
پس یہ وہی بات ہوئی جو **ابن صیاد***
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہی تھی
کہ میں اسبات کا اقراری ہوں کہ تو نبی ہے
مگر تیری نبوت امیوں (جاہلوں) کے
لئے مخصوص ہے - ایسی ہی حضرت موسے
علیہ السلام کو کسی حکیم نے سنائی تھی اور
انکی نبوت کو مان کر جاہلوں کے لئے
انکی تخصیص کی - اسمیں گو نفی الملہ
اور خاص جاہلوں کے لئے ضرورت نبوت کا

* ابن صیاد ایک لڑکا تھا جو آنحضرت کے زمانہ میں پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا ایک دن حضرت اسکو امتحان و الزام کو گئے اس نے تعظیم نہ کی اور ایک سوال بھی کیا جس میں وہ نادم ہو گیا ابھی آنحضرت نے اس سے فرمایا کیا تو میری نبوت کا اقراری ہے اس نے وہ جواب دیا جو یہاں منقول ہوا اشہد انک رسول الامیین - دیکھو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث

اقرار ہے - مگر اسکے عموم و شمول کا صاف
و صریح انکار ہے -

اگر کسیکو یہ **شبہ** خلجان کرے کہ اگرچہ جناب
خان بہادر نے حکمار کو بمنزلہ پیغمبر قرار دیا ہے
مگر یہ دو فرق انہین گھٹا دیے ہین

اول حکمار کا انکے علم و وصول مین مشتبہ رہنا

دوم انکا اپنی باریک اصطلاحات پر عامہ
کو مطلع نکر سکنا - اور عام ہدایت کے لائق
نہونا -

ان دو فرقون کے سبب سے انکے حق مین بھی ضرورت
انبیار کا ثبوت ممکن ہے - اور عموم نبوت باقی
رہتا ہے تو اسکا **ازالہ** یہ ہے کہ فرق ثانی کا
تو اتنا ہی مفاد ہے کہ حکمار آپکے نزدیک
عامہ خلائق کے ہادی یا نبی ہونے کے
لائق نہین اس سے انکا اپنی ذات کے لیے ہادی
نہونا اور اپنے سلوک مین دوسرے ہادی کا
محتاج ہونا لازم نہین آتا

رہا فرق اول سو اگرچہ اسقدر مصنف اشارہ
کرتا ہے کہ رفع اشتباہ و حصول یقین کے لیے حکمار
بھی انبیاء کے محتاج ہین لیکن منطوق اصول
جناب جسکو آپنے نہایت جتا جتا کر فرمایا ہے
اس اشارہ و ایجاد کی بطل و تکذیب ہے - اسمین
آپنے صاف فرمایا ہے کہ انسان عقل کے
سبب سے مکلف ہوا تو ضرور ہے کہ جبات پر وہ
مکلف ہو وہ فہم انسانی سے خارج نہو جسکا
مطلب یہ ہے کہ کسی نہ کسیکا افراد انسان سے
بدون تعلیم انبیار احکام شرعیہ کو جان لینا
ضروری ہے -

اور جب منطوق اس اصول کے بعض حکمار کا
احکام شرعیہ (یا اخلاق صحیحہ) پر مطلع ہونا
ضروری ہوا اور عقل انسانی کا (جو علت
تکلیف ہے) یہ لازم ذاتی ٹھیرا تو یہ تجویز
و امکان عدم اطلاع (جو اشتباہ کا سبب
یا مدار یا ملزوم ہے) کیا معنے رکھتا ہے؟
کیا ایک شے کی ضرورت ایجاب اور امکان سلب
مین منافاۃ نہین - اور قضیہ ممکنہ عامہ سالبہ
قضیہ ضروریہ مطلقہ موجبہ کی نقیض نہین؟
اس بات کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہین جو علم منطق سے
فی الجملہ آشنائی رکھتے ہین - عوام کو ہم
یہ مطلب یون سمجھا سکتے ہین کہ آپنے بعد تجویز اشتباہ
یہ بھی کہدیا ہے کہ مقتضائے عقل بعض حکمار
کا اخلاق صحیحہ پر مطلع ہونا ایسا امر وہی

ہے جسکا نہونا محال ہے پہر کسی حکیم کے مطلع ہونے مین وجود اشتباہ خود اس شخص کو ہو جسکا مطلع ہونا بوجہ ضرورت تسلیم کیا گیا ہے ۔ خواہ کسی دوسرے عاقل کو (حواس امر کو ضروری سمجھتا ہے) کسطرح متصور ہے اشتباہ وقت ہوتا جبکہ کسی عاقل کے نزدیک عدم اطلاع کا بھی احتمال صحیح ہوتا ۔ اسکے تو آپ قائل نہین پہر قائل اشتباہ کیونکر ہو سکتے ہین ۔

معلوم نہین اس قول کے ساتھ اپنے پہلے قول کو منسوخ کر دیا یا پہلا قول بہولکر کہدیا یا ایسے دونو قولونکا مطلب نہین سمجھا ۔ بہر حال اس نچے ہوئے اصول جناب کے مقابلہ مین ہم اس تارہ ضعیف کا اعتبار نہین کرتے اور آپکے اس لفظ اشتباہ کو احتمال نسخ یا نسیان یا عدم توجہی پر حمل کرتے ہین ۔ اور آپکے پر زور دعاوی مذکور کے منطوق سے ہم یقیناً یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ اب بعض حکمائے ناظرین قانون قدرت کو رہنمائے انبیاء سے مستغنی مانتے ہین اور ہدایت انبیاء کی ضرورت خاص جاہلون اور احمقون کے لئے سمجھے بیٹھے ہین ۔

اور یہ بات آپکی ہمارے اور کافہ مسلمین کے نزدیک تسلیم نبوت کے مخالف ہے اور اسکی عموم و شمول کے مبطل

دلیل دوم سو کلام جناب سے مفہوم ہے اور اسکو وہ لازم ہے کہ آپنے منصب نبوت کی انبیاء کے لیئے تجویز تو کی و لیکن انکی تصدیق و انکے حقوق کی تسلیم کی ایسی صورت نکالی ہے جس سے وہ تصدیق وجود مین نہ آسکے اور اگر برائے نام تصدیق وجود مین آوے تو انکے حقوق کی تسلیم کبھی ہونے نپاوے اور یہ امر اگرچہ صورتاً اقرار ہے لیکن معنے انکار ۔

اسکی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو چیف کورٹ کا جج تجویز کرین اور اسکی لیاقت کا ممتحن کسی چپراسی کو جو نہ فرائض جج کو جانتا ہے نہ قانون کو پہچانتا ہے بنادین یا کسی ایسے لیڈر کو جو دقائق قانون اور یا پارلیمنٹ کے فیصلجات پر مطلع نہین اس عہدہ پر مامور کرین اور ان ممتحنونکو یہ اختیار دیدین کہ اگر تمہاری سمجھہ مین یہ جج اس عہدہ کے

لائق ہو اور اسکے احکام و فیصلجات تمہاری سمجھ کے مطابق ہون تو تم اسکو جج ماننا اور اسکی طاعت کرنا - نہین تو اسکی طاعت سے ہاتھ کھینچ لینا اسصورت مین کیا وہ جیراسی اس جج کے احکام و اصول سے بیخبر ہونیکے سبب سے (بحکم من جہل شیئا عاداہ*) اسکا منکر ہوگا؟ اور وہ پلیڈر نے ابجار قانون دانی کے سبب اسکی ججی کا قائل بھی ہوا تو پھر کیا اپنی منصفی کے ناز پر اسکے فیصلجات کو اپنی کم علمی کے سبب خلاف قانون سمجھکر اسکے فیصلہ پر معترض ہو کر اسکی اطاعت سے باہر نہوگا؟

اسطور پر اس جج کا عہدہ ججی پر مامور کرنا کالعدم ہے اور اسکو جج کہنا جج سمجھنے برابر نہی کام بعینہ آپنے تجویز نبوت انبیا ر مین کیا ہے - اور انکی نبوت و اطاعت کا سررشتہ ان لوگون کے ہاتھ مین دیدیا جنہے کر اولا تو وہ آتش جیراسی کیطرح نبی کی نبوت ہی کے قائل نہون اور اگر مائے نام ہون تو پھر اس پلیڈر کیطرح اسکی اطاعت سے خارج رہین -

جن لوگون کو آپنے انبیاء کی معیون کا منتخب بنایا - وہ دو بزعم جناب حکماء و قسم اول عقلاء سے کیون نہون) اہل سنت کے نزدیک قبل ورود شرع کے ادراک احکام مین انبیاء سے وہ نسبت رکھتے ہین جو جیراسی جنیف کورٹ کے ججون سے نسبت رکھتے ہین - اور فرقہ معتزلہ وغیرہ (جو عقل کو حاکم جانتے ہین) بھی انکو اس پلیڈر سے بڑھکر نسبت نہین دے سکتے - یہ لوگ گو حسن و قبح عقلی کے قائل ہین و لیکن بقول اے [illegible] نہ ہر جاے مرکب توان تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن بعض احکام کے ادراک سے عقل کو عاجز جانتے ہین اور انکو محض تقلید انبیاء سے مانتے ہین -

ہرچند تمام مسلمانون مین ایک آپ ان سب کے خلاف کے مدعی ہین اور قسم اول کے لوگون (حکماء) کو انبیاء سے وہ نسبت دیتے ہین جو جیف کورٹ کے جج آپسمین نسبت رکھتے ہین - ولیکن آپنے اس خلاف پر کوئی دلیل قائم نہین کی - مجرد دعاوی سے صفحہ قرطاس کو رونق بخشی ہے - لہذا اگا خلاف

* [illegible]

ہنوز کالعدم ہے اور باتفاق اہل اسلام
(سنی - معتزلی - شیعی - خارجی) کوئی
شخص انبیا کی نسبت جیراسی ایس بیڈر سے
بڑھکر نہیں ہے - پھر ایسے لوگ انبیار کے
ممتحن ٹہیرے - اور انکی عقل و تمیز جملہ
تعلیمات پیغمبر کی کسوٹی مقرر ہوی - تو انبیا
کی نبوت اور انکے حقوق کی تسلیم و طاعت
ہو چکی - سنہ

گر ہمین مکتب ست و این ملا * کار طفلان تمام خواہد شد

ان لوگوکے ممتحن ہونے اور انکی عقل کے
معیار امتحان ہونے کی صورت مین اولا تو اس
جیراسی کی طرح کوئی نبوت کا اقراری نہوگا -
اور اگر برائے نام ہوا تو ہمیشہ اس بیڈر کیطرح
اطاعت سے خارج و باغی رہیگا -
شق اول یعنے اقراری نہونا تو بہت ظاہر ہے
چندان بیان ثبوت کا محتاج نہیں - جو شخص
کسی امر سے جاہل ہوگا وہ اسکو کب مانیگا
جیراسی صحت فیصلجات ججی کا کب قائل ہوگا -
اور فن ہندسہ سے ناواقف شکل عروسی یا حمار
کا ثبوت کب تسلیم کریگا - -
اسیطرح منکر رسالت محمدیہ دقائق و اسرار
تعلیمات نبویہ کو تنماز یا روزہ یا حج مین عقل
یا نیچر سے کیا سمجھیگا اور اس سمجھ کے
ذریعہ سے نبوت کا کب اقراری ہوگا؟
بلکہ اگر اسکو ممتحن قرار دیا جاوے اور اسکے
عقل و فہم کو ان تعلیمات اور انکی معلم کی
صداقت کا معیار بنایا جاوے تو وہ دوبارے
انکار رہوگا - اور اپنے منصب حکومت کے
بہروسے اسی سے ابطال نبوت کریگا -
نماز مین وہ یہ کہیگا کہ اسکے افعال خصوصاً سجدہ
نیچر کے خلاف ہے اسلیئے کہ اسمین سر کو
نیچے اور مقعد کو اوپر کیا جاتا ہے - اور معدہ
کا کھانا منہ کیطرف آتا ہے اور بدن کا خون
سر اور آنکھوں کیطرف متوجہ ہوتا ہے جسمین
کئی امراض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے
اور روزہ مین یہ کہیگا کہ دن بھر کے فاقہ سے
خون خشک ہوجاتا ہے اور رطوبتین سلب
اور اعضار کی غذا کا انقطاع - جس سے انسان
کی جسمانی و عقلی کمالات مین نقصان کا
احتمال ہے

باقی نمبر آئندہ

یہ رسالہ بابت اپریل ۱۸۷۷ء کا ماہ مئی مین تمام ہوا

ویر لیز دبخت لیرد مرترا۔

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر پنجم و ششم — جلد سوم

بابت جمادی الاولی و الثانیہ سنہ ۱۲۹۷ھ مطابق اپریل مئی جون سنہ ۱۸۸۰ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ بحسب انتظام جدید

نمبر تعداد قیمت	تفصیل خریداران بشرح مرتب	رقم سالانہ
(۱) اخص قیمت	اسلامی ریاستون کے نواب اور رئیس	کم از کم للعہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و عامہ اخبار و لائبریری و سوسائٹی	کم سے کم عہ
(۳) عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	سہ
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہواری سے زیادہ نہین جو بتہ آپ خریدار	سے
(۵) لاقیمت	ہر وسعت جو دس روپیہ ماہواری کی آمدنی بہی نہین رکہتے مگر علمی شغف رکہتے ہین اور ہر سال	لواب آخرت

بقیہ شرح و شروط مراتب مطابق تفصیل سابق۔ خط و کتابت و ارسال زر بنام مہتمم بہ عنوان و نشان مندرجہ ذیل سے ہونا چاہیے۔

معذرت

جو معاونین سال بسال کی قیمت پیشگی عطا فرما چکے ہین انکی خدمت مین مہتمم بڑے ادب سے معذرت رسان ہے کہ اس مدت توقف رسالہ مین تین دفعہ مین بیمار رہا۔ اور مسہل وغیرہ معالجات طولیہ مین مصروف رہا اسلئے اول تو مضمون رسالہ لکہا نہ گیا۔ پہر جب مضمون تیار ہوا تو حضرات نادہندگان جدید کے عدم توجہی کے سبب کافی روپیہ مصارف طبع کے لئے میسر نہ آیا۔ معاونین اس عذر کو معرض قبول مین جگہہ دین اور اس قسم کی توقفات سے جو غیر اختیاری سببون سے پیدا ہوتے ہین۔ آشفتہ خاطر نہوا کرین۔ والعذر عند کرام الناس مقبول۔

ابو سعید محمد حسین لاہوری مہتمم رسالہ ہذا دیسنتہ مقام لاہور محلہ سید مٹہہ۔

مطبع مصطفائی لاہور مین طبع ہوا

التفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے جہپی احمدیہ اسلام میں تمیز

اس مضمون مین امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی نے ایک رسالہ تالیف کیا ہے جسکا یہی نام ہے جو ہمارے اس مضمون کا عنوان ہے اس رسالہ کا خلاصہ مطلب یہہ ہے کہ منکر و مکذب رسول مقبول صلعم کا کافر جاہلی مخلد فی النار ہے۔ مگر جو اس انکار کا کسی تاویل کی آڑ مین مرتکب ہو وہ کافر نہین ہو بشرطیکہ وہ محل جسمین وہ تاویل کا مرتکب ہو تاویل کی گنجائش رکہتا ہو۔ اور اوسکی تاویل مین قطعیات و ضروریات دین سے انکار نپایا جاتا ہو۔

واز انجا کہ انکار نصوص و تکذیب رسول مقبول از اہل سید احمد خانصاحب بہادر کی مذہب سے سوالہے اور جن تاویلوں کے آڑ مین وہ انکار و تکذیب کے مرتکب ہیں اون تاویلون کی نصوص مین گنجائش نہین ہو اور انمین قطعیات و ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہو و بناءً علیہ وہ رسالہ آپ پر فتویٰ تکفیر لگاتا ہے ہسلئے آپنے تہذیب الاخلاق ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ ہجری و محرم و صفر سنہ ۱۲۹۷ مین اس رسالہ پر ایک ریویو لکہا ہو جسمین اس رسالہ کے اکثر مطالب کو رد کیا ہے۔ اور از انجملہ ایک ادہ بات کو بحذف تفصیل و شرائط مفید مدعا بنا کر لیا ہے۔

مین اس **ریویو پر ریویو** لکہنا چاہتا ہون جس سے میرا مقصود یہہ ہے کہ جن باتون کو آپنے بغیر مطلب سمجہکر رد کر دیا ہے اُنکی صحت ثابت کرون۔ اور جس بات کو آپنے مدعا کے موافق بنا لیا ہے اسکا مخالف مدعا جناب ہونا ثابت کر دکہاؤن۔ اور اس رسالہ متبرکہ کو آپکے تصرفات و خدشات سے پاک کرون اور اسکے مصنف علامہ امام حجۃ الاسلام کی نصرت و حمایت عمل مین لاؤن +

یہہ بحث جملہ مباحث متعلقہ جناب سے اہم و مقدم ہے کیونکہ آپکی جملہ کارروائیون کا مدار یہی تاویلی انکار ہے اسی نظر سے مباحث سابقہ کو ناتمام چہوڑ کر اسکی طرف توجہ ضرور سمجہی گئی ہے۔ ناظرین بہی اسکے پڑہنے اور سمجہنے مین پوری توجہ مبذول فرماوین۔ وبا اختتام اس بحث کی تمام مباحث سابقہ بہی معانی ذرا

پس پہلے اقوال امام غزالی کو جو محل بحث ہیں نقل کیا جاویگا پہر تعقبات و تصرفات جناب مخاطب کو قلم میں لایا جائیگا۔ پہر انکا جواب پیش کیا ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ سدید احول و اقول اقول۔ واضح ہو کہ اس رسالہ کے دیباچہ میں یہہ بیان ہے کہ یہہ رسالہ امام صاحب نے ان حاسدونکے جواب میں (جو انکی کتب اسرار و معاملات دین پر معترض ہوئے اور یہہ خیال کیا تہا کہ اسمیں مذہب متقدمین اشاعرہ کا خلاف ہے۔ اور اشعری کا خلاف بالثبت بہ کیوں نہو کفر ہے) تالیف کیا ہے۔ اور اسمیں اپنے بعض احباب کو یہہ ارشاد کیا ہے کہ ان حاسدوں کے اعتراضات سے دل میں تنگی نہ لاویں اور انکی کچہہ پرواہ نہ کریں۔

قال الغزالی بعد الحمد والصلوٰۃ۔ اما بعد فانی رائیتک ایہا الاخ المشفق والصدیق المتعصب موغر الصدر منقسم الفکر لما قرع سمعک من طعن طائفۃ من الحسدۃ علی بعض کتب المصنفۃ فی اسرار معاملات الدین وزعمہم ان فیہا ما یخالف مذہب الاصحاب المتقدمین والمشائخ المتکلمین وان العدول عن مذہب الاشعری ولو فی قید شبر کفر۔ فہون یا ایہا المشفق علی نفسک†

اس قول میں ازایل صاحب نے اتنا تصرف کیا ہے کہ اشارۃً اپنے خلافیات کو بہی خلافیات امام غزالی میں داخل کیا ہے اور اپنے احباب کو اسی بے پرواہی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ پرچہ محرم کے صفحہ ۱۲ میں فرمایا ہے کہ بالتشبیہ ایسے شخص کے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کی (ذات شریف کو مراد رکہتے ہیں) مخلصین کو ضرور ہے کہ وہ معاندین کی باتوں پر صبر کریں اور یقین کریں کہ الحق یعلو ولا یعلی اور اسوقت کے آنے کے منتظر رہیں۔

راقم کہتا ہے یہہ تو آپنے بجا فرمایا مگر یہہ نہ سوچ لیا کہ ہمارے خلافیات کو امام غزالی کے خلافیات سے کیا نسبت ہے۔ غزالی نے خلاف کیا ہے تو صرف اشعری یا باقلانی کا خلاف کیا ہے جو واقعی لائق پرواہ نہیں۔ آپنے تو خدا و رسول کا خلاف کیا ہے۔ اور توریت و انجیل و زبور و فرقان سب کو طاق میں رکہدیا ہے۔ ہم اس خلاف پر کیونکر بے ڈر و بے پرواہ ہوسکتے ہیں؟ اور کس طرح

† ازایل صاحب بہادر نے نقل مطلب رسالہ میں معاملات کا ترجمہ حالات کیا ہے ۱۲

امام غزالی کے قرین بن سکتے ہیں ۹
اسکے بعد امام صاحب نے اسی دوست سے مخاطب ہوکر فرمایا ہے اگر تو اپنے اور اپنے مثل لوگوں کے دل سے یہہ کانٹا دریچ کام نکالنا چاہے تو اپنے آپ سے اور اپنے مخاطب فاسد و طاعن سے کفر

فان اردت ان تنزع ہذہ الحسیکہ من صدرک وصدر من فی مثل حالک فخاطب نفسک ۔ وصاحبک وطالبہ بحد الکفر فان زعم ان حد الکفر ہو ما یخالف مذہب الاشعری او مذہب المعتزلی او الحنبلی او غیرہم فاعلم انہ غر بلید قد قیدہ التقلید فہو اعمی من العمیان فلا تضیع باصلاحہ الزمان وناہیک حجۃ بافحامہ مقابلۃ دعوی بدعوی خصومہ اذ لا یجد بین نفسہ وبین سائر المقلدین المخالفین لہ فرقاً وفصلا + ولعل صاحبک یمیل من بین سائر المذاہب الی الاشعری وزعم ان مخالفتہ فی کل ما ورد وصدر من الکفر الجلی فاسئلہ من این ثبت کون الحق وقفاً علیہ حتی یقضی بکفر الباقلانی فی ان خالفہ فی صفۃ البقاء للّٰہ تعالیٰ وزعم انہ لیس وصفاً زائداً علی الذات ولم صار الباقلانی اولی بالکفر بمخالفۃ الاشعری من الاشعری بمخالفۃ الباقلانی ولم صار الحق وقفاً علی احدہما دون الثانی اذ لک

کی حقیقت دریافت کر ۔ اگر وہ کہے کہ کفر وہی ہے جو مذہب اشعری یا مذہب معتزلی یا حنبلی کے مخالف ہے تو تو جان لے کہ وہ کودن ہے جو کہ بیٹھا ہوا اور نابینا ہے تقلید میں بندھا ہوا ۔ بس تو اسکی اصلاح وخطاب میں اپنے اوقات کو ضائع نکر تجھے اسکی ساکت کرنے کیلئے یہی دعوی اسکے مخالف کی طرف سے پیش کرنا کافی ہے ۔ کیونکہ وہ اپنے میں اور اپنے مخالف مقلدوں میں کوئی فرق نہیں نکال سکتا ہے شاید وہ سب مذاہب میں سے مذہب اشعری کیطرف مائل ہو اور یہہ خیال رکھتا ہو کہ اشعری کا خلاف ان تمام باتوں میں جو اس سے سرزد ہوئی ہیں کھلم کھلا کفر ہے ۔ بس تو اس سے پوچھ کہ اسکو یہہ کہاں سے ثابت ہوگیا ہے کہ حق اشعری پر آٹھہرا ہے جسکے سبب وہ باقلانی کو کافر کہتا ہے کیونکہ وہ اشعری کا مسئلہ صفت بقا میں مخالف ہے اور یہہ سمجھتا ہے کہ صفت بقا خدا تعالیٰ کی ذات سے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے ۔ اشعری کی مخالفت کی سبب باقلانی کیوں لائق تکفیر ہوا اور اشعری ہی کیوں باقلانی سے مخالف ہونے کے سبب کیوں

+ فضلا کا ترجمہ آپنے فضیلت سے کیا ہے ۱۲

لسبق الزمان فقد سبق الاشعری غیرہ من المعتزلۃ فلیکن الحق للسابق علیہ ام لاجل التفاوت فی الفضل والعلم فبای میزان و مکیال قدر درجات الفضل حتی لاح لہ ان لا افضل فی الوجود من متبوعہ و مقلدہ فان رخص للباقلانی فی المخالفۃ فلم حجر علی غیرہ وما الفرق بین الباقلانی والکرابیسی والقلانسی وما مدرک التخصیص بہذا الرخصۃ

کا فرہوا۔ اُن مین ایک شخص حق کو کیون ہو تو سمجہا گیا ہی اگر یہہ سبقت زمانہ اشعری کی وجہ سے ہے تو اشعری سے پہلے معتزلہ گذر چکے ہین پس چاہیے کہ یہہ تجویز حقانیت معتزلہ کرلئے ہو اور اگر یہہ علم و فضیلت مین تفاوت کے سبب ہے تو وہ میزان بیان کرنی چاہیے جس سے معلوم ہوا ہے کہ اسکے متبوع و امام سے کوئی افضل نہین ہے یہہ سنکر اگر وہ باقلانی کو مخالفت اشعری کی رخصت دیتا ہو تو پہر اور ون کو اس مخالفت سے کیون منع کرے۔ باقلانی وکرابیسی وقلانسی مین کیا فرق ہے اور اس رخصت خلاف کی اشعری سے خاص ہونے کی کیا وجہ ہے۔

اس قول مین انزایبل جج بہادر نے یہہ تصرف کیا ہے کہ جو امام غزالی نے اسلامی مذاہب باہمی مختلف کے حق مین فرمایا ہے اور ایک کو دوسرے کی تکفیر سے باہمی خلاف کے سبب منع کیا ہے اور اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب اسلامی پر ترجیح دینی اور بالتخصیص حق پر جاننے سے روکا ہے اسمین انزایبل صاحب نے فرقہائے مخالف مذہب اسلام یہود و نصاری ہنود و مجوس کو بہی شامل کرلیا ہے اور اہل اسلام کو اُن فرقون کی تکفیر سے بہی منع کردیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہین یہہ تقریر امام صاحب کی نہایت عمدہ آب زر سے لکہنے کے قابل ہے مگر انہون نے اسکو نہایت محدود خیال کیا ہے یہہ تو ایک بڑا مضمون ہے۔ صرف اشعری باقلانی اور معتزلے ہی پر محدود نہین ہے بلکہ ادیان مختلفہ سے بہی متعلق ہے۔ یہودی عیسائی اور مسلمان و مجوس دیرہمی سب کی نسبت یہی بحث ہے ایک مسلمان کیون صرف اپنے مذہب کو حق اور اپنے ہی کو ناجی اور سب مذاہب کو باطل اور انکے پیرون کو کافر بتاتا ہے اسکا سبب بجز اسکے اور کچہہ نہین کہ وہ اپنے متبوع پر اور اسکی کلام پر پورا اعتقاد رکہتا ہے۔ مگر یہودی عیسائی مجوسی و براہمی بہی اسیطرح اپنے متبوع پر اعتقاد رکہتا ہے

انبیاء وکتب واحکام کی تجویز تکفیر پائی جاتی تو یہہ دعوی آپ کو زیب دیتا ہے۔ کفر و اسلام کو یکسان ویک جائے کرکے تو یہہ دعوی کسی صورت سے مناسب نہین ہے اور یہہ اختلاق وخلاف بیانی رفتار مرد مہذبین کے شان کے لائق نہین ہے۔

نصیحة عرض کرتا ہون کہ جب آپ کوئی ایسی بات فرمانے لگین تو اس سے پہلے ایکدفعہ تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف سامی کو دیکہہ لیا کرین بلا مراجعت کلام سابق کوئی بات زبان یا قلم سے نہ نکالا کرین۔ اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے شاید تیری یہہ خواہش ہو کہ تو کفر کی تعریف پہچانے اون تعریفات

فصل لعلك تشتهي ان تعرف حد الكفر بعد ان تناقض عندك حدود اصناف المقلدين فاعلم ان شرح ذلك طويل ومدركه غامض ولكني اعطيك علامة مطردة منعكسة لتتخذها مطمح نظرك وترعوي بسببها عن تكفير الفرق وتطويل اللسان في اهل الاسلام وان اختلفت طرقهم ما داموا يقولون لا اله الا الله محمد رسول الله صادقين غير متناقضين لها فاقول الكفر هو تكذيب الرسول صلعم في شئ مما جاء به والايمان تصديقه في جميع ما جاء به فاليهودي والنصراني كافران لتكذيبهما الرسول والبرهمي كافر بطريق الاولى لانه انكر مع رسولنا سائر الرسل والدهري كافر بطريق الاولى لانه انكر الرسل مع المرسل وهذا لان الكفر حكم شرعي كالرق والحرية مثلاً اذ معناه اباحة الدم

متناقضہ کے سوا جو تجہے مقلدین سے پہنچی ہین پس تو جان لے کہ اسکی شرح طویل ہے اور اسکے جاننے کے موقع پوشیدہ ہین لیکن مین تجہے ایک صحیح علامت کفر جو افراد غیر کفر کو مانع اور افراد کفر کو جامع ہو بتاتا ہون کہ تو اسکو بنظر چشم رکہے اور اسکے سبب اہل اسلام کو (گو وہ مختلف مذہب رکہتے ہون) کافر کہنے اور انکی نسبت زبان درازی کرنے سے رکا رہے جب کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سچے دل سے کہتے رہین۔ اور کوئی قول یا فعل اسکے برخلاف نکہین لیس نکرین۔ پس مین کہتا ہون کہ کفر کی تعریف یہہ ہے کہ رسول کی کسی بات مین جو وہ لیکر آئے تکذیب کرین۔ اور ایمان یہہ ہے کہ رسول کی سبہی باتونکو مان لین بنا برگ علیہ یہودی و نصرانی دونون غرض کہ قوم

والحکم بالخلود فی النار مدرکہ شرعی فیدرک اما بنص او بقیاس وقد وردت النصوص فی الیہود والنصاری والتحق بہم بطریق الاولی البراہمۃ والثنویۃ والزنادقۃ والدہریۃ وکلہم مشترکون فی انہم مکذبون للرسول فکل کافر فہو مکذب وکل مکذب فہو کافر فہذہ ہی العلامۃ المطردۃ المنعکسۃ ۔

ہیں کیونکہ وہ ہمارے رسول کو نہیں مانتے۔ اور برہمی اسے بڑھکر کافر ہیں کیونکہ وہ کسی رسول کو نہیں مانتے۔ اور دہریہ اسے بھی بڑھکر کافر ہیں کیونکہ وہ انکار رسولوں کے ساتھ وجود خدا سے بھی انکار رکھتے ہیں ان سب کو جنے پہلے کا ذکر ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے جسکا مطلب حکم خلود فی النار یعنے ہمیشہ کے لئے آگ میں رہنا ہے اور وہ شرع ہی سے معلوم ہوسکتا ہے نص ہے یا قیاس ہے۔ (یہاں قیاس سے مراد امام غزالی کی قیاس بالاولی ہے جسکو دلالۃ النص کہا جاتا ہے اور اسکی حجیت میں منکرین قیاس کو بھی کلام نہیں ہے) تو یہود و نصاری کے کافر ہونے میں تو نصوص وارد ہیں اور براہمہ و ثنویہ و زنادقہ و دہریہ بحکم قیاس بالاولی انکے ساتھ ملحق ہیں اور یہہ سب تکذیب رسول کے بقول میں شریک ہیں پس جو کافر ہے وہ رسول کا مکذب ہے اور جو مکذب رسول ہے سو کافر ہے یہی ایک علامت ہے جو تعریف کفر میں مانع اور جامع ہے۔

یہہ قول امام غزالی کا ہے (ہم اس مذہب جناب مخاطب تہا اور بنظر اس تکذیب رسول کے جو شب و روز ہر تحریر و تقریر میں آپ سے سرزد ہورہی ہے صاف طور پر آپکے تکفیر کرتا تہا پہلے آپنے اسکو صاف رد کردیا ہے چنانچہ **فرمایا ہے** اس مقام پر امام صاحب نے بات کو خلط ملط کردیا ہے یہہ ٹہیک ہے کہ کفر ایک شرعی حکم ہے اور منکر یا مکذب رسول کا کافر ہے۔ مگر شرعی کافر۔ لیکن ایک موحد جو پورا پورا ٹہیک طور پر کامل موحد ہے مگر وہ نفس رسالت ہی کا منکر ہے اور اسلئے کسی رسول کو نہیں مانتا اسکا کفر بھی کفر شرعی ہے مگر اسپر خلود فی النار کا حکم دینا جیسا کہ اس مقام پر امام صاحب نے بیان کیا ہے صحیح نہیں۔ محمد

† یہہ بات آپکو اب سوجہی ہے جب اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ میں آپ پر بحث لاحق ہولی۔ پرچہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ تہذیب الاخلاق میں تو آپنے صاف فرمایا تہا کہ جو کسی نبی کو نمانے وہ کافر نہیں ہے۔

کے کفر پر کوئی نص وارد نہین ہے - بلکہ برخلاف اسکے نص آئی ہے قیاس جو نص پر مبنی ہو بلکہ مطلق قیاس بھی موجود نہین ہے - انبیاء صرف خدا کی وحدانیت پر† یقین دلانیکو اور اس کی عبادت کی ہدایت کرنیکو مبعوث ہوئے ہین اور موحد اسپر کامل یقین رکھتا ہے پھر اسکے کفر مطلق پر قیاس بھی موجود نہین ہے - کفر شرعی اور کفر مطلق دو علیحدہ علیحدہ چیزین ہین جنمین عموم و خصوص†† منہ کی نسبت ہے - اور خلود فی النار صرف کفر مطلق کا نتیجہ ہے - اور وہ کفر صرف شرک حقیقی ہے خواہ ذات مین ہو خواہ صفات مین خواہ عبادت مین متحقق ہوتا ہے نہ کسی دوسری چیز سے لانہ یعفر ما دون ذلک"-

راقم کہتا ہے - اس کلام مخالطہ والا مقام مین جو تناقض و تہافت ہے وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۲ مین تفصیل تمام بیان ہو چکا ہے یہان صرف اسبات کا اثبات مطلوب ہے کہ رسول کا مکذب مخلد فی النار ہے - سو یہ بہت سے آیات و احادیث مین پایا جاتا ہے -

واضح ہو کہ منکر و مکذب نبی کا کافر ہونا تو اس مقام پر سب یہی مان چکے ہین گو پرچہ ذیقعدہ ۹۶ سنہ مین اسکے انکاری تھے - اور جو کوئی اب بھی اسکو نمانے وہ اسکا ثبوت اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ جلد ۲ مین دیکھ لے بس جسقدر آیات عموماً کفار کے لئے خلود فی النار کے مثبت ہین وہ سب کے سب منکرین و مکذبین رسول کے لئے خلود

---

† لفظ صرف اگر لفظ خدا کی قید ہو اور یہہ مطلب ہے کہ ہی خدا ہی کی وحدیت پر یقین دلانے کو آئے ہین نہ کسی اور کی وحدانیت پر تو اس سے یہہ ثابت نہین ہوتا کہ سوائے یقین دلانے وحدانیت خدا کے دوسرے مطلب کو نہین آئے تا کہ اسکا انکار کفر ہو اور اگر یہہ قید فقط یقین دلانے اور ہدایت کرنے کی ہے اور یہہ مطلب ہے کہ انبیاء صرف خدا کا یقین دلانے اور توحید کی ہدایت کرنیکو آئے ہین سوائے اس یقین وحدانیت و توحید کے دوسری بات بتانے کو نہین آئے تو یہہ دعوی محض مغالطہ ہے - انبیاء جیسے خدا کی وحدانیت پر یقین دلانے و توحید سکھانے کو آئے ہین ویسے ہی خدا کے اور احکام و اخبار پہنچانیکو آئے ہین پس جسنے انبیاء کی بابت آپکو نہ مانا اسنے مقصود الہی کا خلاف کیا - و بالجملہ کافر ہوا و هو المدعا

†† یہہ محض مغالطہ ہے کفر مطلق و کفر شرعی مین عموم و خصوص مطلق ہے چنانچہ اسکا بیان نمبر ۲ جلد ۳ مین ہی ہو چکا ہے !

کے اثبات مین ظاہر الدلالۃ ہین جیسے آیۃ سورہ مائدہ جسمین یہہ ارشاد ہے۔ جنہون نے کفر کیا اگر انکو

ان الذین کفروا لو ان لہم ما فی الارض جمیعاً ومثلہ معہ لیفتدوا بہ من عذاب یوم القیمۃ ما تقبل منہم ولہم عذاب الیم۔ یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین من النار ولہم عذاب مقیم۔ (مائدہ ۴۶)

جو کچھہ کہ زمین مین ہے اور ویساہی ساتھہ اسکی ملجاوے تاکہ وہ اسکو عذاب روز قیامت کے بدلہ مین دیدین تو بہی قبول نکیا جاویگا اور انکو دکہہ کا عذاب ہوگا وہ دوزخ سے نکلنا چاہینگے مگر نکلنا نپاوینگے اور انکو دائمی عذاب رہیگا۔

اسی قسم کی اور بہت سی آیات ہین جنمین خاصکر خدا کے منکر یا کسی مشرک کے خلود کا ذکر نہین بلکہ عموماً سبہی کفار کے لئے خلود کا اثبات ہے۔ مگر شاید آپ اون آیات کو ظاہر و عموم کو بہ اعتبار ٹہرلوین اور بلا وجہ اسکو کفار مشرکین سے مخصوص کرین اسلئے اس مقام مین ایسی آیات کو ذکر کیا جاتا ہے جنمین صریح منکران کافرونکی لئے خلود نار کا اثبات ہے جنہونے رسول کو نمانا اور جو آیات رسول پر نازل ہوئین انکو جہوٹا جانا۔ سورہ اعراف مین بانکار آیات رسول کی تکذیب کرنیوالون کے لئے خلود تجویز کیا ہے اور انکو دخول جنت سے مایوس کردیا ہے چنانچہ فرمایا ہے جو لوگ ہماری آیتونکو جہٹلاتے ہین اور انکو اتباع سے تکبر کرتے ہین انکے

ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط وکذلک نجزی المجرمین لہم من جہنم مہاد ومن فوقہم غواش وکذلک نجزی الظالمین والذین امنوا وعملوا الصالحات لا نکلف نفساً الا وسعہا اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون۔ اعراف ۵

لئے آسمان کے دروازے کہولے نجاوینگے اور وہ بہشت مین داخل نہونگے جبتک کہ سوئی کے ناکے مین اونٹ نہ گہس جاوے۔ مجرمونکو ہم ایسی سزا دیتے ہین انکو لئے دوزخ سی بچہونا ہے اور اسیکا اوڑہنا۔ ظالمونکو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہین اور جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے اچہے کام کئے ہم کسیکو اوسکی طاقت سے خارج کام نہین بتاتی وہی بہشت والے ہین وہی اسمین رہینگے۔

اور سورہ رعد مین بانکار حشر جسمانی رسول کی تکذیب کرنیوالے کو خلود نار کا ڈر سنایا ہے اور صاف

وان تعجب فعجب قولہم اذا کنا تراباً ارنا لفی خلق جدید

فرمادیا کہ اگر تو انکی جہٹلانے سے تعجب کرے تو انکا یہہ کہنا

اولئک الذین کفروا بربہم واولئک الاغلال فی اعناقہم واولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون ۔ (رعد ع ۱)
(وان تعجب یا محمد من تکذیب الکفار لک ۔ جلالین)

کہ جب ہم مٹی ہو جاوینگے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہونگے تعجب کے لائق ہے ۔ یہہ لوگ (تیرے جھٹلانے میں جھٹلانے کے سبب) خدا سے منکر ہوئے انکی گردنوں میں طوق ہیں اور یہہ آگ والے ہیں سمیں ہمیشہ رہینگے ۔

اور سورہ احزاب میں رسول کی اطاعت نکرنیوالونکو کفر و لعنت کا خلعت دیا اور خلود نار کا مژدہ سنایا اور راز ایل صاحب کے خیال کو پورے اور صاف طور پر باطل کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے خدا نے

ان اللہ لعن الکافرین واعد لہم سعیرا خالدین فیہا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیرا یوم تقلب وجوہہم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا و قالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا ربنا آتہم ضعفین من العذاب والعنہم لعنا کبیرا ۔ احزاب ع ۸

کافروں کو پھٹکارا ہے اور انکے لئے آگ کو تیار رکھا ہے ہمیشہ اسمیں رہینگے اور اسمیں کوئی کارساز و مددگار نپاوینگے جسدن آگ میں انکے منہ پلٹائی جاوینگے اور وہ کہینگے کاش اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے اور کہینگے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی انہوں نے ہمکو رستہ سے بہکا دیا اے ہمارے پروردگار انکو دہرا عذاب دے اور بڑی لعنت کر

اور سورہ جاثیہ میں منکر قیامت میں رسول کو جھٹلانیوالے اور آیات کو ہنسی میں اڑانیوالونکو ہمیشہ آگ میں رہنے کا ڈر سنا دیا اور صاف طور پر فرمادیا ہے جو لوگ کافر ہیں انکو (قیامت کے دن) کہا جاویگا کیا تم پر میری آیتیں

واما الذین کفروا افلم تکن آیاتی تتلی علیکم فاستکبرتم وکنتم قوما مجرمین واذا قیل ان وعد اللہ حق والساعۃ لا ریب فیہا قلتم ما ندری ما الساعۃ ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین وبدا لہم سیئات ما عملوا وحاق بہم ما کانوا بہ یستہزءون وقیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ہذا وماواکم النار وما لکم من ناصرین ذلکم بانکم

پڑھی نہ جاتی تہیں پس تم تکبر کرتے اور مجرم رہے اور جب کہا جاتا خدا کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں شک نہیں تم کہتے ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے ہم تو اٹکل کرتے ہیں ہمکو یقین نہیں ہے ۔ انکو انکے برے کام ظاہر ہو گئے ۔ اور جس عذاب سے ہنسی کرتے وہ نازل ہو گیا انکو کہا جاویگا تمہیں آج ہم بھلا دینگے جیسے تم اپنے اس دن کے ملنے کو بھلا دیتے تھے تمہارا ٹھکانا

اتخذتم آیات اللہ ہزوا وغرتکم الحیوۃ الدنیا فالیوم لا یخرجون منہا ولا ہم یستعتبون

بہول گئے - اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے - یہہ اسلئے ہوا ہے کہ تمنے خدا کی آیتون سے ہنسی کی - اور تمکو دنیا نے دہوکہ مین ڈالدیا - اسدن تم اس سے نہ نکلوگے اور نہ دنیا کی طرف پہیرائے جاؤگے -

اسی قسم کی آیات قرآن مین بہت ہین اور جو صحاح مین احادیث وارد ہین وہ بیشمار ہین انمین ایک دو حدیثین نقل کیجاتی ہین - صحیح بخاری مین بصفحہ ۱۰۸۰ حدیث ہے کہ جن لوگون کو دعوت پہونچی ہو

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم کل امتی یدخلون الجنۃ الا من ابی قیل ومن یابی قال من اطاعنی دخل الجنۃ ومن عصانی فقد ابی - رواہ البخاری
وعن ابی ہریرۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار
رواہ مسلم صـ ۸۶ -

خواہ نصاری مشرک ہون یا موحد جنکو دعوت اسلام کی پہونچی ہو وہ سب بہشت مین جاوینگے بجز اس شخص کے جو انکاری ہو کسی نے پوچھا انکاری کون ہوا آپنے فرمایا جسنے میری اطاعت کی وہ بہشت مین داخل ہوگا اور جسنے نافرمانی کی وہ انکاری ٹھہرا - آپکا دوسری حدیث مین ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی ایسا نہ ہو کہ میرا ذکر یا دعوت اسلام سنی ہو پہر جو مین لیکر آیا ہون اسپر ایمان نہ لاوے اور مرجاوے بجز اسکے کہ وہ جہنمی ہو

یہہ آیات واحادیث منکر و مکذب رسول کے مخلد فی النار ہونے مین نصوص صریحہ ہین جنسے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خلود فی النار صرف شرک (جسکو جناب مخاطب نے کفر مطلق سے تعبیر کیا ہے) کی ہی نہین ہے بلکہ انکار رسول و آیات کی بہی یہی سزا ہے اور اسکے خلاف مین جو کچھ مخاطب نے کہا ہے وہ سراسر مغالطہ ہے - اور جو خاتمہ کلام مین آپ نے ارشاد کیا ہے کہ منکر و مکذب رسول کا کفر وعدہ مغفرت مین داخل ہے اور آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک کا مصداق ہے یہہ مغالطہ بر مغالطہ ہے +- ومادون ذلک اسکے کچھہ معنے بن نہین سکتے اگر مغفرت سے یہہ مراد ہے کہ منکر رسول کفر کی سزا بہگت کر نجات کا مستحق ہے تو یہہ معنے مغفرت کے نہین ہین مغفرت بدون

+ اسکا بیان نمبر ۱۱ جلد ۲ مین ہی ہو چکا ہے

سواقدہ معانی کا نام ہے اسی نظرت آپ پرچہ ذیقعدہ ۹۶ھ مین آں مغفرت کے مستحقین بلکہ بیدہ مکذبین کو بشارت لاخوف علیہم ولا ہم یحزنون کا مورد ٹھہرایا ہولہے اور اگر مغفرت سے بلاس عذاب و دخول جنت مراد ہے تو ہر کفر مطلق و کفر تشریعی کا تفرقہ حکم نادرین عبث ہے اور مغالطہ ہے جب سکر و مکذب رسول کے لئے بلاس عذاب و دخول جنت کے تجویز کیا ہے تو عذاب بالخلود کس شخص کے لئے ہے -
بالجملہ جو کچھ ہباب مین آپنے کہا ہے غلط و مغالطہ ہے اور امام غزالی کا یہہ کہنا کہ رسول کا مکذب کافر خالد مخلد فی النار ہے نہایت درست و صحیح ہے اور یہی تکذیب کفر کی صحیح علامت ہے جو افراد غیر کو مانع اور کفر افراد کو جامع ہے -

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے کہ یہہ جو ہمنے تعریف و حد کفر مین بیان کیا ہے باوجود اسکے ٹھیک

واعلم ان ہذا الذی ذکرنا مع ظہورہ تحتہ غلو بل تحتہ کل الغلو لان کل فرقۃ تکفر مخالفتہا فتنسبہا الی تکذیب الرسول فالحنبلی یکفر الاشعری زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم اثبات الفوق للہ تعالی و فی الاستواء علی العرش والاشعری یکفرہ زاعماً انہ مشبہ وکذب الرسول فی انہ لیس کمثلہ شیئ وہو السمیع العلیم -
والاشعری یکفر المعتزلی زاعماً انہ کذب الرسول فی عدم جواز رویۃ اللہ تعالے و فی عدم اثبات صفۃ العلم والقدرۃ وغیرہا من الصفات والمعتزلی

ہونیکی اسمین زیادتی کی گنجائش ہے اسلئے کہ اسمین بہت آورہے ہر ایک فرقہ اپنے مخالف کو رسول کا مکذب کہہ سکتا ہے مثلاً حنبلی اشعری کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ وہ خدا کے لئے جہت فوق اور استواء علی العرش ثابت نکرنے مین رسول کا مکذب ہے اور اشعری حنبلی کو کافر کہہ سکتا ہے یہہ سمجھکر کہ اسنے خدا کو مخلوق کی مثل کہا اور رسول کو اس بات مین کہ (خدا کی مثل کوئی چیز نہین) جھوٹا سمجھا -
اور اشعری معتزلی کو کافر کہتا ہے یہہ جانکر کہ خدا کے دیدار تجویز نکرنے سے رسول کی تکذیب کرتا ہے اور ایسا خدا کی صفۃ علم قدرت وغیرہ صفات کی ثابت

† اسبات کو اشاعرہ کیطرف ہی امام صاحب نے بطور الزام نقل کیا ہے اور بخلاف حقیقت خدا کی فوقیت و استواء علی العرش ثابت کرنے میں تشبیہ و مماثلہ مخلوق کے معتقد نکبیر نہین ہین جیسا کہ انکے اعتقاد کا بیان بذیل مثال دوم وجود عقلی کے آویگا -

یکفر الاشعری زاعما ان اثبات الصفات تکثیر للقدماء وتکذیب الرسول فی التوحید فلا ینجیک من ہذہ الورطۃ الا ان تعرف حد التکذیب والتصدیق وحقیقتہما حتی ینکشف لک غلو ہذہ الفرق واسرافہا فی تکفیر بعضہا بعضاً × × × × × ×

ثابت کرنے سے اور معتزلی اشعری کو کافر کہتا ہے یہہ خیال کر کے کہ خدا کے لئے صفات کا ثابت کرنا کئی خداؤن کا تجویز کرنا ہے - اور یہہ رسول خدا کی توحید مین تکذیب ہے - لیس اس گرداب سے تجھے بجز اسکے نجات نہوگی کہ تو تصدیق و تکذیب کی حقیقت پہچانے تاکہ تجھے ہر ایک فرقہ کو ایک دوسرے کی تکفیر مین زیادتی معلوم ہوجاے

اس قول کو جناب مخاطب نے اپنے موافق سمجھکر بڑی خوشی سے قبول کیا ہے اور اسکی مدح مین فرمایا ہے کہ جو کچھ امام صاحب نے لکھا ہے درحقیقت الہام ربانی معلوم ہوتا ہے اور تحقیق کا ایک دریائے عمیق متموج دکھائی دیتا ہے - اور اپنے خیال مین اس سے یہہ نتیجہ قایم کیا ہے کہ اسی قول کے رو سے نیچریہ کی تکفیر بھی زیادتی مین داخل ہے - مگر حضرت آپنے یہہ نہ سوچا کہ جن باتون مین حنابلہ و اشاعرہ و معتزلہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین - اور امام غزالی اسکو زیادتی فرماتے ہین وہ اس قسم کی باتین ہین جنمین امام غزالی کے نزدیک تاویل کا مساغ ہے - اور انکی تاویل یا انکار مین ضروریات دین کا انکار نہین پایا جاتا - بخلاف ان باتون کے جنمین آپکی اور آپکے فلاسفہ اسلاف کے لوگ تکفیر کرتے ہین کہ وہ محل تاویل و اجتہاد نہین ہین اور انمین تاویل و تحریف کرنے سے ضروریات دین کا انکار پایا جاتا ہے لہذا یہہ اس قسم کی باتین نہین ہین جنمین ایک کو دوسرے کی تکفیر زیادتی مین داخل ہے - اور امام غزالی کو اس سے رد کرنا مقصود ہے -

اسکے بعد امام صاحب نے حقیقت تصدیق کو بیان کیا اور فرمایا کہ تصدیق خبر کی طرف راجع ہوتی

فاقول التصدیق انما یتطرق الی الخبر وحقیقتہ الاعتراف بوجود ما اخبر الرسول صلعم عن وجودہ الا ان للوجود خمس مراتب ولاجل الغفلۃ عنہا نسبت کل فرقۃ مخالفہا الی التکذیب فان الوجود

ہے اور اسکی حقیقت یہہ ہے کہ جس چیز کی رسول نے خبر دی ہے اسکا وجود مان لیا جاوے مگر وجود کی کئی مراتب ہین انسے بیخبر ہونے کے سبب ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو رسول کا مکذب ٹھہراتا ہے - وجود

ذاتي[1] وحسي[2] وخيالي[3] وعقلي[4] وشبهي[5]۔ من اعترف بوجود ما اخبر الرسول عن وجوده من هذه الوجوه الخمسة فليس بمكذب على الاطلاق۔

ولنذكر مثالها في التاويلات اما الوجود الحسي فهو الوجود الحقيقي الثابت خارج الحس والعقل ولكن ياخذ الحس والعقل منه صورة فيسمى اخذه ادراكا وهذا كوجود السماء والارض والحيوان والنبات وهو ظاهر بل هو المعروف الذي لا يعرف الاكثرون للوجود معنى سواه۔

واما الوجود الحسي فهو ما يتمثل في القوة الباصرة من العين مما لا وجود له في الخارج من العين فيكون موجودا في الحس ويختص به الحاسة ولا يشاركه غيره ذلك كما يشاهد النائم بل كما يشاهده المريض المتيقظ اذ قد تتمثل له صور لا وجود لها خارج حسه حتى يشاهدها كما يشاهد سائر الموجودات الخارجية بل قد يتمثل للانبياء والاولياء في اليقظة والصحة صور جميلة محاكية لجواهر الملائكة۔

پانچ ہیں وجود ذاتی[1] حسی[2] خیالی[3] عقلی[4] و شبہی[5]۔ پس جس شخص نے وجود ان اشیاء کا جنکے وجود سے آنحضرت صلعم نے خبر دی ہے ان مراتب خمسہ سے کسی مرتبہ مان لیا وہ آنحضرت کا مکذب نہوا۔

اسکی تفصیل مع تمثیل بیان کیجاتی ہے۔ **وجود ذاتی** اشیاء کا وہ وجود حقیقی ہے جو عقل اور رویت سے خارج پایا جاتا ہے جسکی عقل اور حس اسی وجود سے صورۃ علمیہ حاصل کرتی ہے جسکو ادراک کہتے ہیں اسکی مثال وجود آسمان و زمین و حیوان و نبات اور یہہ ایسا ظاہر اور معروف ہے کہ اسکے سوا وجود کے معنے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

وجود حسی وہ ہے جو صرف آنکھ سے دکہائی دیتا ہے آنکھ سے خارج اسکا وجود نہیں ہوتا۔ اسکو صرف آنکھ ہی ادراک کر سکتی ہے جیسے سونے والا بعض چیزیں دیکھتا ہے بلکہ جاگتا مریض بھی ایسی صورتیں دیکھتا ہے جسکا خارج از حس وجود نہیں ہوتا بلکہ انبیاء و اولیاء بھی حالت بیداری و صحت میں ایسی عمدہ صورتیں دیکھتے ہیں جو ملائکہ کی اصل کو نقشہ دکھاتے ہیں۔

ملائکہ کی حسی صورتیں کی امام غزالی کی تعلیلیں ذکر کی ہیں جنکو انکو زاید سمجھکر تسلیم نہیں کیا ہے مسئلے آپکی غرض جیسا کہ انکی تقریر سے ظاہر ہے یہہ ہے کہ جیسے انبیا ملائکہ کی اصل و ذاتی صورتیں مشاہدہ کرتے ہیں ویسے کبھی کبھی حسی صورتیں بھی دیکھتے ہیں

مین چندان مقام تامل نہین ہے۔ لیکن اگر اس سے آگے بڑھو اور آسمان کا جسم یا جرم ایسا مانو جیسا کہ
حکماء یونان نے مانا ہے اور علماء اسلام نے بھی اسکو تسلیم کر کر غلطی سے وہی مطلب قرآن کا بھی قرار
دیا ہے تو اسمین کلام ہو اور پھر کسطرح سموت وجود ذاتی کی مثال نہین ہوسکتی۔ اور انکی ساتھہ عدم کو بھی
وجود ذاتی کی مثال مین داخل کرنا تعجب پر تعجب ہوتا ہے۔ عرش کرسی کی تعریف یا انکے جسم کی حالت یا انکے
ماہیت خدا نے نہین بتائی اور کوئی وجہ نہین کہ انکے وجود کو وجود عقلی سے خارج کر کر کے وجود ذاتی کی مثال
مین داخل کیا جاوے۔ پس یہہ وہی گندا پانی ہے جو اس شفاف دریا مین مل گیا ہے"۔

راقم کہتا ہے یہہ اعتراض جناب مخاطب کا نہایت محل تعجب ہے اور انکو کمال انصاف وبے تعصبی
خبر دیتا ہے۔ جس حالت مین مطلق جسمیت وجود آسمان کو جناب مخاطب مولوی محمد علی صاحب وغیرہ کے مقابلہ
سے عاجز ہوکر خود مان گئے ہین چنانچہ تہذیب الاخلاق نمبر ۵ جلد ۵ مطبوعہ [illegible] مین بصفحہ ۱۰۳ جہان آیات کو جسمین
آسمان کا گر پڑنا لپیٹی جانا پھٹ جانا اسمین دروازون اور برجون کا ہونا پایا جاتا ہے ذکر کرکے فرماتے ہین۔
"ایک ہمارے شفیق نے نہایت خوشی سے ہمکو الزام دیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ لا وجود للسماء جب مانا اور اگر یہہ بھی
سقف مصداق آیات ہو تو وہ کاہی تو جسم ہو پس خود تمہارے اقرار سے تمہارا قول غلط ثابت ہوا۔
بلاشبہہ یہہ الزام ہم پر بہت بڑا الزام ہے جسکو ہم تسلیم کرتے ہین مگر جناب آسمانون کی ایسی جسمانیت
ماننے مین ہمکو کچھہ عذر نہین ہے ہم تو اس جسمانیت کے منکر ہین جسکو حکماء یونان نے قرار دیا ہے۔
جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے اپنے رسالہ مین جو ہم گمراہون کے ہدایت کے لئے لکھا ہے ارقام
فرمایا ہے کہ ہمارا (یعنے مولوی محمد علی صاحب کا) اعتقاد نسبت آسمان کے یہہ ہے کہ وہ ایسی چیزین ہین کہ
خدا نے انکو بنایا ہے۔ اور ہمارے اوپر ہین اور خلقت انکی ہماری خلقت سے محکم تر۔ اور شدید [illegible]
بے ستون محض قدرت کاملہ سے مرفوع او شمس و قمر و نجوم کے مقام ہین اور شمس و قمر و نجوم انمین ہین اور
قابل انشقاق و انفطار ہین۔ پھر وہ (یعنے مولوی محمد علی صاحب) لکھتے ہین کہ ہم اس اعتقاد کے منکر کو
منکر آیات قرآن سمجھتے ہین۔ جو کچھہ مولوی محمد علی صاحب نے فرمایا ہے اگرچہ وہ کسیقدر ترمیم کے لائق ہے
مگر ہمکو اس سے انکار بھی نہین پھر جناب مخاطب نے اسمین ترمیم بھی کی مگر آسمان کے جسم و مخلوق ہونے سے انکار نہین کیا۔

اور امام غزالی نے بھی اس تمثیل میں مطلق مماثلت اور انیت وجود آسمان سے کچھہ بڑھکر نہیں کہا اور کسی خصوصیت وکیفیت کا جو یونانی بیان کرتے ہیں دعوی نہیں کیا پھر جناب مخاطب کا اس تمثیل پر معترض ہونا اور وجود آسمان کی ذاتی وجسمانی ہونے سے انکاری ہوکر اسکا وجود حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی تجویز کرنا محل تعجب نہیں ہو گیا ہے اور بڑی تعجب کی بات یہہ ہے کہ آسمانون کو سات عدد کہنا اور ماننا بھی آپنے یونانیون کی تقلید پر مبنی ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ لفظ سبع سموٰت قرآن میں موجود ہے اس سے بھی بڑھکر تعجب کی بات یہہ ہے جو آپ نے اس انکار کی وجہ بیان کی ہے کہ جو چیز نہ ظاہر آ دکھائی دیتی ہو نہ حس وخیال سے معلوم ہوتی ہو تو اسکا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک خدا تعالی کا وجود بھی ذاتی نہیں عقلی ہے یا شبہی ہے کیونکہ نہ وہ ظاہرا دکھائی دیتا ہے اور نہ حس وخیال میں آ سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو اخبار تیرہوین صدی میں بیان کیا ہے کہ اہل نیچر وجود خدا کے بھی منکر ہیں حقیقت میں سچ ہے۔ اور انکا یہہ دعوی کہ خدا ہی صرف زبانی زبانی کسی حکمت عملی کی نظر سے ہی ورنہ دل میں وجود ذاتی خدا سے آپکو انکار ہے۔

ایسا ہی آپکی اس کلام سے کہ عرش وکرسی کی تعریف یا انکی صورت یا انکی جسم کی حالت یا انکی ماہیت خدا نے نہیں بتائی اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ انکے وجود کو عقلی سے خارج کرکے وجود ذاتی کی مثال میں داخل کیا جاوے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالے کے وجود کو بھی ذاتی نہیں مانتے صرف عقلی خیال کرتے ہین اسلئے کہ خدا نے اپنی بھی کوئی حقیقت یا ماہیت یا صورت یا جسمیت نہیں بتائی پس اگر آپکے اعتقاد میں کسی چیز کا وجود ذاتی بدون علم اسکی حقیقت یا صورت یا جسمانیت کے ثابت ہونا ممکن نہیں تو آپکے اعتقاد میں خدا کا وجود بھی ذاتی نہیں ہے۔

بالجملہ امام غزالی رحمہ اللہ کا وجود ذاتی کی تمثیل میں وجود آسمان وعرش وکرسی کو ذکر کرنا یونانیون کی تقلید پر مبنی نہیں غزالی نے اتنا ہی کہا ہے جو ظاہر قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور آپکو بھی فی الجملہ اسکے اعتراف ہے۔ ہان آپکا اس سے انکار اپنے اقرار کے خلاف اور تقلید فلاسفہ فرنگ پر مبنی ہو انکار

اس سے یہہ مقصود نہیں ہے کہ جو صورتیں ملائکہ کی انبیا کو نظر آتی ہین وہ صرف حسی ہوتی ہین خارج از حس ملائکہ کا وجود نہیں ہے جیساکہ جناب مخاطب کا اعتقاد ہے اور اسی اعتقاد کی تائید کے خیال سے آپنے ان تمثیلات کو بہ تفصیل نقل کیا ہے ۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے **وجود خیالی** وہ ہے جو محسوس صورتون کی نظر سے غایب ہوجانے کے بعد خیال مین رہتا ہے تو ہر وقت ہر کہ ہاتھی اور گھوڑے کی صورت اپنے خیال مین بنالے اگرچہ آنکھونکو

اما الوجود الخیالی فهو وجود صورة هذه المحسوسات اذا غابت عن حسک فانک تقدر علی ان تخترع فی خیالک صورة فیل وفرس وان کنت مغمضا عینیک حتی کانک تشاهد وهو موجود بکمال صورته فی دماغک لا فی خارج ۔

بند کرلے وہ ہاتھی اور گھوڑا پوری صورت سے تیرے دماغ مین موجود ہوتا ہے اور خارج مین تیرے سامنے کچھہ بہی نہین ہوتا ۔

وجود عقلی کسی چیز کی روح وحقیقت کا نام ہے عقل صرف اس چیز کے معنے اخذ کرتی ہے اسکو کوئی صورت خیال یا حس یا خارج مین ثابت نہین کرتے جیسے ہاتھ ہے کہ اسکی

واما الوجود العقلی فهو ان یکون للشیء روح وحقیقة ومعنی فیتلقی العقل مجرد معناه دون ان یثبت صورته فی خیال او حس او خارج کالید مثلا فان لها صورة محسوسة ومتخیلة ولها معنی وهو حقیقتها وهی القدرة علی البطش والقدرة علی البطش هو الید العقلی وللقلم صورة وحقیقة ولکن حقیقته ما ینتقش به العلوم وهذا یتلقاه العقل من غیر ان یکون مقرونا بصورة خشب وقصب ولا غیره من الصور الخیالیة والحسیة ۔

صورت حسی وخیالی بہی ہے اور اسکے ایک معنے بہی ہین جو اسکی حقیقت (عقلی) ہے ۔ وہ پکڑنے کی قوت ہے اور پکڑنے کی قوت عقلی ہاتھ ہے (ایسا ہی) قلم کی صورت وحقیقت یہہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے علوم نقش کیے جاوین ۔ اسکو عقل سوا اس امر کے کہ کوئی لکڑی یا نیزہ کی صورت خیالی یا حسی اسکی خیالی سمجھہ سکتی ہے ۔

واما الوجود الشبهی فهو ان لا یکون نفس الشیء موجودا لا بصورته ولا بحقیقته ۔

وجود شبہی یہہ ہے کہ خود وہ چیز موجود نہو نہ بصورت نہ بحقیقت

لا فی الخارج ولا فی الحس ولا فی خیال ولا فی عقل ولکن یکون الموجود شیئاً اخر یشبہ فی خاصۃ من خواصہ وصفۃ من صفاتہ وستفہم ہذا اذا ذکرت مثالہ فی التاویلات فہذہ مراتب وجود الاشیاء۔ اسمع الآن امثلۃ ہذہ الدرجات فی التاویلات اما الوجود الذاتی فلا یحتاج الی المثال وہو الذی یجری علی الظاہر ولا یؤول وہو الموجود المطلق الحقیقی وذلک کاخبار الرسول صلعم عن العرش والکرسی والسموت السبع انہ یجری علی ظاہرہ ولا یتاول اذ ہی اجسام موجودۃ فی انفسہا ادرکت بالحس والخیال او لم تدرک۔

نہ خارج مین نہ حس مین نہ خیال مین نہ عقل مین ولیکن کوئی دوسری چیز کسی خاصہ یا صفت مین اسکی مثال موجود ہو۔ اسکو تو مثال سے سمجھیگا جب ہم تاویلات کی مثالین ذکر کرینگے یہہ وجود اشیاء کی ترتیب ہے اب انکی مثالین سن لو۔ وجود ذاتی تو محتاج مثال نہین وجود ذاتی وہی ظاہری وجود ہے جسمین تاویل نہین چلتی اور یہی حقیقۃً موجود مطلق ہے اس کی مثالین یہہ ہین جو آنحضرت صلعم نے عرش وکرسی وسات آسمانکی خبر دی ہے ان چیزونکے ظاہری معنی جو مراد ہین کیونکہ یہہ چیزین بذات خود وجود رکھتے موجود ہین حس وخیال سے کوئی انکو جانے خواہ نجانے۔

اس تمثیل امام صاحب پر مخاطب نے یہہ اعتراض کیا ہو کہ یہہ اخیر فقرہ امام صاحب اور جو تمثیل کہ امام صاحب نے اس مقام پر دی ہے یہہ وہی تعلیمی وتربیتی عقیدہ ہے جو ٹوٹ نہین سکی۔ تعلیم نے جو ابتداء سے انکے دل پر ہر چیز کے جسم کا ایسا ہی یقین بٹھلا دیا تہا جیسیکہ زمین کا اسلئے انہون نے یہہ مثالین دی ہین آسمان وزمین مین کچھہ امتیاز نہین کیا۔ یونانیون کی ہیئت نے انکے سات عدد ہونیکا اور آٹھوین فلک ثوابت اور نوین فلک اطلس کا ایسا یقین دلا رکھا تہا کہ انکی تعداد کا بہی ایسا ہی یقین تہا جیسا کہ زمین کا اور چونکہ یہہ غلط یقین کی ہوئی چیزین نہ انکو دکہائی دیتے تہین نہ محسوس ہوتی تہین اسلئے کہدیا ادرکت بالحس والخیال او لم تدرک۔ اور یہہ نہ سمجھی کہ جو چیز نہ ظاہر دکہائی دیتی ہو نہ حس وخیال سے معلوم ہو سکتی ہو تو اسکا وجود ذاتی مع التشخص کیونکر مانا جا سکتا ہے اور وہ سمجھے کیونکر وجود ذاتی کی ان معنون مین جو انہون نے بیان کیا ہے مثال ہو سکتی ہے۔ وجود ذاتی کی نسبت زمین کی مثال بالکل صحیح ہے۔ سموت کے لفظ سے اگر یہی نیلا نیلا گنبد جو ہمکو دکہائی دیتا ہے مراد ہو گو اسکی ماہیت کچھہ ہی ہو تو بہی وجود ذاتی کی مثال دینے

الجنۃ فی السماء کما دلت علیہ ظواہر الاخبار فکیف تسع السماء بعشرۃ امثال الدنیا والسماء بعضہا من الدنیا وقد یقطع السؤال ہذا التعجب فیقول المراد تفاوت معنوی عقلی لا حسی خیالی کما یقال مثلاً ہذہ الجوہرۃ عشرۃ امثال ہذا الفرس اے فی المالیۃ ومعناہ المدرک عقلاً دون مساحۃ المدرکۃ بالحس والتخییل۔

پھر اس سے تعجب آتا ہے کہ جنت تو آسمان پر ہی چنانچہ ظواہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور آسمان بھی منجملہ دنیا ہی پس اس آسمان میں دنیا سے دس گنا چیز کا سمانا کیونکر ممکن ہے۔ پھر اس تعجب کو سؤال قطع کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ دس گنا سے تفاوت معنوی و عقلی مراد ہے حسی و خیالی مراد نہیں جیسے کہتے ہیں کہ یہ موتی اس گھوڑے سے دس گنا ہے یعنی قیمت و مالیت جو عقل سے سمجھی جاتی ہیں میں دس گنا ہے نہ پیمائش میں جو حس و خیال میں آتی ہے۔

اس مثال پر جناب مخاطب نے عجیب اعتراض کیا ہے جسمیں اپنی نیچریت کا خوب اظہار کیا و تکذیب رسول و انکار نصوص کو پورا کر دکھایا چنانچہ فرمایا ہے۔ "اس مثال میں امام صاحب نے صرف ملاین سے بڑھکے انہوں نے بلا تنقیح اس بات کے کہ فوق کے اور جنت کے اور آسمان کے اور دوزخ کے وجود سے منجملہ اقسام وجود کے جو انہوں نے بیان کئی ہیں کونسا وجود متحقق ہے اس حدیث کو مثال میں پیش کر دیا ہی اور اسی تعلیمی و ترمیتی بندش سے بہشت اور دوزخ کو منوا مالی کے باغ اور کلولوہار کے بھٹے کی مانند تسلیم کر لیا ہی فلیتعجب کل العجب"۔

اس کلام سے آپکا مقصود یہہ ہے کہ بہشت و دوزخ کا وجود ذاتی نہیں ہے صرف شبہی ہے۔ چنانچہ اس کلام کے بعد آپنے کہول کر فرما دیا ہے کہ جو لوگ بہشت یا دوزخ کا وجود صرف شبہی قرار دیتے ہیں وہ کیوں کافر ہیں"۔ اور اپنی تفسیر سراپا تحریف و تزویر میں اس سے بڑھکر فرمایا ہے اور نعیم و لذات جنت کو ہنسی میں اوڑا دیا ہے چنانچہ اس کے صفحہ ۲۶ میں فرمایا ہے "جنت یا بہشت کی ماہیت جو خود خدا تعالے نے بتلائی ہے وہ تو یہہ ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ کیا کچھ انکی آنکہوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) چھپا رکھی گئی ہے انکے بدلے میں جو وہ کرتے تھے"۔

پیغمبر صلعم نے جو حقیقت بہشت کی فرمائی جیسے کہ بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی سند پر بیان کیا ہے۔

وہ یہہ ہے قال اللہ تعالے اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علے قلب بشر
یعنے اللہ تعالے نے فرمایا کہ طیار کی ہے مینے اپنے نیک بندون کے لئے وہ چیز جو نہ کسی آنکھہ نے دیکھی ہے
اور نہ کسی کان نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل مین اسکا خیال گذرا ہے ۔

پس اگر حقیقت بہشت کے یہی باغ اور نہرین اور موتی اور چاندی سونے کی اینٹون کے مکان اور دودہ شہد
اور شہد کے سمندر اور لذیذ میوے اور خوبصورت عورتین اور لونڈی ہون تو یہہ تو قرآن کی آیت اور خدا کے
فرمودہ کے بالکل مخالف ہے ۔ کیونکہ ان چیزون کو تو انسان جان سکتا ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ ایسی
عمدہ چیزیں نہ آنکھون نے دیکھین اور نہ کانون نے سنین تو بہی ولا خطر علے قلب بشر سے خارج نہین ہو سکتی†
عمدہ ہونا ایک اضافی صفت ہے اور جب کہ ان سب چیزون کا نمونہ دنیا مین موجود ہے تو اسکی صفت اضافی کو
جہانتک کہ ترقی دیتی جاؤ ۔ انسان کے دل میں اسکا خیال گذر سکتا ہے حالانکہ بہشت کی ایسی حقیقت بیان
ہوئی ہے کہ لا خطر علے قلب بشر ۔ پس بہشت کی جو یہہ تمام چیزیں بیان ہوئی ہین درحقیقت بہشت مین
جو قرۃ اعین ہوگا اسکو سمجہانے کو بقدر طاقت بشر تمثیلین ہین نہ بہشت کی حقیقتین ۔

انسان اپنے موافق فطرت کے انہی چیزون کو سمجہہ سکتا ہے اور انہی کا خیال اسکے دل مین آسکتا ہے
جو اسنے دیکھی یا چہوئی یا چکہی یا سونگہی یا قوت سامعہ سے محسوس کی ہون اور بہشت کے جو قرۃ اعین یعنے
راحت یا لذت ہی اسکو نہ انسان نے دیکہا ہے نہ چہوا ہے نہ چکہا ہے نہ سونگہا ہے نہ قوۃ سامعہ نے
اسکا حس کیا ہے ۔ پس فطرت انسانی کے مطابق انسان کو اسکا بتلانا ناممکن ہے اسکے سوا ایک اور مشکل
درپیش ہے کہ جو کچہہ انسان کو بتایا جاتا ہے وہ ان الفاظ سے تعبیر ہوتا ہے جو انسان کے بول چال کے
ہین اور جو چیز کہ انسان نے نہ دیکہی نہ چہوئی نہ چکہی نہ سونگہی نہ قوت سامعہ سے حس کی اسکے لئے کوئی لفظ

---

† اس مطلب کی صحیح تعبیر یہہ ہے کہ داخل نہین ہو سکتی کیونکہ لا خطر سے خارج نہ ہونا لا خطر مین داخل ہونے سے اور
یہہ اکثر مدعا کی مخالفت ہے جس سے انکا اپنی کلام کی مطلب کو نہ سمجہنا اور اپنے مافی الضمیر کو صحیح الفاظ سے تعبیر نکر سکنا ثابت ہوا
ان نیچریون کا یہہ دعوی کہ آپ بڑے فصیح ہین اور اردو لٹریچر مین بڑے ماہر کمال تعجب کا محل ہے ۔ ۱۲ ۔

وجود ذاتی خدا کا مثبت ہے۔

اب آپ سوچ لین امام غزالی رحمہ اللہ محل اعتراض و تعجب ہین یا خود بدولت۔

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے وجود حسی کی مثالین بہت ہین انہین سے اس مقام مین تو دو مثالون پر اکتفا کرینگے ایک آنحضرت صلعم کا یہہ قول کہ موت کو قیامت کے مینڈھے کی صورت مین لاینگے

اما الوجود الحسی فامثلتہ فی التاویلات کثیرۃ فاقتنع منہا بمثالین احدہما قولہ صلعم یوتی بالموت یوم القیمۃ فی صورۃ کبش املح فیذبح فان من قام عندہ البرہان بان الموت عرض او عدم وان قلب العرض جسما مستحیل غیر مقدور فینزل الخبر علی ان اہل القیمۃ یشاہدون ذلک ویعتقدون انہ الموت ویکون ذلک موجودا فی حسہم لا فی الخارج ویکون سببا لحصول الیقین بالیاس عن الموت بعد ذلک اذ المذبوح مایوس عنہ ومن لم یقم عندہ البرہان فعساہ یعتقد ان نفس الموت ینقلب کبشا فی ذاتہ ویذبح۔

المثال الثانی قولہ صلعم عرضت علی الجنۃ فی عرض ہذا الحائط +

اور ذبح کر ڈالینگے۔ پس جسکے نزدیک استاد یہ دلیل قایم ہے کہ موت ایک جسم کی ضد ہے جو بذات خود قایم نہین یا وہ عدم محض کا نام ہے اور ایک جسم غیر قایم بالذات یا محض معدوم کا جسم ہوجانا محال ہے تو وہ اس حدیث کو اس پر حمل کریگا کہ قیامت کے دن لوگ ایسا دیکھینگے اور اس صورت محسوس کو موت خیال کرینگے وہ صورت انکے حس مین نہ خارج مین موجود اور موت سے مایوس ہوجانیکا سبب ہوگی۔ اور جس شخص کے نزدیک موت کا مجسم ہونا محال نہین وہ شاید یہہ اعتقاد کریگا کہ موت ہی مینڈھا ہوجاویگی اور ذبح کیجاویگی۔

دوسری مثال آنحضرت صلعم کا یہہ قول ہے کہ جنت

+ جناب مخاطب نے لفظ عرض کو جو عین کے پیش سے ہے عرض بفتح عین سمجھا ہے اور اسکا ترجمہ چوڑان کیا ہے اس قسم کی بیسیون اغلاط آپکے ترجمہ مین ہین از انجملہ دو تین غلطیان ہم نے بیان کی ہین جو لوگ ہمیشہ یہ شکایت کیا کرتے ہین کہ سید احمد خان صاحب تم مولوی کیون نہین کہتے۔ اور اسکے سبب سے وہ ہمکو اخبار سفیر ہند مین برملا گالیان بھی دیتے ہین وہ لوگ ان الفاظ کو دیکھین پھر انصاف سے کہین کہ جس شخص کی علوم نقلیہ مین یہہ لیاقت ہو وہ مولوی کہلانے کا کیونکر مستحق ہے۔ ہان انگریزی و فلسفی خیالات مین وہ دخل رکھتے ہین جنکے سبب وہ نیچری یا فلاسفر کہلانے کے مستحق ہین سو ان القاب کے استعمال سے انکی نسبت ہم بھی دریغ نہین کرتے ۔۔ ۱۲ حاشیہ

ممن قام عنده البرہان علی ان الاجسام لا تتداخل وان الصغیر لا یسع الکبیر علی ذلک علی ان نفس الجنۃ لم ینتقل الی الحائط لکن تمثل للحس صورتہا فی الحائط حتی کانہ یشاہدہا ولا یستبعد ان یشاہد مثال کبیر فی جرم صغیر کما یشاہد السماء فی مرآۃ صغیرۃ۔

اما الوجود الخیالی فمثالہ قولہ صلعم کانی انظر الی اخی یونس بن متی علیہ الصلوۃ والسلام علیہ عباءتان قطوانیتان یلبی ویجیبہ الجبال واللہ تعالی وتبارک یقول لبیک یا یونس۔

فالظاہر ان ہذا اخبار عن تمثل ہذہ الصورۃ فی خیالہ اذ کان وجود ہذہ الحالۃ سابقًا علی وجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد انعدمت فلم تکن موجودۃ فی الحال۔ ولا یبعد ان یقال ایضًا تمثل ہذا فی حسہ حتی صار یشاہدہ۔

واما الوجود العقلی فامثلتہ کثیرۃ فاقتنع فیہ بمثالین احدہما قولہ صلی اللہ علیہ وسلم اخر من یخرج من النار یعطی من الجنۃ عشر امثال الدنیا۔ فان ظاہر ہذا یشیر الی انہ عشرۃ امثالہا فی الطول والعرض والمساحۃ وہو التفاوت الحسی والخیالی ثم قد یتعجب فیقال

اس دیوار کی جانب مین میرے سامنے پیش ہوئی تھی جسکے نزدیک اجسام کی تداخل نہو سکتی اور بڑی چیز کے چھوٹی چیز مین سمانے پر دلیل قائم ہے وہ اس حدیث کو اسپر حمل کریگا کہ جنت بذات خود اس دیوار مین نہین آگئی ہو لیکن اسکی صورت دیوار مین دکھائی دیتی تھی اور یہ مشکل نہین کہ چھوٹے شیشے مین آسمان کی صورت نظر آجاتی ہے۔

وجود خیالی کی مثال آنحضرت صلعم کا یہ قول ہے مین گویا اپنے بھائی یونس بن متی (نبی) کو دیکھ رہا ہون اسپر دو قطوانی عبائین ہین اور وہ لبیک پکار رہی ہین اور پہاڑ جواب دیتے ہین اور خدا تعالی بھی فرماتا ہے اے یونس مین تیرے پاس ہون۔ سو ظاہر ہے کہ یہ صورت خیالی کی حکایت ہے کیونکہ اس حالت کا اصلی وجود تو آنحضرت صلعم سے پہلے ہو چکا تھا آنحضرت کے وقت مین اسکا وجود نہ تھا اور یہ بھی بعید نہین کہ یہ وجود لیکن جو آنحضرت نے دیکھا حسی ہو یعنی آنحضرت کے حس مین انکی صورت متمثل ہو گئی ہو۔

وجود عقلی کی بہت سی مثالین ہین اسمین ہم بھی دو مثالون پر قناعت کرلے۔ ایک یہ جو آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو آخر دوزخ مین سے نکلیگا وہ دنیا سے دس گنا بہشت دیا جاویگا۔ اسکے ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طول عرض پیمایش مین دس گنا ہے اور وہ حسی و خیالی تفاوت ہے

انسان کی زبان مین نہین ہوتا۔ اور اسیلئے اسکا تعبیر کرنا گو کہ خدا ہے تعبیر کرنا چاہے محالات سے ہی
اسکے سوئے ایک اور سخت مشکل یہ ہے کہ کوئی انسان اُن کیفیات کو بہی جو اس دنیا مین ہین تعبیر نہین کرسکتا
کوئی شخص کہٹاس مٹہاس درد دکہہ رنج و راحت کی کچہہ بہی کیفیت نہین بتا سکتا یا اسکے لئے دوسرا لفظ بدلا
دیتا ہے یا کوئی مشابہت اور نظیر اُسکی لاتا ہے جو وہ بہی مثل پہلے کے محتاج بیان ہوتی ہے پس بہشت کی کیفیت
یا لذت کا جسکو قرۃ اعین سے تعبیر کیا ہے بیان کرنا گو خدا ہی اُسکا بیان کرنا چاہے محال ہے بہی بڑہکر محال ہے
مگر جبکہ انسان کو ایک بات کے کرنے کو اور ایک بات کے نکرنے کو کہا جاوے تو بالطبع انسان اُسکی
منفعت اور مضرت کے جاننے کا خواہان ہوتا ہے اور بغیر جاننے اُسکے کرنے یا نکرنے پر راغب یا متنفر نہین
ہوتا اسی واسطے ہر ایک پیغمبر کو بلکہ ہر ایک رفارمر یعنے مصلح کو اس منفعت و مضرت کا کسی تمثیل
و تشبیہ سے بتانا پڑتا ہے۔

قرۃ اعین کی ماہیت یا حقیقت یا کیفیت یا اصلیت کا بتانا تو محالات سے ہے اسلئے انبیا نے اُن
راحتون اور لذتون یا رنج اور تکلیفون کو جو انسان کے خیال مین ایسی ہین جو اُن سے زیادہ نہین
ہوسکتین بطور جزا و سزا اُنکے افعال کے بیان کیا ہے اور غرض اس سے بعینہ ہی اشیا نہین ہین
بلکہ جو رنج و راحت لذت و کلفت اُن سے حاصل ہوتی ہے اس کیفیت قرۃ اعین سے تشبیہًا بیان
کرنا مقصود ہوتا ہے گو وہ تشبیہ کیسی ہی ادنی اور ناچیز ہو۔

موسیٰ نے اُس قرۃ اعین کو اولاد پیدا ہونے مینہہ برسنے رزق کے فراہم ہونے† دشمنون پر غلبہ پانے
اور اُس کلفت کو اولاد کے مرنے قحط پڑنے وبا پہیلنے شکست کہانے کی کیفیت کا تشبیہ مین بیان کیا
یہہ تشبیہین اگرچہ بنی اسرائیل کے دل پر بہت مؤثر تہین مگر وہ حقیقت ایسی نہ تہین کہ جو تمام
انسانون کی طبیعت پر حاوی ہون محمد مصطفےٰ نے اُسکو ایسی تشبیہون مین بیان کیا ہے کہ تمام
انسانون کی طبیعتون پر حاوی ہین اور کل انسانون کی خلقت اور جبلت کی نہایت ہی مناسب ہین
تمام انسانون کی خواہ وہ سرد ملک کے رہنے والے ہون خواہ گرم ملک کے مکان کی آراستگی مکان
خوبی باغ کی خوشنمائی بہتے پانی کی دلربائی میون کی تر و تازگی سب کے دل پر ایک عجیب کیفیت

† اصل تفسیر مین ایسا ہے نزاع زمین سے بری۔ شاید صحیح لفظ فراغ حاجت ہو۔ ۱۲

پیدا کرتی ہے اسکے سوائے حسن یعنے خوبصورتی سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والی ہے خصوصاً
جبکہ وہ انسان میں ہو اور اس سے بہی زیادہ جبکہ وہ عورت مین ہو۔ پس بہشت کی قرۃ العین کو ان
فطرتی راحتون کی کیفیات کی تشبیہ مین اور دوزخ کے مصایب کو آگ مین جلنے اور لہو پیپ پلائی
جانے اور تہوہر کہلائی جانے کی تمثیل مین بیان کیا ہے تاکہ انسان کے دل مین یہہ خیال پیدا ہو
کہ بڑی سے بڑی رحمت و لذت یا سخت سے سخت عذاب وہان موجود ہے اور در حقیقت جو لذت
و راحت یا رنج و کلفت وہان ہے انکو ان سے کچہہ بہی مناسبت نہین ہے یہہ تو صرف ایک اعلی
رحمت و احتظاظ یا رنج و کلفت کا خیال پیدا کرنیکو اس پیرایہ مین جسمین انسان اچہی سے اعلی احتظاظ
و رنج کو خیال کر سکتا تہا بیان کیا ہے۔ یہہ سمجہنا کہ جنت مثل ایک باغ کے پیدا کی ہوئی ہے اسمین
سنگ مرمر کے اور موتی کے جڑاو محل ہین باغ مین شاداب و سرسبز درخت ہیں دودہ و شراب و شہد
کی ندیان بہہ رہی ہیں ہر قسم کا میوہ کہانے کو موجود ہے ساقی و ساقین نہایت خوبصورت چاندی
کے کنگن پہنے ہوئے جو ہمارے ہان گہوسنین پہنتے ہین شراب پلا رہی ہین ایک جنتی ایک حور کے
گلے مین ہاتہہ ڈالے پڑا ہے ایک نے ران پر سر دہر لیا ہے ایک چہاتی سے لپٹا رہا ہے ایک نے لب جان بخش کا
بوسہ لیا ہے۔ کوئی کسی کونہ مین کچہہ کر رہا ہے۔ کوئی کسی کونہ مین کچہہ ایسا بیہودہ پن ہے جسپر تعجب
ہوتا ہے اگر بہشت یہی ہو تو بے مبالغہ ہمارے خرابات اُس سے ہزار درجہ بہتر ہین"۔ اور تہذیب الاخلاق ۱۲
۹۱ سنہ ہ کی ۱۱ نمبر میں بعض مضمون دافع البہتان آپنے فرمایا ہے "جناب سید الحاج کے نزدیک اگر حور کی
یہی حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت رنڈی اور غلمان کی یہہ حقیقت ہے جیسکہ ایک خوبصورت لونڈا
تو بلا شبہ مین کہتا ہون کہ اس حقیقت پر وہ محمول نہیں"۔

راقم کہتا ہے جو کچہہ امام صاحب نے بہشت کی نسبت فرمایا ہے۔ اور جن نعیم و لذات کو جناب مصاحب
نے ہنسی مین اوڑایا ہے وہ سب کے سب بلکہ چند در چند بڑہکر کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
میں موجود ہین جنکے ماننے اور اعتقاد کرنے مین بجز خدا اور رسول کے کسیکی تعلیم کو دخل نہین ہے
ازانجملہ چند نعیم و لذات کو بطور مشت نمونہ خروار دیکے از ہزار نقل کیا جاتا ہے۔ الحمد

تعالے نے بہشت کی مخلوق اور وسیع ہونے کی نسبت فرمایا ہے دوڑو خدا کی مغفرت

سابقوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضہا کعرض السماء والارض اعدت للذین امنوا باللہ ورسلہ الایہ	اور بہشت کیطرف جسکی فراخی آسمان کیسی ہے جو خدا اور رسول پر ایمان لانے والون کے لیے تیار ہے۔

یہان نفس فراخی مین تشبیہ ہے نہ مقدار فراخی مین اسلئے کہ مقدار بہشت بلنسبت آسمان بدرجہا بڑھکر ہے چنانچہ نصوص آئندہ سے معلوم ہوتا ہے اور جو نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت آسمانون پر ہے اس سے صرف جہت اور مکان بہشت کا بیان مقصود ہے نہ یہ کہ بہشت آسمان مین محدود ہے اور آسمان اسپر محیط ہے آنحضرت صلعم سے ابوہریرہ نے پوچھا کہ بہشت کس چیز سے

عن ابی ہریرۃ قال یا رسول اللہ صلعم مما خلق الخلق قال من الماء قلت الجنۃ ما بناؤہا قال لبنۃ من فضۃ ولبنۃ من ذہب وملاطہا المسک الاذفر وحصباؤہا اللؤلؤ والیاقوت وترابہا الزعفران من یدخلہا ینعم ولا یباس ویخلد ولا یموت ولا یبلی ثیابہم ولا یفنی شبابہم رواہ الترمذی۔	بنی ہوئی ہے آپ نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ایک سونے کی اور اسکا گارا کستوری ہے خوشبودار اور اسکے کنکر موتی و یاقوت ہین اور مٹی زعفران ہے جو اسمین داخل ہوگا خوش رہیگا غمناک نہوگا ہمیشہ رہیگا مریگا نہیگا نہ انکے کپڑے پرانے ہونگے نہ جوانی فنا ہوگی۔

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے بہشت مین سو درجے ہین ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک

ان فی الجنۃ مایۃ درجۃ بین کل درجۃ مثل ما بین السماء والارض رواہ الترمذی۔	اسقدر فاصلہ ہے جیسے زمین آسمان مین فاصلہ ہے۔

اور اللہ تعالے نے بہشت کے آسمانون پر ہونے کے بیان مین فرمایا ہے کہ محمد رسول

ولقد راٰہ نزلۃ اخرٰی عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ الماوٰی ۔ سورہ نجم ع (۱)	صلعم نے جبرائیل علیہ السلام کو اور دفعہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہی کے پاس جنۃ الماوے ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث معراج مین (جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے) سدرۃ

المنتہی کا ٹہکانا ساتوین آسمان کے اوپر بتایا ہے اور اسکے بعد بہشت مین جانا بیان فرمایا۔

اور اللہ تعالی نے بہشت کے دروازون کی نسبت فرمایا ہے کہ جب پرہیزگار

حتی اذا جاؤہا و فتحت ابوابہا۔ زمر ۹	جا تیں ہنگے بہشت کو تو ہنگو اور دروازے کہول جاویں گے
جنات عدن مفتحۃ لہم الابواب سورہ ص ۴	اور فرمایا کہ انکو رہنے کی بہشت جنکے دروازہ انکو لئے کہلے ہونگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے کی دو جانبون مین ایسی وسعت ہوگی

قال رسول اللہ صلعم ان ما بین مصراعین من مصاریع الجنۃ کما بین مکۃ و ہجر۔ رواہ الشیخان	جیسے مکہ اور ہجر مین۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا اول من یحرک حلق الجنۃ رواہ الترمذی و فی روایۃ فآخذ بحلقۃ باب الجنۃ فاقعقعہا	اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازون میں حلقے (کڑے یا کنڈی) ہونے کا بہی ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے سب سے پہلے حلقہ دروازہ بہشت کو مین ہلاؤنگا۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی الجنۃ ثمانیۃ ابواب باب منہا یسمی الریان لا یدخلہا الا الصائمون رواہ الشیخان۔	اور آنحضرت صلعم نے ان دروازونکا عدد بہی بتایا ہے ایک حدیث مین آیا ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازہ ہیں ازانجملہ ایک ریان ہے اسمین بجز روزہ دارونکے کوئی داخل نہوگا
لکن الذین اتقوا ربہم لہم غرف من فوقہا غرف مبنیۃ۔ سورہ زمر ۲۲	**اور اللہ تعالے نے بہشت کے بالاخانونکی نسبت فرمایا ہے**

پرہیزگارون کے لئے بالاخانہ ہین انکے اوپر بالاخانے بنے ہوئے۔

عن ابی سعید ان اہل الجنۃ یتراؤن اہل الغرف من فوقہم کما یتراؤن الکوکب الدری الغابر فی الافق رواہ الشیخان۔	**آنحضرت صلعم** نے فرمایا کہ اہل جنت (انہی جگہ مین ہین) اپنے اوپر بالاخانہ والون کو ایسا دیکہینگے جیسے افق آسمان مین ستارونکو دیکہتے ہین
ان فی الجنۃ لغرفا یری ظہورہا من بطونہا و بطونہا من ظہورہا۔	اور ایک **حدیث** فرمایا بہشت میں ایسے بالاخانے ہین جنکا اندر سے باہر نظر آتا ہے اور باہر سے اندر۔

ان للمومن فی الجنة لخیمة من لؤلؤة مجوفة
طولها ستون میلا للمومن فیها اهلون یطوف
علیهم المومن فلا یرے بعضهم بعضا - رواہ الشیخان

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مومن کے لئے
ایک موتی کا خیمہ ہوگا جسکا طول ساٹھ میل ہوگا
اسمیں مومن کے اہل بہت ہونگے جو ایک دوسرے کو نہ دیکھینگے

اور اللہ تعالے نے بہشت کی درختوں اور سایوں اور میوں کی نسبت فرمایا کہ

واصحاب الیمین ما اصحاب الیمین فی سدر
مخضود وطلح منضود وظل ممدود وماء مسکوب
وفاکهة کثیرة لا مقطوعة ولا ممنوعة - سورہ واقعہ ۲۷
فیهما فاکهة ونخل ورمان - سورہ رحمان ۲۷
ودانیة علیهم ظلالها وذللت قطوفها
تذلیلا - سورہ دہر ۲۹ ۱ -
فیهما من کل فاکهة زوجان - رحمن ۲۷
ولهم فیها من کل الثمرات سورہ محمد ۲ (۲)

کہ دہنی ہاتھ کی کتاب والے بی خاربیری اور تو بر تو
کیلے اور دراز سایہ اور گرتے ہوئے پانی اور بہت
میوں میں ہونگے جو نہ تمام ہونگے اور نہ روکی جاوینگے۔
انکے لئے اُن باغوں میں میوے - اور کھجوریں
اور انار ہونگے - اور فرمایا انپر میوہ دار درختوں
کی شاخیں جھکی ہونگی -
اور فرمایا ان باغوں میں ہر میوہ سے دو قسم
ہونگی - انکے لئے ہر قسم کے میوہ ہونگے -

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بہشت میں ایسا درخت ہے جسکے سایہ میں

عن ابی ہریرة ان فی الجنة شجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة
عام لا یقطعها واقرؤا ان شئتم وظل ممدود - رواہ الشیخان -

سو برس تک سوار چلتا رہے تو اسکو تمام
نکرے - چاہو ہر آیت کو پڑھ لو وظل ممدود -

اللہ تعالی نے بہشت کی چشمی اور نہروں کی نسبت فرمایا ہے بہشتیونکو رہنیکو باغوں کے

جنات عدن تجری من تحتها الانهار - بقرہ ۲۷
مثل الجنة التی وعد المتقون فیها انهار من ماء غیر آسن
وانهار من لبن لم یتغیر طعمه وانهار من خمر لذة
للشاربین وانهار من عسل مصفی - ولهم فیها
من کل الثمرات ومغفرة من ربهم - سورہ محمد -

نیچے نہریں جاری ہونگے - اور فرمایا ان بہشت
کو جسکا پرہیزگاروں کو وعدہ دیا گیا ہے صفت اور
حال یہہ ہے کہ اسمیں کئی نہریں پانی کی ہیں
جو کبھی نہ سڑے اور کئی نہریں دودھ کی ہیں جسکا
ذائقہ نہ بدلے - اور کئی نہریں شراب کی ہیں

جو پینے والون کو لذت دین اور کئی نہرین شہد خالص کی ہین اور اُنکو ان باغون مین ہر قسم کے میوے اور خدا کیطرف سے بخشش ہے -

انا اعطیناک الکوثر - سورہ کوثر -
اور فرمایا ہمنے تجھے کوثر عطا فرمایا -

عن انس رض قال سئل رسول اللہ صلعم ما الکوثر قال ذالک نہر اعطانیہ اللہ یعنی فی الجنۃ اشد بیاضا من اللبن واحلی من العسل رواہ الترمذی وفی روایۃ البخاری بینا انا اسیر فی الجنۃ اذا انا بنہر حافتاہ قباب الدر المجوف قلت ما ہذا یا جبریل قال ہذا الکوثر الذی اعطاک ربک فاذا طینہ مسک اذفر

آنحضرت صلعم نے کوثر کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ وہ نہر ہے جسکا خدا نے مجھسے وعدہ کیا ہے وہ دودہ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ میٹھی - اور فرمایا اسکے دونون کنارے موتیون کے ہین اور اسکا کیچڑ کستوری -

اور اللہ تعالی نے بہشتیوں کی کہانے پینے فرش لباس زیور خادموں وغلامون

فہو فی عیشۃ راضیۃ فی جنۃ عالیۃ قطوفہا دانیۃ کلوا واشربوا ہنیئا - سورہ مرسلات ع ۱۱
کی نسبت فرمایا ہے جسکے نامہ کی کتاب دہنے اچھی عیش مین ہونگے - انکے باغون مین میوے جہکے ہوئے ہونگے انکو کہا جاویگا کہاؤ اور پیو خوش آتا -

اور فرمایا سابقین ومقربین (سونے سے) بنے ہوئے تختون پر تکیہ لگا کر آمنے سامنے بیٹھے ہونگے

علی سرر موضونۃ متکئین علیہا متقابلین یطوف ولدان مخلدون باکواب واباریق وکاس من معین لا یصدعون عنہا ولا ینزفون وفاکہۃ مما یتخیرون ولحم طیر مما یشتہون - الواقعہ ۱۲
انکی اڑگرد لڑکے ہمیشہ رہنے والے پہرینگے آبخورے اور کوزہ لیکر شراب جاری سے جس سے نہ انکے سر درد کرینگے نہ وہ بیہوش ہونگے اور میوے جو وہ پسند کرینگے - اور جانورونکا گوشت جو چاہینگے -

اور فرمایا آپسمین ایک دوسرے سے پیالے شراب کے لینگے جسمین نہ بیہودگی ہوگی نہ گناہ کی بات انکے

یتنازعون فیہا کاسا لا لغو فیہا ولا تاثیم ویطوف علیہم غلمان لہم کانہم لؤلؤ مکنون طور ۲
آگے پیچھے سے غلام پہرینگے کہ وہ گویا موتی ہین چہپا کر رکہے ہوئے -

يطوف عليهم ولدان مخلدون اذا رأيتهم حسبتهم لؤلؤا منثورا - دہر ع ۱
ويطاف عليهم بصحاف من ذهب واكواب وفيها ما تشتهيه الانفس وتلذ الاعين - زخرف ع ۷

اور فرمایا انپر لڑکے ہمیشہ رہنے والے پھرینگے انکو تو دیکھے تو بکھرے ہوئے موتی خیال کرے -
اور فرمایا انپر سونے کے طباق اور آبخورے لیکر پھرینگے اور وہیں جو جی چاہیں اور ایسی جسسے آنکھیں لذت پاویں

اور فرمایا انپر چاندی کے برتن اور آبخورے لے پھرینگے (جو صفائی میں) شیشے ہونگے چاندی کے شیشے ایسی مقدار و اندازے کے کہ وہ پی سکیں -

ويطاف عليهم بآنية من فضة واكواب كانت قواريرا قوارير من فضة قدروها تقديرا - دہر ع ۱
ان اهل الجنة يأكلون ويشربون ولا يتفلون ولا يبولون ولا يتغوطون ولا يتمخطون قالوا فما بال الطعام قال جشاء ورشح كرشح المسك رواہ مسلم -

اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت کھائینگے اور پئینگے اور وہ نہ بول و براز کرینگے نہ تھوک ریٹھ کے محتاج ہونگے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کھانے کا کیا حال ہے اسکا فضلہ کیونکر خارج ہوگا - آپنے فرمایا آروغ سے اور عرق سے جسکی خوشبو کستوری کی سے ہوگی -

اور اللہ تعالے نے فرمایا انپر کپڑے ہونگے باریک ریشم سبز کے اور گاڑھے ریشم کے اور وہ کنگن چاندی کے پہنائی جائنگی -

عليهم ثياب سندس خضر واستبرق -
وحلوا اساور من فضة - دہر ع ۱ -
يحلون فيها من اساور من ذهب ويلبسون ثيابا خضرا من سندس واستبرق متكئين فيها على الارائك (کہف ع ۴)
متكئين على فرش بطائنها من استبرق - رحمن
متكئين على رفرف خضر وعبقري حسان - رحمن -
ونمارق مصفوفة وزرابي مبثوثة - غاشیہ

اور فرمایا وہ سونے کے بھی کنگن پہنائی جاوینگے اور لباس سبز ریشم پہنینگے اور گاڑھا کا پہنینگے تخت پر تکیہ لگائی ہوئی - اور فرمایا وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائی بیٹھینگے جنکا استر گاڑھا ریشم ہوگا - اور فرمایا کہ وہ سبز قالینوں اور عمدہ لباطوں پر تکیہ کئی ہونگے - اور فرمایا کہ اون باغوں میں تکیہ برابر ہونگے اور فرش بچھے ہوئے -

اور اللہ تعالے نے اہل جنت کی بیویوں اور حوروں کے بیان میں فرمایا ہے کہ انکے

ولہم فیہا ازواج مطہرة وہم فیہا خالدون بقرہ ۳ وزوجناہم بحور عین۔ دخان ۲۴ ۔

لئے وہان پاک بیویان ہونگی۔ اور فرمایا ہمنے بڑی بڑی آنکھون والی حورون سے انکو نکاح کردیا ہے

اور فرمایا اُن باغون مین ایسی عورتین ہین جو اپنے خاوند کے سوائے کہین نہ دیکھینگی۔ انکو خاوندون سے

فیہن قاصرات الطرف لم یطمثہن انس قبلہم ولا جان کانہن الیاقوت والمرجان ۔ رحمن ۲۴ انا انشأناہن انشاءً فجعلناہن ابکارًا عربًا اترابًا لاصحاب الیمین ۔ (واقعہ ۱۴) ان للمتقین مفازًا حدائق واعنابًا وکواعب اترابًا ۔ (النبأ ۱۴)

پہلے نہ کسی انسان نے انسے صحبت کی ہوگی نہ کسی جن نے وہ ایسی خوبصورت ہونگی جیسی یاقوت و مونگے اور فرمایا ہمنے وہ کواریان اور خاوندونکو پیاریان اور ہم عمر بنائی ہین ۔ اور فرمایا پرہیزگارون کے لئے مراد کو پانا ہے باغ اور انگور اور ہم سن عورتین اُبھری چھاتیان والی ۔

قال رسول اللہ صلعم ولو ان امرأة من نساء اہل الجنة اطلعت علی الارض لاضاءت ما بینہما ولملأت ما بینہما ریحًا ولنصیفہا یعنی الخمار خیر من الدنیا وما فیہا ۔ رواہ البخاری ۔

انحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر اہل جنت کی کوئی عورت دنیا کیطرف نگاہ کرے تو آسمان و زمین کو روشن کردے اور خوشبو سے بھردے اسکی اوڑہنی تمام دنیا سے بہتر ہے ۔

اور ایک **حدیث** مین ارشاد ہوا ہے کہ پہلے جماعت جو بہشت مین داخل ہوگی چاند کی صورت ہوگی

عن ابی ہریرة قال قال رسول صلعم اول زمرة تلج الجنة صورتہم علی صورة القمر لیلة البدر لایبصقون ولا یمتخطون ولا یتغوطون آنیتہم من الذہب والفضة ومجامرہم الالوة ورشحہم المسک لکل واحد منہم زوجتان یری مخ سوقہما من وراء اللحم رواہ الشیخان ۔

نہ تھوکینگے نہ پاخانہ جائینگے انکے برتن سونے اور چاندی کے ہونگے اور کنگھیان سونے چاندی کی اور جلانے کی انگیٹھیان عود کی اور انکا پسینا کستوری ہر ایک کے لئے دو بیویان ہونگی جنکے پنڈلے کا بھی گوشت کے باہر سے نظر آویگا ۔

وفی روایة للترمذی الکل رجل منهم زوجتان علی کل زوجة سبعون حلة یری مخ سوقهما من ورائها۔ قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔

ایک حدیث مین ہے کہ اُن پر ستر جوڑے ہونگے اونکے پیچھے سے اونکے پنڈلیون کا بہیجا نظر آویگا۔

اسیی مضمون کی بیسون آیتین- اور صدہا حدیثین اور ہین جنمین بہشت کے نعیم و لذات ہی تشریح و تفصیل سے وارد ہین جنکے مسلمان معتقد ہین بالفعل آپ بہی اس تفصیل کے دربے منکر نہین
اب رہی یہہ بات کہ ان چیزون کے وجود سے وجود خارجی و ذاتی مراد ہے جیسا کہ امام غزالی اور روئے زمین کے مسلمان زمانہ رسالت سے لیکر آجتک اعتقاد رکہتے ہین- یا وجود شبیہی مراد ہے جیسا کہ آپ بتقلید کفار فلاسفہ قرار دیتے ہین سو اسباب مین پورا فیصلہ تو وہان ہوگا جہان آپنے امام کی بحث تکفیر و قانون تاویل پر نکتہ چینی کی ہے- اس مقام مین اسقدر کہا جاتا ہے کہ ان اشیار کی خارجی و ذاتی وجود مراد ہونے پر دو دلیلین قائم ہین - ایک یہہ کہ وجود ذاتی وجود اشیار کا پہلا مرتبہ ہے اور اشیاء کا مدلول ظاہری وہی وجود ذاتی ہے پس جب تک کہ کوئی دلیل قطعی اس وجود کے محال و منتفی ہونے پر قائم نہو تب تک اس وجود ذاتی سے انکار و انحراف اور دوسرے وجود شبیہی یا عقلی کی تجویز جائز نہین ہے - یہہ ایسا قانون ہے کہ آپکے ثانی اثنین مصداق لحمک لحمی جناب مولوی مہدی علی صاحب نے بہی اسکو تسلیم کیا ہے - اور آپ نے اُسکو تہذیب الاخلاق ۱۲۹۰ ہجری کے ساتوین نمبر صفحہ ۱۲ مین شایع کیا ہے اور پہر آٹہوین نمبر مین خود اسکو تصدیق کیا- چنانچہ اصل قول مولوی مہدی علی صاحب اور جناب کا اس پورے فیصلہ کے ذیل مین نقل کیا جائیگا۔
بناءً علیہ کہا جاتا ہے کہ ان اشیا کے وجود ذاتی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہین ہے۔ بلکہ اسکا ممکن ہونا۔ اور خدا کی قدرت مین داخل ہونا ثابت ہے- چنانچہ اسکا ثبوت بہی عنقریب آتا ہی لہذا اس وجود ذاتی پر ان اشیاء کو حمل کرنا واجب ہے اور یہی حق پر اسر تحقیق ہے۔

دلیل دوم یہہ کہ الفاظ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے وہی معنے لینے ضرور ہین جو عموماً عرب بالخصوص مخاطبین قرآن نے وقت نزول قرآن سمجھے ہین - اسبات کو آپنے **تہذیب الاخلاق** سنہ کے **پانچوین نمبر** مین تسلیم کیا ہے اور اسی سے بزعم خود آسمان کا اُن معنے کر جسمانی ہونا جو فلاسفہ یونان نے قرار دیا ہے باطل کیا ہے - چنانچہ اس پرچہ کے صفحہ مین آپنے فرمایا دوسری یہہ کہ الفاظ قرآن مجید کے وہی معنے لینگے جو ان پڑہ اہل عرب انکے معنے حقیقی یا مجازی موافق اپنے بول چال کے سمجھتے تہے نہ وہ کہ کسی علم کے عالمون نے موجب اپنے اصطلاح کے قرار دی ہین کیونکہ خود خدا تعالے نے فرمایا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہٖ - پھر اسکے بعد صفحہ مین فرماتے ہین "قاموس مین ہے السماء معروف یعنے آسمان وہ ہے جسکو سب جانتے ہین پس اب ہم پوچہتے ہین کہ وہ کیا چیز ہے جسکو سب آسمان جانتے تہے یا جانتے ہین بجز اس نیلی یا سبز چیز کے جو ہمکو دکھلائی دیتی ہے اور کسی چیز کو کوئی شخص (بشرطیکہ وہ مولوی نہو) نہ آسمان جانتا تہا اور نہ اب جانتا ہے یہی نیلی یا سبز چیز جو ہمکو دکھائی دیتی ہے سماء کا مسمی سمجہا جاتا ہے"۔

اور عرب بادیہ نشین (جو قرآن مجید و حدیث شریف کے اول مخاطب تہے) ان الفاظ کے جو نعیم جنت مین وارد ہین وہی معنے سمجہے ہین جو ان الفاظ کے معنے حقیقی ہین اور خارج مین بذات خود موجود - دودہ سے یہی دودہ سمجہے ہین کیلے سے یہی کیلا جو کہاتے ہین گہوڑے سے یہی گہوڑا جسپر سوار ہوتے ہین علی ہذا القیاس

وعن بریدة رض قال سأل رجل رسول الله صلعم فقال ہل فی الجنة خیل قال ان الله ادخلک الجنة فلا تشاء ان تحمل فیہا علے فرس من یاقوتة حمراء تطیر بک فی الجنة حیث شئت الا کان فقال آخر ہل فی الجنة من ابل قال ان یدخلک الجنة یکن لک فیہا ما اشتہت نفسک ولذت عینک۔

ایک اعرابی کو گہوڑے کا شوق تہا اپنے اسی سمجہ اور خیال مین کہ بہشت مین دنیا کی چیزین بوجود ذاتی موجود ہوتی ہین آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ بہشت مین گہوڑا ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر تو بہشت مین گیا تو بہشت مین سرخ یاقوت کا گہوڑا ہوگا جہان تو چاہیگا تجہے اوڑا کر لیجائیگا۔

پھر ایک اور اعرابی نے یہی خیال پر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں اونٹ بھی ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا تجھے خدا تعالے نے بہشت داخل کیا تو جو کچھ چاہیگا پاویگا۔

وعن ابی ہریرۃ ان النبی صلعم کان یتحدث وعندہ رجل من اہل البادیۃ ان رجلا من اہل الجنۃ استاذن ربہ فی الزرع فقال لہ الست فیما شئت قال بلے ولکنی احب ان ازرع فبذر فبادر الطرف نباتہ واستواءہ واستحصادہ فکان امثال الجبال فیقول اللہ تعالے دونک یا ابن آدم فانہ لا یشبعک شئی فقال الاعرابی واللہ لا تجدہ الا قرشیا او انصاریا فانہم اصحاب زرع واما نحن فلسنا باصحاب زرع فضحک رسول اللہ صلعم رواہ البخاری۔

ایک اور اعرابی کے پاس آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہشتی کے کھیتی کی درخواست کرنے کا ذکر کیا تو اسنے کھیتی کے وہی معنے سمجھے جو دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیا کہ یا رسول اللہ یہہ شخص بہشت میں کھیتی کی درخواست کرنے والا کوئی قریشی یا انصاری ہوگا جو کھیتی کرتے ہیں ہم تو کھیتی کرنے والے نہیں ہیں۔

اور کسی عربی یا اعرابی نے (جنکے سامنے قرآن مجید نازل ہوا) ان الفاظ سے بجز انکے معانی حقیقی اور وجود ذاتی کے اور معنے عقلی یا شبہی کو مراد نہیں سمجھا اگر سمجھا ہے تو انہی لوگوں نے سمجھا ہے جو اسلام میں داخل ہو کر کفریات فلاسفہ کے معتقد ہیں اور انہی اعتقادات کفریہ کے بنا پر حقیقت حشر و نشر حساب کتاب و ثواب و عذاب سے منکر ہیں وہی لوگ فلسفی مولویت کے اقتضا سے ان اشیاء کے وجود ذاتی کو محال سمجھتے ہیں۔ اور بناء علیہ انکے وجود شبہی تجویز کرتے ہیں۔ اگر خاص مخاطب یا انکے حوارین کو اسکے خلاف کا دعوی ہے تو کسی عربی یا اعرابی سے (بشرطیکہ وہ فلسفی مولوی نہو) بنقل صحیح ثابت کریں کہ اسنے ان الفاظ سے معانی مجازی کو مراد سمجھا ہے۔ اور انکے وجود کو وجود شبہی قرار دیا ہے اور اگر اسبات پر قادر نہو تو بنا بر فہم عرب عرباء ان اشیاء کے وجود ذاتی کو مان لیں اور اپنی ہی اصول کے روسے اپنی بات کو غلط جان لیں۔

یہہ تو ان اشیاء کے وجود ذاتی کا فی الجملہ **اثبات** ہے اب اسکے **خلاف** وصرف وجود شبہی

کی تجویز) کا **ابطال** کیا جاتا ہے۔

جناب مخاطب نے وجود ذاتی کی نفی اور وجود شبہی کے اثبات پر **دو** دلیلیں قائم کی ہیں
ایک دلیل نقلی جسکا حاصل یہہ ہے کہ خدا اور رسول نے صاف فرمادیا ہے کہ بہشت کی نعمتیں ایسی
ہیں جنکو کوئی شخص نہیں جانتا۔ کسی آنکھ نے انکو دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ نہ کسیکے دل پر انکا
خیال گذرا اور یہہ کہنا صرف کیفیت راحت کی نسبت صحیح ہے جو نہ حواس میں آسکتی ہے نہ کسی
لفظ سے بتائی جاسکتی ہے اگرچہ خود خدا تعالے نے بتانا چاہا ہے۔ ان ظاہری اشیاء دودھ شہد پانی وغیرہ
کی نسبت یہہ کہنا ہرگز صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ان چیزوں کو سب کوئی جانتا ہے اور دیکھا ہے
اور سنا ہے اگر کہو کہ بہشت کی نعمتیں ایسی عمدہ ہیں جو کسی نے نہیں دیکھی اور نہ سنیں تو کہا جاویگا
کہ فرض کیا وہ نعمتیں دیکھنے سننے میں نہیں آئیں مگر وہ خیال میں آسکتی ہیں جہانتک انکو ترقی دیتی جاؤ
دل میں انکا خیال گذر سکتا ہے مگر بہشت کے نعمتوں کی نسبت تو کہا گیا ہے کہ وہ کسی دل پر بھی
نہیں گذری ہیں۔

دوسری دلیل عقلی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بہشت میں عورتوں کا ہونا اور مردوں کا انسے مباشرت
کرنا خراباتی (یعنے شہوت پرستی وبے حیائی) ہے۔ پس اگر یہہ باتیں وہان ہیں تو ہماری خرابات ہم
سے ہزار درجہ بہتر ہیں۔

اور یہہ **دونوں** دلیلیں سراسر **باطل ہیں** اور مغالطہ ومضحکہ وتوہین اسلام پر مبنی۔

ابطال دلیل اول یہہ ہے کہ نعماء جنت کو کسیکا نہ جاننا اور نہ دیکھنا اور نہ سننا اس معنے کر ہے کہ نعماء
جنت نعماء دنیا کی نسبت اعلی درجہ پر ہیں گو انکا نام اور صورت میں اشتراک ہے مگر پوری حقیقت کیفیت
میں نہایت فرق ہے بہشت کا دودھ ایسا ہے دودھ ہے جو دنیا میں پیتے ہیں اور ایسا ہی کام دیتا ہے
جو دنیا کا دودھ کام دیتا ہے مگر اسکی لذت اور کیفیت میں نہایت فرق ہے بہشت کی شراب ایسی ہے کچھ ہی جیسی دنیا میں
پی جاتی ہے مگر اسکی کیفیات میں نہایت فرق ہے۔

اس شراب دنیوی میں فتنہ ہے اُس اُخروی میں نہیں ہے۔ اسکو پینے سے سر درد ہوتا ہے۔ انکو پی

سے نہین ہوتا۔ اس سے بیہوشی ہو جاتی ہے اور بکواس منہہ سے نکلتی ہے وعلے ہذا القیاس۔
اسی نظر سے ارشاد ہوا ہے کہ دودھ۔ شہد۔ حور قصور وغیرہ نعمتین جو تمنے دیکھی یا سنی یا خیال مین جما رکھی ہین بہشت مین ایسی نعمتین نہین ہین بلکہ اُنسے بدرجہا بڑھکر ہین جو تمہارے دیکھنے سننے مین کبھی نہین آئی۔ اور نہ کبھی خیال مین گذری ہین۔

اور **جو اسپر** آپنے **اعتراض** کیا ہے کہ عمدگی نعمت کو جہانتک ترقی دیتی جاؤ انسان کے دل مین اسکا خیال گذر سکتا ہے پھر کیون کہا کہ وہ کسیکے دل پر نہین گذرین۔ **اسکا جواب** یہہ ہے کہ ان نعمتون کی خیال مین گذر سکنے کی تو قرآن وحدیث مین نفی ہے۔ **ہان** اُنکے خیال مین گذرنے کی نفی کی ہے سو اسکی وجہ یہہ ہے کہ جس چیز کو انسان خود دیکھہ نہین لیتا یا اسکی پوری کیفیت وصورت سن نہین لیتا اسکا پورا نقشہ بقیاس ہماگون اور نظیرون کے اپنے خیال مین نہین جما لیتا۔
مثلاً ایک شخص نے شہر لندن نہین دیکھا اور اسکے نظائر ہزارون شہر عمارتین دیکھی ہین وہ شخص خواہ کتنا ہی خیال دوڑاے اور لندن کے عمارت ومکانات کو کلکتہ یا بمبی کے انگریزی عمارات ومکانات پر قیاس کرے تو بھی اسکا اصلی اور پورا نقشہ اسکے دل پر نہین جمتا۔
بنا رعلیہ اسکو کہا جا سکتا ہے کہ لندن ایسا شہر ہے کہ تیرے خیال مین کبھی نہین گذرا۔ اس سے یہ کوئی نہین سمجھہ سکتا کہ لندن کا وجود ذاتی نہین یا اسکا ایسا وجود ہے جو خیال مین نہین آسکتا۔
ایسا ہی نعیم جنت کی نسبت اسبات کے کہنے سے ثابت نہین ہوتا کہ نعیم جنت کا وجود ذاتی نہین یا وہ ایسا وجود ہے جو کسیکے خیال مین آہی نہین سکتا۔

ابطال دلیل دوم۔ یہہ دلیل آپنے یہود ونصاری وغیرہ کفار سے اقتباس کی ہے اگر وہ لوگ مسلمانون کو ایسی باتین کہا کرتے کہ بہشت مین ایک مرد کے لئے متعدد حورتین ہین تو چاہئے کہ ایک عورت کے لئے بھی کئی مرد ہون۔ اب آپ اُنکے نائب بنے ہین اور وہی باتین کرنے لگے کہ بہشت مین عورتون کا ہونا اور مردون کا انسے مباشرت کرنا خرابائی وبے حیائی ہے۔
اسکا جواب بطور مختصر اگذارش ہے کہ اگر مردون کی اجنبی عورتون سے مصاحبت ومباشرت کرنا

خراباتی وبے حیائی قرار دیتے ہین تو اس قسم کی خراباتی کے بہشت مین موجود ہونے کے مسلمان
قایل نہین ہین بلکہ ان عورتون سے مردون کی معاشرت کے مسلمان قایل ومعتقد ہین
جو انکے ازواج ہونگے دنیا کی منکوحہ ہون خواہ بہشت کی حورین چنانچہ قرآن وحدیث مین متعدد
نصوص مین ان عورتون کی نسبت لفظ ازواج آچکا ہے جیسے ہم وازواجہم فی ظلال علی الارائک
متکئون۔ ادخلوا الجنۃ انتم وازواجکم۔ وزوجناہم بحور عین وامثال ذلک۔
اور اگر آپ بھی ازدواج سے معاشرت کو بھی آپ خراباتی وبے حیائی مین داخل کرتے ہین تو پہنے
نیچر اور شریعت دونون کے مخالف ہین نیچر اور شریعت دونون نے اس معاشرت کو جائز وملائم
بلکہ واجب کر دیا ہے اور قیام سلسلہ نیچر بنی آدم واکثر حیوانات اسی پر موقوف ٹھہرایا ہے
اگر یہہ خراباتی (بزعم جناب) عمل مین نہ آتی تو کوئی چیز دنیا کی (جنکا توالد وتناسل اسی
خراباتی سے ہے) وجود مین نہ آتی۔ نہ کوئی مہذب پیدا ہوتا نہ کوئی ریفارمر نہ کوئی فلاسفر
نہ نیچر کا ناظر۔ پس ایسی چیز کو جو اصل اصول بقا سلسلہ بنی آدم وغیرہ حیوانات ہے خراباتی مین
داخل کرنا اور بہشت مین اسکی تجویز کو بے حیائے قرار دینا ان لوگون سے کب زیبا ہے
جنکا وجود اسی سے ہے۔

جولوگ بہشت کو رنڈیون کا چکلہ بتاتے ہین وہ اسباب مین غور فرماوین اور خوب
سوچ کر بتاوین کہ وہ بہشت کو کن معنے کر چکلہ کہتے ہین۔ اگر وہ کسی سے یہہ بات سن
بیٹھے ہین کہ بہشت مین اجنبی عورتون سے مصاحبت ومعاشرت کے مسلمان قائل ہین اور
یہہ سنکر وہ بہشت کو چکلہ کہنے لگے ہین تو وہ اسبات کو افترا سمجہین اور اس طعن سے باز آوین
اسبات کا کوئی مسلمان قائل نہین اور نہ اسلام مین اسکا ذکر ہے اور اگر ازواج سے معاشرت
کو بھی وہ چکلے والون کا فعل شمار کرتے ہین تو اسمین وہ اپنی ہی گریبان مین مونہہ ڈالکر دیکہین
پہر اگر وہ اپنے ہی آپ مین یہہ امر پاوین اور نیچر کو بھی اسکے موافق دیکہین تو اسکو چکلے والونکا
فعل کہنے سے باز آوین۔

انر ایبل صاحب بہادر اور انکے ہم خیال و ہم مذہب اسبات کو بہی خیال مین لا دین کہ نیچر کے مطابقت
تو انکے نزدیک حق کی شرط یا علامت ہے۔ انکا قول ہے کہ جو اعتقاد و یا مذہب نیچر کے مطابق
نہین ہے وہ خدا کی طرف سے نہین ہے یہہ بہی انکا قول ہے کہ مذہب خدا کا قول ہے اور نیچر
اسکا فعل اور خداوا حدکے قول کا اسکے فعل سے مخالف ہونا جایز نہین ہے۔ آہ جس حالت مین
معاشرت ازدواج نیچر کے عین مطابق ہے تو پہر اسکا بہشت مین ہونا کیون محل اعتراض و انکار
ہے۔ اگر وہ یہہ کہین کہ جواز معاشرت ازدواج بحکم نیچر اسی عالم دنیوی سے مخصوص ہے
اوس عالم آخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پہ نیچر کی شہادت یا دلالت نہین ہے تو
کہا جاویگا کہ اس عالم اُخروی مین اسکے وجود یا ضرورت پر نیچر کی شہادت یا دلالت نہین
تو اسکے عدم یا محال ہونے پر کب اسکی شہادت پائی جاتی ہے۔ نیچر سے ہرگز ثابت نہین
ہوتا کہ معاشرت ازدواج یا اور جسمانی لذات کا عالم اخروی مین ہونا ناممکن و محال
ہے پہر پیروان نیچر کس دلیل سے اسکی نفی کرتے ہین اور کیون اسکو محال یا معدوم جانتے ہین۔
اگر حضرات نیچریہ حشر اجسام کے منکر ہین اور اس عالم آخر کو محض روحانی بلا تعلق جسمانی
خیال کرتے ہین و بنا؁ علیہ لذات جسمانی کو روحانیت کے مخالف سمجہتے ہین تو اس انکار
مین بہی وہ کوئی مستند نہین رکہتے۔ نہ نیچر حشر اجسام کی نفی کرتا ہے نہ عقل اسکو محال جانتا
ہے اسباب مین منکرین کا مستند بجز استبعاد اور کچہہ نہین ہے چنانچہ اللہ تعالے نے منکرین
قدیم سے یہہ استبعاد نقل کیا ہے اور پہر اسکو خود ہی بدلائل رد کیا ہے اور اسی نیچر کی
شہادت سے منکرون کو ملزم کیا ہے چنانچہ
فرمایا ہے کیا انسان (منکر حشر) نے نہین جانا کہ
ہمنے اسکو ایک قطرہ سے پیدا کیا اب وہ جیسے
صاف جہگڑتا ہے اور اپنے پہلی پیدائش
کو بہول گیا ہے اور یہہ بات بناتا ہے کہ خدا ہڈیان

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا
ہو خصیم مبین۔ وضرب لنا مثلاً ونسی خلقہ
قال من یحیي العظام وہی رمیم۔ قل یحییہا
الذی انشاہا اول مرۃ وہو بکل خلق علیم۔
الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون

اولیس الذی خلق السموٰت والارض بقادر علیٰ ان یخلق مثلہم بلے وہو الخلاق العلیم - سورہ یس ع ۴

ہڈیون کو کیونکر زندہ کریگا - تو کہدے انکو وہ زندہ کریگا جسنے پہلی باری پیدا کیا ہے - اور وہ سب پیدائش کو جانتا ہے - وہ جو سبز درخت سے آگ نکالتا ہے جس سے تم آگ سُلگا لیتے ہو - کیا جسنے آسمان وزمین پیدا کئے وہ پہر قادر نہین کہ ویسے پہر پیدا کرے کیون نہین وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے اور خوب جاننے والا - اور فرمایا ہے تم سب کا پیدا کرنا اور دوبارہ اٹہانا ہمیں ایسا آسان ہے

ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ - لقمان ع ۳

جیسا ایک جان کا پیدا کرنا -

اور فرمایا کیا یہہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہین دیکہتے ہمنے اسکو کیونکر بنایا اور مزین کیا اسمین کہین

افلم ینظروا الی السماء فوقہم کیف بنینٰہا وزینٰہا وما لہا من فروج والارض مددنٰہا والقینا فیہا رواسی وانبتنا فیہا من کل زوج بہیج - تبصرۃ وذکری لکل عبد منیب - ونزلنا من السماء ماءً مبارکا فانبتنا بہ جنٰت وحب الحصید والنخل باسقٰت لہا طلع نضید رزقا للعباد واحیینا بہ بلدۃ میتا کذالک الخروج - سورہ ق ع ۱

شگاف نہین اور زمین کو پہیلایا اور اسمین پہاڑ کو رکہدیا اور اسمین ہر قسم کی بارونق سبزیان اگائی سوجہانے اور یاد دلانے کو ان سب بندون کے جو اسکی طرف رجوع رکہتے ہین اور آسمان سے پانی برسایا برکت والا پہر اس سے اگائی باغ اور دانے کٹی کہیتیون کی اور لمبے لمبے درخت خرما جنکا گابہ تو بر تو ہوتا ہے اپنے بندون کو کہلانے کے لیے اور اس پانی سے مردہ زمین کو زندہ کیا ایسا ہی تمہارا قبرون سے نکلنا ہے -

اور فرمایا وہ زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے اور مردہ سے زندہ کو اور زمین کو اسکے مردہ

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتہا وکذالک تخرجون سورہ روم ع ۲

(یعنے خشک ہوجانے کے بعد جلاتا ہے (یعنی سبز کردیتا ہے) اسیطرح تم سب نکالے جاؤگے -

اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ابن آدم نے مجہے جہٹلایا ہے

قال رسول اللہ صلعم قال اللہ تعالےٰ کذبنی ابن آدم ولم یکن لہ ذالک وشتمنی ولم یکن لہ ذالک

اور یہہ اسکو لائق نہ تہا اسکا جہٹلانا یہہ ہے جو وہ کہتا ہے خدا مجہے دوبارہ نہین اوٹہائیگا جیسے جلے

امّا تکذیبہ ایای فقولہ لن یعیدنی کما بدأنی ولیس بادل الخلق باھون علیّ من اعادتہ - رواہ البخاری

پیدا کیا - حالانکہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے مجھے سہل نہ تہا -

اسی مضمون کی اور بہت آیات و احادیث ہین جنہین خدا اور رسول نے منکرین حشر اجسام کے استبعاد کو رد کر دیا ہے اور اسی عالم کے حالات سے (جنکو حضرت نیچریہ نیچر تعبیر کرتے ہین) اسکا امکان ثابت کیا ہے ان آیات اور نیچر مین غور کرنے کے بعد حضرت نیچریہ کا حشر اجسام سے انکار باقی نرہیگا اور جب حشر اجسام کو تسلیم کرلینگے تو نعیم جسمانی بہشت کو بہی ماننا پڑیگا - اور اس عالم اخروی کا اور اس عالم دنیوی کے حالات کو یکسان تسلیم کرنا ضروری ہوگا جب جسم ہوا تو لوازم جسم کہانا پینا عورتون سے معاشرت کرنا اور اسکے اسباب و ذرایع دودہ شراب طہور حور و قصور کا وجود ضرور ہوا -

یہی وجہ ہے کہ پہلے کافرون مین سے ان نعمتون و لذتون جسمانی کے وہی لوگ منکر رہے ہین جو حشر اجسام کے منکر رہتے اور جو حشر اجسام کے قایل ہین اون مین سے ان نعمار جسمانی کا کوئی منکر و مکذب نہین ہے چنانچہ امام غزالی نے رسالہ مضنون بہ علے غیر اہلہ مین فرمایا ہے اُن لذت بہشت (جیسے نکاح کہانا پینا لباس خوشبو) اس عالم مین مشاہدہ مین آنے سے وہی منکر ہین جو حشر اجسام

قال الغزالی فی رسالۃ المضنون بہ علی غیر اہلہ واللذات المحسۃ الموجودۃ فی الجنۃ من ماکول و منکوح و ملبوس و مشموم یجب التصدیق بہا لامکانہا - الی ان قال ان ہذا انما ینکرہ من ینکر حشر الاجساد و یحیل رد النفس الی الجسد و لم یقم علے استحالتہ برہان حقیقی بل لا یبعد ان یوضع بعض الاجسام لیحل النفس بعد الموت و لا استحالۃ فی ذلک لا فی القبر و لا فی القیمۃ -

کے منکر ہین اور روح کا جسم کیطرف پہر آنا محال جانتے ہین اور اسکے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہین ہے بلکہ بعید نہین کہ خدا تعالے بعض جسم ایسے بنا دیوے جنسے بعد موت روح کا تعلق ہو اسمین کوئی استحالہ نہین نہ قبر مین اور نہ قیامت مین جسقدر دلائل فلسفیون نے اسکے محال ہونے پر قائم کیے ہین وہ محقق دلائل نہین ہین اور شرع مین حشر اجسام وارد ہوچکا ہے لہذا اسکی تصدیق واجب ہے -

وکتابا وکرانا دلائل من الدلائل علے اعادۃ البعث بحرکۃ محقق والشرع قد ورد بہ فیجب التصدیق الی فصلہ واثبتہ بنقل کلام الشیخ ابی علی بن سینا۔

پہر امام غزالی نے اون دلائل کا تصنیف مثل میں تفصیل بیان کیا ہے۔ اور شیخ بو علی سینا کی کلام سے اسپر استشہاد کیا۔

بالجملہ حشر اجسام حق ہے تو اس عالم دنیوی اور اس اخروی کا حال یکسان ہے معاشرت لزلی یہان موجود ہے بحکم نیچر و شریعت جائز ہے تو وہان بہی اسکا موجود و جائز ہونا ضروری ہے۔ اور اگر منکرین نعیم جسمانی کو حشر اجسام سے انکار ہے تو بدون اثبات استحالہ حشر اجسام کے انکار نعیم جسمانی عبث و بے کار ہے۔ بحکم ثبت العرش ثم انقش پہلے وہ حشر اجسام کا محال ہونا ثابت کرین اور جو خدا تعالے نے امکان حشر اجسام پر نیچر سے دلائل قائم کئے ہین انکو بدلائل قطعیہ رد کرین پہر نعیم جسمانی کے انکار سے لب ہلا دین۔

انریبل صاحب بہادر کو بہی اگر حشر اجسام سے انکار ہے تو پہلے اس انکار کو مدلل فرماوین پہر انکار نعیم جسمانی کو زبان پر لاوین قبل ابطال حشر اجساد انکار نعیم جسمانی سے زبان کو بند رکہین

یہہ تو حضرت کی دلیل دوم کا جواب ہے اب ان منکرین (یہود و نصاری) کے اعتراض کا جواب دیا جاتا ہے جنسے آپ نے اس دلیل کو اقتباس کیا ہے۔

انکا یہہ کہنا کہ اگر بہشت مین ایک مرد کے لئے متعدد عورتین ہونگی تو چاہئے کہ ایک عورت کے لئے بہی متعدد مرد ہون۔ بحکم عقل و نیچر **باطل ہے** ـ نیچر کے رو سے انسانون بلکہ اکثر حیوانون مین بہی قاعدہ مقرر ہے کہ جانب اناث مین بہ نسبت جانب ذکور تکثر و تعدد پایا جاتا ہے۔ اور ایک نر سے کئی مادہ کی حاجت روائی کا کام لیا جاتا ہے۔ اور اگر کہین اسکے برخلاف عمل پایا جاتا ہے خصوصا نوع انسان مین تو اسکو خلاف قانون قدرت سمجہا جاتا ہے۔ پہر اس خلاف کی تجویز بہشت مین نیچر کب روا رکہتا ہے۔

عقل کے رو سے عورت بمنزلہ فراش و مملوک ہوتی ہے اور مرد اسکا مالک و متصرف اکثر امور مین عورتین مردون کی محتاج ہوتی ہین اور انکے آگے متبذل اور مرد ان کی حاجت روا ہوتی ہین

اور انکے سامنے معزز۔ پس مردونکی خاطر جانب اناث مین تعدد تجویز کرنے مین مردون کا
اعزاز مقصود ہے جیسے ایک شخص کے لئے کئے غلام اور کئے خادم اور کئے مرکب اور کئے مکان
اور کئے فراش تجویز کر دینے مین اُسکی عزت ہے۔ اور عورتون کی خاطر جانب ذکور مین تعدد
تجویز کرنے مین انکی ذلت مقصود ہے۔ جیسے ایک غلام کے کئی مالک اور ایک مرکب کے لئے کئی
سوار اور ایک مکان یا فراش کو کئی استعمال کرنے والے مقرر کر دینے مین اس غلام و مرکب
اور لباس و فراش کا مبتذل ہونا مقصود ہے۔

غلام کے لئے یہی عزت ہے کہ اکیلا ایک کے ہاتھ ہو۔ گھوڑے کی اسمین عزت ہے کہ وہ خاص ایک
شخص کا مرکب ہو کپڑا یا فرش وہی قیمتی یا عزیز سمجھا جاتا ہے جو بجز ایک شخص کے کسی کے استعمال مین
نہ آتا ہو۔ اور چونکہ شعار بہشت مین اعزاز و اکرام اہل جنت مدنظر ہے اسلئے مردون کے لئے
تعدد ازواج تجویز کیا گیا ہے۔ جسمین انکی عزت مقصود ہے۔ اور عورتون کے لئے وحدت ازواج
جسمین انکی عزت مقصود ہے۔ اس مسئلہ کو خدا تعالے نے قرآن مجید مین مختصر الفاظ مین بیان
فرمایا ہے جہان ارشاد کیا ہے مرد عورتون پر منصب تسلط رکھتے ہین اسلئے کہ خدا نے

الرجال قوامون علے النساء بما فضل
اللہ بعضہم علے بعض و بما انفقوا۔
سورہ نساء ع ۵۔
ولقد ضربنا للناس فی ہذا القرآن
من کل مثل لعلہم یتذکرون
قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یتقون۔
ضرب اللہ مثلا رجلا فیہ شرکاء متشاکسون
ورجلا سلما لرجل ہل یستویان مثلا الحمد للہ
بل اکثرہم لا یعلمون سورہ زمر۔ ع ۳۔

عقل و تمیز و قوای وغیرہ فطرتی اسباب
مین ایک فریق کو دوسرے پر ترجیح دے رکھی
ہی دوسرے اسلئے کہ وہ مال خرچ کرتے ہین۔
اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ ہمنے قرآن مین
ہر طرح کی مثالین بیان کی ہین تاکہ وہ لوگ سمجھین۔
وہ قران عربی ہے جسمین کوئی کجی نہین تاکہ وہ
لوگ جو عربی ہین یا عربی زبان جان سکتے ہین
انکار سے بچین۔ اور ایک مثال خدا نے یہہ بیان
کی ہے۔ کہ ایک آدمی کئی شریکون کے ملک ہے

جو سب لوگ تمہیں جہگڑنے والے ہین اور ایک خالص ایک شخص کا کیا یہہ دونوں برابر ہین ہرگز نہیں خدا تعریف کے لائق ہے جسنے ایسی مثال پوری دی پر اکثر لوگ نہین جانتے ۔

اللہ تعالے نے سچ فرمایا کہ اکثر لوگ ان مثالون کے اسرار و مقاصد سے بے خبر ہین وہی لوگ اسلام کے احکام و اخبار پر اس قسم کے اعتراض کرتے ہین ۔ کسی نے سچ کہا ہے من جہل شیئاً عاداہ یعنے جو کسی چیز کا جاہل ہوتا ہے اسکا دشمن ہوجاتا ہے ۔ مجہکو ہندؤن اور عیسائیون پر اس قسم کے اعتراض کرنے کا اسقدر افسوس نہین جسقدر حضرات نیچریہ پر افسوس ہے یہہ زبانی اسلام کا دعوی کرتے ہین پہر اسی قسم کی باتین جو منکر اسلام کہتے ہین برملا کرتے ہین ۔

چندروز کا عرصہ ہوا ہے کہ ایک نوجوان نیچری جو مدرسۃ العلوم علیگڈہ مین تعلیم پاتا ہے لاہور مین آیا اور مجہسے لاقی ہوا اور یہی بات جسکا جواب دیا گیا ہے زبان پر لایا اور علاوہ ازان اسپر یہہ بہی حاشیہ چڑہا دیا کہ اگر ایک ایک مومن کے لئے بعوض ایکدفعہ پانی پلانے کے اسقدر حورین ملتی ہین تو بہشت مین اور رنڈیون کے چکلہ مین کیا فرق ہے ۔ اسکی آزادی دیکہکر مینے اسکو تو جواب سے مخاطب نہ کیا پر اس خیال سے کہ اب یہہ لوگ ان باتون کو عام مسلمانون مین پہیلانے لگے ہین اسکا جواب اس مقام مین مناسب سمجہا اور اسکو بہی یہی کہا کہ اس بات کا جواب اشاعۃ السنہ مین تحریر کرینگے ۔

یہان سے اہل اسلام تاثیر تعلیم مدرسۃ العلوم علیگڈہ کا اندازہ کرین اور جو

ابطال و انکار اصول اسلام اس سے متفرع ہونے والا ہے اسکا نمونہ یہی ایک بات دیکہہ لین ۔ حامیان مدرسۃ العلوم کہتے ہین کہ مدرسۃ العلوم کی تعلیم مین سید احمد خانصاحب کے خیالات و اعتقادات کو کیا دخل ہے ۔ وہان مذہبی تعلیم اہل سنت کو تو کتب اہلسنت سے ہوتی ہے اور شیعہ کو کتب اہل تشیع سے مگر یہہ بات انکی سراسر دہوکہ ہے ۔ مانا کہ وہان درس چند روز منشکے لئے ہدایہ یا شرایع کا شغل کرایا جاتا ہے مگر اس شغل کے بعد تو تمام روز یہی شغل و خیال و مبحث رہتے ہین جو دین و ایمان کے مخرب ہین کہین تہذیب الاخلاق مطالعہ مین آتی

کہین تفسیر سراپا تحریف یا کسی اور دہریہ یورپ کی تالیف پڑہی جاتی ہے - کہین از لیل سید احمد خان صاحب بہادر کلکتہ یا شملہ سے آتے یا جاتے کوئی لکچر سبطل اصول اسلام دیر رہے ہین - کہین آپکے حواریین آپکی تائید مین سپیچ فرما رہے ہین - غرض رات دن یہی وہی طالب علمون کے کان مین پڑتی ہے - پہر وہان درس ہندسہ سنٹ کے شغل شرح وقایہ یا شرایع کی کیا چلتی ہے -

دیکہو مشن کے بعضے سکولون مین قرآن بہی پڑہا جاتا ہے مگر جب ساتہہ اسکے انجیل کا سبق ہوتا ہے تو وہ قرآن کا پڑہانا کس کام آتا ہے -

نہین نہین مینی غلطی کی مدرسۃ العلوم علیگڈہ مشن کے سکولون کے برابر نہین - بلکہ **انسے** بدرجہا **بدتر** ہے اور اہل اسلام کے لڑکون کے لئے نہایت مضر - اسلئے اگرچہ **مشن** مین پادری انجیل پڑہاتے ہین مگر مسلمانون کے اکثر لڑکے اوسے کچہہ ضرر نہین پاتے وہ مذہب عیسائی کو باطل سمجہکر جو کچہہ زبان سے پڑہتے ہین دل سے اسکو جہوٹ جانتے ہین اور اسکے سبب اپنے اعتقاد کو چہوڑ نہین دیتے **بخلاف** خیالات سید احمد خان کے کہ قرآن وحدیث کے لباس مین ظاہر کئے جاتے ہین اسکو مسلمانون کے ناواقف لڑکے قرآن وحدیث کے مطابق سمجہکر قبول کر لیتے ہین اور اسلام کو ہاتہہ سے دے بیٹہتے ہین - وہی نوجوان مدرسہ علیگڈہ مین جانے سے پیشتر خاصہ پکا مسلمان تہا مگر جب علیگڈہ سے ہوکر آیا تو کچہہ کا کچہہ بن گیا - صورت وسیرت ولباس وقول وعمل واعتقاد سے اسلام کا معارض نظر آیا - یہہ ذکر مدرسۃ العلوم بذیل اعتراض اس نوجوان کے تبعاً واتفاقاً ہوگیا ہے مستقل طور پر اسکا ذکر جمیل پہر کسی موقع پر ہوگا اس مقام مین صرف اتنا بیان کرنا مقصود تہا کہ جو اعتراض اسلام پر ہنود وعیسائی کرتے ہین وہ اب نیچری کرنے لگے ہین - اور اس اعتراض مین وہ ہندوؤن اور عیسائیون کی نسبت زیادہ افسوس کا محل ہے -

الحاصل دونون دلیلین جناب مجیب امام غزالی کے مقابلہ مین باطل وناتمام اور امام غزالی کے دعوی کو اوٹہا نہین سکتے ہین -

اس بیان مین گو کسیقدر تطویل ہوگئی ہے مگر اس تطویل سے یہہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ جو کچہہ

امام غزالی یا تمام مسلمان بہشت اور نعماء بہشت کی نسبت خیال رکھتے ہیں وہ صحیح وحق وعقل
ونقل کے مطابق ہیں اور جو جناب مخاطب نے اس پر نکتہ چینی کی ہے وہ مسخرہ اور نیچر کے برخلاف ہے۔
اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے دوسری مثال وجود عقلی کی آنحضرت صلعم کا یہہ قول ہے

المثال الثانی قوله صلعم ان الله خمر آدم بیده
اربعین صباحا فقد اثبت لله تعالے یدا
ومن قام عنده البرهان علی استحالة
الید لله تعالے التی ہی جارحة محسوسة او متخیلة
فیثبت لله تعالے یداً روحانیاً وعقلیاً
اعنی انه یثبت معنی الید وحقیقته وروحه
دون صورته او روح الید ومعناه ما یبطش
بها ویفعل ویعطے ویمنع والله تعالے
یمنع ویعطے بالملائکة ××××× ××

کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کی مٹی کو چالیس دن تک
اپنے ہاتھ سے گوندھا ہے اس سے خدا کے لیے
ہاتھ ثابت ہوتا ہے اور جسکے لئے تنزیہ خدا
کے لئے ہاتھ (جو ایک نظر آتا یا خیال کیا جاتا
عضو ہے) کا ہونا محال ہے وہ خدا کے لیے روحانی
اور عقلی ہاتھ ثابت کرتا ہے یعنے ہاتھ کی صفت
اور حقیقت اور اسکی روح نہ اسکی صورت ہاتھ
کی روح اور حقیقت یہہ ہے کہ اس سے پکڑا
جاوے اور لیا دیا جاوے اور اللہ تعالے
فرشتوں کے واسطہ سے دیتا ہے اور روکتا ہے یعنے اس ہاتھ سے فرشتہ مراد ہے۔

اما الوجود الشبہی فمثاله الغضب والشوق
والفرح والصبر وغیر ذلک مما ورد فی حق الله
تعالے فان الغضب مثلاً حقیقته انه غلیان
دم القلب لارادة التشفی۔
وہذا ینفک عن نقصان والم فمن قام عنده
البرهان علی استحالة ثبوت نفس الغضب
ثبوتاً ذاتیاً وحسیاً وخیالیاً وعقلیاً نزله
علی ثبوت صفة اخرے یصدر منہا ما یصدر

وجود شبہی کی مثال غصہ۔ شوق۔ خوشی صبر
وغیرہ صفات ہیں جو خدا کے حق میں وارد ہیں
غصہ کی حقیقت یہہ ہے کہ خون دل جوش میں آوے
تاکہ اس سے دل کا ارمان نکل جاوے
اور یہہ امر نقصان اور رنج سے خالی نہیں ہے
اور جس شخص کے نزدیک خدا کے لئے وجود ذاتی
وحسی وخیالی وعقلی غصہ کے محال ہونے پر دلیل
قائم ہے وہ اس غصہ کو اور صفت پر محمول کرتا

من الغضب كارادة العقاب والارادة لا تناسب الغضب في حقيقة ذاتية لكن لصفة من الصفات تقاربها او اثر من الآثار يصدر عنها وهو الايلام۔

جس سے وہی اثر ظاہر و صادر ہوتا ہے جو غصہ سے صادر ہوتا ہے جیسے ارادہ انتقام اس ارادہ کو غصہ سے حقیقت ذاتی میں مناسبت نہیں ہے بلکہ صفتہ میں جو اس حقیقت کے قریب قریب ہو یا اثر میں جو اس سے صادر ہو وہ کیا ہے؟ کیا دکھ پہنچانا یا تکلیف دینا۔

راقم کہتا ہے جن لوگوں سے امام صاحب نے مثال دوم وجود عقلی اور مثال چہارم تشبیہی کی تاویل نقل کی ہے وہ فلسفی مسلمان ہیں جو ایک دفعہ دریا فلسفہ میں ڈوبے ہیں تو پھر باوجود ارادہ باہر نکلنے کی اس سے نکل نہیں سکتے اسکی کبھی کسی بلا میں مبتلا ہیں پھر اسکو ابتلاء نہیں سمجھتے اور بعض تو انہیں ایسے ہیں کہ اب تک اسکے قعر میں مستغرق ہیں اور بحر شریعت اسی دریا فلسفہ کو سمجھتے ہیں۔ جناب مخاطب اور انکے ہم مذہب ان ہی لوگوں کے مقلد ہیں اور انکی تقلید سے صفات باری میں یہی اعتقاد رکھتے ہیں چنانچہ مولوی مہدی علی صاحب نے مضمون نمبر ۹ تہذیب میں خدا تعالے کے ہاتھ کو بھی وجود عقلی سے تاویل کیا ہے اور جناب مخاطب نے مضمون نمبر ۱۷ میں اسکو تصدیق فرمایا اور سوائے اسکے اور بہت جگہہ ایسا ہی فرمایا ہے۔ ولیکن سلف صالحین صحابہ و تابعین و ائمہ فقہاء و محدثین انکے مخالف ہیں۔ وہ جملہ صفات باری ید۔ وجہ۔ استواء وغیرہ کو نہ ظاہری معنے پر جو جسم کے مناسب ہیں محمول کرتے ہیں اور نہ انکی تاویل وجود عقلی یا شبہی سے جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت ان صفات کو خدا کے سپرد کرتے ہیں اور انکے وجود پر جس معنے کر کہ خدا نے ارادہ کیا ہے اور اسکی ذات کو لائق ہے ایمان رکھتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالے کا ہاتھ ہے نہ ایسا جیسا ہمارا یا کسی اور مخلوق کا اور نہ ان معنے کر کہ اس سے کوئی قوت یا قدرت مراد ہے بلکہ اس معنے کر جو خدا کی ذات کو لائق ہے اور خدا کے نزدیک مراد ہے اسکی حقیقت کا ہمکو علم نہیں پر اسکے لوازم و آثار و افعال کا علم حاصل ہے۔ لینا دینا بنانا بگاڑنا وغیرہ افعال اسکے لوازم و آثار ہیں۔ و علے ہذا القیاس وہ بقیہ صفات کو خیال کرتے ہیں۔

حنابلہ کا صفات باری مین یہی اعتقاد ہے جسکو متعصب نادان لوگ تجسیم و تشبیہ سے تعبیر
کرتے ہین اور اس اعتقاد کے معتقدین کا مجسم اور مشبہ نام رکھتے ہین۔

امام الحنابلہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے مسئلہ استوار کے باب مین فرمایا ہے کہ اسمین وہی قول

الله انه فی الاستواء والنزول كالقول فی
سائر الصفات التی وصف الله به نفسه فی
كتابه وعلى لسان رسوله صلعم فان الله تعالى
سمى نفسه باسماء ووصف نفسه بصفات فالقول
فی بعض هذه الصفات كالقول فی بعض ومذهب
سلف الامة وائمتها ان نصف الله تعالى
بما وصف به نفسه وبما وصفه به رسوله صلعم من غير
تحريف ولا تعطيل ولا تكييف ولا تمثيل فلا يجوز
نفی صفات الله تعالى التی وصف بها نفسه ولا يجوز
تمثيلها بصفات المخلوقين بل هو سبحانه ليس
كمثله شيء وهو السميع البصير ليس كمثله شيء
لا فی ذاته ولا فی صفاته ولا فی افعاله۔
ومذهب السلف مذهب بين مذهبين
وهدى بين ضلالتين اثبات الصفات
ونفی مماثلة المخلوقات فقوله تعالى ليس
كمثله شيء رد على اهل التشبيه والتمثيل
وقوله وهو السميع العليم رد على اهل النفی
والتعطيل فالممثل اعشى والمعطل اعمى

(مقبول) ہے جو تمام صفات باری مین ہے
جن صفات سے خدا نے اپنے آپکو موصوف
فرمایا ہے ان مین سے ایک صفت مین وہی
قول ہے جو دوسرے مین ہے مذہب سلف
امت اور ائمہ کا اس مین یہ ہے کہ ہم خدا کو ان
صفت سے موصوف کرین جس سے خدا نے اپنے
آپکو اور اسکے رسول نے خدا کو موصوف کیا ہے
نہ اسکو تحریف (یعنے تاویل کر کے بے معنے بنا)
کر دین اور نہ اسکی کوئی مثال و کیفیت بیان
کرین نہ کسی صفت کی نفی کرین نہ کسی صفت کو صفات
مخلوقات سے تشبیہ دین وہ خدا تعالے ایسا ہے
کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین اور وہ سننے اور دیکھنے
والا ہے کوئی چیز نہ اسکی ذات کی مثل ہے نہ اسکی
صفات کی نہ اسکے افعال کی۔ مذہب سلف مین
دو مذہبون کے بیچا بیچ مین ہے دو گمراہیون کے
بیچ مین وہ ہدایت ہے یہ کہ خدا کی صفات
کو ثابت کرین اور مشابہت مخلوق کو مانع ہون
پس خدا کا یہ قول کہ اسکی مثل کوئی چیز نہین ہے

والممثل یعبد صنماً والمعطل یعبد عدماً

خدا کی صفت کو مخلوق سے تشبیہ و تمثیل دینے والون پر رد ہے اور خدا کا یہہ قول کہ وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اسکی صفات کو مٹانے والے اور اسکو صفات سے یکبارگی الگ کرنے والون پر رد ہے۔ صفات خدا کی مثال بنانے والا بت کو پوجتا ہے اور خدا کو صفات سے معطل کرنے والا اندھا ہے۔ تشبیہ دینے والا بت کی پرستش کرتا ہے اسکو صفات سے معطل کرنے والا محض عدم کو پوجتا ہے۔

یہی اعتقاد اکابر ائمہ محدثین نے سلف سے نقل کیا ہے اور اسکے خلاف کو ضلالت سے تعبیر کیا ہے امام ابو عیسے محمد بن عیسے ترمذی نے اپنی کتاب سنن جامع مین (بذیل اس حدیث کے) کہ

وقد قال غیر واحد من اہل العلم فی ہذا الحدیث وما یشبہ ہذا من الروایات من الصفات ونزول الرب تبارک وتعالے کل لیلۃ الی السماء الدنیا قالوا قد تثبت الروایات فی ہذا ونؤمن بہا ولا یتوہم ولا یقال کیف ہکذا روے عن مالک بن انس وسفیان بن عیینۃ وعبد اللہ بن المبارک انہم قالوا فی ہذہ الاحادیث امروہا بلا کیف وہکذا قول اہل العلم من اہل السنۃ والجماعۃ واما الجہمیۃ فانکرت ہذہ الروایات وقالوا ہذا تشبیہ وقد ذکر اللہ تبارک وتعالی فی غیر موضع من کتابہ الید والسمع والبصر فتاولت الجہمیۃ ہذہ الآیات ففسروہا علے غیر ما فسر اہل العلم وقالوا ان اللہ لم یخلق آدم بیدہ وقالوا انما الید القوۃ وقال اسحاق

خدا تعالی پاک صدقہ کو اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے) فرمایا ہے کہ بہت سے اہل علم نے اس حدیث مین اور جو اسکی مثل صفات باری مین وارد ہین فرمایا ہے کہ اس باب مین جو کچھ وارد ہے اسپر ہم ایمان لاتے ہین اور اسمین وہم نہین دوڑاتے اور یہہ نہین کہتے کہ وہ کیونکر ہین۔ ایسا ہی امام مالک و سفیان و عبد اللہ بن المبارک سے مروی ہے انہون نے کہا ہے کہ ان احادیث کو جیسے یہہ آئی ہین ویسے ہی جاری کرو اور انکی کیفیت سے تعرض نکرو یہی اعتقاد اہل سنت و جماعت کا ہے فرقہ جہمیہ اسکے منکر ہین اور اس اعتقاد اہل سنت کو تشبیہ کہتے ہین۔ اور جو خدا تعالی نے بہت جگہہ اپنی کتاب مین اپنے لئے ہاتھ سننے دیکھنے کو ذکر فرمایا ہے تو اسکی جہمیہ نے بخلاف اہل علم تاویل کی ہے اور کہتے ہین کہ

ابن ابراہیم انما یکون التشبیہ اذا قال ید کید او مثل ید او سمع کسمع او مثل سمع فاذا قال سمع کسمع او مثل سمع فہذا تشبیہ واما اذا قال کما قال اللہ تعالے ید وسمع وبصر ولا یقول کیف ولا یقول مثل سمع ولا کسمع فہذا لا یکون تشبیہاً وہو کما قال اللہ تبارک وتعالے فی کتابہ لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر

سے قدرت مراد ہے اسحاق بن ابراہیم کو روئین کہتے ہین کہ خدا کے لئے ہاتھ ثابت کرنے میں تشبیہ ہو جبکہ یہ کہے کہ ہاتھ کو کسی کے ہاتھ کی مثل کہا جاوے اور اسکے سننے کو کسی کے سننے کی مثل - اور اگر صرف اتنا ہی کہین جتنا خدا نے کہا ہے کہ خدا کے لئے ہاتھ ہے اور اور سنتا ہی اور دیکھتا ہے اور نہ یہہ کہین کہ کیسا ہے اور نہ یہہ کہین کہ کسی مخلوق جیسا ہے تو یہہ تشبیہ نہین ہے چنانچہ خدا تعالے خود فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء وہو السمیع البصیر یعنے اسکی مانند کوئی چیز نہین - اور وہ سننے دیکھنے والا ہی

اور **ملخص طبقات** ذہبی مین بذیل ترجمہ خطیب بغدادی مرقوم ہے کہ خطیب کی کلام سے یہہ بھی ہے کہ صفات باری مین کلام اور جو اسمین کتب سنن وصحاح مین مذہب سلف مروی

من کلام الخطیب واما الکلام فی الصفات وارد ماروی فیہا فی السنن والصحاح مذہب السلف اجرائ ظواہرہا ونفی الکیفیۃ والتشبیہ عنہا وقد نفاہا قوم فابطلوا ما اثبتہ اللہ تعالے وحققہا قوم من المثبتین فخرجوا فی ذلک الی ضرب من التشبیہ والتکییف والقصد انما ہو سلوک الطریق المتوسط بین الامرین ودین اللہ تعالی بین الغالی فیہ والمقصر عنہ والاصل فی ہذا ان الکلام فی الصفات فرع الکلام فی الذات ویحتذی فی ذلک حذوہ ومثالہ فاذا کان معلوم

ہی یہہ ہے کہ انکو ظاہری معنون پر (جو مناسب ذات جلالت ہین) جاری کیا جاوے اور کیفیت وتشبیہ کو انسے دور کیا جاوے - ان صفات کو ایک قوم (یعنے جہمیہ مقلدین فلاسفہ) نے تو نفی ہٹایا ہے اور جو خدا تعالے نے ثابت کیا ہے اسکو انہون نے باطل کیا اور ایک قوم (یعنے فرقہ مجسمہ) نے ایسا ثابت کیا ہے کہ اس ثبات میں تشبیہ اور کیفیت کا رستہ اختیار کیا ہے - میانہ روی یہی ہے کہ دونون مذہب کے بیچ کے راہ چلین اور افراط اہل اثبات اور تفریط اہل نفی کے مابین دین

ان اثبات رب العالمين انما هو اثبات وجود
لا اثبات كيفية فكذلك اثبات صفاته انما هو اثبات
وجود لا اثبات تحديد وتكييف فاذا قلنا لله
يد وسمع وبصر فانما هي صفات اثبتها الله تعالى
لنفسه ولا نقول ان معنى اليد القدرة ولا ان
معنى السمع والبصر العلم ولا نقول انها جوارح
ولا نشبهها بالايدي والاسماع والابصار التي
هي جوارح وادوات الفعل ونقول انما وجب اثباتها
لان التوقيف ورد بها ووجب نفي التشبيه
عنها لقوله تعالى ليس كمثله شئ ولم يكن له كفوا احد

اختیار کریں - اصل اسمین یہہ ہے کہ خدا کی صفات
مین کلام کرنا اسکی ذات مین کلام کرنے کی فرع ہے
اور یہہ اسکے قایم مقام اور اسکی مثال ہے اور
ظاہر ہے کہ خدا کی ذات کا اثبات اسی حد تک
ہوا ہے کہ اسکا وجود ہے نہ یہہ کہ اسکی ذات
کسطرح کی ہے اور اسکی کیفیت کیا ہے - ایسا ہی
اسکی صفات کا اثبات اسیقدر ہو سکتا ہے
کہ ان صفات کا وجود ہے نہ یہہ کہ انکی کیا حقیقت
ہے پس جب ہمنے کہا کہ خدا کے لیے ہاتہہ ہے یا سننا ہے
تو ہمارے یہی مراد ہے کہ یہہ خدا کی صفتین ہین
جنکو خدا نے اپنی ذات کے لیے ثابت کیا ہے - اسمین ہم یہہ نہین کہتے کہ ہاتہہ سے مراد قدرت ہے
اور سمع اور بصر سے مراد علم ہے - اور نہ یہہ کہتے ہین کہ وہ ہمارے جیسے جوارح و آلات جسمانی ہین - ہم
تو یہی کہینگے کہ ان صفات کے وجود سے شارع نے ہمکو واقف کیا ہے اسلیے ہم پر انکا ماننا واجب ہے
اور انکی مخلوق سے تشبیہ دینی کی نفی بہی واجب ہے خدا نے خود فرمایا ہے اسکی مثل کوئی چیز نہین ہے -
اور اسکا کوئی ہمتا نہین ہے -

اور تفسیر معالم التنزیل مین بذیل آیہ ثم استوی علی العرش فرمایا ہے کہ معتزلہ اس آیہ کی استیلا سے

واولت المعتزلة الاستواء بالاستيلاء فاما اهل
السنة فيقولون الاستواء على العرش صفة
لله تعالى بلا كيف يجب على الرجل الايمان به ويكل
العلم فيه الى الله عز وجل وسال رجل مالك بن انس
عن قوله الرحمن على العرش استوى كيف استوى

تاویل کرتے ہین مگر اہل سنت کہتے ہین کہ استوا
علے العرش خدا کی ایک صفت ہے جسکی کیفیت نامعلوم
ہے انسان پر واجب ہے کہ اسپر ایمان لاوے اور اسکی
(حقیقت کا) علم خدا کے سپرد کرے -
ایک شخص نے امام مالک سے آیہ الرحمن علے العرش

فافرق بين هلما وعلاه الرحضار ثم قال الاستوا غير مجهول والكيف غير معقول والايمان به واجب والسوال عنه بدعة وما اظنك الاضالاً ثم امر به فاخرج وروي عن سفين الثوري والاوزاعي والليث بن سعد وسفين بن عيينة وعبد الله بن المبارك وغيرهم من علماء السنة في هذا الآيات التي جاءت في الصفات المتشابهات امروها كما جاءت بلا كيف۔

استوى كا مطلب پوچھا اور کہا کہ خدا کا استوا عرش پر کیونکر ہے تو آپنے دیر تک سر کو نیچے کر لیا اور انکو پسینہ آگیا پھر فرمایا کہ خدا کا عرش پر ہونا معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول اور اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اس سے سوال بدعت ہے میرے خیال مین تو کوئی گمراہ معلوم ہوتا ہے پھر آپنے حکم دیا تو وہ شخص نکالا گیا۔ اور سفیان ثوری اور اوزاعی اور لیث ابن سعد و سفیان بن عیینہ و عبد اللہ بن مبارک وغیرہ علماء اہل سنت سے یہی مروی ہے کہ ان آیات کو جو صفات متشابہ مین وارد ہیں جیسی یہہ وارد ہین ویسے انکو جاری کرو اور انکی کیفیت سے تعرض نکرو۔ اسباب مین کے رسایل مستقل سلف وخلف نے تالیف کئے اور وہ خدا تعالی کی عنایت سے چھپکر شایع بھی ہو گئے ہین از انجملہ دو رسالہ نہایت عجیب ہین† التحف في الارشاد الى مذهب السلف تالیف امام محمد بن علی شوکانی و جواب سوال از شیخ محمد بن ناصر حازمی۔

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ سلف صالحین صفات باری مین تفویض و تسلیم کے قایل ہین نہ انکو صفات مخلوق کی مانند سمجھتے ہین نہ انہین تاویل کو پسند کرتے ہین۔ تاویل و تعطیل اہل بدعت و ضلالت (فلاسفہ یا مقلدین فلاسفہ) کا مذہب ہے جو جناب مخاطب اور انکے ہم مذہبون نے اختیار کیا ہے۔ **ولیکن اس** تفصیل کو جناب مخاطب کب سنتے ہین اور ترمذی یا ذہبی یا امام مالک یا عبد اللہ بن المبارک کی کب مانتے ہین اور کسی محدث یا مفسر یا صحابی یا تابعی کو وہ کیا جانتے ہین۔

† یہہ رسالے لاہور مین حافظ عماد الدین ٹھیکہ دار ساکن کوچہ کندیگران۔ اور شیخ محی الدین تاجر کتب ساکن بازار کشمیری سے قیمت ۲ر معہ محصول ڈاک مل سکتے ہین ایسا ہی اور رسایل توحید و صفات۔

پس وہ سلف صالحین کی متابعت سے تفویض کو کیونکر قبول کرتے ہین اور اپنے فلسفی مذہب تاویل کو کسطرح بدعت سمجہہ سکتے ہین اسلئے مناسب ہے کہ انکا افہام تفہیم عقلی تقریر سے عمل مین آوے۔ اور کسی نیچری کی کلام کو ہمین بطور سند پیش کیا جاوے سو جناب خود مدلل ہی ہین جو صفات باری مین اپنی عقل سے وہی تقریر کرچکے ہین جو مذہب محدثین کے قریب قریب ہے۔

چنانچہ تہذیب الاخلاق سنہ ۹۲ نمبر چہارم مین بصفحہ ۱۰ آپ فرماتے ہین۔

مضمون نمبر ۲۰۴

عقاید مذہب اسلام

عقیدہ سوم

متعلق بہ صفات باری جل جلالہ

وہ ہستی جسکو ہم خدا یا علۃ العلل کہتے ہین نہ ہمارے دیکہنے مین آتا ہے نہ چہونے مین اور نہ خیال مین تو ہم بجز اتنی بات جاننے کہ وہ ہے اور کچہہ حقیقت اسکی ذات کی نہین جان سکتے خدا بہی تو اپنی ذات کی حقیقت ہمکو نہین بتا سکا۔ موسےٰ نے پوچہا کہ فرعون کے پاس تیرا پیغام لیکر جاؤن تو کیا بتاؤن کہ تو کون ہے تو یہی جواب ملا کہ مین وہی ہون جو ہون پس جبکہ ہم ایک ذات کی حقیقت نہین جان سکتے تو اسکی صفات کی حقیقت بہی نہین جان سکتے بلکہ درحقیقت اسکو کسی صفت کا محل نہین قرار دے سکتے

تمام صفات جنکو ہم خیال کرسکتے ہین وہ سب مفہومات ہین جو ہمنے بلحاظ ان چیزون کے حالتون کے جنکو ہم دیکہتے ہین یا چہوتے ہین یا سونگہتے ہین یا سنتے ہین یا سمجہتے ہین اخذ کئے ہین مگر جب کہ وہ ہستی ہماری ان سب حسون سے اوپر ہے تو ہم کیونکر جان سکتے ہین کہ وہ صفات اسمین پائی جاتی ہین یا وہ ان صفات کا محل بہی ہوسکتی ہے اسلئے تمام صفات جو خدا کی طرف نسبت کیجاتی ہین انکو یون کہا جاتا ہے کہ وہ صفات تو اسمین ہین مگر ایسی نہین ہین جیسیکہ ہم جانتے ہین یعنے جو حقیقت

ان صفات کی جنکے معنی موجودات عالم سے اخذ کرکے سمجھی ہے وہ حقیقت ان صفات کی نہین ہے جو انمین ہین اور یہہ کہنا ہمارا صاف صاف یہی کہتا ہے کہ ان صفات کا جنکو ہم جانتے ہین انمین ہونا نہین جانتے -

خدا کو ہاتہہ پاؤن والا منہہ والا بولتا چلتا پہرتا سنتا دیکہتا کرتا کراتا جیتا جاگتا خوش ہونے والا خفا ہونے والا سب کچہہ کہتے ہیں - مگر اسکے ساتہہ یہہ بہی کہتے ہین کہ ہمارے سے ہاتہہ پاؤن ہمارا سا منہہ ہمارا سا بولنا ہمارا سا چلنا پہرنا ہمارا سا سننا دیکہنا ہمارا سا کرنا کرانا ہمارا سا جینا جاگنا ہمارا سا خوش اور خفا ہونا نہین ہے - مگر جب پوچہو کہ اگر ویسا نہین ہے تو پہر کیسا ہے تو جواب یہی ہوگا کہ ہم نہین جانتے - بات کا تو بہت اُلٹ پہیر ہوا مگر نتیجہ یہی نکلا کہ ان صفات کا جنکو ہم جانتے ہیں اُس مین ہونا نہین جانتے -

صفات باریکا اسکی نسبت یقین کرنا اس یقین سے نہین ہے کہ درحقیقت وہ صفتین جسطرح پر ہم انکو جانتے ہین انمین ہین یا وہ انکا محل ہے بلکہ یقین اس وجہ سے ہے کہ ایسی ذات کو جو علت العلل ہے ان صفات کے مشابہ صفتون کا موصوف یا ان صفات کی مانند قدرتون پر قادر ہونا لازم ہے کیونکہ بغیر انکے وہ علت العلل نہین ہو سکتی جسکا علت العلل ہونا تسلیم کیا تہا -

زندگی اور موت وہ صفتین ہین جنکے مفہوم کو ہمنے جاندار چیزون کی حالات سے اخذ کیا ہے پس کیا ہم یقین کر سکتے ہین کہ اس زندگی یا موت کا جسکو ہم جانتے ہین خدا محل ہو سکتا ہے باینہمہ ہم اسکو حی لا یموت کہتے ہین - دہریون نے مسلمانون کی مذہبی کتابون میں اُن لفظون کو جو صفات باری کی نسبت بولے گئے ہین انہی کا مفہومات کا دال سمجہہ لیا جو انہون نے موجودات کے حالات سے اخذ کئے تہے اور پہر ان صفات کے منکر ہوکر کہنے لگے کہ ہم کیونکر یقین کرین کہ صفت قدرت کی یا رحم کی اسمین ہے - ہم کہتے ہین کہ ہم کب یقین کرتے ہین اور ہم کب اُن صفتون کا جنکو ہم جانتے ہین اسکو محل قرار دیتے ہین بلکہ یہہ کہتے ہین کہ جن صفتون کو ہم جانتے ویسے ہی کچہہ اُس علت العلل کی ذات کو لازم ہین اور اسی لئے اسکے لوازم ہونے پر یقین ہے - XXXXXXXX

نا انیہمہ حسلیم ہم اسکی ذات کی حقیقت نہین جانتے اسلئم اسکی صفات کی حقیقت کو بہی نہین جانتے
بانی اسلام نے بہی اسکی حقیقت کا جاننا ہمارے ایمان کا جز نہین قرار دیا بلکہ خود اسنے اسکی حقیقت کو کچہہ
خود نہین بتلایا غفور ۔ رحیم ۔ قادر ۔ حی ۔ لایموت بتایا اور اس جاننے سے اسکی ذات کا محل ہونا
لازم نہ آیا تو ایسا خیال کرنا خود ہماری غلطی ہے۔
خدا کے ساتہہ جن مضمون کو ہم بتاتے ہین گو انکے مفہومات تو موجودات کے حالات سے اخذ کئے ہوئے
ہین مگر خدا کیطرف من حیث الاطلاق نسبت کرتے ہین بلکہ اطلاق کی قید سے بہی مطلق رکہتے ہین
تا کہ صرف مفہوم ہی مفہوم باقی رہ جاوے اور اسیلئے جب کسی صفت کو لیتے ہین کہ ہے تو یہہ ہی
لیتے ہین کہ ایسے نہین ہے ۔
یہہ ایک بحث عام صفات باری کی نسبت تہی اور آیندہ ہم وقتاً فوقتاً ہر ایک صفت کی نسبت
خاص خاص بحث کرینگے و لی التوفیق ۔ (راقم سید احمد)
یہہ کلام انرایبل صاحب بہادر اگرچہ شتر گربہ سے خالی نہین کیونکہ اسکی کسی فقرہ مین تفویض
و تسلیم صفات مناسب ذات پائی جاتی ہے جیسا کہ اہل حدیث کا اعتقاد ہے اور کسی فقرہ سے نفی
و تعطیل نکلتی ہے جو جہمیہ کا اعتقاد ہے ولیکن ہمکو آپکے جمیع فقرات سے کچہہ کام نہین بلکہ بس
مقام الزام مین صرف انہی فقرات سے احتجاج و استدلال کافی ہے جنمین تفویض پائی جاتی ہے ۔
اور انپر خط کہینچکر نمبر و نشان لگا دئے گئے ہین ۔ ان فقرات خمسہ کی دست آویز سے انرایبل صاحب
بہادر اور انکی ذریات کو الزام دیتے اور یہہ کہتے ہین کہ جس حالت مین خود انرایبل صاحب بہادر
صفات باری مین ایسا کچہہ کہہ چکے ہین جسکے رو سے خدا کے لئے یہہ وغیرہ صفات کا وجود ذاتی
مناسب ذات خداوندی ممکن ہے تو پہر ہمکو بوجود عقلی کیون تاویل کیا جاتا ہے اور اسکا بوجود
ذاتی موجود ہونا اور اسکی حقیقت وکیفیت کا علم خدا کی سپرد ہونا کیون تسلیم نہین کیا جاتا ۔ اور اسکی
نسبت یہہ کیون نہین کہا جاتا (جیسے آپنے ان فقرات مین کہا ہے) کہ یہہ تو ہمین ہے مگر ایسا نہین جیسا ہم جانتے ہین
(۲) جس ہاتہہ کو ہم جانتے ہین اسکا ہونا ہمین نہین جانتے (۳) بر جس ہاتہہ کو ہم جانتے ہین

ایسا ہی کچھہ اس علۃ العلل کی ذات کو لازم ہے (۴) باینہمہ جسطرح ہم اسکی ذات کی حقیقت نہیں جانتے اسیطرح اسکے ہاتھہ کی حقیقت نہین جانتے بانی اسلام نے بہی اسکی ہاتھہ کی حقیقت کا جانتا ہمارے ایمان کا جزو قرار نہین دیا - ید اللہ فوق ایدیہم - بل یداہ مبسوطتان - واصنع الفلک باعیننا - یمین اللہ ملاء وغیرہ زادیاد (۵) اسیواسطے جب ہم ہاتھہ کو کہتے ہین کہ ہے یہہ بہی کہتے ہین کہ ایسا نہین ہے (دیکہئے جیسا ہمارا ہے) یہہ بیان الزام و افحام نیچریون کے لئے (اگر وہ منفعل ہون) کافی برہان ہے اور جو منفعل نہون انکے سامنے بدیہی سے بدیہی دلیل ہے مضحکہ و ہذیان ہے - اور اس مقام مین کہ اس مسئلہ کا ذکر صرف الزام نیچریہ کیلئے نہین ہوا بلکہ عامہ خیالات کی اصلاح بہی اسمین مد نظر ہے اکثر لوگ مسئلہ صفات مین حق و تحقیق سے ناواقف ہین اور اس ناواقفی کے سبب از دست اہلحق (محدثین و حنابلہ) پر یہہ سوء ظنی رکہتے اور طعن کرتے ہین کہ یہہ لوگ خدا کو عرش پر مستقر بتاتے ہین اور اسکا عرش پر ہونا اور اسکے ہاتھہ پاؤن اپنے سے جانتے ہین - یہہ سوء ظنی و ناواقفی نہ صرف عوام جہلا کو ہے - بلکہ خود بعض علماء (وزعم خود) فضلاء کو بہی دامنگیر ہے - اسی مہینے مین دہلی کے مقلدین نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جسمین انہون نے میری ابحاث کا جواب دیا ہے جو مینے نمبر ۴ جلد ہذا کے صفحہ ۱۲۵ مین انکی نمبر مباحثہ کے جواب مین لکہی تہی کہ مقلدین کو مجھسے الجہنا مناسب نہین - ہم اور مقلدین باوجودیکہ مسائل فرعیہ عملیات مین باہم مختلف ہین تاہم اصول اعتقادات مین متفق ہین - اور نیچریہ اصول دونون مین ہم دونون فریق کے مخالف ہین ایسی حالت مین ہم دونون فریق کو مناسب ہے کہ باہمی فروعی جہگڑے چہوڑ کر ان مخالفین کی تحریراً و تقریراً خبر لین اس جواب حضرت مقلدین کا حاصل یہہ ہے کہ تم خدا کو عرش پر متمکن کہتے ہو پہر تمہارا ہمارا کیا اتفاق و اتحاد ہے - اس بیان مین ہمنے ان حضرات کی سوء ظنی کا بہی علاج کر دیا ہے اور خوب تفصیل سے بتایا ہے کہ اہلحدیث کا استوا و ید و وجہ وغیرہ صفات باری مین وہی اعتقاد ہے جو تمام سلف صالحین صحابہ و تابعین ائمہ مجتہدین کا اعتقاد ہے ابتو تو ہمارے حریف بد گمانی اوٹہاوین اور ہم سے اتحاد و یکجہتی پیدا کرین - اور آپسمین اتفاق کرکے اعداء دین نیچریین کی تحریراً و تقریراً خبر لین - اور

مبارزت وخانہ جنگی کو چھوڑ دین۔

بالجملہ جن لوگون سے امام غزالی نے مثالین وہم وجود عقلی اور وجود شبہی کی تاویل کی بیان کی ہیں وہ اہل بدعت وفلاسفہ مشرب ہین اہلحدیث اتباع سنت اس تاویل کو پسند نہین کرتے۔ ان درجات وجود اور انکی تمثیلات بیان کرنے کے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے تو جان

اعلم ان کل من نزل قولا من اقوال صاحب الشرع علی درجۃ من ہذہ الدرجات فہو من المصدقین وانما التکذیب ان ینفی جمیع ہذہ المعانی ویزعم ان ما قالہ لا معنی لہ وانما ہو کذب محض وغرضہ فیما قالہ التلبیس او مصلحۃ الدنیا وہو الکفر المحض والزندقۃ ولا یلزم کفر المؤولین ما داموا یلازمون قانون التاویل کما سنشیر الیہ وکیف یلزم الکفر وما من فریق من اہل الاسلام الا وہو مضطر الیہ فابعد الناس عن التاویل احمد بن حنبل وابعد التاویلات عن الحقیقۃ واقربہا الی ان یجعل الکلام مجازا او استعارۃ ہو الوجود العقلی والوجود الشبہی والحنبلی مضطر الیہ وقائل بہ الی ان نقل اسنادہ ذلک عن احمد وغیرہ۔

لے جسنے صاحب شریعت کی کسی قول کو ان درجات مین سے کسی درجہ پر محمول کیا وہ شارع کے تصدیق کرنے والون سے ہوا۔ شارع کو جھوٹا سمجھنا یہی ہے کہ ان سب درجات کو مٹا دیوے اور یہہ خیال کرے کہ جو شارع نے کہا ہے اسکا کوئی واقعی مطلب نہین ہے شارع نے لوگون کو دہوکہ دینے کی نیت سے یا دنیاوی مصلحت سے کہا ہے جو کہا ہے یہہ خیال محض کفر ہے اور چھپا ارتداد۔

مگر تاویل کرنے سے کفر لازم نہین آتا جب تک کہ تاویل کرنے والے قانون تاویل جسکا ہم آیندہ ذکر کرینگے لازم پکڑے۔ تاویل کنندگان کی تکفیر کیونکر جایز ہے حالانکہ اہل اسلام سے کوئی فرقہ ایسا نہین ہے جو تاویل کا محتاج نہین ہے۔

سب سے بڑھکر تاویل سے دور رہنے والے احمد بن حنبل ہین اور سب تاویلون کی نسبت حقیقت سے دور اور مجاز کے قریب وجود عقلی اور شبہی ہے اور حنبلی بھی اسکے محتاج اور قائل ہین پھر امام صاحب نے اون تاویلون کی تفصیل کی جو احمد بن حنبل وغیرہ ائمہ اہل سنت نے کی ہین۔

اور ان تاویلات سے (بزعم امام) کسیکو چارہ نہیں ہے نقل کی ہے جنھو انکو زائداز حاجت سمجھ کر

چھوڑ دیا ہے ۔

اس قول میں جو امام صاحب نے تکفیر مؤولین سے منع کیا ہے اسکو تو جناب **مخاطب نے** بڑی خوشی وافتخار سے قبول و تسلیم کرلیا ہے اور اسپر چند نتایج کو بطور سوال استنفسار کیا ہے ۔ اور جو اسمین معنے ظاہری کے سوا اور معانی مجازی لینے کو تاویل قرار دیا ہے اور تاویل کے جواز کو پابندی قانون تاویل سے مشروط ٹہرایا ہے اسکو رد کردیا ہے چنانچہ **فرمایا ہے** اب ہم

اب ہم پوچھتے ہین کہ بموجب اس تشریح کے جو امام صاحب نے بیان کی کیا وجہ ہے کہ جو لوگ حیات کا اقرار کرتے ہین کہ الاخبار من الجنۃ والنار حق مگر انکے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا ہے کہ جنت و دوزخ منوا حالی کا سا باغ اور کلوا لوہار کیسی بھٹی نہین ہوسکتی اور اسلئے وہ انکا وجود شبیہی قرار دیتے

ہین پہر وہ کیون کافر ہین ؟ ۔

وہ لوگ جنکے نزدیک کسے دوسرے جسم غیر مرئی و غیر محسوس کا منوی للانسان یا ہادی للانسان ہونا محال ثابت ہوا ہے اور اسلئے وہ شیطان یا ملائکہ کے وجود خارجی کے منکر ہو کر انکا وجود فی نفس الانسان تسلیم کرتے ہین اور بعوض اسکے کہ عورت کی رحم مین ایک مصور فرشتہ گھسا ہوا تجبیر قوت مصورہ ہی پر ملک کا اطلاق کرتے ہین کیون کافر ہین ۔

جو لوگ کہ لوح محفوظ کو لکڑی کیسی تختی اور قلم کو نیزہ یا ٹہیٹری کا قلم نہین سمجھتے بلکہ انکا وجود عقلی تسلیم کرتے ہین وہ لوگ کیون کافر ہین ؟ ۔

جو لوگ کہ وحی من اللہ مین کسی دوسرے کیو اسطے کو بدلائیل محال سمجھتے ہین اور وہ اسی قوت کو جو انبیاء مین ہے جسکے سبب نزول وحی ہوتا ہے اور جسکو ملکہ نبوت سے بہی تعبیر کیا جاتا ہے جبرائیل امین تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ الجبریل حق وہ کیون کافر ہین ؟ ۔ علاوہ اسکے بے انتہا اور یا اسی قسم کی مثالون کا اس چشمہ سے جسکو امام صاحب نے کھولا ہے بہہ سکتا ہے ۔

یہہ کلام جناب مخاطب تو مقام تسلیم میں ہے اور جو مقام زد مین اپنے فرمایا ہے وہ یہہ ہے - **دو لفظ** امام صاحب کے سخت گرفت کے قابل ہین اور صرف گرفت ہی کے قابل نہین ہین بلکہ غلط ہی ہین - وہ اسطرح پر معنے قرار دینے کو جسطرح پر بیان ہوا تاویل کہتے ہین تاویل کے معنے انہون نے نہین بیان کئے مگر اُنکے سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جن الفاظ کو ظاہری معنے بدلیل مستحکم درست نہ ٹہر سکتے ہون تو اُسکو دوسرے معنون پر کیجاوے تاکہ قول قایل صحیح ہو جاوے جسکا منشا یہہ نکلتا ہے کہ بغرض تصحیح قول قایل وہ تاویل کی گئی ہے اگر یہی مطلب امام صاحب کا ہو تو یقینی غلط ہے اور خدا و خدا کے رسول کے کلام کو ایسا سمجھنا مساوی تکذیب کے ہے جسکو انہون نے کفر او سکے کفر شرعی قرار دیا ہے - تاویل کے معنے اگر صرف صرف عن الظاہر کے لئے جاوین تو مین اسکو تسلیم کرتا ہون اور اگر اسکے معنے صرف عما قال القایل کے لئے جاوین تو مین اُسکو کفر شرعی سمجھتا ہون - ایک شخص نے کہا کہ زید اسد ہے اور لفظ اسد سے قایل کی مراد تھی کہ زید شجاع ہے تو اب ہم اسد کے معنے شجاع کے لیتے ہین وہ درحقیقت تاویل نہین ہے کیونکہ ہمنے وہی معنے لئے ہین جسکے لئے قایل نے یہہ لفظ بولا تھا اور اسطرح پر معنے لینے کو تاویل کہنا حماقت مین داخل ہے کیا فرق ہے اسمین کہ ایک شخص نے شجاع کے لئے اسد کا لفظ اختیار کیا ہے اور ایک شخص نے شمس کا اپنے بیٹے کے لئے شمس سے تو حیوان ناطق مع لذا الشخص مراد لینا تاویل نہو اور اسد سے شجاع مراد لینا تاویل ہو -

* * * * * * * * * * * * *

دوسرا لفظ وہ ہے جس سے امام صاحب نے قانون تاویل کیطرف اشارہ کیا ہے اور جس قانون کو آگے بیان کیا ہے ہم اُس قانون تاویل کے صحیح ہونے پر بحث نہین کرتے بلکہ امام صاحب نے جو شرط عدم کفر کو اُس قانون پر مشروط کیا ہے اُس پر بحث کرتے ہین - ہم پوچھتے ہین کہ وہ قانون تاویل بنانے والا کون ہے کیا امام صاحب؟ اگر وہی ہین یا اور کوئی انسان تو ہمارے کہنے میں کہ جب تک تاویل کرنے والا ہمارے قانون تاویل کا پابند ہوگیا اسوقت تک اُس پر کفر لازم نہین ہوگا اور اس بات کے کہنے مین کہ جو شخص جب تک ہمارے مسایل کا یا ہمارے مذہب کا پابند رہگیا اسوقت تک اُسپر کفر لازم نہوگا کیا فرق ہے اشعری و معتزلی و حنبلی کی مخالفت کو کو کرد

ذات وصفات خداہی مین کیون نہو جب کفر قرار نہین دیا تو امام صاحب کے بتائی ہوئی قانون تاویل کی مخالفت سے کیون کفر لازم آویگا بس یہہ وہی مثل ہوئی کہ فرمن المطر وقع تحت المیزاب کوئی شخص جسکو امام صاحب نے مؤول کہا ہے جب تک کہ وہ تاویل کرتا ہے اور تکذیب نہین کرتا کافر نہین کہلایا جاسکتا گو کہ اسکی تاویل کیسی ہی غلط ہو۔ کیا کہیگے حضرت امام محی الدین ابن عربی کو جنکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بھری ہوئی ہے جنکے لئے کوئی قانون ہی نہین کیا وہ کافر نعوذ باللہ منہا۔

راقم کہتا ہے کہ جو کچھہ آپنے **مقام تسلیم** مین فرمایا ہے اسکا حاصل یہہ ہے کہ جس حالت مین بنابر تشریح امام صاحب کے باب تاویل مفتوح اور اسکا چشمہ جاری ہے اور مؤول کی تکفیر ناجائز ہے تو پہر جو لوگ دوزخ وبہشت کی بوجود شبہی تاویل کرتے ہین اور شیطان وملائکہ کی بقوائے انسانی۔ اور لوح وقلم کے بوجود عقلی اور جبریل کی بقوت بلکہ نبوت تاویل کرتے ہین انکو کافر کہنے کی کیا وجہ ہے۔

اور چونکہ یہہ سوال محض الزامی ہے جو امام غزالی کی اس تشریح وتسلیم تاویل پر مبنی ہے۔ اسلئے امام غزالی کیطرف سے اسکا یہہ جواب کافی ہے کہ وجود جسمانی نعیم وآلام بہشت ودوزخ کو بوجود شبہی اور وجود ذاتی جبریل وغیرہ ملائکہ کو بوجود عقلی تاویل کرنے والے کو کافر کہنے کی ہمارے نزدیک یہہ وجہ ہے کہ وہ ہماری شرط تاویل کا پابند نہین ہے۔ اور جس محل مین وہ تاویل کرتا ہے اسمین تاویل کی گنجائش نہین ہے اس محل مین تاویل کرنے سے مہمات عقائد ومغیبات دین کا انکار پایا جاتا ہے چنانچہ اسکا مفصل بیان اس قول کے بعد دوسرے اور تیسرے قول مین آتا ہے۔ رہا اسپر مخاطب کا وہ اعتراض کہ حنبل اور اشعری کے خلاف سے کسطرح کفر لازم آسکتا ہے سو عنقریب دفع کیا جاتا ہے۔ اس جواب سے یہہ پہلا سوال تو صاف اٹھہ گیا اور بخوبی ثابت ہوا کہ مؤولین وجود جسمانی نعیم وآلام بہشت ودوزخ و وجود ذاتی جبرائیل وملائکہ کو کافر کہنا اس تشریح امام غزالی کی مخالف نہین ہے۔ اس تشریح کے صحیح ہونے کے ساتھہ بہی وہ لوگ امام

غزالی کے نزدیک سب کافر ہین - اور انکے کافر ہونے کی وجہ امام غزالی کی کلام آئندہ مین بہ بسط تمام مذکور ہے -

اور جو مقام رد مین آپنے رقم فرمایا ہے اسکا ماحصل تین اعتراض ہین -

اول یہہ کہ تاویل کے معنے صحیح صرف الکلام عن الظاہر ہین یعنے کلام کو اسکے ظاہر معنے سے پھیرنا - اور امام صاحب نے تاویل کے معنے صرف الکلام عما قالہ القایل یعنے کلام کو مراد متکلم سے پھیرنا قرار دیئے مین جو مساوی تکذیب ہین اور کفر محض -

اعتراض دوم - امام صاحب نے بوقت تعذر معنے ظاہری کلام کے معنے شبیہی مجازی مراد لینے کو تاویل قرار دیا ہے - اور یہہ حماقت ہے - اسلئے کہ معنے مجازی تاویل نہین ہے بلکہ جس حالت مین مراد متکلم وہی معنے مجازی ہون تو وہی معنے اس لفظ کے اصلی معنے ہین -

مثلاً زید کو شیر کہنے کے وقت لفظ شیر بمعنے ایک انسان بہادر بولا گیا ہے تو یہہ درحقیقت اپنے اصلی معنے مین مستعمل ہوا ہے - نہ تاویلی معنے مین جیسے کسی شخص کا شمس نام رکھنے کے وقت شمس کا اطلاق اسپر بطور حقیقت ہوتا ہے نہ بطور تاویل -

غرض آپکے نزدیک منقول و مجاز مین کچھہ فرق نہین ہے - دونون کا استعمال یکسان اصلی معنے مین ہوتا ہے -

اعتراض سوم - اس قانون کی تاویل بنانے والے امام غزالی خود ہین پھر انکا یہہ کہنا کہ جو کوئی ہمارے قانون تاویل کا پابند نہوگا وہ کافر ہے ویسا ہی فاسد و باطل ہے جیسا اشعری یا حنبلی کا اپنے مخالف مذہب کو کافر کہنا باطل ہے - اور حق اسباب مین یہہ ہے کہ تاویل کا کوئی قانون نہین ہے اور نہ اسکے صحیح و غیر صحیح ہونے کی کوئی شرط ہے - جب تک کوئی تاویل کرتا ہے گو وہ تاویل اسکی کیسی ہی غلط ہو وہ کافر نہین ہے - چنانچہ شیخ محی الدین بن عربی نے ایسی ہی تاویلین و کیک اپنی تفسیر مین کی ہین جسکے لئے کوئی قانون نہین ہے پھر وہ کافر نہین ہے -

جواب اعتراض اول - امام غزالی کی کسی لفظ صریح یا اشارہ سے یہہ معلوم نہین ہوتا

کہ انکے نزدیک تاویل کے معنے وہی معتبر ہوں جو آپکے نزدیک کفر ہیں یعنے صرف الکلام عما ارادہ القائل
یہہ کفر تو آپ ہی کے دل و دماغ سے پیدا ہوا ہے جو کفر کا مخزن و معدن ہے ۔ امام غزالی کے
نزدیک تو تاویل کے وہی معنے معتبر ہیں جنکو آپ بہی مانتے ہیں یعنے صرف الکلام عن الظاہر
انکا مقصد و مدعا جسپر انکے الفاظ ناطق ہیں یہہ ہے کہ جب تک کلام خدا و رسول کے ظاہری
معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم نہوگی اس کلام سے وہی ظاہری معنے مراد سمجھے جاینگے اور جب
اسکے ظاہری معنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قایم ہوئی تو ہم یہہ یقین کرینگے کہ یہہ ظاہری معنے
ہرگز ہرگز خدا و رسول کی مراد نہیں ہے اسوجہ سے اس کلام کو ظاہری معنے سے پہیر کر معنے
مناسبہ مجازی پر حمل کرینگے اور اسکو مراد متکلم قرار دینگے ۔ اس مدعا کا یہہ مطلب قرار دینا
کہ اسمین مراد متکلم سے کلام کو پہیرنا تجویز کیا گیا ہے پہر اسکو کفر قرار دینا اپنے ہی فہم و خیال
کو مورد کفر بنانا ہے ۔

جواب اعتراض دوم ۔ یہہ اعتراض اگر کسی اہل علم کی قلم یا زبان سے سرزد ہوتا تو یہی جواب
دیا جاتا کہ اس اعتراض کو زبان پر لانے سے ڈوب کر مرجانا بہتر ہے جسنے کبہی ابتدائی جی سے بہی
تہذیب منطق **یا** تلخیص معانی **یا منار** اصول پڑہی ہوگی اس سے یہہ جرأت نہو سکیگی
کہ معنے مجازی کسی لفظ کے اصلی و حقیقی معنے موضوع لہ کی نسبت تاویل نہیں ہے ۔ اور منقول
و مجاز مین اصلی معنے مین اور تاویلی معنے مین مستعمل ہونے کی راہ سے فرق نہیں ہے ۔ مگر
آپ معذور ہیں ۔ ان علوم منطق و معانی کو گورکھ دہندا اور اصول کو ڈہکوسلہ و شکنجہ سمجہکر کہا
کوچہ کی رسائی کو بادیہ پیمائی یا ہرزہ درائی جانتے ہیں مع ذالک انہ ایل اور بڑے جلیل
القدر ہیں اسلئے آپکی خدمت مین اسکا جواب بجز اسکے کچہہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ جن لوگوں
نے حقیقت و مجاز و منقول و مؤول وغیرہ اصطلاحات مقرر کئے ہیں اور رات دن یہہ الفاظ
انکے محاورہ و استعمال مین آتے ہین انکے نزدیک لفظ مستعمل بمعنے مجازی (جیسے لفظ شیر جو
بمعنے انسان شجاع مین مستعمل ہو) گو بنظر مراد متکلم وہ مؤول نہیں ہے) ۔ مگر اصلی معنے موضوع لہ

کی لغت سے وہ مدلول ہے اور معنے غیر اصلی و غیر حقیقی مین مستعمل ہوا ہے۔

اسکو کوئی اہل لسان یہہ نہین کہہ سکتا کہ جس معنے مین یہہ اس جگہہ مستعمل ہوا ہے وہی درحقیقت دور اصل معنے اس لفظ کے ہین بخلاف اس لفظ کے جو اپنے اصلی معنے سے منقول ہوکر دوسرے معنے مین مشتہر ہو (جیسے لفظ شمس جو معنے آفتاب سے منقول ہوکر کسی انسان کا نام مقرر ہو گیا ہو) وہ سب اہل لسان کے نزدیک معنے ثانی پر بولے جانے کے وقت بہی اصلی وحقیقی معنے مین (جو بوضع ثانی اسکے معنے قرار پائی ہین) مستعمل سمجہا جاتا ہے اور اسکو کوئی شخص تاویل نہین کہہ سکتا۔

اسکی وجہ یہہ ہے کہ ان لوگون کے نزدیک مجاز ومنقول مین فرق ہے مجاز[1] وہ لفظ ہے جو اپنے اصلی معنے موضوع لہ (یعنے جن معنے کے لئے وہ بنایا گیا ہے) کے سوا اجنبی معنے مین جو اصل معنے کے مشابہ ومناسب ہون استعمال کیا جاوے۔

اور منقول وہ ہے جو اپنے اصلی اور حقیقی معنے موضوع لہ بین (بوضع ثانی کیون نہو) استعمال ہو۔ منقول انکے نزدیک بحیثیت نقل حقیقت مین داخل ہے اور مجاز اسکی نقیض ومقابل ہے۔

---

[1] الحقیقۃ الکلمۃ المستعملۃ فیما وضعت تلک الکلمۃ لہ فی اصطلاح وقع بہ التخاطب المجاز الکلمۃ المستعملۃ فی غیر ما وضعت لہ فی اصطلاح بہ التخاطب (مختصر المعانی ملخصاً)

وان کثر معناہ فان وضع لکل ابتداءً اے ملا تخلل النقل فمشترک والا ای وان لم یوضع ابتداءً فان اشتہر فی الثانی فمنقول شرعی او عرفی عام او خاص قال سیبویہ الا علام کلہا منقولات والا فحقیقۃ ومجاز (ملاحسن شرح سلم مختصراً)

ان استعمل اللفظ فیما وضع لہ فاللفظ حقیقۃ وان استعمل فی غیرہ لعلاقۃ بینہما فمجاز - او لا العلاقۃ فمرتجل وہو حقیقۃ ایضا للوضع الجدید- واما المنقول لنا فلیس معنی مجازی للموضوع لہ الاول حتی یہجر الاول وہو حقیقۃ فی الاول مجاز فی الثانی من حیث اللغۃ بالعکس اے حقیقۃ فی الثانی مجاز فی الاول من حیث الناقل- (توضیح مختصراً)

اون لوگون کے نزدیک مجاز و منقول کو یکسان کہنا حقیقت و مجاز کو ایک کرنا ہے اور حماقت مین داخل ہے جیسے آپکے نزدیک منقول و مجاز مین فرق نکرنا حماقت ہے ۔
لفظ حقیقت و مجاز و حقیقی و مجازی تو آپکی تصنیفات مین بہی کم سے کم سو جگہہ موجود ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ابتدائی زمانہ صحبت طلباء کے سنے سنائی الفاظ یاد کر رکہے ہین جنکو بے موقع یا با موقع زبان و قلم مین لے آتے ہین بہ انکے معانی کے سمجھنے کو غیر مہذب لوگون کی رسم و عادت سمجھکر اس سے پرہیز رکہتے ہین ۔
شاید آپ یا آپکے احباب اس کے جواب مین فرماوین کہ ہم معانی حقیقت و مجاز کو تو خوب سمجھتے ہین مگر چونکہ ہم تقلید کو شرک جانتے ہین اسلئے ان معانی کے جاننے مین علماء معانی و اصول و معقول کی تقلید نہین کرتے بناءً علیہ ہم منقول و مجاز مین فرق نہین کرتے دونون کو یکسان اصلی معنے مین مستعمل سمجھتے ہین ۔
اسکا جواب یہہ ہے کہ اگر آپ اہل لسان کی بول و چال و محاورہ و استعمال مین پابندی کو بہی تقلید مذموم سمجھتے ہین تو آپکو اختیار ہے کہ حقیقت کا نام مجاز رکہین اور مجاز کو حقیقت فرماوین پیشاب کو پانی کہین اور پیشاب کا نام پانی قرار دین اور اگر اہل لسان کی پابندی سے کلام کرین تو اس باب مین ان ہی کی بول و چال و محاورہ استعمال پر فیصلہ ہونا ضروری ہے حقیقت وہی ہے جسکو وہ حقیقت سمجھتے ہین اور معنے موضوع لہ مین مستعمل خیال کرتے ہین مجاز وہی ہے جسکو وہ مجاز سمجھتے ہین اور غیر موضوع لہ مین مستعمل جانتے ہین اور مسلمات کا مان لینا تقلید بہی نہین جو بے دلیل قول ماننے کا نام ہے ۔ اسلئے کہ ان لوگون کا قول و محاورہ اس باب مین خود دلیل ہے اور اگر یہہ بہی تقلید ہے تو ایسی تقلید سے کسی محقق کو بہی چارہ نہین ہے سہ نہ ہر جا مرکب توان تاختن کہ جاہا سپر باید انداختن ۔
جواب اعتراض سوم ۔ اگر تاویل کا مقرر نکیا جاوے تو دنیا مین کوئی کاذب نہ ٹہرے کیونکہ

نمبر ہفتم و ہشتم جلد سوم

اشاعۃ السنۃ النبویہ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ

بابت رجب و شعبان ۱۲۹۷ھ مطابق جولائی و اگست ۱۸۸۰ء

شرح قیمت وغیرہ امور متعلقہ رسالہ بحسب انتظام جدید

درجات و نرخ قیمت	تفصیل خریداران بترتیب نرخ	رقم سالانہ
(۱) اعلیٰ قیمت	اسلامی ریاستون کے نواب اور رئیس	کم از کم للعہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی و معزز عہدہ داران گورنمنٹ و عام اغنیا و لائبریری و سوسائٹی	کم سے کم عہ۵
(۳) عام قیمت	متوسط الحال وسعت۔	سے
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہواری سے زیادہ نہیں + ہیں	لے
(۵) اللّٰہی قیمت	بے وسعت جو دس روپیہ ماہواری کی آمدنی بھی نہیں رکھتے مگر علمی تفہمات کرتے ہیں اور اس رسالہ	ثواب آخرت

بقیہ شرح نرخ و ترتیب مطابق تفصیل سابق خط و کتابت بنام مہتمم بہ عنوان و ارسال زر بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ دفتر ان مندرجہ ذیل سے ہونا چاہیے

شکریہ و شکایت

جن معاونین نے شکایت مندرجہ رسالہ نمبر ۴ کی طرف توجہ فرماکر زر واجب الادا کل یا جز ارسال فرماکر مہتمم کو زیر بار احسان کیا ہے مہتمم انکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور بذکر مواضع اقامت ان حضرت کے وسمہ شکایت انکے دامن عنایت سے دور کرتا ہے وہ مواضع یہہ ہین۔ بنارس۔ پٹیالہ۔ جبلپور۔ دہلے۔ ڈھاکہ۔ راولپنڈی۔ کوٹلہ مالیر۔ لودیانہ۔ مظفرگڈہ۔ مرادآباد۔ کوہی بہد

اللہم فبارک لہم فے اعمالہم واموالہم وانفسہم کما ینصرون سنۃ نبیہم۔ اور جن حضرت نے ابتک اس شکایت ماہ اپریل کو اس ماہ ستمبر تک کچہہ نہین سمجہا اور نہ ان رقعات کا جو ایک ایک اور دو دو دفعہ انکے نام جاری ہوچکے ہین کچہہ جواب دیا ہے انکی خدمت مین اب بار سوم یا چہارم مکلف ہے کہ وہ حضرت بے اعتنائی کو دور فرمادین اور اگر کوئی

مطبع مصطفائی لاہور مین طبع ہوا

اطلاع دفعہ دوم مہتمم نے تنگی مکان قدیم کے سبب دوسرے مکان مین بمحلہ سید مٹھا اقامت اختیار کی ہے آیندہ خط و کتابت بنام مہتمم حسب نشان مکان جدید ہونا چاہیے۔

عذر ہے تو اُس سے بذریعہ تحریر اطلاع دیں - مطالبہ قیمت بہ جیب چاپ ہورہا اور
پرچہ کو وقت لے وقت بسم اللہ کہکر قبول کرلینا سوف ترع وعرف معاملہ کے رو سے
پسندیدہ نہیں ہے - اُن حضرت کے مواضع قیام یہہ ہیں - امرتسر - آرہ - اٹہورہ
جے پور - حیدرآباد دکہن - عظیم آباد پٹنہ - علی پور کراچی بندر -

اللہم فوفقہم لقضاء ما علیہم باحسن القضیہ وقہم حب الدنیا الذی ہو راس کل خطیئہ
ان دونوں فریق کے بابین ایسے لوگ بہی ہیں جنکا نہ ہم شکریہ ادا کرسکتے ہیں اسلئے
کہ وہ ہنوز اداے حق سے قاصر ہیں اور نہ بذکر مواضع ان حضرت کے انکی شکایت
قلم میں لا سکتے ہیں - اس سے ہمکو کئی وجوہات مانع ہیں وہ اپنا حال آپ ہی
سمجہ جائیں اور بحکم العاقل تکفیہ الاشارۃ اسی اشارہ کو بمنزلہ شکایت سمجہ کر
حساب کی صفائی کریں -

جواب شکایت

ایک مہربان دوید بڑا رشتے ہماری شکایت کی جواب میں ارقام فرماتے ہیں کہ آپکا رسالہ بحساب
ماہواری دو مہینے کے بعد شایع ہوا ہی چار مہینے سے تو یہی حال ہے ورنہ اتنیک مدت کا روپیہ
پہنچ گیا ہوتا "شاید اور حضرت بہی روپیہ بہیجنے کی یہی وجہ خیال میں رکہتے ہیں جو کسی لحاظ سے ظاہر
نہیں کرسکتے اسلئے اسکا جواب ضروری نظر آیا جو بوجوہ ذیل معروض ہے -

اول جواب ترکی بترکی ہے کہ حضرت خریداران چہہ چہہ مہینے اور بعض سال دو سال تک روپیہ
بہیجنے کا نام ہی نہیں لیتے ورنہ ابتدا سے آجتک رسالہ ماہ بماہ پہنچتا -

(۲) روپیہ کے موجود ہونے پر بہی رسالہ کے وقت پہ نکلنے کے لئے اور اعذار و موانع کا ارتفاع
بہی شرط ہے اور یہاں کوئی نکوئی عذر سفر یا مرض یا جبہ صیام (جو رسالہ حال کے قوی اسباب
توقف سے ہے) موجود رہا ہے -

(۳) یہہ رسالہ دیسی اخبار نہیں ہے کہ ادہر ادہر کی گپیں لیکر کچہہ نہ کچہہ چہاپ سناپ
شتاب کر ہفتہ وار شایع کردیا بلکہ یہہ مورد و مجمع ادق مسایل دین ہے جنمیں بہت غور
و تامل و تحقیق و تتبع درکار ہے - پہر ان مسایل کا ایراد و بیان اس رسالہ میں

بقیہ تفرقہ بین الاسلام والزندقہ

یعنے جہلی تدادُ اسلام میں تمیز کا بقیہ

ہتے کہ جن لوگون کو جناب مخاطب آنرایبل صاحب بہادر زبان سے کافر کہتے ہین اگو دل سے وہ کسیکو منکر خدا ہو خواہ مکذب رسوؐل کافر نہین جانتے) وہ بہی کسی نکسی تاویل کی آڑ مین لیے کٹہلے کفر کر سکتے ہین اور پہر کافر نہین بنتے - اسلئے کہ جب حالت مین تاویل کے لئے کوئی قانون یا قید نہین ہے اور نہ انمین صحت کی بہی شرط و ضرورت نہین بلکہ غلط سے غلط تاویل کو بہی یہان گنجائش ہے تو پہر کفر کا وجود کہان ممکن ہے - اور کسی کا کافر ہونا کب متصور ہے -

اس بے قانون اور وسیع تاویل کے ذریعہ سے تو جملہ اصول و فروع اسلام وغیرہ ملل سماویہ کا انکار ہو سکتا ہے اور پہر کفر پاس نہین پہٹکتا بلکہ کفر کا فرعی مول کا بہی گنجائش تاویل رکہتا ہے -

کتنا ہی بڑے سے بڑا کفر فرض کیا جاوے (جیسے کفر فرعون یا ابوجہل) اسمین بہی کوئی نہ کوئی غلط فلط تاویل ممکن ہے - اور کیسا† ہی منکر سے منکر مدعی کفر خیال کیا جاوے اسکے کفر و انکار کی بہی تاویل متصور ہے - پہر تو روئے زمین پر ڈہونڈنے سے کفر نظر نہ آئیگا - اور کافر کا نام جو اہل مذاہب سماویہ کا زبان زد ہے محض فرضی و خیالی شئے وجود و اعتقاد قرار پائیگا -

---

† تاویل دو قسم ہے ایک وہ تاویل جو کافر عمل مین لاتا ہے اور اسکی آڑ مین اپنے کفر کو چہپاتا ہے دوسری تاویل جو کافر (اصول ہو خواہ معاند) کی کفریات مدعی اسلام بہم پہنچاتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اسکو کفر سے بچاتا ہے - امام غزالی کا قانون تاویل دونو قسم کی تاویل کو شامل ہے اور آنرایبل صاحب کی اُسکے مخالفت بہی دونون قسم کی متعلق ہے پہلی قسم سے یہان تعرض ہوا اور دونون مین قانون تاویل کی مخالفت کے نتائج کو بیان کیا گیا ہے -

تمثیلات

ایک دہریہ خدا کے وجود سے منکر ہے - آپکے اصول پر اسکے انکار کی یہہ تاویل ممکن ہے کہ گو اسکے زبان سے انکار نکلتا ہے مگر اسکے دل میں اقرار وجود خدا موجود ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہیں ہے بلکہ ناجی و مسلمان ہے چنانچہ دہریہ کی نسبت آپ نے یہی کہہ+ رکہا ہے -

ایک اور منکر کہتا ہے کہ خدا کا وجود ذاتی نہیں ہے صرف عقلے یا شبیہہ ہے جس سے مراد وہی قوای ہیں جو موجودات عالم میں پائی جاتی ہیں جیسے ملائکہ و شیاطین سے وہی قوائے مراد ہیں جو انسان میں نیک و بد قوے پائی جاتی ہیں - آپکے اصول پر اسکی نسبت بہی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہہ کسی نہ کسی مرتبہ میں وجود خدا کا قایل ہے اسلئے یہہ خدا کا منکر و کافر نہیں ہے بلکہ پکا مسلمان و ناجی ہے چنانچہ وجود ملائکہ و شیاطین کی نسبت آپکا یہی I اعتقاد ہے اور وجود خدا کی نسبت بہی آپکا اعتقاد ایسا ہی معلوم ہوتا ہے

ایک اور منکر یا مشرک کہتا ہے کہ خدا کا وجود تو ذاتی ہے اور وہی معبود برحق ہے لا الہ الا اللہ مگر اس سے مراد اور اسکا مصداق میرا ہی وجود ہے یا اسکا وجود جو اشیاء عالم (حجر و شجر دیبی و دیوتا انبیاء و اولیاء) سے میرا معبود ہے پس اس غرض سے اپنے نسبت کہتا ہے انا ربکم الاعلی II - وما علمت لکم من الہ غیری # یا اپنے معبود کی نسبت کہتا ہے ان§ اللہ ہو المسیح عیسے بن مریم وغیرہ وغیرہ آپکے اصول

+ دیکہو تہذیب الاخلاق ماہ ذیقعدہ ۱۲۸۸ھ و اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۲ - وغیرہ -

I ملائکہ کی نسبت اپنے اس اعتقاد کو تفسیر میں تحریر کے صفحہ ۴۹ وغیرہ میں اور شیطان کی نسبت صفحہ ۶۳ وغیرہ میں خود ظاہر کیا ہے اور خدا کی نسبت ایسا ہی اعتقاد آپکی اس کلام سے معلوم ہوتا ہے جو نمبر ۸ جلد ۱ وغیرہ میں ہے [illegible]

II تمہارا بڑا رب میں ہوں # تمہارے لئے میں اپنے سوا کوئی معبود نہیں جانتا -

§ خدا وہی ہے جو مسیح بن مریم کہلاتا ہے -

بجز یہہ شخص بہی خاصہ مومن ولا الہ الا اللہ کا مصدق ہے اسلئے کہ اسمین تاویل کرتا ہے
اسکا صاف منکر نہین ہے ایک اور مشرک بت یا کسی بزرگ کے آگے سجدہ کرتا ہے
اور اسکو معبود بنائے بیٹہا ہے اس تاویل سے کہ جو عبادت خدا کے ساتہہ مخصوص
ہے وہ حقیقی عبادت ہے جو نہایت تذلل دلی سے عبارت ہے اور اسمین دوسرے
کو شریک کرنا شرک حقیقی ہے کسیکے آگے سر جہکانا اور زبان سے گڑگڑانا عبادت
مین داخل نہین ہے آپ کے اصول پر یہہ مشرک بہی موحد ہے خدا کی عبادت کا منکر
اور اسکو غیر اللہ کے لئے مثبت نہین ہے اسلئے کہ معنے عبادت مین تاویل کرتا ہے۔
ایک منکر رسالت کہتا ہے کہ عیسٰے و موسٰے و محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہم اجمعین
پیغمبر تہے مگر احمقون اور جاہلون کے لئے تہے۔ مہذب اور فلاسفرون کے لئے وہ
پیغمبر نہ تہے۔ آپ کے اصول پر یہہ شخص صاف منکر نہین ہے بلکہ رسالت کا تاویل
و تخصیص مصدق ہے۔
ایک مرتد و منافق کہتا ہے کہ نماز روزہ حج و زکوۃ جو مذہب مین وارد ہین انسے
مراد وہ معانی و حقایق نہین ہین جو اہل مذہب نے قرار دئے ہین اور انہین معمول
و مروج ہین۔ بلکہ نماز سے مراد صرف دعا ہے۔ یا کودنا اچہلنا اور سرین کو ہلانا
اور روزہ سے تمام روز چپ رہنا۔ حج سے مراد علیگڈہ یا لنڈن کا سفر کرنا۔
زکوۃ سے مراد مدرسہ علیگڈہ مین چندہ دینا اور جو مذہب مین شراب
کی ممانعت آئی ہے اس سے وہ شراب مراد نہین ہے جو مہذب لوگ نہایت
عمدگی و صفائی سے بناتے ہین بلکہ وہ شراب مراد ہے کہ عرب کے گوار ننگے تہذیب
سے تیار ہوتے تہے۔ اور جس خنزیر کی ممانعت مذہب مین آئی ہے اس سے مہذب خنزیر
مراد نہین ہے جو نہایت موٹے و تازے سفید رنگ کی تہذیب سے پالے جاتے ہین
بلکہ وہ خنزیر مراد ہین جو کالے کالے اور دبلے پتلے بے تہذیبی سے عرب کے غیر مہذبون

مین پرورش پاتے ہتے۔
آپکے اصول پر یہہ مرتد ومنافق بہی ان احکام اسلام کا مصدق ہے اور ان آویلات
کے سبب صاف منکر نہین ہے۔
اس قسم کے صدہا مثالون کا دریا اس چشمہ تاویل سے جسکو آنرایبل صاحب نے
کہولا ہے بہہ سکتا ہے اور کفر کا کہین پتہ نہین لگتا جس قسم کا کفر کوئی چاہے
بذریعہ تاویل کر سکتا ہے اور جس قسم کا کوئی کافر ہو اسکا کفر تاویل مین چہپ سکتا ہے
اور یہہ بات صرف اسلام کے بلکہ جملہ مذاہب و ملل سماویہ کے مخالف ہر ہر ملت و مذہب
کسی نہ کسی حکم اعتقاد کے منکر کو کافر بتاتا ہے اور کتب مذاہب منزلہ (قرآن توریت
انجیل وغیرہ) مین جا بجا کفر اور کافرون کا ذکر موجود ہے جسکی تفصیل اہل مذاہب کے
سامنے پیش کرنی ضروری نہین ہے ومع ذلک کفر منکر رسول و مکذب آیات
و احکام کی تفصیل نمبر پنجم جلد ہذا مین گذر چکی ہے۔
اور طرفہ یہہ ہے اگرچہ آنرایبل صاحب کا دلی اعتقاد تو اسبات کے موافق ہے
چنانچہ آپکا مضمون پرچہ ذیقعدہ جسکا ذکر صفحہ (۲۲۱) وغیرہ مین بہی ہو چکا ہے اسپر
ناطق ہے مگر آپکا مضمون حال جسکے جواب مین اب قلم جاری ہے اور نیز اور بعض پرچہ
تہذیب الاخلاق سنین گذشتہ اسکے مخالف ہین۔
مضمون حال مین یعنی پرچہ صفر ۱۲۹۶ھ بصفحہ ۱۳۔ آپنے فرقہ مشرکین کو
ذکر کیا ہے پہر انکی نسبت فرمایا ہے کہ ایسے فرقے کو مین خدا کی رحمت مین باوجود
اسکے بے انتہا وسیع ہونیکا مجہے یقین ہے داخل نہین کر سکتا اسمین صاف اقرار
ہے کہ کفر یا شرک بہی کوئی چیز ہے جسپر بلا تاویل آپ نے یہہ حکم لگا دیا ہے کہ انکا
مرتکب خدا کی رحمت کا مورد نہین ہو سکتا ہے۔
اور مضامین تہذیب گذشتہ مین تو آپنے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ تاویل کے لئے

کسی نہ کسی قانون کا ہونا ضروری ہے ورنہ الحاد و ارتداد کا دروازہ کھل جائیگا اور تاویل کے ذریعہ سے الحاد اور دہریہ پن پھیلیگا۔

یہہ بات دراصل آپکے نانے انہین مذاق کے تھی مولوی مہدی علی صاحب فرمائی ہے اور آپنے بڑی فخر وخوشی سے اسکی تصدیق کی ہے مولوی صاحب ممدوح نے تہذیب الاخلاق نمبر ۱۹ جلد ۳ مطبوعہ ۱۲۸۹ ہجری مین ہو بہو امام غزالی کی تقریر کو اردو الفاظ مین بیان کیا ہے پہلے ان ہی مراتب خمسہ وجود کو جو امام غزالی نے بتائے ہین بیان کیا اسکے بعد بعینہ وہی کہا ہے جو امام غزالی نے کہا ہے اسکے ضمن مین اصیات کو بتصریح بیان فرمایا ہے چنانچہ کہا ہے غرض کہ جب مدلول الفاظ کے مراتب کی حقیقت معلوم ہوگئی تب ہم کہتے ہین کہ قرآن و حدیث کے الفاظ و کلمات کو منجملہ ان مراتب پنجگانہ کے اول مرتبہ پر محمول کرنا ظاہری تفسیر ہے اور جب دلیل قوی اسکے استحالہ پر قایم ہو اور کسی مرتبہ پر منجملہ ان مراتب کے تا م محمول کیا جاوے وہ باطنی تفسیر ہے اور اسیکو تاویل کہتے ہین اور جبتک کوئی شخص خدا کی کلام کو منجملہ مراتب کے کسی مرتبہ پر محمول کرکے اسکی تصدیق کریگا تب تک وہ تصدیق کرنیوالا قرآن ٹھہریگا۔ نہ انکار کرنے والا لیکن اب یہہ بحث طلب باقی رہی کہ خدا کی کلام کو منجملہ ان مراتب کی کسی مرتبہ پر محمول کرنیکا وہ اصول کیا ہے جس سے دین اسلام قایم رہے۔ کیونکہ اگر کوئی حد مقرر نکی جاوے تو ہر ملحد سست تاویل بڑہا دیگا اور لفظون کے فرضی معنے بنانے لگیگا اور اپنے مین مصدق قرآن کہیگا یہہ سمجھکر کہ وہ کسی ایک مرتبہ پر منجملہ ان مراتب پنجگانہ کے لفظ کو محمول کرتا ہے پس خدا کی توحید اسکا علم بالجزئیات مسایل فرائض وہ اصیات وغیرہ کا انکار بھی انکار قرآن نہ سمجھا جاویگا وہ مانند الاضلال مبین اسواسطے ہم نے ان معانی کے مراد لینے کو بے قید نہین رکہا اور چند ایسی قیدین لگادی ہین کہ جنکے لحاظ کرنے سے کبھی دست تطاول الحاد نہ بڑہیگا اور لا مذہبی اور دہریہ پن پر اطلاق تصدیق قرآن نہوگا وہ قیدین جو ہمنے کی ہین یہہ ہین۔

اول بالفعل مراد لینے سے مخالفت قرآن کی کسی اصل سے منجملہ اصول دین نہو۔ دوسرے مخالفت اسکی کسی مسئلہ سے منجملہ مسایل صحیحہ عقلیہ کی تیسری مخالفت اسکی کسی امر سے منجملہ امور واقعیہ کی چیر اسکی تشریح بطور تمثیل کی ہے۔ مخالفۃ اصول دین کی مثال مین لفظ (ید اللہ) کو ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے اگر ید اللہ کے معنے ظاہری لئے جاوین تو مہول تقدس خدا کا خلاف ہوتا ہے۔ اسیطرح مسایل عقلیہ وامور واقعیہ سے مخالفۃ کی تمثیلات کو ذکر فرمایا ہے - ہر چند یہہ قیود وتمثیلات خود محل کلام ہین چنانچہ تمثیل اول مین کلام نمبر سابق بصفحہ ۱۸ وغیرہ گذر چکا ہے -

اسیطرح بقیہ تمثیلات مین مفصل ومدلل کلام ہماری قلم سے نکل چکا ہے جو کسی موقع پر شایع ہونے والا ہے۔ ولیکن آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون مقرر نکرنا الحاد وبیدینی ولامذہبی کا دروازہ کہولنا ہے بلا خلاف ہمارے مدعا کے تصدیق کرتا ہے۔ اور جو آنریبل صاحبنے اسکی تصدیق مین گوہر فشانی کی ہے وہ اسی جلد کے ... نمبر مین بصفحہ ... موجود ہے۔ آپ فرماتے ہین - **مجیبی مہدی**

مینے آپکا مضمون جسکا عنوان سوال وجواب ہے دیکہا اور اسیطرح بے قصد دل سے اُٹہنے والے شوق سے وجد کیا جسطرح کہ آدم نے ان جان جانب کا رخدا کی بات پر وجد کیا تہا۔ زندہ باشی وجان من باشی الخ ××××××× آپ بمرفہ سید احمد

اس اعتراف کے بعد اب آپکا یہہ کہنا کہ تاویل کے لئے کوئی قانون نہین ہے اگر جب تک کوئی انکار نصوص مین تاویل کرتا ہے گو اسکی تاویل کیسی ہی غلط سے غلط ہو وہ کافر ومنکر نصوص نہین ہے کب لائق قبولیت واعتبار اولی الابصار ہو سکتا ہی۔

شاید آپ اسکے جواب مین کہین کہ ہمنے جو اس پرچہ مین کہا ہی انجان ہو کر کہا ہے اور جو کہا ہے جہوٹ کہا ہے حق وہی بات ہے جو آپ ہمکو سمجہا ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ انجان ہو کر یا کسیکے مقلد بنکر پہلے ایک جہوٹ یا غلط بات بنانا پہر دوسرے

کی تقلید سے اُسکا خلاف کرنا تو ہم آپکی کلام و سیرت مین بہت دیکھتے ہین تہذیب الاخلاق سنین گذشتہ و تہذیب حال مین کچھ کچھ دیکھا ہے ولیکن ان سے اس دوسری بات کا صحیح و لایق اعتبار ہونا ثابت نہین ہوتا جس مذہب سے ایک دن کسیکی تقلید سے اُسکا اظہار دوسرے دن دوسرے کی تقلید سے اسکو مخالف کہہ اور تو اسکی بات کا اعتبار ہی کیا ہے - کیا بعید ہے جو بات آپ حق قرار دی گئی ہے کل کو وہی جھوٹ اور غلط قرار دیا دے اسلئے آپکا یہہ جواب لایق قبولیت نہین ہے اور آپ ہی کی کلام سے آپ پر الزام ہے بالجملہ اعتراض سوم جناب بہی پہلے دو اعتراضون کی طرح محض سفسطہ و ساقط الاعتبار ہے اور جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ تاویل کے لئے قانون کا پابندی ضروری ہے نہایت صحیح و درست ہے -

اور جو اعتراض سوم کی تائید مین آپنے تفسیر شیخ محی الدین بن عربی کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ انکی تفسیر ایسی رکیک تاویلون سے بہری ہوئی ہے جنکے لئے کوئی قانون نہین ہے پہر کیا وہ کافر نہین ہیں ؟ - سو محض مغالطہ ہے اس تفسیر مین ایسی تاویلین نہین ہین جو ظاہر معنے آیات کو مخالف ہون اور انمین ظاہری معنے آیات کو ترک کیا گیا ہو بلکہ وہ ایسے تاویلین ہین جنمین ظاہری معنے کے مراد ہونے کے ساتھ باطنی معنے کیطرف بہی آیات کا اشارہ مراد ہونا قرار دیا گیا ہے جیسے لفظ فرعون ہے کہ اس سے وہ فرعون (جسکے مقابلہ موسے علیہ السلام کو بہیجا گیا تہا) بہی مراد لیا گیا ہے - اور ساتہ اسکے نفس امارہ ہر انسان کو بہی مراد لیا گیا ہے - جو معنے اور صفۃ فرعون ہے - کما قال قائلہم - نفس ما را کمتر از فرعون نیست لیک او را عون ما را عون نیست -

یا جیسے لفظ نوح اور اسکی قوم ہے جس سے نوح نبی اور اسکی قوم بہی مراد لی گئی ہے اور مع ذلک نوح سے ہر ایک انسان اور اسکی قوم سے انسان کے قوائے لئے گئے ہین و علے ہذا القیاس -

تفسیر ابن عربی اسوقت میرے پاس نہیں ہے ورنہ مین اصل عبارت کتاب نقل کرتا اور جناب مخاطب کے مغالطہ کو اچھی طرح بتاتا۔

رہا یہہ امر کہ ایسے اشارت آیات سے مراد لینے صحیح اور کسی قانون پر مبنی ہین یا نہین سو اہلِ وہ لوگ تو یہہ حدیث سند پیش کرتے ہین جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت

عن ابن مسعود قال نزل القرآن علی سبعۃ احرف لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ۔ قال السعید جمال الدین فمطلع الظاہر فعلم العربیۃ وا تمرن فیہا وتتبع ما یتوقف علیہ معرفۃ الظاہر ومطلع الباطن تصفیۃ النفس بالریاضۃ باشہر مختصر

نے فرمایا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے۔ ہر ایک آیات کے لئے ایک ظاہری معنے ہین اور ایک باطنی اور ہر ایک معنے کو دیکھنے کے لئے ایک مقام ہے علما نے کہا ہے کہ ظاہری معنے کو دیکھنے کا مقام علوم عربیت ہین اور باطنی معنے کو دیکھنے کی لئے تزکیہ نفس و ریاضت ہے۔

ولیکن ہمکو اُسکی تاویل کے صحیح یا غیر صحیح ہونے سے بحث نہین ہے اس مقام مین یہہ بحث و تفصیل محض اجنبی ہے یہان صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ ابن عربی کی تفسیر مین اس قسم کی تاویلین نہین ہین جنکے لئے امام غزالی نے قانون تجویز کیا ہے اور معترض کو انکے لئے قانون چاہئے کا دعوی ہے سو اس اجمالی طور سے بخوبی ثابت ہوگیا۔ وباللہ التوفیق۔

اسکے بعد امام صاحب نے وہ قانون تاویل بیان کیا ہے جسکا اوپر ذکر ہوا۔

فاسمع الان قانون التاویل فقد عرفت اتفاق الفرق علی ہذہ الدرجات الخمس فی التاویل والاستثناء من ذلک لیس من حیز التکذیب واتفقوا ایضاً علی ان جواز ذلک موقوف علی قیام البرہان علی

چنانچہ فرمایا ہے اب تو تاویل کا قانون سن لے تو نے جان لیا کہ سب فرقون کو درجہ خمسہ تاویل پر اتفاق ہے[+] ان درجات میں کسی کلام کو تاویل کرنا اسکو جھٹلانا نہیں ہے اور اسپر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس تاویل کا

+ ان پنجگانہ کو تاویل کہنا مسامحہ مجاز ہے در حقیقت مین درجہ اولی تاویل نہین ہے وہ لفظ کے حقیقی معنے ہین ۱۲

استحالۃ الظاہر والظاہر الاول ہو الوجود الذاتی الحقیقی فانہ اذا ثبت تضمن الجمیع فان تعذر فالوجود الحسی فانہ اذا ثبت تضمن ما بعدہ فان تعذر فالوجود الخیالی او العقلی فان تعذر فالوجود الشبہی المجازی ولا رخصۃ للعدول عن درجۃ الی ما دونہا الا لضرورۃ البرہان۔

فیرجع الاختلاف علی التحقیق الی البراہین اذ یقول الحنبلی لا برہان علی استحالۃ اختصاص الباری تعالی بجہۃ الفوق ویقول الاشعری لا برہان علی استحالۃ الرویۃ وکان کل واحد لا یرتضی ما ذکرہ الخصم ولا یراہ دلیلا قاطعا وکیف ما کان فلا ینبغی ان یکفر کل فریق خصمہ بان یراہ غالطا فی البرہان نعم یجوز ان یسمیہ ضالا او مبتدعا اما ضالا فمن حیث انہ ضل عن الطریق عندہ واما مبتدعا فمن حیث انہ ابدع قولا لم یعہد فی السلف التصریح بہ اذ من المشہور فیما بین السلف ان اللہ تعالی یری فقول القائل لا یری بدعۃ وتصریحہ بتاویل الرویۃ بدعۃ بل ان ظہر عندہ ان تلک الرویۃ معناہا مشاہدۃ القلب

جائز ہونا ظاہر معنے کے محال ہونے پر موقوف ہے ظاہری معنے وہی پہلے معنے ہیں جو وجود ذاتی اور معنے حقیقی ہیں اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتی ہیں تو اور سبھی معنے اسمین آجاتے ہین اور جب وجود ذاتی اور حقیقی کا مراد ہونا بدلیل محال ہو تو وجود حسی مراد ہوتا ہے اسلئے کہ جب وہ ثابت ہوتا ہے تو اسکو بعد سبھی مراتب وجود اسمین آجاتے ہین اور اگر اسکا مراد ہونا بھی (بدلیل) محال ہو تو وجود خیالی یا عقلی مراد ہوتا ہے اور اگر انکا مراد ہونا بھی بدلیل محال ہو تو وجود شبہی مجازی مراد ہوتا ہے اور انھین سے ایک درجہ کو چھوڑ کر اس سے نیچے کے درجہ پر کلام کو محمول کرنا بلا ضرورت و تقاضائے دلیل جائز نہین یعنے جب ایک درجہ کا مراد ہونا بدلیل محال ہوگا تو دوسرے درجہ کیطرف رجوع کیا جاویگا اور جب دوسرے درجہ کا مراد ہونا محال ہوگا تو تیسرا درجہ لیا جاویگا۔ وعلی ہذا القیاس بقیہ درجات۔

پھر کسی تاویل کے ماننے نماننے مین اختلاف ہوگا تو اسکا رجوع دنبابر تحقیق دلیل کیطرف ہوگا مثلاً

فينبغي ان لا يظهره ولا يذكره لان السلف
لم يذكروه لكن عندنا يقول الحنبلي اثبات
الفوق لله تعالى مشهور عند السلف ولم يذكر
احد منهم ان خالق العالم ليس متصلا بالعالم ولا
منفصلا عنه ولا داخلا فيه ولا خارجا عنه فان
الجهات الست خالية عنه وان نسبة الفوق
اليه كنسبة جهة التحت فهذا قول مبتدع
اذ البدعة عبارة عن احداث مقالة غير
ماثورة من السلف وعند هذا انفسح لك ان
ههنا مقامين احدهما مع عوام الخلق والحق
فيه الاتباع والكف عن تغيير الظواهر راسا
والحذر عن ابداع التصريح بتاويل لم يصرح
بها الصحابة رضي الله تعالى عنهم اجمعين
وحسم باب السوال راسا والزجر عن الخوض
في الكلام والبحث فيه واتباع ما تشابه
من الكتاب والسنة كما روي عن عمر رضه
انه ساله سائل عن آيتين متعارضتين فعلاه
بالدرة وكما روي عن مالك رحمه الله انه سئل
عن الاستواء فقال الاستواء معلوم والايمان به واجب
والكيفية مجهولة والسوال عنه بدعة
والمقام الثاني بين النظار الذين اضطربت

حنبلی کہیگا کہ خدا کی جہت فوق سے خصوصیت
کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔
اسلئے اسکی تاویل معنے حقیقی و ذاتی سے
معنے مجازی کے ساتھ جائز نہیں) اور اشعری
کہیگا کہ دیدار خدا کے محال ہونے پر کوئی دلیل
قائم نہیں اسلئے اسکی تاویل معنے حقیقی سے
مجازی کے ساتھ درست نہیں۔ اور ہر شخص
اپنے مقابل کے دلیل کو پسند نکریگا اور اسکو
دلیل قطعی نہ سمجھیگا بہرحال ایک فریق کو
اپنے مقابل کی تکفیر اس خیال سے کہ وہ دلیل
میں غلطی کرتا ہے جائز نہیں۔ ہان یہ جائز
ہے کہ اسکو گمراہ یا بدعتی کہے۔ گمراہ اسلئے
کہ وہ اسکی نزدیک راہ حق سے بہولا ہوا ہے
بدعتی اسلئے کہ اسنے ایسی بات نکالی ہے کہ سلف
اسکی تصریح پائی نہیں گئی۔ اسلئے کہ سلف میں
مشہور ہے کہ خدا تعالی کا دیدار ہوگا۔ پہر
کسیکا یہ کہنا کہ دیدار نہوگا اور اسکو تاویل
کرنا بدعت ہے۔ بلکہ اگر اسکی نزدیک یہی ثابت
ہو کہ اس دیدار سے مراد مشاہدہ دلی ہے نہ
مشاہدہ چشمی تو بہی اسکا ظاہر کرنا لائق نہیں
اسلئے کہ سلف نے ایسا نہیں کہا۔ لیکن یہہ بات

عقائدہم المأثورة الموروثة ويجوزان يكون
بحثهم بقدر الضرورة وتركهم الظاهر للضرورة
البرهان القاطع ولا ينبغي ان يكفر بعضهم
بعضاً بان يراه غالطاً فيما يعتقده برهاناً فان
ذلك ليس امراً هيناً سهل المدرك لكن البرهان
منهم قانون متفق عليه يعترف كلهم به فانهم
اذا لم يتفقوا في الميزان لم يمكنهم رفع
الخلاف بالوزن وقد ذكرنا الموازين الخمسة في
كتاب القسطاس المستقيم وهي التي لا يتمارى الخلق في
فيها البتة فهمها اصلاً بل يعترف كل من فهمها بانها
مدارك اليقين قطعاً والمحصلون لها يسهل
عليهم مع الانصاف والانتصاف كشف الغطاء
ودفع الخلاف لكن لا يستحيل بينهم الاختلاف إلا
إما لقصور بعضهم عن ادراك تمام شروطه
واما لرجوعهم في النظر الى محض القريحة والطبع
دون الوزن بالميزان كالذي يرجع بعد
تعلم العروض في الشعر الى الذوق لا الى استنقاق
عرض كل شعر على العروض فلا يبعد ان يغلط
واما لاغترارهم في العلوم التي هي مقدمات
البراهين فان من العلوم التي هي اصول
البراهين تجربية وتواترية وغيرهما والناس مختلفون

متشرع حنبلی کہیگا کہ خدا تعالے کے لیے جہت فوق
کا ثابت کرنا سلف میں مشہور ہے اور انمین سے
کسی نے یہہ نہیں کہا کہ خدا تعالے نہ عالم کے
متصل ہے نہ اس سے جدا نہ اسمین داخل ہے
نہ اس سے خارج کیونکہ جہات ستہ (تحت فوق
یمین یسار خلف و قدام) اس سے خالی ہیں
اور جہت فوق کو اس سے وہی نسبت ہے جو
جہت تحت کو ہے پس یہہ قول بدعت ہے اسلئے
کہ بدعت وہی قول ہے جو سلف سے مروی نہین
ہے یہان سے تجھے معلوم ہو گیا کہ یہان دو
مقام ہیں ایک تو مقام عوام خلائق کا ہے
اسمین حق یہی ہے کہ جو کچھہ شرع مین آیا ہے
وہ اسکا اتباع کرین اور اسکے ظاہری معنے کو
بدلانے سے رکے رہین اور اُن تاویلات کے نکالنے
سے جو سلف نے نہین کین ڈرین اور سوال
کے دروازے کو توڑ دین — اور جو اسمین
بحث و ٹٹول کرے اسکو روکین اور جو کچھہ
کتاب و سنت مین متشابہہ (الحقیقۃ) وارد
ہے اسکو مان لین۔
حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ سے کسی نے
دو متعارض آیتون کے معنے پوچھے تو آپ

فی التجربة والتواتر فقد یتواتر عند واحد ما لا
یتواتر عند غیره وقد یتولى تجربة ما لا یتولاه
غیره واما الالتباس قضایا الوهم بقضایا العقل
واما الالتباس الكلمات المشهورة المجردة
بالضروریات والاولیات كما فصلت ذلك
فی كتاب محك النظر وبالجملة اذا حصلوا
تلك الموازین وحققوها اكفهم الوقوف
عند ترك العناد والتعسف على مواقع الغلط
یسیراً

دتہ لیکر اسپر چڑھ آئے - جیسے امام
مالک سے مروی ہے کہ انسے کسیے استوا کا
کا مسئلہ پوچھا تو آپنے فرمایا استوا معلوم
ہے اور اسپر ایمان واجب ہے - اور اسکی
کیفیت (کہ وہ کیونکر ہے) مجہول ہے
اور اس کیفیت سے سوال
† بدعت ہے - دوسرا مقام اہل نظر و استدلال
کا ہے جنکے اعتقادات میں (جو انکو نبی کا بری
سے پہنچے ہیں) تنزلزل واقع ہوگیا ہو انکو
بقدر ضرورت بحث کرنا اور ظاہری معنے کسی آیۃ کو دلیل قطعی کے سبب سے ترک کرنا جایز ہے لو
یہہ لائق نہیں ہے کہ جب کوئی اپنے خیال میں کسی دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنی آیہ کو
ترک کرے تو دوسرا شخص اس خیال سے کہ وہ اس دلیل کو قطعی سمجھنے میں غلطی کرتا ہے اسکو کافر
کہے یہہ اسلئے کہ دلیل قطعی کا پہچاننا سہل نہیں کہ بسہولت دریافت ہو سکے -
اگر یہہ کہا جائے کہ جس دلیل کو قطعی سمجھکر اسکے سبب ظاہر معنے کو ترک کیا جاتا ہے وہ ایسا قانون ہو جسپر سب
کا اتفاق ہو اور اسکی صحت سے سبکو اعتراف ہو سکے کا اگر انکا ایسی میزان میں اتفاق نہو تو وزن میں انکا
اختلاف کیونکر رفع ہوگا اور ہمنے پانچ میزانین ‡ کتاب قسطاس المستقیم میں ذکر کی ہیں اور ایسی ہیں کہ انکو سمجھنے
کے بعد انمیں اختلاف ممکن نہیں ہے بلکہ جو کوئی ان میزانون کو سمجھ لیگا وہ انکے یقینی ہونیکا یقین
کر لیگا - جو ان میزانون کو حاصل کر لیگا اسپر انصاف کرنے اور انصاف لینے وقت حق سے پردہ اٹھانا
اور خلاف مٹانا سہل ہو جائیگا -

† اس فقرے کو جو خطوط قوسی میں محدود ہیں مخاطب نے عبارت غزالی سے سرقہ کر لیا ہے - اور باقتداء الساری
جو اکثر مسایل میں آپکے مقتدا ہیں انمین پوری تحریف عمل میں لاکر بجای انکو از خود یہہ فقرہ بڑھا دیا ہے -

‡ یہہ حاشیہ لفظ ایزدہ ہے -

لیکن اس وجہ سے انمین اختلاف ممکن ہے کہ لوگ ان میزانون کی تمام شرطون کے سمجھنے مین
قصور کرین یا وہ اپنے ہی ذہن و طبیعت کے بہروسے پر رہین ان میزانون کیطرف رجوع
نکرین جیسے کوئی علم عروض سیکھ کر اپنے اشعار کے اس علم پر لگانے کو توجھل اور مشکل سمجھے اور
اور اپنی ہی طبیعت سے ان اشعار کا امتحان کرے ایسے شخص سے بعید نہین ہے کہ وہ شعر پر
غلطی کرے یا یہہ کہ وہ ان دلایل کے مقدمات مین اختلاف کرین اسلیے کہ بعض علوم جو ان براہین
کے مقدمات ہین تجربہ و تواتر سے ثابت ہوتے ہین اور تجربہ اور تواتر مین لوگ مختلف ہوتے
ہین ایک شخص کے نزدیک ایک امر تواتر کو پہونچا ہے دوسرے کے نزدیک نہین پہونچا۔ ایک کے
تجربہ مین ایک امر آتا ہے دوسرے کے تجربہ مین نہین آتا یا یہہ کہ اونکو عقلی او وہمی اور مشہور
اور بدیہی امور مین اشتباہ ہو جائے ۔ الحاصل جب وہ ان میزانون کو بخوبی درس و تحقیق
کرینگے تو تمام انکو بشرط ترک عناد و تکلف کے مواضع غلطی پر بسہولت مطلع ہونا ممکن ہوگا۔

کہ برہان خواہ کیسی ہو اور انصاف سے اسپر غور کرین مگر تاہم اختلاف ہونا ممکن نہین ہے اور اس تحریف سے
آپکا مقصود یہہ ہے کہ ہر قسم کا متاول خواہ وہ کیسے ہی غلطی محل مین داہر تاویل کرے وہ امام صاحب کے نزدیک
معذور ہے اور اسکی تاویل منظور ۔

حالانکہ امام غزالی نے ان فقرات مین صاف تصریح فرمایا ہے کہ جس دلیل سے کوئی نص مین تاویل کرے اُس دلیل کا متفق علیہ ہونا ضروری ہے
اور سوا ازین خود مصنف نے قسطاس المستقیم الیسی دلایل مین کہ انمین بشرط سمجھ لینے کے اختلاف ناممکن ہے۔ اور اس
قول کے بعد دوسرے اور تیسرے قول مین آپنے صاف فرمایا ہے کہ جو لوگ حشر جسمانی مین تاویل کرتے ہین انکی تاویل کی
کسی دلیل کا موجود ہونا ناممکن ہے۔ اور جو دلایل وہ پیش کرتے ہین وہ محض فلسفی مغالطے ہین جنکے سبب وہ کفر

‡ یہہ پانچون میزانین قرآنی میزانین ہین نہ فلسفی و شیطانی میزان تعادل جو تین قسم ہے (۱) میزان
اکبر جسکی مثال آیۃ تلک حجتنا آتیناہا ابراہیم ہے (۲) میزان اوسط جسکی مثال لا احب الآفلین ہے۔
(۳) میزان اصغر جسکی مثال قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی ہے (۴) میزان تلازم جسکی مثال لو کان فیہما
آلہۃ الا اللہ لفسدتا ہے (۵) میزان تعاند جسکی یہہ مثال ہے وانا او ایاکم لعلی ہدی او فی ضلال مبین۔ ان موازین کی تفصیل

اس **قول** کو **آنریبل** صاحب بہادر نے اپنے مدعا کا ہمدم و ہمنچ کن سمجھکر اسپر **پانچ اعتراض** وارد کئے ہین - اور جو اسکی اخیر یا بہی تکفیر سے منع کیا اسکو موافق مدعا سمجھکر بڑی تعظیم سے تسلیم کر لیا ہے **اعتراض** اول یہہ ہے جو بعینہ آپکے الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے -

"قانون جو انہون نے بنایا ہے عمدہ و سنجیدہ ہے مگر خدا و خدا کے رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون قرار دینا ٹھیک نہین ہے اس قانون کے تو یہہ معنے ہین کہ ہمکو خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو درست کرنا اور صحیح بنانا ہے پس اگر اسکے ایک معنے نہین بنتے تو دوسرے معنی لیویں جب دوسرے نہین بنتے تو تیسرے معنے لیتے ہین اور علی ہذا القیاس خدا و رسول کی کلام کے لئے ایسا قانون بنانا تو ایک ایسے نوکر کی مثال ہے جو اپنے آقا کے ہر غلط اور دور از قیاس بات کو صحیح پہلو پر ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے -

اعتراض دوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو جو اس قسم کی تخمین کرتا ہو گمراہ کہنا پسند کیا ہے مگر ابھی تک اس شخص مین اور اسکی مخالف مین اسباب کا تصفیہ نہین ہوا کہ حق کسکی طرف ہے اسلئے ان دونون مین کسیکو گمراہ کہنا صحیح نہین ہے -

اعتراض سوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے ایسے شخص کو بدعتی کہا ہے حالانکہ جو شخص کسی امر کے حق ہونیکا دعوی کرے اسپر اس امر کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر یقین دلانا واجب ہے اور خدا نے بہی یہی طریق اختیار کیا ہے کہ جنکو اسلام کی دعوت کی ہے انکے لئے اور منکرین و معترضین کی اسکات کے لئے قرآن مین دلیلین بہر دی ہین پہر یہہ امر جسکی نظیر قرآن مین موجود ہے بدعت کیونکر ہو سکتا ہے -

اعتراض چہارم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے عوام کو اس بحث سے منع کیا اور ظاہر آیات پر ایمان لانیکا حکم دیا - اور جسکے دل مین شک ہو یا کوئی اسپر معترض ہو اسکو یہہ کہنا کہ تم اسپر یقین رکھو کب مناسب ہے -

اعتراض پنجم کا خلاصہ یہہ ہے کہ جن لوگون کو امام صاحب نے عوام ٹھیرا کر اس بحث سے منع کیا
وہ اسوقت کے لوگ ہونگے جو دار العلوم بغداد مین عربی پڑھکر ملا بن گئے ہین اسوقت جو
انگریزی اور اردو زبان میں ریاضی و طبعی علوم کو ترقی ہوئی ہے تو اب عوام کے لفظ کا
اطلاق مشکل ہو گیا ہے دیکھو گورے گورے صاحب لوگ اور کالے کالے بابو لوگ اور انکے ہزارے
شاگرد اس کثرت سے انگریزی دان اور وہ بین اقلیدس و حساب و طبعیات کے ماہر ہو گئے ہین
کہ اب کسیکو عامی نہین کہا جا سکتا)

یہہ تو مقام رد مین آپکا کلام ہوا اور جو **استقام سے تسلیم** مین ہے آپ فرمایا ہے وہ اسقدر
ہے کہ بتصریح امام صاحب کی (جو اخیر مین ہے) بالکل سچ و برحق ہے اور اہل اسلام کو ایک
دوسرے کی تکفیر سے عمدگی سے منع کیا ہے۔

راقم کہتا ہے جو مقام رد مین آپنے اعتراضات وارد کئی ہین انہ انجملہ **اعتراض
اول کا جواب** یہہ ہے کہ جو قانون فہم و تاویل کلام خدا و رسول کے لئے امام غزالی نے بیان
کیا ہے یہہ ایسا قانون ہے کہ روئے زمین کے اہل السنہ کو (حتے کہ قولاً نہ سبھی ملاً و اعتقاداً
معترض کو بھی) اسپر اتفاق ہے۔ کوئی فرد بشر کسی محاورہ اردو ہندی فارسی عربی انگریزی لیٹن و
سنسکرت وغیرہ مین کلام کرنے والا اسکی پابندی سے خارج نہین ہی نظر سے امام صاحب نے
اسمین اتفاق و اجماع کا دعوی کیا ہے اور اتفقوا علی ان جواز ذلک موقوف **علی
قیام البرہان** الخ فرمادیا ہے۔

اس قانون کا حاصل یہہ نہین ہے کہ خواہ مخواہ ایک شخص کی کلام کو صحیح بنانے اسکے معنے
کی نظر سے بن نسکے تو دوسری طرف لیجائین جیسے دانا نوکر اپنے احمق آقا کی غلط بات کو الٹ
پھیر کر صحیح بناتا ہے۔ بلکہ اسکا حاصل یہہ ہے کہ ایک شخص کی کلام مین غور و فہم کو کام مین
لادین اگر اسکے معنے ظاہری جنکے لئے لفظ بنایا گیا ہو ممکن المراد پاوین تو اسکو مراد متکلم
قرار دین اور اگر ان معنے ظاہری کو صحیح نہ سمجھین تو اپنی نارسائی و نافہمی سے اس کلام کو

غلط نہ بتاوین بلکہ اور معانی صحیحہ کی تلاش مین پڑ جائین یہانتک کہ اصلی معنے مراد قایل کو پالین جیسے ایک نوکر ہیچ دانا اور حکیم آقا کا ایک حکم سنکر اولاً اُسکے معنے ظاہری سمجھتا ہے پھر اسکو مناسب مقام نہین پاتا تو غور و تامل کے بعد اسکے دوسرے معنے جو اصلی مراد متکلم ہین پا لیتا ہے۔ مثلاً آقا نے حکم دیا کہ شیر اور ہوا کو ہمارے پاس حاضر کرو پس بادی الرائے مین اس نوکر کا خیال اصلی شیر و ہوا کیطرف جاتا ہے جنکے لئے یہہ الفاظ موضوع ہین۔ پھر جب وہ لفظ حاضر کرنے مین غور کرتا ہے اور اصلی شیر و ہوا کا حاضر کر دینا اپنی قدرت سے خارج سمجھتا ہے تو ہی کلام کے یہہ معنے قرار دیتا ہے کہ یہاں شیر سے مراد ایک انسان بہادر ہے اور ہوا سے مراد تیز آقا کا تیز رفتار گھوڑا ہی جنپر مجازاً شیر و ہوا کا اطلاق کیا گیا ہے۔

اس اُلٹ پھیر مین اُسنے کلام آقا کو کچھہ نہین بنایا بلکہ اپنے ہی فہم کو سیدھا کیا ہے۔ یہی حال تمام زبانون کے اہل محاورہ کا ہے جب تک وہ ایک کلام کے معنے ظاہری کو ممکن المراد سمجھتے ہین تو معنے ظاہری مراد لیتے ہین اور جب ظاہری کا مراد ہونا محال سمجھتے ہین تو دوسرے معنے کو اس کلام کا مفہوم و مراد قرار دیتے ہین۔

اسکا اسرار و مبنی یہہ ہے کہ جو الفاظ کئی معنے رکھتے ہین بوقت اطلاق (یعنے بولی جانے) اون الفاظ کو ہر سامع کو ان الفاظ کے مراد سمجھنے کے لئے ضرور یہہ سوچنا پڑتا ہے کہ اس لفظ سے منجملہ ان متعدد معانی کے کونسے معنے مراد ہین۔ وہ سبھی معانی مراد ہین یا بعض معانی۔ پھر بعض معانی مراد ہین تو وہ کونسے معنے ہین اور ان معنے کے مراد ہونے پر کونسی دلیل یا قرینہ قایم ہے پھر ان دلائل کے سوچنے اور معانی کے متعین کرنے مین کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف وہ مایل ہوتا ہے کبھی کسی دلیل اور معنے کیطرف متوجہ ہوتا ہے پھر اگر اسکو بنظر وضع اس لفظ کے ثابت ہو کہ یہہ لفظ در اصل ایک معنے کے لئے موضوع ہوا (یعنے بنایا گیا) ہے اور اسکا استعمال دوسرے معانی مین بطور مجاز ہوا ہے تو اسپر لازم ہوگا کہ وہ اُن معنے کو جسکے لئے وہ لفظ وضع ہوا ہے اوسکی حقیقی اور اصلی معنے سمجھے اور باقی معانی کو مجازی اور فرعی خیال کرے اور جب وہ لفظ بولا جاوے تو بشرط

عدم مانع قوی معنے حقیقی کو مراد متکلم قرار دی اور جب کوئی دلیل و قرینہ اس معنے کے مراد ہونیسے
روکے تو اور معانی مجازی کو حسب تقاضائے مقام و قرینہ مراد متکلم ٹھہرا دی - اسکا یہہ ہیر پہیر اور
ادل بدل حیلہ سازی و تکلف پردازی نہیں ہے جسکے ذریعہ سے وہ متکلم کی غلط کلام کو صحیح
بنانا چاہتا ہے بلکہ اس لفظ کثیر المعنے کے مقتضا کی یہہ عین پیروی ہے جسمیں وہ اپنے فہم کو مطلب
پر پہنچانا چاہتا ہے -

اسی نظر سے علماء عربیت (عربی محاورہ دانوں) نے کہہ دیا ہے کہ حقیقت[+] اصل اور متبوع ہے اور مجاز
اسکی فرع و تابع ہے - اسلئے جب تک ایک لفظ کے معنے حقیقی کا مراد ہونا ممکن ہے اسکو معنے مجازی

+ المعنی الحقیقی متبوع والمجازی تابع - تلویح -

المسئلة العاشرة فی ان المجاز خلاف الاصل والذی یدل علیه وجوه الاول اللفظ اذا تجرد فاما ان یحمل علی حقیقته او مجازه
او علیهما او لا علی واحد منهما - والثلثة الاخرة باطلة فتعین الاول - الی ان قال - ثم قال الثانی ان المجاز
لا یتحقق الا عند نقل اللفظ من شیء الی شیء لعلاقة بینهما وذلک یستدعی امورا ثلثة وضعه للاصل ثم نقله الی
الفرع ثم علة النقل - والثالث ان واضع اللفظ للمعنے انما وضعه له لیکتفی به فی الدلالة علیه ویستعمل فیه فکانه قال اذا
سمعتمونی اتکلم بهذا الکلام فاعلموا انی اعنی هذا المعنے واذا تکلم به غیری فلیعن به هذا فکل من تکلم بلغته یعنی
ذلک المعنے ولهذا یسبق الی افهام السامعین ذلک المعنے دون ما هو مجاز فیه ولو قال الواضع ذلک فی المجاز لکان
حقیقة ولم یکن مجازا - والرابع اجماع الکل علی ان الاصل فی الکلام الحقیقة - روی عن ابن عباس انه قال ما کنت اعرف معنی
الفاطر حتی اختصم الی اعرابیان فی بئر فقال احدهما فطرها ابی ای اخترعها - وقال الاصمعی ما کنت اعرف الدهاق حتی
سمعت جاریة تقول اسقنی دهاقا ای ملآن فهما استدلا بالاستعمال علی الحقیقة فلولا انهم عرفوا ان الاصل فی
الکلام الحقیقة لما جاز لهم ذلک - الخامس لو لم یکن الاصل فی الکلام الحقیقة لکان الاصل اما ان یکون هو المجاز وهو
باطل بالاجماع او لا یکون واحد منهما اصلا فیصیر الکلام مشترکا بین امرین فیصیر الکل مجملا
وهو باطل بالاجماع - (محصول فخر رازی)

پر محمول کرنا جایز نہین ہے - اور کہاہے کہ معنے حقیقی کی یہہ پہچان ہے کہ وہ لفظ کے سنتے ہی سمجھہ مین آجاوے اور معنے مجازی کے یہہ پہچان ہو کہ اس پر اطلاق اس لفظ کا محال معلوم ہو‡
اور اسی بنا پر اہل اسلام نے بہشت و دوزخ و برزخ کے احوال کو معانی حقیقی پر حمل کیا ہے بہشت کے دودہ سے وہی دودہ مراد سمجہا ہے جو پیا جاتا ہے اور بہشت کے شہد سے وہی شہد جو یہان کہا جاتا ہے اور حوروں اور ازواج سے ویسی ہی عورتین جیسے دنیا میں مباشرت کرتی ہین انار وسیب اور کہجوروں سے وہی میوے جو دنیا مین کہاتے ہین وعلے ہذالقیاس اور دوزخ اور قبر کے سانپوں بچہوؤں سے وہی جو دنیا مین کاٹتے ہین - آگ سے وہی آگ جو دنیا مین لوگ جلاتے ہین وعلے ہذالقیاس -
دنیا کی اشیاء اور دین کے چیزوں مین انکے نزدیک فرق ہے تو کمی وبیشی کیفیات و مراتب ودرجات مین ہے اصل حقیقت اور مطلق کیفیت مین انمین کچہہ فرق نہین ہے †
اسباب مین انکی سند دستاویز یہی ہے کہ یہہ معانی اہل عرب کے نزدیک جنکے محاورہ و اصطلاح مین ان الفاظ سے تخاطب ہوا ہے ان الفاظ کے حقیقی معانی ہین اور ان معانی کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہین ہے - اسلئے ان معانی کا مراد ہونا متعین و مسلم ہے -
اور جو لوگ اہل اسلام کے خلاف مین ان اشیاء کے معانی حقیقی سے انکاری ہین وہ کیا تو زندیق و معاند ہین جو دیدہ و دانستہ حق سے انکار کرتے ہین اور کیا مجنون و جاہل ہین جو معنے حقیقت و مجاز اور اوسکی شروط و مراتب کو نہین سمجہتے اور امر ممکن مجہول الکنہ و محال معلوم البطلان مین تمیز نہین کرتے ہین - اور مقتضاے عادت اور مقتضاے عقل کو ایک سمجہکر خلاف عادت و خلاف عقل کو یکسان محال جانتے ہین - ان مفاسد کی جڑ تو یہہ ہے کہ وہ شریعت و علوم عقلیہ سے بے خبر ہین

---

‡ علامۃ الحقیقۃ التبادر والتعری عن القرینۃ وعلامۃ المجاز الاطلاق علی المستحیل (مسلم)

† دیکہو اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۲ -

علم میں بار یا منی (جنکی تشریح عنقریب آتی ہے) کے سوائے کچھ جانتے نہیں ہیں - پھر اس نااہلی پر وہ مذاہب کی منصفی کی مسند پر بیٹھ گئے پس جن اصول فروع کی حقیقت کو نہیں سمجھتے انکو دوسرں رنمذہب سے خارج کر دیتے اور حقیقت میں وہ اپنے ہی آپ پر نا اہلی وکم فہمی کی ڈگری کر رہے ہیں -

بالجملہ جو قانون فہم کلام خدا و رسول کے لئے امام غزالی نے بیان کیا ہے وہ سب اہل محاورات کا متفق علیہ ہے اسمین تکلف وتصنع کا دخل نہیں ہے - اور آنریبل صاحب کا یہ اعتراض اول مغالطہ ہے اس جواب کے ضمن میں اشیاء دوزخ وبہشت کی بوجود خارجی و ذاتی موجود ہونے کا بھی فیصلہ ہو گیا جسکا وعدہ نمبر سابق مین بصفحہ ۱۶۱ ہوا تہا اور کچھ تتمہ اسکا آیندہ بھی ہوگا انشاء اللہ تعالے -

جواب اعتراض دوم - گمراہ کو گمراہ کہنا اسپر موقوف نہیں ہے کہ گمراہ اور اسکی مخالف میز گمراہی وراہ حق کا فیصلہ ہو لے یعنے گمراہ راہ حق کو جان لے - اور بہتر تمیز حق سا تہہ ہو لامیدالیقین کرے تب ہی اسکو گمراہ کہا جاوے -

خدا تعالے نے قرآن مجید مین بہت گمراہوں کو گمراہ کہا ہے حالانکہ انہین اور خدا تعالے مین گمراہی کا تصفیہ نہین ہوا یعنے جس امر کو خدا تعالے نے گمراہی قرار دیا ہے اسکو انہون نے گمراہی نہین جانا بلکہ برعکس اسکو ہدایت † وراہ حق خیال کیا ہے اور خدا تعالے اور اسکے رسول کو جہوٹا سمجہا ہے - تعالے عن ذلک علوا کبیرا -

† قل ہل ننبئکم بالاخسرین اعمالا الذین ضل سعیہم فی الحیوۃ الدنیا وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا اولئک الذین کفروا بآیات ربہم ولقائہ فحبطت اعمالہم الآیۃ - کہف ۱۲۴ -

کہا مین تمہین بتا دون کون زیادہ اعمال مین نقصان پانیوالے ہین جنکا دنیا مین کیا کرایا کہو یا گیا اور وہ یہہ سمجہے ہوئے ہین کہ ہم اچہا کرتے ہین وہ لوگ کافر ہین تا آخر آیۃ -

آپکے اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اعتراض آپکو دراصل خدا تعالے پر ہے جسنے بہت ایسے لوگوں کو کافر کہا ہے جنہوں نے کفر کو کفر نہیں جانا اور اپنا کافر ہونا تسلیم نہیں کیا۔ اور اس اعتراض کی بنا ر آپکے اُس قدیم اعتقاد پر ہے کہ منکر خدا و مکذب رسول کافر نہیں ہے۔ جسکو آپنے مضمون (مذہب انسان کا امر طبعی ہے) مین ظاہر کیا ہے اور اشاعۃ السنہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۲ و نمبر ۲ جلد ۳ مین اسکا بخوبی ابطال کیا گیا ہے:۔

جواب اعتراض سوم ۔ اگر انکار وجود خالق یا شرک کو کوئی حق سمجھ لیگا تو پہر کیا اس شرک دانکار کا لوگون سے قبول کرانا اور اسپر تلقین دلانا بہی اس شخص پر خدا کیطرف سے واجب ہو جائیگا دین اسلام وغیرہ مذاہب سماوی تو اسکی تصدیق نہین کرتے ۔

بے شک قرآن مین امر حق کا ثبوت بہم پہنچانے اور منکرین کو سمجہانے اور معترض کو ساکت کرنے کے لئے دلیلین بہری پڑی ہین مگر امر حق کو مٹانے اور ناحق کو حق بنانے کی دلیلین قرآن مین نہین ہین اور امام صاحب نے بہی اثبات حق کی دلائل پیش کرنے والے کو مدعی نہین کہا بلکہ ایسے شخص کو کہا ہے جو حق کو مٹانے اور ناحق کو حق بنانے کو کوئی دلیلین پیش کرتا ہے ۔ وہ جو ظاہر آیات کتاب اللہ کے

وانہم لیصدونہم عن السبیل ویحسبون انہم مہتدون ۔ زخرف ۴۶ ۔	شیاطین کافرون کو رستہ سے روک دیتے ہین اور وہ سمجہتے ہین کہ ہم راہ پر ہین ۔
ویدالہم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون ۔	[illegible]
اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ۔	اکو خدا کیطرف سے وہ عذاب پیش آیا جسکا انکو گمان نہ تھا۔
انہم اتخذوا الشیاطین اولیاء من دون اللہ ویحسبون انہم مہتدون ۔	کافرون نے کہا بہیہ رسول خدا جہوٹا ہے [illegible]
قالوا انما نحن مصلحون بقرہ ۲ ع ۲	منافقون نے کہا کہ ہم تو سنوارنے والے ہین ۔
ان اردنا الا احسانا وتوفیقا نساء ع ۹ ۔	منافقون نے کہا ہم تو نیکی کرنے اور موافقت کی نیت [illegible]

بہرحال الحجلہ ثبوت اس امر کا ہو کہ کفار کہ اپنے تئین کافر گمراہ نہ سمجہتے اور لید از ثبوت اس امر کا تذییل اقوال آیندہ امام غزالی کے بجواب اعتراض اول تحلیلہ کے صفحہ ۲۸۸ آویگا۔

مقابلہ میں اپنی خیالی باتین پیش کرتا ہے اور ظواہر ان دلائل کو جو خدا و رسول نے بیان
کئے ہین صرف اس خیال سے کہ یہہ دلائل نیچر یا عقل کے مخالف ہین تسلیم نہین کرتا مثلاً آیتہ
الرحمن علے العرش استویٰ سے جو خدا کا عرش پر ہونا سمجھا جاتا ہے اسکو اس خیال سے کہ اس
سے خدا کا محدود ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکو استیلا سے تاویل کرتا ہے۔
اور آیتہ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ سے جو دیدار خدا کا ہونا قیامت کے دن ثابت
ہوتا ہے صرف اس خیال سے کہ اس سے خدا کا مجسم ہونا لازم آتا ہے نہین مانتا اور اسکی انتظار
سے تاویل کرتا ہے۔ اور جو آیتہ کما بدأنا اول خلق نعیدہ وغیرہا سے حشر اجساد ثابت ہوتا
ہے اسکو صرف اس خیال سے کہ اعادہ معدوم محال ہے اور بوسیدہ ہڈیون یا خاک کا انسان ہوجانا
خلاف نیچر ہے نہین مانتا اور حشر کو صرف روحانی حشر سے تاویل کرتا ہے وعلی ہذا القیاس۔
ایسے شخص کے مبتدع ہونے مین کسی مسلمان کو کب تامل ہو سکتا ہے اور جو دلائل وہ پیش کرتا ہے
ان دلائل کو ہمرنگ دلائل قرآن مثبت حق کون کہہ سکتا ہے یہہ اسی شخص کا کام ہے
جو کفر و اسلام کو ایک سا جانتا ہے اور مذہب اسلام کو بمقابلہ دوسرے مذاہب کے حق پر نہین
سمجھتا۔ بلکہ کسی مذہب کا حق ہونا ہنوز اسکے نزدیک متعین نہین ہے۔

جواب اعتراض چہارم ۔ امام غزالی نے عوام منکرین کو اس بحث سے منع نہین کیا
بلکہ عوام مومنین کو اس سے روکا ہے۔ انہی کو آپنے فرمایا ہے کہ جو بات کتاب و سنت سے
وہ سنتے آئے ہین اسکو بدل مان لین اور اسمین چون و چرا کرنے سے باز رہین۔ اسکی وجہ یہہ
ہے کہ غالباً ہر عصر و قرن مین اہل ایمان تین طبقہ چلے آئی ہین۔ **طبقہ اول** وہ مومنین ہین
جنکو کتاب و سنت مین پوری مہارت ہو۔ اور اسرار و احکام شریعت سے کامل واقفیت ایسے
لوگون کیطرف تو شک و تردد راہ نہین پاتا۔ اگر احیاناً بمقتضائے بشریت بعدم عصمت جاتا
ہے۔ اس طبقہ کے رؤسا و اعیان آنحضرت صلعم کے اصحاب ہین جنمین اہل بیت نبوت بہی
داخل ہین۔ انکے بعد تابعین انکے بعد تبع تابعین جنمین ائمہ اربعہ وغیرہ مجتہدین و محدثین

بھی داخل ہیں انکے بعد انکے اتباع ہر زمانے کے علماء متبحرین ماہرین کتاب اللہ وسنت سید المرسلین ہیں جو بحکم حدیث لایزال من امتی امۃ قائمۃ بامر اللہ لایضرہم من خذلہم ولامن خالفہم حتے یاتی امر اللہ وہم علے ذلک + ہر عصر مین موجود رہتے ہین۔

طبقہ ثانیہ۔ مومنین مذبذبین ہین جو نیم ملان خطرہ ایمان و نیم حکیم خطرہ جان کے مصداق ہین۔ اس طبقہ مین اکثر وہ علماء داخل ہین جو تھوڑی یا بہت منطق و فلسفہ جانتے ہین اور علوم حجج کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم سے واقف نہین ہوتے۔

انکو جب کبھی سنائی احکام واصول اسلام مین شکوک پیدا ہوتے ہین تو انکو منطقی و فلسفی اصول سے حل کرنا چاہتے ہین۔ پھر کبھی کوئی بات بنا لیتے ہین اور اکثر شکوک و ترددات مین مبتلا ہوکر احکام اسلام سے انکاری ہو جاتے ہین۔

اس طبقہ کے لوگ اکثر منطقی وکلامی علماء ہین جنکا اپنے کمال پر پچھتانا اور اخیر عمر مین اپنے خیالات پر افسوس کہانا اور طبقہ ثالثہ کے اعتقاد پر ہونے کی تمنا ظاہر کرنا اشاعۃ السنۃ نمبر ۱ و ۲ جلد اول مین مفصل نقل ہو چکا ہے۔

طبقہ ثالثہ عوام مومنین کا ہے جو سنے سنائی اصول و احکام اسلام پر یقین رکہتے ہین اور کبھی کسی حکم یا اعتقاد کی نسبت یہ سوال کہ یہہ کیون ہوا اور کس لئے فرمایا گیا نہین کرتے ہین۔ انکو کوئی معترض پوچھے کہ خدا کو کس دلیل سے ایک جانتے ہو تو وہ لٹھیا لیکر اسکے پیچھے پڑتے ہین اور اگر کہے کہ رسول کو کسطرح رسول پہچانتے ہو تو وہ اسپر لاحول پڑھتے ہین۔ جب خدا کا عرش پر بیٹھنا آیہ الرحمٰن علی العرش استوی سے سنتے ہین تو اسکی حقیقت کا علم خدا کے سپرد کرکے اسپر ایمان لاتے ہین۔ اسیطرح جب خدا کے دیدار کی بابت سن لیتے ہین تو اسکو بھی مان جاتے ہین۔

+ میری امت سے ہمیشہ ایک جماعت خدا کے حکم پر قایم رہیگی انکو ضرر نہ پہنچا ئیگا جو ان سے علیحدہ رہنا چاہیگا یا مخالفت کرنا چاہیگا۔ یہانتک کہ خدا کا حکم یعنے قیامت کا دن آجائیگا۔

ان لوگوں کی نسبت امام صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ اپنی تقلیدی ایمان کو سنبھال کہیں تقلید پیغمبر کو چھوڑ کر فلسفی محقق بنیکو جسے مذہب کہا ہے ہم بننے کی حرص نکریں اس رستہ حق کی طرف کبھی داخل نہونگے۔ اور اپنے تقلیدی ایمان کو بھی کہو بیٹھینگے۔

اب منصفین انصاف کریں کہ ایسے لوگوں کے حق میں جو امام غزالی نے فرمایا ہے وہ بہتر ہے یا بقول آنرایبل صاحب بہادر انکے لئے فلسفی محقق بننا بہتر ہے کیا انکا یہہ منصب ہے کہ تہذیب الاخلاق یا تصانیف سید پر پورے دیکھکر مسائل و احکام اسلام پر نکتہ چینی کریں پھر اُن ہی اصول پر کچھہ نکچھہ اسمیں فیصلہ کریں۔ حاشا و کلا یہہ لوگ اس نکتہ چینی میں بہت پڑینگے تو آنرایبل صاحب بہادر کے درجہ کو پہنچ جاوینگے اور اصول اسلام سے منکر ہوکر مسائل ذیل کے معتقد ہوں گے۔

(۱) خدا کی ہستی وجود کا اقرار شرط نجات نہیں ہے و بناءً علیہ دہریہ منکرین وجود باری کو نجات حاصل ہے۔+

(۲) رسول و کتب و احکام سماوی کا ماننا بھی ضروری و شرط نجات نہیں و بناءً علیہ جو لوگ کسی نبی کو نہیں ماننے اور نہ کسی حکم و کتاب سماوی کے قائل ہیں صرف خدا کو مانتے ہیں وہ بلا شبہہ مسلمان اور ناجی ہیں۔‡

(۳) شیطان و ملائکہ کا وجود ذاتی موجود نہیں اور جو خدا کے آدم کا ذکر اور ابلیس کا قصہ قرآن میں بیان کیا ہے وہ اس بڑے تماشا کرنے والے نے مہابستی کا تماشا بنایا ہے۔‡‡

(۴) بہشت و دوزخ کے نعیم و آلام کا وجود ذاتی نہیں ہے اور جو قرآن میں ان نعیم و آلام کا ذکر ہے وہ صرف تشبیہات ہیں۔#

(۵) نماز میں کعبہ کیطرف مونہہ کرنا اسلام کا اصلی حکم نہیں ہے۔§

+ یہہ بات تہذیب الاخلاق بابتہ ذیقعدہ ۱۲۹۶ھ میں ہے۔ # یہہ تفسیر میں بصفحہ ۳۹ اور تہذیب ماہ محرم ۱۲۹۶ھ میں ہے

‡ یہہ بھی اسی پرچہ ذی قعدہ میں ہے۔

‡‡ یہہ بات تفسیر جز اول بصفحہ ۴۵ و ۴۶ و ۴۸ وغیرہ میں ہے۔ § یہہ تفسیر میں ہی بصفحہ ۱۹۴۔

(۶) کعبہ کا حج صرف ترقی تجارت وآبادی مکہ کے لئے مقرر ہوا ہے اس گہر کی تقدس اور متعدی برکت کے سبب نہیں ہے کہ جو کوئی اسکے گرد سات بار پہرے وہ بہشتے ہوگیا - اس گہر کے گرد پہرنے سے کیا ہوتا ہے اسکے گرد تو اونٹ اور گدہے بہی پہرتے ہین وہ تو حاجی نہین ہوجاتے

(۷) روزہ رکہنے مین کچہ تکلیف ہو (گو حالت بیماری کو نہ پہنچی) تو روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کہانا دینا کافی ہے تکلیف اوٹہاکر روزہ رکہنا فرض نہین ہے

(۸) معجزہ وکرامت خلاف عادت ممکن نہین اور خدا تعالےٰ کو اسپر قدرت نہین ہے -

(۹) امور معاشرت سے مذہب کو تعلق نہین ہے ان امور مین ہر کسیکو اپنی خواہش وراے کے موافق عمل کرنا جائز ہے - وعلے ہذا القیاس -

اور ان مسائل کا قایل ہونا اسلام و ایمان سے منکر ہونا ہے ایسے محقق بننے سے نبی کا مقلد رہنا بہتر ہے اور امام غزالی کا بہی عوام کو یہی ارشاد ہے -

جواب اعتراض پنجم - جس حالت مین عربی لیٹریچر (یعنے عربی زبان دانی) کا تنزل آپکے نزدیک مسلم تو علوم دین اسلام مین لوگون کی تنزل ہوچلے اور ان علوم کا نسبت جاہل وعامی ہونے کا تسلیم کرنا بہی آپ پر واجب ہے اسلئے کہ جسقدر علوم دین اسلام کے متعلق ہین وہ سب عربی زبان مین ہین - انگریزی یا فارسی یا ہندی مین کوئی علم منجملہ ان علوم کے کما حقہ مفصل ومدلل نہین ہے -

اور آپکا یہہ کہنا کہ زمانہ حال مین علوم طبعی وریاضی (ہیئت ہندسہ وحساب) کو بہت ترقی ہے اسلئے لفظ عوام کسی پر بولنا مشکل ہوگیا ہے آپکی کم توجہی وبے خبری سے خبر دیتا ہے - کوئی ان

+ یہہ تفسیر مین ہے صفحہ ۲۴۰-۲۲۱-۲۰۵ - ++ یہہ تفسیر مین ہے صفحہ ۲۲۹ -

⊥ تفسیر جزو ہے (ا-بی) سہا دیکہو صفحہ ۱۵ وصفحہ ۲ - اور آپکے ایک خلیفہ کا قول ہے کہ معجزہ بجان حق سانکہہ ہوتا ہے جس مین سب کچہہ ہوا اور کچہ نہ ہوا - دیکہو تہذیب ماہ رجب ۱۲۹۶ھ صفحہ ۵ -

۳ یہہ تہذیب جمادی الاولےٰ ۱۲۹۶ھ وغیرہ مین ہے -

علوم مین ماہر ہونے سے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونے سے خارج نہین ہو سکتا ایک بنگالی یا انگریز یا ہندی نے علم ہندسہ کو اقلیدس سے بڑہکر جان لیا تو کیا وہ اس سے قرآن کے احکام و اسرار سے واقف ہو سکتا ہے۔ یا اگر کسی میڈیکل کالج کے لڑکے نے علم تشریح بو علی سینا سے زیادہ سیکھ لیا تو وہ اس ذریعہ سے تشریح اسرار اسلام کو بہ صحیح سکتا ہے۔؟ اور اگر اس کہنے سے یہہ غرض ہے کہ یہہ مشکل اور دقیق علوم ہین ان کے جاننے سے انسان کا فہم و ملکہ و ادراک بڑہ سکتا ہے جس سے فہم احکام و اسرار اسلام باسانی ممکن ہے تو یہہ بھی غلط فہمی ہے اولاً تو علوم ریاضی مشکل و دقیق علوم نہین ہین بلکہ ایسی آسان و سہل ہین کہ چھوٹے چھوٹے لونڈون کے سمجھنے کے لائق ہین۔ یہی وجہ ہے کہ اس علوم کے موجد و بانی فلاسفہ چھوٹے لڑکون کو پہلے یہی علوم پڑہاتے جب انکے فہم و اذہان ان آسان علوم کے سمجھنے سے ہرا خوگر ہو جاتے تو پہر انکو وہ دقیق علوم فلسفہ و منطق شروع کراتے۔ یہی وجہ تسمیہ ان علوم کی ریاضی سے ہے کہ ان علوم کے پڑہنے سے بچون کے لئے ریاضت حاصل ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ مین بہی انگریزی سکولون کے لونڈون کو شروع تعلیم مین ریاضی پڑہائی جاتی اور اونکی سمجھہ مین بخوبی آجاتی ہے۔ اگر یہہ علوم مشکل و دقیق ہوتی تو چھوٹے چھوٹے بچے زمانہ سلف فلاسفہ و زمانہ حال کے اسکو سمجھہ نہ سکتے۔

ثانیاً فرض کیا کہ یہہ علوم منطق و فلسفہ کیطرح مشکل و دقیق علم ہین اور ان کو جاننے سے فہم و ملکہ و ادراک بڑہ جاتا ہے مگر پہر بہی جب تک علوم دین سے آگاہی نہو صرف ملکہ کس کام آتا ہے دیکہو منطق و فلسفہ بالاتفاق دقایق علوم سے ہین مگر صرف منطق و فلسفہ مین مہجر پیدا کرنے سے اسرار احکام اسلام پر کوئی مطلع نہین ہوا ہے۔ بڑے بڑے منطقیون اور فلسفیون نے ان علوم کے بہروسہ علوم دین مین دخل دیا مگر بجز حیرت و حسرت کچہہ حاصل نہ کیا۔ اور اخیر عمر مین انہون نے کرانچی اور ریڑہے بڑہاپے پر افسوس ظاہر کیا چنانچہ کلمات ان حضرات کے اشاعۃ السنہ نمبر ۱ و ۲ جلد اول مین بتفصیل نقل ہو چکے ہین۔

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ریاضی یا طبعی اور علوم فلسفی مین خواہ کوئی کیسا ہی ماہر و کامل
ہو وہ جب تک علوم دین مین کامل مداخلت پیدا نکرے اسرار احکام اسلام کو پہنچ نہین
سکتا اور اہل علوم کی نسبت وہ عامی بچے سے باہر نہین ہوتا -

اور جس حال مین علوم دین مین لوگون کا تنزل آپکو بھی اس قدر ہے کہ عربی لٹریچر کو تنزل ہے اور
نیز مشاہدہ ظاہر حال سے ماننا پڑتا ہے تو اس سے اکثر لوگون کا باوجود ریاضی و طبعی
دانی کے علوم دین کی نسبت جاہل و عامی ہونا بھی واجب التسلیم ہے - اور امام غزالی کا اون
لوگون کو عوام ٹھہرا کر اونکو دخل در معقولات دین سے روکنا نہایت صحیح ہے اگے ہٹ دھرمی
کا کچھہ علاج نہین ہے -

بالجملہ امام صاحب کے قانون تاویل پر جو آنریبل صاحب نے اعتراض کئے ہین وہ سب کے
سب مغالطات و فاسد خیالات ہین اور امام صاحب کا قانون تاویل ایسا قانون ہے جس پر جملہ
اہل محاورہ کو اتفاق ہے اور بغیر اسکے کسی کلام کا (خالق کا ہو خواہ مخلوق کا) ضبط و اعتبار نہین رہتا
اور تاویل بلا قانون کے ذریعہ سے دن سے رات اور رات سے دن اور پانی سے بول اور بول سے
پانی - اور بکری سے خنزیر اور خنزیر سے بکرے کا مراد لینا ممکن ہے جس سے سلسلہ دین و دنیا
کا درہم برہم ہوجانا متصور ہے -

اور جو آپنے ثنا **مقام تسلیم** فرمایا ہے اسکا جواب یہہ ہے کہ امام صاحب نے اہل اسلام کو باہمی
تکفیر سے منع کیا ہے تو اس سے آپکو کیا؟ جسپر آپ خوش ہو بیٹھے ہین اور اسکی تعریف کرنے لگے
امام غزالی کے اصول پر تو نہ آپ اہل اسلام مین نہ آپکے خلافیات اہل اسلام مین سے اس قول
کو تو آپسے کچھہ بھی لگاؤ نہین ہے - پھر آپکا یہہ کہنا کہ یہہ قول امام صاحب کا نہایت حق و درست ہے
آپ کے منہ سے کب زیبا ہے -

اسکے بعد امام صاحب نے فرمایا ہے بعض لوگ ایسے ہین جو بلا دلیل قطعی صرف ظن
تاویل کیطرف دوڑ لگتے ہین (انکی نسبت قاعدہ تو یہی چاہتا ہے کہ انکی تکفیر واجب ہو)

ومن الناس من یبادر الی التاویل بغلبات الظنون من غیر برہان قاطع ولا ینبغی ان یبادر ایضا الی التکفیر فی کل مقام بل ینظر فیہ فان کان فی ما لا یتعلق باصول العقائد ومہماتہا فلا تکفیر وذلک کقول بعض الصوفیۃ ان المراد برؤیۃ الخلیل ع الکوکب والشمس والقمر ہذہ لیس ہو ظاہرہا بل جواہر نورانیۃ ملکیۃ نورانیتہا عقلیۃ لا حسیۃ۔

مگر انکی تکفیر ہر جگہہ واجب نہیں ہے بلکہ انکے محل تاویل کو دیکھنا ضروری ہے اگر وہ محل جسمین وہ تاویل کرتے ہین اصول عقاید مقصودہ سے نہو تو اس تاویل بلا دلیل کے سبب انکی تکفیر نہ کیجاوے اسکی مثال بعض صوفیین کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم نے جو چاند سورج کو کہا تہا کہ یہہ میرا رب ہے اس سے مراد ظاہر چاند سورج نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت کی نورانی چیزین جنکی نورانیت عقلی ہے نہ حسی

پہر امام صاحب نے ان صوفیہ کی واہی وجہ تاویل کو نقل کیا پہر اسکو بوجہ معقول رد کر دیا ہے انکی وجہ تاویل اور اسکے رد کو غیر ضروری سمجہکر نقل نہیں کیا۔ پہر امام صاحب نے فرمایا اگر وہ محل جسمین کوئی بلا دلیل تاویل کرتا ہے اصول عقاید مقصودہ سے ہے اور وہ پہر اسکے ظاہری معنے کو بلا دلیل بدلتا ہے

فاما ما یتعلق من ہذا الجنس باصول العقائد المہمۃ فیجب تکفیر من یغیر الظاہر بغیر برہان قاطع کالذی ینکر حشر الاجساد وینکر العقوبات الحسیۃ فی الاخرۃ بظنون واوہام واستبعادات من غیر برہان قاطع فیجب تکفیرہ قطعاً اذ لا برہان علی استحالۃ رد الارواح الی الاجساد وذکر ذلک عظیم الضرر فی الدین فیجب تکفیر من یتعلق بہ وہو مذہب اکثر الفلاسفۃ وکذلک یکفر من قال ان اللہ تعالی لا یعلم الا نفسہ ولا یعلم الا الکلیات

تو ایسے شخص کی تکفیر واجب ہے جیسے منکرین حسی عقوبات اخروی (دوزخ کے سانپ وبچہو) کہ وہ محض اپنے ظنون اور وہموں سے بلا دلیل قطعی اس حشر و عذاب کو محال و بعید سمجہتے ہین انکی تکفیر یقیناً واجب ہے اسلئے کہ ارواح کے جسم کیطرف پہر آنے کے محال ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور اس بات کا ذکر کر کہ وہان صرف حشر ارواح ہے نہ حشر اجسام اور لذات بہشت و عذاب دوزخ کا وجود ذاتی وخارجی نہیں ہے)

فاما الامور الجزوية المتعلقة بالاشخاص فلا يعلمها

دین مین نقصان ڈالتا ہے۔ پس جو کوئی یہہ بات زبان پر لاوے اسکی **تکفیر** واجب ہے اسیطرح اس شخص کی تکفیر واجب ہے جو کہتا ہے کہ خدا تعالے بجز اپنی ذات کے اور کچھ نہین جانتا۔ و بجز کلیات اون جزئیات کو جو اشخاص کے متعلق ہین نہین جانتا اس شخص کی تکفیر اسلیئے واجب ہے کہ اس قول مین رسول کی یقینا تکذیب پائی جاتی

لان ذلك تكذيب للرسول قطعا وليس من قبيل الدرجات التي ذكرناها في التاويل اذ ادلة القرآن والاخبار على تفهيم[+] حشر الاجساد وتفهيم علمه بتفصيل كل ما يجري على الاشخاص مما تجاوز حدا لا يقبل التاويل وهم معترفون ان هذا ليس من التاويل ولكن قالوا لما كان صلاح الخلق في ان يعتقدوا حشر الاجساد لقصور فهمهم عن درك المعاد العقلي وكان صلاحهم في ان يعتقدوا ان الله تعالى عالم بما يجري عليهم ورقيب عليهم ليورث ذلك رغبة ورهبة جاز للرسول ان يفهمهم ذلك وليس بكاذب من اصلح

ہے۔ اور یہہ اون درجات تاویل مین داخل نہین ہے جنکا بیان اوپر ذکر کیا ہے۔ اسلئے کہ دلائل قرآن حدیث جسمین حشر اجسام کا اٹھایا جانا۔ اور خدا تعالی کا ہر شخص کو تفصیل جاننا سمجھایا گیا ہے اس حد سے متجاوز ہین جسمین تاویل کی گنجایش ہو۔ اور وہ لوگ خود اقراری ہین کہ ہمارا یہہ کہنا تاویل نہین ہے۔ بلکہ قول رسول کو دروغ مصلحت آمیز کا مصداق بناتا ہے) اور کہتے ہین کہ حشر اجساد کے اعتقاد کرنے مین لوگون کی بہتری تہی کیونکہ حشر کلی در روحانی کے سمجھنے کے انکو عقل نہی اسلئے اس حشر روحانی کو حشر جسمانی بنا کر سمجھایا

+ لفظ تفہیم کو اپنے تکمیم بنایا ہے اور اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے اسمین وہی کلام کیا جسکا ذکر حاشیہ ۲۰۶ مین گذرا۔

غيره فقال ما فيه صلاحه وان لم يكن كما قاله وهذا القول باطل قطعاً لانه تصريح بالكذب† ثم طلب عذر في انه لم كذب ويجب اجلال منصب النبوة من هذه الرذيلة ففي الصدق واصلاح الخلق به مندوحة عن الكذب وهذا اول درجات الزندقة وهي رتبة بين الاعتزال والزندقة المطلقة فان المعتزلة يقرب منهاجهم من مناهج الفلاسفة الا في هذا الامر الواحد وهو ان المعتزلي لا يجوز الكذب على الرسول بمثل هذا العذر بل يؤول الظاهر مهما ظهر له البرهان بخلافه- والفلسفي لا يقتصر مجاوزة للظواهر على ما يتسع للتأويل على قرب او على بعد واما الزندقة المطلقة فهي ان ينكر اصل المعاد عقلياً وحسياً وينكر الصانع للعالم اصلاً اما اثبات المعاد بنوع عقلي مع نفي الآلام واللذات الحسية واثبات الصانع مع نفي علمه بتفاصيل الامور فهي زندقة مقيدة بنوع من اعتراف بالصدق-

اسیطرح اس اعتقاد مین (کہ جو کچھہ ہورہا ہے خدا تعالی اسکو جانتا ہی اور خدا تعالی ہر وقت انپر نگاہ رکھتا ہے) انکی بہتری ہے اسلئے انکو یہہ سمجہا نا کہ جو کچھہ ہم کرتے ہیں خدا اجانتا ہے رسول کے لئے کہنا جائز ہو گیا اور جن باتوں کے بیان مین لوگون کا فایدہ ہو انکے بیان کرنے والا جہوٹا بہی نہین ہے اگرچہ واقعہ مین ان باتون کا وجود نہو- اور یہہ کہنا انکا یقیناً باطل ہے کیونکہ یہہ کہنا کہلا جہوٹا بنانا ہی پہر اس جہوٹ کا سبب بتانا کہ یہہ جہوٹ نبی نے کس لئے بولا ہے- اس کمینہ پن سے منصب نبوت کا برتر سمجہنا واجب ہے- اور سچ کہنے اور اسی سچ سے لوگون کی اصلاح کرنے میں جہوٹ سے استغنا اور گنجائش ہے ایسی تاویل کرنا زندیق (یعنی مرتد) ہونیکا پہلا مرتبہ ہے اور یہہ رتبہ معتزلین اور مطلق زندیقین کی بیچا بیچ مین ہے- اس لئے کہ معتزلہ کا طریق طریق فلاسفہ کے قریب

† از مترجم- صاحب نے لفظ اجلال کو جو جیم سے ہے اخلال خاے معجمہ سے سمجہا ہے اور ترجمہ خلل کیا ہے مگر ساتہ اسکے لفظ یجب اور نقرہ بعد کی طرف نظر یا سیہری سولویت جون بڑی بڑی اغلاط حاصل ہوجاتی ہے یہی زہر دکہاتی ہے--

ہے بجز ایک اس بات کے کہ معتزلے آنحضرت کو ایسے عذر کے سبب جھوٹا کہنا جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ ظاہر قول رسول کے (جب انکو بدلیل اسکا خلاف ثابت ہو) تاویل کر دیتے ہین اور فلسفی ظاہر قول رسول کے ترک کرنے کو کسی تاویل قریب یا بعید پر منحصر نہین رکھتا بلکہ جہان تاویل نہو سکے وہان رسول کا جھوٹ بولنا تجویز کر دیتا ہے۔ اور مطلق زندیق پن یہہ ہے کہ سرے سے معاد کو عقلی ہو خواہ روحانی نمانین اور وجود خدا سے بہی انکاری ہو جاوین۔ مگر معاد عقلی کو ماننا ولذات و آلام حسی کو نماننا اور وجود خدا کو ماننا اور اسکے علم تفصیلی متعلق جزئیات کے نفی کرنا یہہ بقید زندیق پن ہے جسمین ایک نوع اقرار پایا جاتا ہے۔

اس قول پر آنرایبل صاحب بہادر نے چار اعتراض کیے ہین اول جو آپ ہی کے الفاظ سے منقول ہوتا ہے یہہ ہے یہی مقام ہے جہان امام صاحب اپنی تقلیدی و ترجیحی بندش کو توڑ نہین سکے اور اپنی کلام کر اختلاف کو بہی خیال مین نرکہہ سکے۔ اونہون نے فرمایا ہے کہ جو شخص مہمات عقائد مین بغیر برہان قاطع تاویل کرے اسکی تکفیر واجب اور اسکی مثال حشر اجساد اور عقوبات کر ظاہری معنون کی تاویل کی دی ہے۔ برہان قاطع لکہہ کر اونہون نے اس مقام پر یہی شرط لگائی ہے۔ اور خود لکہا ہے کہ برہان کو برہان قرار دینے مین بہت سے اسباب سے اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور برہان کی غلطی کے سبب تکفیر نہین چاہیے پس اب یہہ سوال ہے کہ گو امام صاحب کے نزدیک اعادہ ارواح اجسام مین محال نہو مگر جس شخص کے نزدیک اسکا محال ہونا برہان سے ثابت ہوا ہو اور گو کہ برہان مین اس سے غلطی ہو اسکی تکفیر کیون واجب ہے۔

اعتراض دوم کا خلاصہ یہہ ہے کہ امام صاحب نے حشر اجسام پر بحث کرنے مین دین کا ضرر بتایا ہے اور در حقیقت حشر اجسام پر بحث نکرنے مین دین کا ضرر ہے بلکہ جن لوگون کے دلون مین حشر اجسام و آلام ولذائذ معاد کی نسبت شبہات پیدا ہو گئے ہین اور وہ اعادہ روح کو اجسام مین محال جانتے ہین انکے لئے ان امور پر مباحثہ کرنے اور انکی حقیقت کو بیان کرنے مین دین کا فائدہ ہے بالفعل ایک کافر مسلمان ہونا چاہتا ہے بشرطیکہ اسکو سمجہا دو کہ اسلام مین جو حشر اجسام وغیرہ

وآلام بہشت و دوزخ وارد ہین یہہ کیونکر ہو سکتی ہین یا ایک مسلمان اسلام کو ترک کرتا ہے
اسلیئے کہ اسلام مین حشر اجسام وحسی نعیم وآلام وارد ہین - اور انکا وجود محال ہے
ایسے لوگون کو امام صاحب تو یہہ فرماتے ہین کہ چپ رہو یہہ بحث مت کرو ہمین دین کا
ضرر ہے - اور سید احمد کہتا ہے کہ اس امر مین بلکہ دین کے کسی مسئلہ مین بحث کرنے مین
کچہہ اندیشہ نہین ہے - اور حشر اجسام وحسی نعیم وآلام کی حقیقت سمجہانے کو مستعد
ہوتا ہے ان دونون مین کون شخص دین کو نفع رسان ہے اور کون ضرر رسان -

اعتراض سوم کا حاصل یہہ ہے کہ جن آیات واحادیث سے خدا کا جزئیات پر شامل
کو جانتا ثابت ہوتا ہے اگر ان آیات سے یہہ امر منکر کے نزدیک ثابت نہین ہے تو وہ
مکذب آیات کیونکر ہو سکتا ہے +

اعتراض چہارم کا محصل یہہ ہے کہ جو شخص کہتا ہے کہ رسول نے مصلحۃً ترغیباً وترہیباً
معاد عقلی کو معاد جسمانی کے پیرایہ مین بتایا ہے - اور علم کلی خدا تعالی کو علم تفصیلی کے
پیرایہ مین ظاہر فرمایا ہے - اور یہہ کہنا جہوٹ بہی نہین ہے اسلیئے کہ جس بات مین لوگون
کی بہتری ہو اسکا بیان کرنا اگرچہ خلاف واقعہ ہو جہوٹ نہین ہوتا وہ شخص پیغمبر کو ظالم کہلا
تو جہوٹا نہین بناتا پہر اسکو صاف صاف رسول کی تکذیب کرنے والا کیون ٹہرایا گیا -

اب اعتراض اول اور اعتراض سوم کی **تائید یا تفریع** مین آپنے فرمایا ہے اصل یہہ ہے
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے ذات باری کو جامع جمیع صفات وبری جمیع
نقصانات سے یقین کیا ہے اور جس شخص نے محمد رسول اللہ پر یقین کیا اسنے نبی صادق
کو تسلیم کیا اور ناچار یہہ کو حق مانا ہے پس اسکے کسی قول سے اپنے قیاس کے مطابق ایک امر کا
استنباط کرنا اور کہنا کہ اس سے تکذیب رسول لازم آتی ہے تفسیر القول بما لا یرضے بہ
قائلہ ہے اور اس تفسیر سے جسکو خود قائل قبول نہین کرتا اسکی تکفیر بہت بڑی غلطی اور
نادانی ہے - ممکن ہے کہ اسکی تمام تاویلون کو اور تمام دلیلون اور براہین کو فن وہم سفسطہ

کہا جاوے مگر اسکو کافر نہین کہا جا سکتا ایس کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے لا نکفر احداً من اہل القبلة صحیح اور ٹھیک مذہب ہے ۔

راقم کہتا ہے جواب اعتراض اول یہہ ہے کہ قول سابق مین جو امام صاحب نے برہان کی قائم کرکے اور اسکو قطعی قرار دینے مین اختلاف اور غلطی کا ممکن ہونا تجویز کیا ہے اور اسکے سبب تکفیر سے منع کیا ہے تو وہ ایسے محل (ظاہر آیة یا حدیث) کی نسبت ہے جو اپنے ظاہری معنی پر قطعی الدلالة نہین ہے اور اسمین تاویل کی گنجائش ہے اور جو اس قول مین منکرین حشر اجسام پر فتوی کفر لگایا ہے تو یہہ ایسے محل (نص قطعی) مین تاویل کرنے والے کی نسبت ہے جو قابل تاویل نہین اور وہ اپنے معنے منصوص پر قطعی الدلالة ہے ۔ یہہ بات آپ نے اس کلام مین (جس پر معترض نے اعتراض کیا ہے) کہو لکر فرما دی ہے اور آپکے قول آئندہ مین بہی اسکی تصریح موجود ہے پر جناب معترض نے اسکی طرف توجہ نہین کی ۔ پس امام صاحب کا قول سابق اس قول کے مخالف نہوا اور معترض کا اعتراض تخالف و تناقض مندفع ہوا ۔

رہا آپکا یہہ **اعتراض** ۔ کہ تمہارے نزدیک اس محل کا قابل تاویل ہونا اور اسکے ظاہر معنی کا بدلیل قطعی محال ہونا مسلّم نہ سہی خصم (منکر و مؤل) کے نزدیک تو مسلم ہے پہر اسکی تکفیر کیونکر واجب ہے ۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اگر تکفیر کے باب مین زعم (عندیہ مخالف کا جسکی تکفیر کیجاوے) لحاظ ضروری ہو تو دنیا مین کسی کافر کو (جب تک وہ اپنے نزدیک کافر نہو اور خود کافر نہ کہلاوے) کافر کہنا صحیح نہو ۔ حالانکہ باتفاق کل بہت ایسے لوگون کو کافر کہا گیا ہے جنہون نے اپنے تئین کافر نہین سمجہا ۔

لابد اس امر کا فیصلہ کہ منکر یا مؤل اپنے انکار و تاویل مین قطعیات کا انکاری ہے اور اسکے انکار و تاویل کے ان قطعیات مین گنجائش نہین ہے اسلئے وہ کافر ہے ہر شخص اپنے ہی تحقیق وعقیدے سے کرتا ہے جس حکم یا آیت کو وہ اپنے نزدیک قطعی اور واجب التسلیم جانتا ہے اور اسمین تاویل و انکار کی گنجائش نہین دیکہتا اسکے منکر و مؤل کو کافر کہدیتا ہے اسمین زعم

---

† دیکہو نمبر سابق صفحہ ۲۲۲ ‡ یہہ جو نمبر آیندہ مین آویگا

و مندیہ حضم کی موافقت و اجازت کا منتظر نہیں رہتا۔
وو ہر کیون جائین آپ ہی کے فتوی تکفیر کو کیون نہ دیکھیں۔ جن لوگون **آپنے** زبانی زبانی **کافر** کہا ہے (اگو دل مین آپکے کسیکے کافر ہونیکا اعتقاد نہیں ہے چنانچہ مضمون تہذیب ماہ ذیقعدہ ۹۶ ہ اسپر شاہد ہے) ان لوگون کی تکفیر مین آپنے اونکے زعم و عندیہ کا لحاظ نہین فرمایا۔ کیا جنکو کافر مطلق کہا ہے[†] وہ سب اپنے نزدیک کافر ہین ؟ اور اپنے اعتقاد یا عمل کو کفر سمجھکر اسکے مرتکب ہین ؟ اور جنکو مشرک بتایا ہے[‡] وہ سب اپنے خیال مین مشرک ہین ؟ اور اپنے فعل یا اعتقاد کو شرک حقیقی سمجھتے ہین ؟ اور اسمین خدا تعالی کی ناراضگی کا یقین رکھتے ہین ؟ –
کفار و مشرکین مکہ کا حال تو قرآن و حدیث سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھہ کفر یا شرک

---

† دیکھو تہذیب ماہ محرم ۹۷ ص ۱۱ جسکی عبارت اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد ۳ مین بصفحہ ۱۴۸ گذری ہے۔

‡ دیکھو تہذیب ماہ صفر ۹۷ ص ۱۳۷ جسمین آپ فرماتی ہین کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ ہر قوم مین کوئی نکوئی رفارمر یا پیغمبر گذرا ہے جسکی تعلیم کی بنیاد وحدانیت باری پر قائم ہوئی ہے گو کہ بعد کو لوگون نے اس وحدانیت کو چھوڑ کر ماسوی کی پرستش اختیار کی ہے اور کسی دوسری شے مین الوہیت کا یقین کیا ہو جو شرک حقیقی کے لوازم ذاتی مین سے ہے تو ایسے فرقون مین خدا کی رحمت بن باوجود دیکہ اسکی بے انتہا وسیع آنہی لوگون مین وہ لوگ بھی داخل ہین جنکی قوت مدرکہ بچپن سے اور ابتدا عمر سے ایسی تعلیم و تربیت کی وجہ سے کہ جو معاشرت کی بندشون مین بندگئی ہو ایمان باللہ اور اسکی توحید فی الذات و فی الصفات و فی العبادۃ کی منافی ہین۔ اور اسکے سبب سے انکے دل مین ایسا معلوم ہو کہ بناوٹ اکی یا اسکو یاد دلانے والی کی بات نہین سمائی اور سمجہ پانی نہین جاتی یا لاعلمی و ناسمجھی کے سبب اسکو سمجھنے کی اور جو سمجھتے ہین اسکے بوجھنے کی اور جو کرتے ہین اسکو کچھ باز کی معذرت کیجاتی ہے – × × × × × اس فرقے کے بھی مین خدا کی رحمت باوجود دیکہ بے انتہا وسیع ہونیکی جگہہ نہین دی سکتا ‘‘

یا فسق وہ لوگ کرتے اسکو کفر و شرک و فسق نہ سمجھتے بلکہ سراسر عبادت و اطاعت و قربت خدا خیال کرتے اور اس سے روکنے والون (آنحضرؐ اور اونکے اصحاب) کو خارج از دین و مخالف

والذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء	جنہون نے خدا کے سوے اور کارساز بنائی ہین وہ یہ
ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ۔	کہتے ہین کہ ہم تو انکو اسواسطے پوجتے ہین کہ یہ ہمکو خدا
ان اللہ یحکم بینہم فی ما ہم فیہ یختلفون ان اللہ لا	سے نزدیک کر دین اللہ تعالیٰ انمین فیصلہ کریگا جسمین مختلف
یہدی من ہو کاذب کفار ۔ زمر ع ا ۔	کر رہے ہین اللہ تعالیٰ جہوٹے ناشکرے کو راہ نہین دکہاتا ۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنکو وہ پوجتے ہین اور پکارتے انکو اصلی معبود نہ سمجہتے بلکہ اصلی معبود خدا تعالیٰ کو سمجہتے اور انکو محض وسیلہ خیال کرتے اور اس تجویز سے وہ بزعم خود حقیقی شرک نہ کرتے ۔ پہ خدا تعالیٰ نے برخلاف انکے خیال کے انکے فعل کو شرک ٹہرایا اور انکو کفار ٹہرا کے کافر بنایا ۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرہم ولا	اور خدا کے سوے انکو پوجتے جو نہ انکو نقصان پہنچاتے
ینفعہم ویقولون ہولاء شفعاؤنا عند اللہ قل	نہ نفع پہنچاتے ہین ۔ اور کہتے ہین کہ یہ لوگ ہمارے اللہ
اتنبؤن اللہ بما لا یعلم فی السموات	کے پاس سفارشی ہین تو کہدے تم خدا کو بتاتے ہو جو خدا
ولا فی الارض سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون	آسمانون اور زمینوں مین نہین جانتا ۔ وہ
یونس ع ۲ ۔	پاک ہے اس سے جسکو اسکا شریک بتاتے ہین

یہہ آیت بہی صاف ناطق ہے کہ جنکو وہ پوجتے تہے اسکو خدا یا خدا کی مثل نہ سمجہتے بلکہ خدا کی جناب مین سفارشی بنا کے تسپر بہی خدا نے انکو مشرک کہا اور انکے خیال و اعتقاد کا لحاظ نہ فرمایا ۔

واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہا	اور جب وہ کوئی بے حیائی (بت پرستی یا طواف
آباءنا واللہ امرنا بہا قل ان اللہ لا یامر	بحالت برہنگی) کرتے ہین تو کہتے ہین کہ ہمنے
بالفحشاء اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون	بزرگون کو ایسا پایا اور یہی خدا نے حکم دیا ہے تو کہدے

خدا تعالےٰ نے بے حیائی کا حکم نہیں دیا کیا تم خدا پر افترا کرتے ہو جسکا علم نہین رکہتے ۔

اطاعت رب العالمین خیال کرتے - باینہمہ خدا تعالٰے انکو کافر و مشرک ٹھہرایا اور
اور انکے زعم و خیال کا لحاظ نفرمایا اور آپنے بھی ایسے لوگون کا کافر و مشرک مخلد فی النار

وقال الذین اشرکوا لوشاء اللہ ما عبدنا
من دونہ من شیء نحن ولا آباؤنا ولا حرمنا
من دونہ من شیء کذلک فعل الذین من قبلہم نحل
قل ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون
الا الظن وان انتم الا تخرصون انعام ۱۴۸
ما لہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون زخرف ۲۰

مشرکون نے کہا خدا کی مرضی نہوتی تو ہم
اسکے سوائے کسیکو نہ پوجتے اور نہ کچھ حرام
کرتے انکو کہدو تمہارے پاس اسکی کچھ سند ہے؟
کہ تم اسکو پیش کرو - تم تو نرے ظن و خیال ہی
کے پیرو ہو اور تم انکلین ہی دوڑاتے ہو
تم کو اس امر کا علم نہین یہ آئتین بھی صاف بولو
ناطق ہین کہ جو کچھ وہ شرک وغیرہ کرتے تھے وہ بزعم خود حکم و رضاء الہی کی تابع تھے تسپر خدا نے
مشرک کہا اور انکے عندیہ و خیال کا کچھ لحاظ نفرمایا -

اور سورہ یونس ع ۴ - بنی اسرائیل ع ۷ - نحل ع ۵ - عنکبوت ع ۶ - لقمان ع ۳ - زخرف ع ۱ و ۷ زمر ع ۴ - وغیرہ مقامات مین مشرکین مکے صاف صاف اعتراف منقول ہین کہ عالم مین جو کچھ پیدائش وتدبیرین جلانا مارنا رزق دینا مینہ برسانا چاند سورج کو چلانا رات دن کا نکالنا ڈوبتے ہاؤن کو بچانا سبھی خدا کی قدرت مین ہے جس سے صرف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصل معبود خدا ہے کو جانتے اسکے سوائے جسکو مانتے تو بزعم خود وہ خدا نہ مانتے اور اسکی عبادت کو عبادت خدا کیطرح اصل حقیقی عبادت نہ جانتے بلکہ عبادت وقرب خدا کا وسیلہ خیال کرتے باینہمہ خدا و رسول نے انکو مشرک قرار دیا - اور انکے خیال و فاسد اعتقاد کا کچھ لحاظ نکیا - اور صحیح مسلم مین حضرت ابن عباس سے حدیث ہے کہ مشرک

عن ابن عباس قال کان المشرکون یقولون
لبیک لا شریک لک فیقول رسول اللہ ویلکم قد قد فیقولون الا شریکا
ہو لک تملکہ وما ملک یقولون ہذا وہم یطوفون بالبیت

مکہ طواف کرتے تو اسمین یہ کلمات کہتے اے خدا ہم
تیری عبادت کو حاضر ہین تیرا کوئی شریک نہیں
ہے پر ایک شریک ہے سو بھی تیرا ہی ہے تو اسکا مالک

ہونا تسلیم کر لیا ہے۔ پس اگر ایسا ہی امام غزالی نے منکرین حشر اجسام و اخروی نعیم و آلام
اپنی تحقیق سے بلا لحاظ زعم و عندیہ اون منکرین کو کہا تو کیا برا۔
کفر یا شرک وغیرہ مذہبی جرائم کی تجویز پر کیا حصر ہے عقلی اور دنیاوی جرائم کو کسی شخص
مین ثابت کرنے وقت بھی ایسے ہی قانون پر فیصلہ ہوتا ہے کہ جہان کسی شخص مین کوئی امر خلاف

ہے وہ خود مالک نہین ہے یا جسکا وہ مالک ہے وہ بھی تیرے ملک ہے انکو یہہ کلمات بھی صاف تعبیر
دلاتی ہین کہ وہ کسی معبود کو خدا کی برابر نہ سمجھتے تھے اور بزعم خود شرک حقیقی کے مرتکب نہ تھے۔ تسپر آنحضرت نے انکو
نچھوڑا اور اس لفظ سے جسمین انہون نے ایک معبود پر لفظ شریک کا اطلاق کیا تھا منع کیا اور انکے
خیال کا کچھ لحاظ نفرمایا۔ بالجملہ ان آیات و احادیث سے کھلا ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین عرب بزعم خود خیال مین
مشرک نہ تھے پہر خدا اور رسول نے انکو مشرک کہا اور انکے عندیہ کا اعتبار نفرمایا اور اس مضمون کی
آیات و احادیث بہت ہین کہ از انجملہ بعض آیات بجواب سابق بصفحہ (۱۸۱) ہی نقل ہو چکے ہین۔
یہان شاید کوئی نیچری یا کرانی اور ملحد خدا و رسول پر یہہ اعتراض کرے کہ جبکہ یقیناً مشرکین کا خدا اور دیگر
معبودون کی نسبت یہہ اعتقاد تھا جو قرآن و حدیث سے بیان ہوا تو پہر خدا اور رسول نے انکی عبادت
غیر اللہ کو شرک حقیقی کیون ٹھہرایا۔ یہہ غلطی کو سراسر ناانصافی ہے **اسکا جواب** یہہ ہے کہ جن
صورتون اور مٹیون اور قالبون کو (جیسے سر جھکانا۔ گڑگڑانا وامثال ذلک) خدا نے عبادت حقیقی
ٹھہرا کر اپنے لئے مخصوص کیا تہا اور اپنے سوا اوروں کے لئے انکو بجا لانیکو کسی نیت و خیال سے ہو شرک حقیقی
شرک ٹھہرا دیا انہین اونہون نے غیر کو شامل کر لیا اور اس فعل سے اپنی اس دعائی اعتقاد کو جہوٹا کر دیا
اسلئے خدا نے انکو مشرک ٹھہرایا اور اونکے اعتقاد کو کان لم یکن سمجھکر اسکا اعتبار نکیا اور
ثبوت اس امر کا کہ جب عمل اعتقاد کا مکذب و مخالف ہوتا ہے تو وہ لائق اعتبار نہین
رہتا عنقریب بصفحہ (۲۴۴) آتا ہے جہان مخاطب کی اس کلام کا جواب ہے جو اعتراض سوم
و چہارم کی تائید یا تفریع مین اسنے کہا ہے۔

عقل یا خلاف اصول معاشرت کوئی تجویز کرتا ہے تو اسمین اپنے ہی تحقیق کے بہروسے
اس شخص پر وہ جرم جما دیتا ہے اسمین مجرم کی عندیہ کا لحاظ نہین کرتا۔
حضور پرنور ہی کو دیکہو جب عہدہ مجسٹریٹی پر مامور تہے تو جس شخص کا اپنی تحقیق سے چور
ہونا ثابت کرتے اسکو جیلخانہ نہین بہیجدیتے اسمین مجرم کی زعم و عندیہ کی رعایت نکرتے
اور جسکو قتل عمدی کا مرتکب قرار دیتے اسکو بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ اپنے زعم مین قاتل
ہے یا نہین پہانسی کے لئے حاکم بالادست کے پاس بہیجدیتے اور اب بہی جس منصب پر ہین اسمین
بہی یہی کارروائی کر رہے ہین۔ جسکو اپنی تحقیق وخیال سے غیر مہذب یا غیر محقق یا بے عقل
یا خطا پر سمجہتے ہین اسپر اپنے خیال کے موافق ہی احکام لگاتے ہین اسمین زعم
مخالف کا لحاظ نہین فرماتے

بالجملہ تکفیر یا تخطیہ یا تفضیل مین زعم مخالف کا لحاظ کرنا ایسا امر ہے جسپر نہ خدا کا عمل ہے
نہ کسی رسول کا نہ کسی مذہب و ملت کے علماء کا نہ کافہ انام و عامہ عقلاء کا حتے کہ خود جناب
آنرایبل صاحب کو بہی اسکی پابندی نہین ہے۔ پہر امام غزالی پر اسکے خلاف کا الزام لگانا
خدا و رسول وکافہ خلائق پر الزام لگانا ہے اور اپنے آپ کو خود ہی جہٹلانا ہے اور یہہ بہادری
بجز آنرایبل صاحب کس سے ہو سکتی ہے۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

جواب اعتراض اول پورا ہوا اور یہہ اس انداز سے لکہا گیا ہے کہ جواب اعتراض سوم وچہارم
بہی اسمین ادا ہوا جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ گو منکر کے نزدیک علم باری متعلق جزئیات آیات
واحادیث سے ثابت نہو۔ اور گو بنا، علیہ وہ اپنے زعم مین منکر و مکذب آیات نہو مگر نفس الامر
مین اور خدا و رسول و مسلمانون کے نزدیک تو وہ علم آیات واحادیث سے اس وضاحت
سے ثابت ہے کہ ان مین تاویل کی گنجایش نہین ہے اسلئے وہ نفس الامر مین اور خدا و رسول
و مسلمانون کے نزدیک ان آیات واحادیث کا مکذب ہے۔ اور اسباب مین اسکے زعم

وخیال کا کچھ لحاظ و اعتبار نہیں ہے - بحکم ان آیات کے جنکا بیان ابھی گذر آیا ہے - ایسا ہی جو شخص رسول کی نسبت کہتا ہے کہ واقعہ میں حشر اجسام محال ہے اور اسکا ہونا ناممکن ہے ایسا ہی خدا کا جزئیات کو جاننا ناممکن و غیر واقعی ہے مگر رسول نے ان باتوں کو مصلحۃً بیان کردیا ہے یہ شخص نفس الامر اور واقع میں رسول کو جھوٹ بولنے والا قرار دیتا ہے گو اپنے زعم میں اس جھوٹ کو جھوٹ نہیں سمجھتا یا سمجھتا ہے پر اسکا نام نہیں لیتا -

پس اگر شق اول ہے تو بحکم آیات سابقہ اسکی سمجھ کا اعتبار نہیں ہے اور وہ واقعی کذب رسول کا مجوز ہے - اور اگر شق ثانی ہے تو وہ اور بھی مکار ہے اس جھوٹ کو جھوٹ نہ کہنے میں اور اسکی شرارت دیزرعم خود حکمت عملی ہے جسکے ذریعہ سے وہ مسلمانوں کو دام میں لاتا ہے اور رفتہ نبی کی تعلیمات و اعتقادات کا اقتیاد چھوڑاتا ہے - اگر وہ نبی کی بات کو صاف جھوٹ کہے تو مسلمان لوگ اسکو کافر و منکر سمجھکر اسکی بات نہ سنیں اسلئے وہ نبی کو صاف جھوٹا نہیں کہتا بلکہ بیچ پر ایسی بات جماتا ہے جس سے احمق دبے سمجھ ایک نہ ایک دن خود ہی نبی کو جھوٹا کہنے لگیں اور اسلام کو سلام کریں -

ایسا شخص ظاہری منکر و کھلے کافر سے بڑھکر اسلام کا دشمن ہے اور اسکی عداوت عداوت شیطان کے ہمرنگ ہے جسکی نسبت خدا نے قرآن میں فرمایا ہے کہ وہ شیطان اور

انہ یراکم ہو و قبیلہ من حیث لا ترونہم سورہ ع ۲ - قال مالک بن دینار ان عدوا یراک ولا تراہ لشدید المؤنۃ الا من عصم اللہ (معالم التنزیل)	اوسکی جماعت تمکو دیکھتی ہیں جہاں تم انکو نہیں دیکھتے مالک بن دینار کا قول ہے کہ جو دشمن تجھے دیکھے اور تو اسکو نہ دیکھے وہ سخت مصیبت میں ڈالتا ہے

اور جو اعتراض سوم و چہارم کی تائید ہیں (گویا ہمارے اس تقریر کی جواب میں) آپنے فرمایا ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پر یقین کیا اسنے خدا کو سب نقصانوں سے بری جانا اور رسول کو صادق و برحق مانا پھر اسکے قول سے تکذیب رسول کہاں لازم اور بدعت آویز اسکے اسکو

کافر قرار دینا غلطی و نادانی ہے اور کلمہ گو کو کافر کہنا سخت گمراہی ہے اور اہل قبلہ کی تکفیر سے بچنا نہایت صحیح و درست مذہب ہے **اسکا جواب** یہہ ہے کہ جس شخص کے قول یا فعل سے یقیناً رسول کی تکذیب نکلتی ہے اسکا دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا کب مستلم اگر وہ دل سے اس کلمہ پر یقین رکہتا تو اپنے قول و عمل سے رسول کی تکذیب نکرتا اسکا قول و عمل جو یقیناً رسول کو جہٹلاتے ہیں صاف یقین دلاتے ہیں کہ وہ کلمہ صرف زبان سے منافقانہ طور پر کہتا ہے اسکے دل میں اسکا کچہہ اثر و یقین نہیں ہے اور اس زبانی اقرار سے اسکا مقصود دفعہ مضرت ہے یا جلب منفعت ہے اور اس زمانہ شوکت کفر میں گو کفر کے اظہار و اشاعت میں چنداں ضرر نہیں ہے مگر اسکے چہپانے میں منفعت یہہ ہے کہ اس پیرایہ میں اسلام کی تکذیب و تخریب اور ملحدانہ عقاید کی اشاعت و ترویج باسانی ممکن ہے جو کہ علم کہلا کافر ہو کر ابطال اصول اسلام کا اگر سنا دے تو اسکی لکچر میں کوئی دیندار نہ آوے مسلمان بن کر جو کچہہ چاہے لوگوں کو سنا دے اس قسم کے لوگ ہر زمانہ میں جلوہ آئی ہیں اور انپر خدا و رسول اور علماء اسلام نے یہی فتوی لگائے ہیں کہ انکی کلمہ گوئی دفع مضرت یا جلب منفعت کے لئے ہے اور حقیقت میں یہہ اس کلمہ کے منکر اور منافق اور زندیق دینے چہپے مرتد ہیں۔

کتب فقہ میں ان لوگوں کے احکام کے بیان میں مستقل ابواب مقرر و منعقد ہیں اور کتاب و سنت میں بہت جگہہ انکا ذکر موجود ہے۔ منافقین عصر نبوی کا حال سورہ بقرہ میں بیان فرمایا ہے کہ بعض ایسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم خدا پر اور پچہلے دن پر ایمان لائے۔ اور در حقیقت وہ مومن نہیں ہیں

ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمومنین۔ البقرہ - ۶ ا۔

اور سورہ نساء میں فرمایا ہے کیا تو نے نہیں دیکہا ان لوگوں کو جو اپنے خیال میں اس کتاب پر جو تجہہ پر نازل ہوئی ہے اور اسپر جو تجہہ سے پہلے نازل ہوئی ایمان لائے ہیں پہر اپنے مقدمات کا فیصلہ ایک بڑے سرکش

الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل

الیک وما انزل من قبلک یریدون ان
یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا
بہ ویرید الشیطان ان یضلہم ضلالا بعیدا
واذا قیل لہم تعالوا الی ما انزل اللہ والی
الرسول رایت المنافقین یصدون عنک
صدودا فکیف اذا اصابتہم مصیبۃ بما قدمت
ایدیہم ثم جاؤک یحلفون باللہ ان اردنا
الا احسانا وتوفیقا۔ اولئک الذین یعلم
اللہ ما فی قلوبہم فاعرض عنہم وعظہم
وقل لہم فی انفسہم قولا بلیغا۔ وما ارسلنا
من رسول الا لیطاع باذن اللہ ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر
لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما۔
فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر
بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت
ویسلموا تسلیما۔ سورہ ن س ع ۹۔

سے چاہتے ہین حالانکہ اس شخص کی تابعداری
سے وہ منکر ہونے کے مامور ہین سو اور شیطان
چاہتا ہے کہ انکو دور بہکا دے جب انکو کہا
جاتا ہے کہ اس حکم کی طرف جو خدا نے اتارا ہے
اور رسول کیطرف آؤ تو اسوقت منافقین کو
تو دیکھتا ہے کہ اس سے رکتے ہین انکا کیا
حال ہوگا جب انکو مصیبت پہنچیگی بدلے ان
عملون کے جو انکے ہاتہون نے آگے بہیجا ہے پہر
تیرے پاس آوینگے اور قسمین کہاوینگے کہ ہم تو
اس سرکش کے پاس جانے سے بجز باہمی سلوک
و ملاپ اور کچہہ نہین چاہا۔ خدا جانتا ہے
جو انکے دلون مین ہے انکی اسبات کو جانے
دے اور انکو نصیحت کر اور ایسی بات کہدے
جو انکے دل لگے۔ ہمنے جو رسول بہیجا ہے
سو اسلیے بہیجا کہ لوگ خدا کے حکم سے اسکی طاعت
کرین اور جب وہ اپنی جانون پر ظلم کرتے تہے
تیرے پاس آتے اور اللہ سے بخشش چاہتے تو خدا کو متوجہ اور مہربان پاتے تیرے خدا کو ہی
قسم ہے کہ یہہ ہرگز مومن نہونگے جب تک کہ اپنے جہگڑون مین تجہے حاکم نہ بناوین اور جو تو فیصلہ
کردے اس سے جی مین تنگی نہ لاوین اور اسکو مان جاوین۔

یہہ آیات ان منافقون کے حق مین اتری ہین جنہون نے بعض مقدمات مین انحضرت کے
فیصلہ سے ناخوش ہوکر اورون سے فیصلہ چاہا تہا انمین سے ایک منافق نے جب حضرت

عمرؓ کے پاس آنحضرتؐ کے فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کیا اور اُنسے فیصلہ کرانا چاہا تو انہوں نے اسکو قبل نزول وحی و اعلام نبوی منافق قرار دیا اور اس سے مرتدین فتنہ اندازوں کا سا معاملہ کیا۔ دیکھو تفسیر کبیر صفحہ ۳۶۶ جلد ۳ و تفسیر جلالین و فتح البیان وغیرہ۔

اور نیز سورہ نساء میں فرمایا ہے خدا منافقوں اور کافروں کو دوزخ میں اکٹھا کریگا۔

ان اللہ جامع المنافقین والکفرین فی جہنم جمیعا الذین یتربصون بکم فان کان لکم فتح من اللہ قالوا الم نکن معکم وان کان للکفرین نصیب قالوا الم نستحوذ علیکم ونمنعکم من المومنین فاللہ یحکم بینہم یوم القیمۃ ولن یجعل اللہ للکفرین علے المومنین سبیلا ان المنفقین یخدعون اللہ وہو خادعہم واذا قاموا الے الصلوۃ قاموا کسالے یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا مذبذبین بین ذلک لا الے ہولاء ولا الے ہولاء ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا سورہ نساء ع ۲۱۔

جو تمہارے (حال کے) منتظر رہتے ہیں پس اگر تمہاری جیت ہو تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر جیت تمہارے مخالفوں کے حصہ میں آوے تو اونکو کہتے ہیں کیا ہمنے تم پر غلبہ پاکر تمکو مومنوں سے نہیں بچایا۔ اللہ قیامت کو انمیں فیصلہ کریگا۔ خدا کافروں کو مومنوں کے مقابلہ میں کی راہ نہ دیگا۔ منافق (بزعم خود) خدا کو فریب دیتے ہیں اور خدا اُنکو فریب کا بدلہ دیتا ہے (اور اونکے پردے کھولتا ہے) اور جب وہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہوکر کھڑے ہوتے ہیں اور صرف لوگوں کو نماز دکھاتے ہیں اسمیں خدا کا نام کم سے لیتے ہیں۔ وہ دونوں فریق (مومنین و کافروں) میں مذبذب ہیں نہ ادہر کے نہ ادہر کے اور جسکو خدا بہکا دے اُسکے لئے تو ہرگز راہ نہ پاویگا۔

اور سورہ توبہ میں فرمایا ہے منافق ڈرتے ہیں کہ اونکے شان میں ایسی صورت نازل ہو

یحذر المنفقون ان تنزل علیہم سورۃ تنبئہم بما فی قلوبہم قل استہزءوا ان اللہ

جو انکے دلوں کی بات بتا دے تو کہدے تم ہنسی کرتے جاؤ۔ خدا ظاہر کریگا جس سے تم ڈرتے ہو۔

۲ یہہ ڈرنا بہی منافقانہ طور پر مبنی ہے تہا یا تجربہ کی نسبیات کو واقعی یہہ خوف تہا اگرچہ نبوت کا یقین نہ تہا۔ تفسیر کبیر۔

مخرج ما تحذرون ولئن سالتہم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب قل اباللہ وآیتہ ورسولہ کنتم تستہزؤن - لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم ان نعف عن طائفۃ منکم نعذب طائفۃ بانہم کانوا مجرمین - سورہ توبہ ع ۸ -

اور اگر اونسے پوچہو کہ تم تبوک رستہ مین اسلام و اہل اسلام کی اہانت کیون کرتے تہے تو یہی جواب دینگے کہ ہم کہیلتے (اور سفر کاٹنے کو) باتین کرتے - تو کہدے کہ کیا اللہ اور اور اوسکی آیتون اور رسکے رسول سے تم ہنسی کرتے تہے تم یہہ عذر نہ کرو تم (ایسے باتون کے سبب) کافر ہو چکے اس ایمان کے پیچہے (جسکا زبان سے اظہار کیا تہا) اگر تم مین سے ایک فرقہ کو ہم معافی دینگے تو دوسرے کو عذاب مین پکڑینگے اسلئے کہ وہ بہی مجرم ہوتے -

کتب تفاسیر - فتح البیان - معالم - جلالین - تفسیر کبیر - وغیرہ مین بیان کیا ہے کہ

ان رجلا من المنافقین قال فی غزوۃ تبوک ما رایت مثل ہولاء القوم ارغب بطونا ولا اکذب السنۃ ولا اجبن عند اللقاء یعنی رسول اللہ والمومنین فقال واحد من الصحابۃ کذبت ولانت منافق ثم ذہب لیخبر رسول اللہ فوجد القرآن قد سبقہ فجاء ذلک الرجل رسول اللہ وکان قد رکب ناقتہ فقال یا رسول اللہ انا کنا نخوض ونلعب ورسول اللہ یقول اباللہ وآیتہ کنتم تستہزؤن ولا یلتفت الیہ وما یزید علیہ - (تفسیر کبیر صفحہ ۴۸۷ جلد ۴)

منافقون مین سے ایک شخص نے تبوک کے جنگ مین کہا کہ رسول اللہ اور مومنون سے بڑہکر (پیٹ بہرنے) والا اور جہوٹ بولنے والا اور بزدل ہمنے کوئی نہین دیکہا ایک صحابی نے سنکر کہا ہے کہ تم جہوٹ بولتا ہے اور تو منافق ہے - یہہ کہکر وہ آنحضرت کے پاس گیا تو آگے اس شخص کے حق مین قرآن نازل ہو چکا تہا پہر وہ شخص بہی آگیا اور عذر کرنے لگا کہ یا رسول اللہ ہم تو سفر کاٹنے کو دل لگی کرتے اور کہیلتے آنحضرت اسکے جواب مین یہی فرماتے کہ کیا تم خدا اور اسکی آیتون سے ہنسی کرتے تہے اور اسکے

کیطرف التفات نکرے۔

اور سورہ منافقون میں ہے جب منافق تیرے پاس (اے رسول) آتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم

اذا جاءک المنافقون قالوا نشہد انک
لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ
یشہد ان المنفقین لکذبون اتخذوا
ایمانہم جنۃ فصدوا عن سبیل اللہ انہم ساء
ماکانوا یعملون ۔ ×××××××
ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند
رسول اللہ حتی ینفضوا وللہ خزائن السموات
والارض ولکن المنفقین لا یفقہون یقولون
لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا
الاذل وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین
ولکن المنفقین لا یعلمون ۔

اسبات کی شہادت دیتے ہین کہ تو خدا کا
رسول ہے اور یہہ بات خدا جانتا ہے کہ
تو اسکا رسول ہے مگر خدا شہادت دیتا
ہے کہ منافق جہوٹ بولتے ہین یعنے وہ
دل سے تجہے رسول نہین جانتے ۔ اپنی
قسمون کو انہون نے سپر بنایا ہے جنسے
جس سے وہ اپنے مال و جان بچاتے ہین
اور وہ خدا کے راہ سے روکتے ہین ۔
برا ہی جو وہ کرتے ہین ۔ ××××× وہ کہتے
جو لوگ رسول کے پاس ہین انکو کچہہ نہ دو
جب تک کہ وہ یہان سے چلے نجا دین حالانکہ
آسمان و زمین کے خزانے خدا کے لئے ہین پر منافق نہین سمجہتے وہ کہتے ہین ہم اس سفر سے
پہر کر مدینہ پہنچے تو (ہم) عزت والے لوگ ان ذلیل (موسنون) کو نکال دینگے حالانکہ
عزت خدا ہی کے لئے ہے اور رسول اور مومنون کے لئے پر منافق نہین جانتے ۔

اور جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ اسی سفر مین ایک مہاجر نے انصاری کو پیٹہ

عن جابر بن عبد اللہ قال کنا فی غزاۃ
فکسع رجل من المہاجرین رجلا من الانصار
فقال الانصاری یا آل الانصاری وقال
المہاجری یا آل المہاجرین فسمع ذلک

پر مارا تو انصاری نے اپنے قبیلہ کو
پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا ۔
آنحضرت نے اس پکار کو سنا تو فرمایا
کہ یہہ کیسے کافرون کی سی پکار ہے ۔ اسکو

رسول اللہ صلعم فقال ما بال دعوی الجاہلیۃ
قالوا یا رسول اللہ صلعم کسع رجل من المہاجرین
رجلا من الانصار فقال دعوہا فانہا
منتنۃ فسمع بذلک عبد اللہ بن ابی فقال
فعلوہا اما واللہ لئن رجعنا الی المدینۃ
لیخرجن الاعز منہا الاذل فبلغ ذلک
النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقام عمر فقال
یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ہذا المنافق
فقال النبی صلعم دعہ لا یتحدث الناس
ان محمدا یقتل اصحابہ ۔ رواہ البخاری

جہوڑ دو یہہ بد بو ہے ۔ یہہ قصہ عبد اللہ نے
سنا تو کہا کہ اگر ہم مدینہ پہنچے تو ان ذلیل
(مسلمانون) کو ہم اسے نکال دینگے ۔ یہہ قول
اسکا انحضرت کو پہنچا تو وہان حضرت عمر
کہڑے ہوکر کہا یا رسول اللہ مجہہ آپ اجازت
دین کہ مین اس منافق کی گردن ماردون
آن حضرت نے فرمایا ۔ جانے دو
لوگ یہہ نکہین کہ محمد اپنے
ساتہیون کو مارتا ہے ۔

ان آیات مین خدا تعالے نے صاف طور پر منافقین کا اظہار کلمۃ الاسلام و ادائے احکام مین جہوٹا و ریاکار ہونا بتلایا ہے اور انکے نفاق و جہوٹ پر انکے ہی اقوال و افعال مکذبہ اسلام کو دلیل ٹہرایا ہے جس سے ہمکو صاف قانون بتا دیا ہے کہ جس شخص کا فعل و قول ایمان و اسلام کا یقیناً مخالف و مکذب ہو اسکا دعوی ایمان بے اعتبار ہے اور وہ شخص جہوٹا و مکار ہے گو منہہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول کہتا ہے پر دل سے اسکو جہوٹ جانتا ہے جب ہی بے مبالاۃ اس کلمہ کے مکذب افعال و اقوال کا مرتکب ہے ۔ شاید کوئی نیچری یا کوئی اور مسلمان ہماری اس تقریر و استدلال پر یہہ

---

† یہہ کہنا انکا بعوض اس شخص کے ' ارادہ ضرر رسانی کو تہا جو باتفاق کل اہل سیاست و ریاست مہذب ہوں خواہ غیر مہذب مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم جایز ہے ۔ صرف کفر و نفاق کے سزا مین نہ تہا اسلئے کہ منافق اور کافر تو اور بہت آن حضرت کے امن مین رہتے تہے جنکے مال و جان سے آپ تعرض نفرماتے اسی سے وہ اعتراض مخالفین مذہب اسلام کا اہل اسلام پر کہ مسلمان صرف مخالفۃ مذہبی کے سبب لوگون کے مال و جان سے تعرض کرتے مین دفع ہوا اور مسلمانون کو عمل در آمد کا انصاف و انتصف پر مبنی ہونا ثابت ہوا ۔

اعتراض کرے کہ منافقین عصر نبوی کا اظہار کلمۃ الاسلام مین جہوٹا ہونا تو وحی سے معلوم ہوا تہا۔ صرف انکے اقوال و افعال سے آنحضرت صلعم اور انکے اصحاب نے استنباط نہین کیا اور چونکہ اسوقت وحی منقطع ہے پس کسیکے مجرد اقوال و افعال اسکا اظہار کلمہ مین جہوٹا ہونے کا یقین کیونکر ہوسکتا ہے۔

اسکا جواب نیچریون کے لئے تو یہہ ہے کہ تمہارے مذہب کے روسے وحی کی حقیقت† نیچر اسکو اور کچہہ نہین ہے کہ قانون قدرت (یعنے دنیا اور دنیا والون کے حالات جنمین منافقین کے اقوال و افعال بہی داخل ہین) مین غور کرین اور جو اس سے نتائج پیدا ہوسکین وہ نتائج نکال انپر یقین کرین۔ اور اون معنے کر وحی منقطع نہین ہے جیسے آن حضرت کے وقت مین تہی ویسی اب بہی ہے اور آیندہ بہی ہمیشہ کے لئے جاری ہے چنانچہ تمہاری نیچری پیغمبر آخر الزمان آنرایبل سید احمد خان نے اسوقت کہ ہندوؤن اور انگریزون (بابو کیشب چندر سین و سوامی دیانند سرستی

---

† پرچہ تہذیب ماہ ربیع الاول ۱۲۹۷ھ مین بضمن مضمون (الوحی والالہام) کے کہا ہے۔ ایسے بہی لوگ ہین جنہون نے اپنے حالات کو سوچا اور دوسرے کے حالات کو دیکہا اور ایک ایسا امر انکو ملین پڑا جس سے اونہون نے تعلیمی اور تربیتی اور سوشیلی اثرون پر غلبہ پایا اس کو لین پڑو والے کو الہام اور وحی کہتے ہین اگر وحی والہام نہ تہا تو لڑکی تہا جینے کالون اور لوتہر کو دل کہس برائے رستہ سے پہیرا اور ہماری ہی زمانہ مین اس قابل تعلیم و ادب شخص بابو کیشب چندر سین کے دلکو خدائے واحد کیطرف موڑا اور سوامی دیانند سرستی کے دل کو مورتی پوجن سے پہیرا۔ وحی اور الہام اس ہمیشہ ہستی کا دائمی فیض ہے جو نہ منقطع ہوا ہے نہ منقطع ہوگا اگر وہ کسی زمانہ مین کسی سے ہمکلام ہوا ہے تو وہ اب بہی ہمکلام ہونیکو موجود ہے اور اگر اسنے کسیکو اپنا دیدار دکہایا تو وہ اب بہی دکہانیکو حاضر ہے اگر وہ آگ کی صورت یا آدمی کی صورت بنا جانتا تہا تو اب بہی وہ بنا جانتا ہے مگر وہ شخص چاہئے جس سے وہ ہمکلام ہو اور جسکو وہ اپنا دیدار دکہاوے۔

وکا لوگ صاحب دلوتہر صاحب ا کے لئے ان معنو کر وحی تجویز کی ہے اور ہمیشہ کے لئے جاری رہنے
کی بطور پیشین گوئی خبر دی ہے جس سے دریردہ لینے لئے منصب پیغمبری کا نہایت آپکا مقصود ہے
بتا اگر علیہ آنحضرت صلعم نے بہی ان ہی حالات اقوال و افعال منافقین سے انکا اظہار اسلام مین
جہوٹا ہونا استنباط کیا تہا اور اسی سے انکے منافق ہونیکا نتیجہ نکالا تہا اسکے سوئے کوئی
اور پیغام خاص خداوندی بغیب سے انکو نہ پہنچا تہا کہ فلان شخص کے دل مین ایمان نہین ہے
ویسا ہی اب بہی انکے اقوال و افعال سے انکا منافق ہونا نکل سکتا ہے اور اسپر یقین کرنا
ممکن ہے۔ اور مسلمانونکو لئے اسکا جواب یہہ ہے کہ بیشک منافقین عصر نبوی کا حال آنحضرت
کو وحی سے) جو اہل اسلام کے نزدیک القاء غیبی سے عبارت ہے جسمین فکر و غور و عقل کو دخل
نہین ہے) معلوم ہوا۔ اور بعد ختم رسالت محمدیہ اسکا انقطاع ہوچکا ہے مگر اسی وحی نے
ہمکو شناخت حال منافقین کا ایسا قانون بتا دیا ہے جسکے ذریعہ سے ہر وقت اور ہر شخص کو جو بلا
وحی پر مطلع ہو منافقین کا پہچاننا ممکن ہے۔

وحی نے بلا دلیل بیان حال منافقین پر اکتفا نہین کیا بلکہ اسکے ساتہہ انکے نفاق کے ظاہری
دلائل کو بہی بتا دیا اور عام مسلمانون کو یہہ جتا دیا کہ ان منافقون کا مسلمانون کی
عیب جوئی مین اسلام و احکام و آیات کی اہانت کرنا اور اپنے مقدمات و معاملات مین
آنحضرت صلعم کے فیصلہ سے ناخوش ہونا اور آیات و رسول کی ہنسی اوڑانا اور نماز وغیرہ احکام
سے جی چرانا انکے نفاق پر دلیل ہے جس سے یہہ تعلیم عام ہدایت امم منظور ہے کہ جسکو ایسے افعال
پر پاؤ اسکو منافق سمجہو اور جسکے قول یا فعل کو مکذب ایمان و اسلام مشاہدہ کرو اسکو دعوی
اسلام مین جہوٹا سمجہو لو۔

اسی نظر سے آنحضرت کے اصحاب جو مشاہدین وحی تہے جس شخص کے اقوال و افعال مین
تکذیب دین اسلام کا مشاہدہ کرتے اسکو اظہار کلمہ الاسلام مین جہوٹا اور منافق سمجہتے اور آنحضرت
صلعم بہی انکی فہم و عقل کو رد نکرتے بلکہ اسکی تقریر و تصدیق فرماتے بلکہ اس محل کے جسکو خصوصیت وحی و نوم

نبوت سے اس عام قاعدہ سے مخصوص و مستثنیٰ جانتے۔

دیکھو اسی واقعہ تبوک میں جب ایک صحابی نے عبداللہ ابن ابی کو بوجہ ان کلمات اہانت نبی کے سبب منافق کہا تو آن حضرت اسکو یہہ نفرمایا کہ تو نے صرف ان کلمات کے سبب سے قبل نزول وحی اسکو منافق کیون کہدیا بلکہ وحی نے اسکے قول کی تصدیق کیا اور جب عبداللہ کا یہہ کہنا کہ ہم مدینہ پہنچینگے تو وہان سے ان ذلیل مسلمانون کو نکال دینگے ثابت ہوا تو اسپر حضرت عمرؓ نے دعنی اضرب عنق ہذا المنافق کہا تو انکو آنحضرت نے یہی دعہ لا یتحدث الناس ان محمدؐ یقتل اصحابہ فرمایا انکے فہم و استنباط کو رد نکیا۔

اور بعد رحلت حضرت رسالت جو کچھہ حضرت ابوبکرؓ نے منکرین وجوب زکوٰۃ سے معاملہ کیا وہ بہی اسی قانون استنباط پر مبنی تہا کہ آپ نے ادن لوگون کو انکار حکم قطعی کے سبب مرتد سمجہہ لیا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے تو اوسنے خلاف کیا اور انکی لبّا ہر کلمہ پڑہنے کو سند ٹہرایا آخر وہی حق جو حضرت ابوبکر کو سوجہا تہا انکو سمجہہ مین آگیا اور اونہون بہی توافق کر لیا۔ اسکے نظایر و تمثیلات کتب احادیث مین بکثرت موجود ہین پر انکی نقل و تفصیل کی گنجایش یہان نہین ہے اسی ہدایت وحی و تعلیم الہی و تقریر عصر نبوی کی دست آویز سے علماء اسلام و فقہاء اعلام نے ان کلمہ پڑہنے والون کو جنکے اقوال و افعال مکذب و مخالف اس کلمہ کے ہون زندیق و مرتد کہا ہے اور دایرہ اسلام سے انکو خارج کیا ہے۔ کتاب منح الازہر شرح فقہ اکبر مین کہا ہے

و منہا ان استحلال المعصیۃ صغیرۃ کانت او کبیرۃ کفر اذا ثبت کونہا معصیۃ بدلالۃ	کہ گناہ کو مباح جاننا چہوٹا گناہ ہو خواہ بڑا کفر ہے اگر اس گناہ کا گناہ ہونا بدلیل قطعی ثابت

+ جیسے مالک بن دخشم یا حاطب بن ابی بلتعہ وغیرہ سے ایسے امور کا صدور ہوا اور حضرت عمرؓ وغیرہ نے انکو منافق کہا تو آنحضرت نے نور نبوت سے انکی ایمان کا مشاہدہ کرکے اونکو مخصوص و مستثنیٰ کر دیا اور حضرت عمرؓ کے عام قانون استنباط کو رد نفرمایا ۱۲ دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث ۔ اور جب کہ اب وحی منقطع ہے ۱۲

قطعية وكذا الاستهانة بها كفر بان يعدها
هينة سهلة ويرتكبها من غير مبالاة بها
ويجريها مجرى المباحات في ارتكابها وكذا
الاستهزاء على الشريعة الغراء كفر لان
ذلك من امارات تكذيب الانبياء عم
قال ابن الهمام وبالجملة فقد ضم الى التحقق
الايمان اثبات الامور الاخلال بها اخلال
بالايمان اتفاقا كترك السجود لصنم وقتل
نبي والاستخفاف به او بالمصحف
والكعبة وكذا مخالفة ما اجمع عليه وانكاره
بعد العلم به لانه من امور الدين فان من
انكر جود حاتم او شجاعة علي لا يكفر –
قال ابن الهمام وقد كفر الحنفية من
واظب على ترك السنة استخفافا بها
بسبب انها انما فعلها النبي صلى الله عليه
وسلم زيادة او استقبحها كمن استقبح
من آخر جعل بعض العمامة تحت حلقه
او احفاء شاربه –

قلت ولذا روي ان ابا يوسف رح ذكر
انه عم كان يحب الدباء فقال رجل انا
ما احبها فحكم بارتداده وعلى هذا الاصل

ایسا ہی گناہ کو ہلکا جاننا کفر ہے اسکی صورت
یہہ ہے کہ اسکو سہل جانے اور بے پروائی
سے اسکا ارتکاب کرے اور اسکو بطور مباحات
عمل مین لاوے – ایسا ہی شریعت سے ہنسی کرنا
کفر ہے اسلئے کہ یہہ سب انبیاء کو جھٹلا جانے کی علامات مین
شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ ایمان کے
ثابت ہونے کے ساتھہ کئی ایسے امور کے اثبات
کا ضمیمہ لگ رہا ہے جنمین خلل اندازی بالاتفاق
ایمان مین خلل اندازی ہے جیسے بتکے
آگے سجدہ کرنے اور نبی کی قتل یا اہانت
کرنے یا قران شریف یا کعبہ شریف کی اہانت
کرنے سے بچنا ایسا ہی دین کے اتفاقی
امور سے دیدہ و دانستہ انکاری ہونے سے بچنا
دین ہونے کی قید اسلئے لگائی ہے کہ دنیاوی
امور اتفاقی ہی کیون نہون جیسے حاتم کی
سخاوت اور حضرت علیؓ کی شجاعت
انسے انکار کفر نہین ہے –

شیخ ابن الہمام نے کہا ہے کہ حنفیہ نے اس
شخص کو کافر کہا ہے جسنے سنت کو ہلکا
سمجھکر ترک کر رکھا ہو آنحضرت کا زائد
و فضول فعل سمجھکر یا برا جانکر جیسے کوئی

تبتنی الفروع التی ذکرہا فی الفتاوی من انہ اذا اعتقد الحرام حلالاً فان کان حرمتہ لعینہ وقد ثبت بدلیل قطعی یکفر والا فلا بان یکون حرمتہ لغیرہ او ثبت بدلیل ظنی وبعضہم لم یفرق بین الحرام لعینہ ولغیرہ فقال من استحل حراماً قد علم فی دین النبی تحریمہ کنکاح ذوا المحارم او شرب الخمر او اکل میتۃ او دم او لحم خنزیر من غیر ضرورۃ فکافر ومن استحل شرب النبیذ الی السکر کفر الیٰ ما یلیق للمراجعۃ۔

کیلئے زیر حلق شملہ چھوڑنے یا مونچھین کترانے کو برا جانے۔
مین (صاحب کتاب منح الازہر) کہتا ہون اسیواسطے امام ابو یوسف سے روایت ہیکہ اونہون نے ذکر کیا کہ آنحضرت کدو کو پسند فرماتے تو ایک شخص نے اسکی مقابلہ مین کہا کہ مجھے تو کدو اچھا نہین لگتا اسپر امام ابو یوسف نے اس شخص پر مرتد ہونے کا حکم لگا دیا۔ انہی اصول پر وہ فروعات مبنی ہین کہ جو شخص حرام کو حلال سمجھلے اگر اس حرام کی حرمت ذاتی ہے اور دلیل قطعی سے ثابت ہے تو وہ شخص کافر ہے اور اگر حرمت لغیرہ ہے اور دلیل ظنی سے ثابت ہے تو کافر نہین ہے اور بعض علماء نے حرمت ذاتی وغیرہ مین فرق نہین کیا اور یہہ کہدیا کہ جسنے ایسے حرام کو حلال جانا جسکا حرام ہونا آنحضرت کے دین مین یقیناً معلوم ہے جیسے ماں بہن وغیرہ محرمات ابدیہ سے نکاح کرنا یا شراب پینا یا مردار یا لہو یا خنزیر کا گوشت بدون حالت ضرورت و اضطرار کے کہانا وہ کافر ہے اور جو شخص شیرہ انگور یا کہجور کو جو حد نشہ کو پہنچ جاوے حلال سمجھے وہ بہی کافر ہے۔ تا آخر عبارت جو پوری دیکہنے کے لائق ہے۔ اور کتاب

باب المرتد۔ ہو لغۃ الراجع مطلقاً وشرعاً الراجع عن دین الاسلام ورکنہا اجراء کلمۃ الکفر علے اللسان بعد الایمان وہو التصدیق محمد صلعم فی جمیع ما جاء بہ عن اللہ

درمختار مین ہے یہہ باب احکام مرتد کے بیان مین ہے مرتد لغۃ مین پہرنے والے کو (خواہ کسی چیز سے ہو) کہتے ہین اور شرع مین اسکو کہتے ہین جو خارج دین اسلام سے ہوجاوے

تعالے فی ما علم مجیئہ ضرورۃً دبل ہو فقط او ہو مع الاقرار قولان۔ واکثر الحنفیۃ علے الثانی والمحققون علے الاول والاقرار شرط لاجراء الاحکام الدنیویۃ بعد الاتفاق علے انہ متے طولب بہ اتی بہ فان طولب بہ فلم یقر فہو کفر عناد قال المصنف وفی الفتح من ہزل† بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقد للاستخفاف فہو ککفر العناد۔ والکفر لغۃ الستر وشرعاً تکذیبہ صلعم فی شئ مما جاء بہ من الدین ضرورۃ والفاظہ تعرف فی الفتاوے بل افردت بالتالیف مع انہ لا یفتی بالکفر بشئ منہا الا فیما اتفق المشائخ علیہ۔

اس ابتداو کار کن یہہ ہے کہ بعد ایمان کلمہ کفر زبان پہ لاوے۔ اور ایمان کی تعریف یہہ ہے کہ جو کچھہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کیطرف سے لائے ہین اور وہ بطور بداہۃ ویقین آنحضرت سے ثابت ہوا ہے اسکو مانا جاوے۔ × × × × × مصنف نے ذکر کیا ہے کہ فتح القدیر مین ہے کہ جو شخص کلمہ کفر ہنسی سے کہے وہ بہی مرتد ہو جاتا ہے اگرچہ دل سے کفر کا معتقد نہو یہہ اسلئے کہ اس مین احکام شریعت کو ہلکا سمجہنا پایا جاتا ہے اور یہہ بہی ایسا کفر ہے جیسے دانستہ کفر کرنا۔ کفر کے معنے لغۃ مین ڈہانکنا ہے اور شرع مین آنحضرت کو جہٹلانا کسی چیز مین جو آنحضرت لائے ہین اور وہ آن حضرت سے یقیناً وضرورۃً ثابت ہے اس کفر کے الفاظ مشہور ہین جو کتب فتاوے مین پائے جاتے ہین بلکہ اسباب مین مستقل تالیفات بہی ہین مگر ساتہہ اسکے یہہ بہی لحاظ ضروری ہے کہ اُن سبہی الفاظ پر فتوی کفر نہ لگانا چاہیے بلکہ صرف ان ہی الفاظ پہ لگانا چاہیے جنسے بالاتفاق کفر ثابت ہوتا ہے۔

ناقل کہتا ہے ان الفاظ کی تفصیل عالمگیری وغیرہ کتب فتاوی مین موجود ہے جو چاہے ان کتابون کا مطالعہ کرے مگر اس باب مین خوب تثبت وتحقیق مد نظر رکہے اُن سبہی الفاظ پہ فتوی کفر نہ لگا دے بلکہ صرف ان ہی الفاظ پر جنمین قطعیات وضروریات دین کا انکار

† اصل امر کی وہ حدیث مؤید ہے جو ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے قال رسول اللہ صلعم ثلث جدہن جد وہزلہن جد النکاح والطلاق والرجعۃ۔

پایا جاوے - چنانچہ امام غزالی کا دعوی ہے اور اُسکی تائید مین یہہ بحث مبسوط ہی ہے
اور جو فقہا و علماء کلام نے † لانکفر احداً من اہل القبلہ کہہ رکہا ہے وہ اس تکفیر
مرتدین کے **مخالف نہین** ہے اور باوجود صحیح و درست ہونے کے اس مدعا کا منافی
و مناقض نہین ہے اور قول معترض کا مصدق و مؤید نہین - آپ ناحق اسپر خوش ہو
بیٹہے ہین اور بلا فائدہ اسکو صحیح و درست فرماتے ہین وہ قول ایسا عام نہین ہے کہ جسنے
ایک دفعہ لا الہ الا اللہ کہا اور قبلہ کیطرف منہ پہیر لیا پہر خواہ وہ مرتد ہوگیا یا سر سے ہی
زندیق و منافق تہا وہ اسمین شامل ہوگیا اور اہل قبلہ مین داخل ہوا - اور باوجود انکار
کفر اتفاقی کے تکفیر سے بچنے کا مستحق ہوگیا بلکہ وہ قول تو خاص اون لوگون کے حق مین
ہے جو ضروریات و قطعیات و اتفاقیات دین کے اقراری ہین اور نفاق و کفر قطعی سے
بری و انکاری ہین اور بعض ایسے امور کے معتقد ہین جنکو صرف بدعت کہا جاتا ہے
اتفاقی کفر سے تعبیر نہین کیا جا سکتا اور جو ان امور کو کفر کہے اسکے ہاتہ مین کوئی دلیل
قطعی نہین ہے -

ایسے لوگون کی نسبت علماء اہل سنت نے کہہ رکہا ہے کہ اہل اسلام کو ایسے امور کی نظر
سے باہمی تکفیر مناسب نہین ہے - چنانچہ بر طبق سہ تصنیف رہ مصنف نکو کند بیان
انہی اس قول کا مطلب انہون نے خود ہی لکہدیا ہے اور اعتراض تناقض و تدافع کو
جو اشتمال معترض کے خیال مین گذرنے کا احتمال رکہتا تہا دفع کردیا ہے - شرح فقہ اکبر مین

ثم اعلم ان المراد باہل القبلۃ الذین
اتفقوا علی ما ہو من ضروریات الدین
حدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ
تعالی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ
ذلک من مسائل المہمات فمن واظب

کہا ہے - پہر جان لو کہ اہل قبلہ سے وہ
لوگ مراد ہین جو اُن اصول پر جو دین سے
ضرورۃً یعنی بداہۃً و یقیناً ثابت ہین اتفاق
رکہتے ہین جیسے اعتقاد عالم کے حادث
ہونیکا اور اعتقاد جسمون کے اوٹہائے

† یعنے ہم کسی اہل قبلہ کو کافر نہین کہتے -

طول عمرہ علی الطاعات والعبادات
مع اعتقاد قدم العالم اونفی الحشر اونفی
علمہ سبحانہ بالجزئیات لایکون من اہل القبلۃ
وان المراد بعدم تکفیر احد من اہل القبلۃ
عند اہل السنۃ انہ لایکفر مالم یوجد
شیٔی من امارات الکفر وعلاماتہ ولم
یصدر عنہ شیٔی من موجباتہ۔

جاننے کا اور یہہ اعتقاد کہ خدا تعالی کو
سب کلیات وجزئیات کا علم ہے الہی
ہی اور مسائل جو جہات دین سے ہین۔
پس جو شخص عمر بہر طاہری طاعات وعبادات
پر مواظبت (ہمیشگی) کری اور ساتھہ اسکے
یہہ بہی اعتقاد رکہے کہ عالم قدیم ہے یا حشر
اجسام نہوگا یا خدا تعالے کو جزئیات مخلوقات
کا علم نہین ہے وہ شخص اہل قبلہ سے نہین ہے۔
اور اس قول سے (کہ اہل قبلہ کی تکفیر نکیجاوے) یہی مراد ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نکرین
جب تک کہ انمین علامات ونشان تکذیب نپائی جاوین اور موجبات تکذیب صادر نہون
یعنے جب انسے موجبات تکذیب سرزد ہون پہر خواہ وہ عام اہل قبلہ چہوڑ خاص اہل سنت
ہی کیون نہ کہلاتے ہون جیسے کسی نے بت کے آگے سجدہ کردیا یا زنار پہن لیا یا شراب یا
خنزیر کو حلال کہا یا فرائض ونصوص قطعیہ سے انکار کیا تو انکی تکفیر واجب ہے نہ اسوقت وہ
اہل قبلہ رہتے ہین نہ اس مسئلہ عدم تکفیر اہل قبلہ کی مورد ومصداق ہوسکتے ہین یہی مطلب
شرح مواقف سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسمین باوجود یکہ اہل قبلہ کو کفر سے بچایا ہے پہر
علامت تکذیب پر صاف کفر کا حکم لگایا ہے اور اسپر اجماع کا منعقد ہونا تسلیم کرلیا ہے۔
چنانچہ خاتمہ کتاب مین فرمایا ہے مقصد ثالث کفر کے بیان مین ہے کفر ایمان کا خلاف ہے

المقصد الثالث فی الکفر وہو خلاف
الایمان فہو عندنا عدم تصدیق الرسول
فی بعض ما علم مجیئہ ضرورۃ فان قیل فشد
الزنار ولبس الغیار بالاختیار لایکون

پس ہمارے نزدیک اسکی تعریف یہہ ٹہری
کہ آنحضرت کی کوئی بات جو بطور ضرورت ثابت
ہدایت آپسے ثابت ہے نہ ماننی۔ اسپر کوئی
شبہہ کرے کہ اس تعریف کی رو سے تو زنار

کافراً اذا کان مصدقاً له فی الکل وهو باطل اجماعاً قلنا جعلنا الشیء الصادر باختیاره علامة التکذیب فحکمنا علیه لذلک

اور عنیار دینہ بہی زنار کیطرح کفار کی علامت ہے) پہنتا والہ کافر نہوا گرو دل سے آن حضرت کی ساری باتین مانتا ہو حالانکہ یہہ امر (اسکو کافر نکہنا) بالاتفاق باطل ہے اسکے جواب مین اور اُسکو کافر و مکذب نہونے کے ثبوت مین ہم کہتے ہین کہ ہمنے اس فعل کو جو اوس سے باختیار خود صادر ہوا ہے تکذیب کی علامت قرار دیا ہے پس اس فعل سے اسپر کافر غیر مصدق ہونیکا حکم لگایا ہے۔

علامہ تفتازانی نے اس باب مین اس بسط و تفصیل سے بحث کی ہے کہ اسمین اس جواب کی بہی تائید ہے اور اصل کلام امام غزالی کی وجہہ معترض نے اعتراض کیا ہے اسے حرف بحرف تصدیق

قال البحث السادس الکفر عدم الایمان عما من شانه وہذا معنی عدم تصدیق النبی صلعم فی بعض ما علم مجیئه به بالضرورة والظاہر ان ہذا اعم من تکذیبه صلعم فی شیء مما علم مجیئه به علی ما ذکره الامام الغزالی لشموله الکافر الخالی عن التصدیق والتکذیب واعتذار الامام الرازی بان من جملة ما جاء به النبی صلعم ان تصدیقه واجب فی کل ما جاء به فمن لم یصدقه فقد کذبه فی ذلک ضعیف لظهور المنع - فان قیل من استخف بالشرع والشارع او القی المصحف فی القاذورات او شد الزنار بالاختیار کافر اجماعاً وان کان

پائی جاتی ہے - چنانچہ شرح مقاصد مین یہ فرماتے ہین کفر کی تعریف یہہ ہے کہ جو امور بطور ضرورت وبداہت آنحضرت سے ثابت ہین انکو کوئی نہ مانے - اسپر کوئی اعتراض کرے کہ جو شخص شرع یا شارع کی اہانت کرے یا قرآن مجید کو نجاست مین ڈالدے یا باختیار خود زنار پہن لے وہ بالاتفاق کافر ہے اگرچہ آنحضرت کی ساری باتون کو مانتا ہو تو ان تعریفون اور دوسری تعریف کفر جسمین تصدیق کا نہونا اعتبار کیا گیا ہے یہہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہہ دونون تعریفین اپنے افراد کو جامع نہین رہتین جیسے ان کفار کو جنمین علامات تکذیب تو پائی جاتی ہین پر بظاہر

وان کان مصدقا للنبی صلعم فی جمیع ما جاء به
وحینئذ یبطل عکس التعریفین وان جعلت ترک
المامور به او ارتکاب المنهی عنه علامة
التکذیب وعدم التصدیق یبطل طردهما
بغیر الکفرة من الفساق قلنا وسلم اجتماع
التصدیق المعتبر فی الایمان مع ترک المامور
التی هی کفر وفاقا فیجوز ان یجعل الشارع
بعض محظورات الشرع علامة التکذیب
فیحکم بکفر من ارتکبه وبوجود التکذیب فیه
وانتفاء التصدیق عنه کالاستخفاف
بالشرع وشد الزنار وبعضها لا کالزنا
وشرب الخمر ویتفاوت ذلک الی متفق
علیه ومختلف فیه ومنصوص علیه ومستنبط
من الدلیل وتفاصیله فی کتب الفروع
وبهذا یندفع اشکال آخر وهو ان صاحب
التاویل فی الاصول اما ان یجعل من المکذبین
فیلزم تکفیر کثیر من الفرق الاسلامیة کاهل
البدع والاهواء بل المختلفین من اهل
الحق واما ان لا یجعل فیلزم عدم تکفیر
المنکرین لحشر الاجساد وحدوث العالم
وعلم الباری بالجزئیات فانهم تاولوا انهم

مصدق میں شامل نہیں ہوتیں - اور
اگر حکم کے خلاف اور گناہ کے ارتکاب کو علامت
تکذیب ٹھہرایا جاوے تو جو مومن غیر مومن
افراد غیر کو مانع نہیں ہوتیں - یعنے
مومن فاسق جو حکم کا خلاف اور گناہ
کا ارتکاب کرتے ہیں تعریف کفر میں
داخل ہوتے ہیں تو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں
کہ اگر ہم مان لیں کہ جو امور تکذیب بالاتفاق
منافی ایمان ہیں انکے ساتھ تصدیق کا
پایا جانا ممکن ہے تو پھر بھی جائز ہے
کہ شارع بعض ممنوعات کو علامت تکذیب
ٹھہرا دے جنکے مرتکب پر حکم کفر لگایا جاوے
اور اسمیں تکذیب کا پایا جانا اور تصدیق کا نہ ہونا
تجویز کیا جاوے - ان ممنوعات کی مثال
شرع کی اہانت کرنا ہے اور زنار پہن لینا
اور بعض ممنوعات کو جیسے زنا کرنا اور شراب
پینا شارع علامت تکذیب نہ ٹھہرا دے -
یہہ قسم بہت متفاوت ہے بعض ممنوعات اس
قسم سے متفق علیہ ہیں بعضے اختلافی بعضے
نصی ہیں بعض استنباطی جنکی تفصیل کتب
فروعات میں ہے اس جواب سے ایک اور شبہ کا

[illegible]

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۹ جلد ۱۳

متضمن ضروریات متفرقہ

مضامین مندرجہ ذیل مدت سے متقاضی اندراج ہیں مگر تنگی عرصہ قرطاس وطوالت مضامین معمولی اس سے مانع رہے۔ اب ضرورۃ معمولی مضمون کو ناتمام چھوڑ کر بجائی اسکے ان مضامین کو درج کیا جاتا ہے۔

عذر و تسکین

تحریر مضامین اشاعۃ السنۃ میں دلائل و نقول کے سبب تطویل ہو جاتی ہے اور یہہ طرز ان لوگوں کو جو بحکم کل جدید لذیذ ہمیشہ نئے مضامین کے طالب رہتے ہیں اور بروش زمانہ حال مجرد اظہار خیال بلا استدلال کو پسند کرتے ہیں غالباً ناپسند ہوگی اور اسی بنا پر جو تطویل مضمون حال (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) میں ہو رہی ہے انپر بہت شاق گذرتی ہوگی مگر ہم معذور ہیں ہمکو انگریزی طور پر صرف اظہار اپنے خیال کا منظور نہیں ہے بلکہ اس خیال کا خدا اور رسول و سلف امت کے اقوال سے مستند کرنا اور متبعان دین کے خیال میں اسکی صداقت جمانا مدنظر ہے جو بدون تطویل و تفصیل اقاویل ممکن نہیں ہے

اور علاوہ بران اسمین یہہ بھی فایدہ ہے کہ ایک بحث کے ضمن میں کئی مسایل مشکلہ اور دقایق معضلہ دین پر لوگوں کو اطلاع ہوتی ہے اور معمولی و فہم دین میں انکی بصیرت و ملیت روز بروز بڑھتی ہے بس ناظرین سے امید ہے کہ ان مباحث کو غنیمت کبری سمجھکر بجائی شکایت بالمنی اظہار شکریہ الہی کریں اور ہمکو انگریزی طرز اختیار رکھنے سے معذور سمجھکر معانی دین و ملتفش فہم لغتون مذاہب اور مضمون (تفرقہ بین الاسلام والزندقہ) تو قریب الاختتام ہے انشاء اللہ نمبر آیندہ میں ختم ہوگا اسکے بعد اسی طرز سے مباحث سابقہ کو پورا کیا جاویگا آیندہ جو خدا کی مشیت ہے وہ سب پر غالب ہے واللہ غالب علے امرہ۔

شکریہ و معذرت

خدا تعالے کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب اہل فضل

دیکھاں کو اشاعت اسلام کی طرف توجہ ہوئی ہے
اور بارسال مضامین اسکی معاونت سوجھی ہے
چنانچہ ایک صاحب فضل نے ضلع لنبار الہ آباد
سے ایک طولانی مضمون بجواب تہذیب الاخلاق کے
مضمون (الاسلام ہو الفطرۃ والفطرۃ ہی الاسلام)
کے ارسال فرمایا ہے اور ایک صاحب نے صوبہ بہار
سے سات مضمون مختصر بجواب تہذیب الاخلاق
و تفسیر نیچر ارسال فرمائے ہیں از انجملہ ایک
مضمون میں نیچر سید احمد خانی کا ابطال ہے۔ دوسرے
مضمون میں نیچری خانصاحب بہادر بالقابہ کی
انکار نسخ قرانی کا جواب ہے۔ تیسرے میں انکار
جواز ہتوق کا جواب ہے۔ چوتھے میں انکے اس
افترا کا جواب ہے کہ آنحضرت نے بسم اللہ کو کتاب زردشت
سے لیکر قرآن میں درج کیا ہے۔ پانچویں میں
انکی اس افترا کا جواب ہے کہ حضرت عیسے علیہ السلام
یوسف نجار کا بیٹا ہے۔ چھٹے میں انکے منخنقہ کو
حلال کہنے کا جواب ہے۔ ساتویں میں انکو انکار
معجزہ کا جواب ہے۔ اور ایک فاضل محقق نے
دہلی سے ارسال مضامین کا وعدہ کیا ہے۔
مگر افسوس صد افسوس ہمارے پرچہ میں ان مضامین
کے اندراج کی جگہہ نہیں ہے مضمون فاضل الہ آبادی
تین مہینے سے ہمارے پاس پڑا ہے جسکے اندراج کا
ابتک موقع نہیں ملا لہذا ان حضرات کی خدمات
میں ہم بڑے شکر گذاری کے بعد معذرت کرتے ہیں
کہ ہم بوجہ ان مضامین کو درج نکرنے میں ہمکو معذور
سمجھیں آئندہ ان مضامین کو نشستہ نشستہ ہم درج
کرینگے۔ اور جناب باری میں اعبد عجز و نیاز یہہ
دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے خریداران پرچہ کو دوامی
قیمت پرچہ کی توفیق عطا کرے سبھی خریدار پرچہ کی
قیمت ادا کر دیا کریں تو رسالہ معمولی مقدار و حجم سے
سے زیادہ اجزا میں نکل سکے۔ یا وہ خداوند اپنی قدرت
و کرامت سے بطور خرق عادت رعلی رغم قفا المنکرین) اس
دو جزو رسالہ کو ایسی وسعت و برکت دیکہ اسمیں بہت
سے مضامین ان میں آجایا کریں۔
خریداران کو اختیار ہے انہر لئے ادائے قیمت کی
توفیق چاہیں یا ان انہی دو جزو کے بطور خرق
عادت بڑھ جانے کے منتظر و امیدوار رہیں۔

مذہبی اشاعت

ذاتی کام (جو کسی خاص شخص سے متعلق ہو)
گو ایک شخص اپنی ہی ذات سے کر سکتا ہے
مگر جمہوری کام کا انجام بدون جمہوری اتفاق

ومعاونت کے ممکن نہین ہے مثلاً ایک شخص اپنی ذات سے عابد یا زاہد بننا چاہے تو کسی مسجد کے حجرہ مین وہ متعکف ہوکر عابد یا زاہد بن سکتا ہے مگر کسی قوم کا ہادی یا مربی بننا چاہے تو اس امر کے لیے مرتبۂ اسکی ذات کافی نہیر ہے بلکہ اور انصار واعوان کا محتاج ہوتا ہے یہہ بادی النظر کا صوتی ہے اور اگر نظر غایر سے دیکھا جاتا ہے تو جن کامون کو ذاتی خیال کیا ہے انکا اتمام وحسن انکام بہی بدون جمہوری معاونت کے ممکن نہین ہے ۔

اسی عابد یا زاہد کو مسجد کے حجرہ مین دوسرا شخص کہانا نہ پہنچائے تو چند روز مین اسکو اعتکاف توڑنا پڑے اسکی عبادت کے لئے کپڑا تور یا کوزہ کوئی بہم نہ پہنچائے تو عبادت کا قافیہ تنگ ہوجاوے ۔ سر اسکا یہہ ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے اسلئے یہہ اپنی ہر کمال مین (ذاتی ہو خواہ جمہوری) جمہوری معاونت کا جو تمدن کے لوازم سے محتاج ہے ۔

اور منجملہ جمہوری کامون کے اشاعت مذہبی ہے جو بدون جمہوری معاونت وجود مین آنے ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب کو جب تک جمہوری معاونت بوجہ نیکبختی سے اسکی ترقی ہوتی گئی اور جب وہ معاونت منقطع ہوئی تو اسمین سستی واقع ہوئی مذہب اسلام ہی کو دیکہو جب تک اسکو انصار وجمہوری مددگار سلاطین وسالانیا روعلما خیار ہون بدن ترقی پذیر رہی ۔ اور جب سے اس سلسلہ کا انقطاع ہوا بدنتی مذہب اسلام مین تنزل شروع ہوگیا ۔ اسوقت عیسائی مذہب کے لوگون کو مذہب کی اشاعت کیطرف توجہ ہے اور اسپر انکا جمہوری اتفاق واہتمام موجود ہے ۔ امریکہ و افریقہ انگلنڈ وغیرہ بلاد کی جا بجا مذہب کی اشاعت کے لئے انکی کمیٹیان وسوسائٹیان قایم ہین اور ادنی سے اعلی تک ان کمیٹیون مین چندہ دیتے ہین جس سے لاکہون روپیہ مشن مین جمع ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے دیہات اور پہاڑون اور جنگلون مین انکی منادی وواعظین پہونچے ہین اور جابجا انکے مدرسے قایم ہین اور اکثر شہرون مین انکے مطبع جاری ہین جنمین انکی مذہبی کتابین تصنیف اور ترجمہ ہوکر چہپتی ہین اور گلی کوچون مین مفت بٹتی ہین اور انکے مذہبی اخبار شایع ہیں ۔ جنمین انکے خیالات عام لوگون مین

پہلتے ہین تو اس صورت سے یو ما فیوما کچھہ نہ کچھہ انکے مذہب کو ترقی ہے۔

مگر کمال افسوس کا مقام ہے کہ اہل اسلام سے اب یہہ خیال بالکل اٹھہ گیا ہے۔ اور اونہون نے اس جمہوری اتفاق و تعاون کو کافرون کا شعار سمجھکر اسکو ان ہی مخالفین مذہب کے سپرد کر دیا ہے و بنا بر علیہ مذہبی اشاعت کا چارج بھی ان ہی کو دیدیا ہے۔ اور خود دین سے فارغ ہوکر اپنا اپنا دل پسند کام اختیار کیا ہے۔

امرا کا کام رات دن کا عیش و آرام ہے اور علماء کو مسجدون کے حلوے مانڈے سے کام ہے فقراء و کا نذرانام سوا انکا کیا ذکر و نام ہے پس اب اشاعت اسلام کا کام تمام ہے۔

اگر مسلمانان ہند وغیرہ بلاد فی کس ہشتاہی روپیہ یا ایک پیسہ ماہوار اشاعت مذہبی کے لئے بطور چندہ جمع کریں تو کروڑون روپیہ جمع ہوجاوے اور نہین تو اگر عام مسلمانان پنجاب دہلی سے پشاور تک فی کس ایک پیسہ ایک پیسہ گرہ سے نکالین تو بھی لاکھون روپیہ ہوجاوے۔ اور نہین تو اگر خاص فرقہ موحدین و متبعین سنت سید المرسلین ہی یہ امر اختیار کرین تو بھی ہزارون روپیہ سے تو کم نہو

پہر دیکہین جو کام پادری سو سو روپیہ مین نکالتے یہان وہ دس مین کس خوبصورتی سے ہوتا ہے؟ اور تہوڑے دنون مین اسلام کیا رونق پکڑتا ہے!

پس اہل اسلام کو لازم ہے کہ ہماری ان باتون کو خیال مین لاوین اور اسلام کی رونق قدیم کو از سر نو کہاوین۔ اسمین اپنے اسلاف امراء مومنین و سلاطین مسلمین کا اقتدا کرین۔ یا اپنے مخالفین مذہب (جنکو ناری بتاتے ہین اور تحقیر مبتلا پر جوانہ کا مصداق ٹہراتے ہین) ہی کی سرگرمی و جوش مذہبی پر رشک کہاوین اور شرم کو کام مین لاوین۔

پس ہر شہر و قریہ مین اشاعت مذہب کے لئے جماعتین یعنے کمیٹیان قایم کرین اور انکی اعانت سے چندہ کی فراہمی مین کوشش کرین پھر بعد فراہمی چندہ جا بجا مدرسہ قایم کرین۔ اور علماء تصانیف و ترجمہ و وعظ کے لئے مقرر کرین اور مذہبی اخبار و رسائل جاری کرین اور جن سے خود اس امر کا سرانجام نہو سکے وہ دوسرے کی سپرداری و معاونت کرین اور تہوڑی یا بہت اسوقت کہین کہین کوشش جو رہی ہے اسمین شریک ہو جاوین اسکی تہوڑی بہت کوشش کی ایک مثال اخبار منشور محمدی ہے جو مدت سے

پادریون کے مقابلہ مین جاری ہے مگر عام
عام مسلمانون سے اسکی پوری معاونت
نہین ہوتی صرف بعض عالی ہمتون کی ہمت
سے وہ جاری ہے - ایسا ہی اخبار مہر
درخشان و نصرت الاسلام
اسکی **مثالین** ہوسکتی ہین - اور ایک **مثال**
اسکی **مدرسۃ القرآن** دہلی ہے جو جناب
بقیۃ السلف رحجۃ الخلف شیخنا ومولانا سید
محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی اور انکے
احباب و اصحاب کی توجہ سے جاری ہے
جسکا ذکر ہمنے نمبر چہارم جلد ۲ کے اخیر مین کیا ہے
اور ایک **مثال** اسکی **براہین احمدیہ** ہے
جسکا اشتہار ہمنے ضمیمہ نمبر ۴ جلد ۳ مین شائع
کیا تہا پہر نمبر ششم مین دوبارہ اسکی معاونت
کا شوق دلایا - اور ایک **مثال** اسکی
مدرسۃ العلوم مقام آرہ ضلع شاہ آباد
ہے - یہہ دونون **مثالین** آخر الذکر
ترقی اسلام کے لئے عمدہ ذریعے ہین اسلئے
انکا ذکر کسیقدر تفصیل سے اس مقام مین
مناسب ہے بلکہ جو کچہہ کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے
وہ سب ان ہی **دو مثالون** کی ذکر کی

کی تمہید مین کیا گیا ہے **مثال اول** (براہین احمدیہ)
کی پوری تفصیل تو اس کتاب کے دیباچہ مین ہے - اور اسکا
خلاصہ اشتہار سابق الذکر مین **شائع** ہوا -
اسکا خلاصہ اس مقام مین ذکر کیا جاتا ہے کہ یہہ کتاب
کل فرقہائے مخالفین اسلام کے مقابلہ مین تصنیف ہوئی
ہے جسمین یہود و نصاریٰ برہمہ او برہمو سماج وغیرہ
منکرین دین محمدی سے مقابلہ مین جمیع کی مباحث
کی ہے اور ایسی پرزور دلایل سے انکا مقابلہ کیا ہے
کہ ان دلایل کے توڑ دینے پر اسکے مصنف لائق مجی
میرزا غلام احمد رئیس قادیان نے دس ہزار روپیہ انعام
کا وعدہ دیا ہے - عام لوگون کو ان دلائل کا
زور اسی وعدہ مصنف سے معلوم ہوسکتا ہے اور
خواص کو جو مشک آنست کہ خود ببوید نکو عطار بگوید
کے گرویدہ ہین اصل کتاب کے دیکہنے سے معلوم ہوسکتا ہے
یہہ کتاب پچیس حصہ مین ہے جسکا ہر ایک حصہ (۵)
جزو مین ہے - ازانجملہ دو حصہ طبع ہوچکے ہین اور باقی
حصص زیر طبع ہین مگر اہل اسلام کی عدم توجہی سے
ابتک کافی روپیہ بہم نہین پہنچا اور مذمت کہ تمام
جو سابقاً فی نسخہ پانچ روپیہ قرار پایا اور اسکا
پیشگی ارسال غربا تا خریداروں سے چاہا گیا تہا
اکثر خریداروں نے نہین بہیجا - اسوجہ سے مرزا صاحب

ان ہی دو حصوں کے طبع سے چہہ سو روپیہ کے
زیر بار ہو گئے ہیں و بنا بر علیہ باقی حصوں کے
چھاپنے سے متوقف ہو بیٹھے ہیں۔ لہذا میں
بغرض اصلاح حال ولی جوش کے ساتھہ اہل اسلام
کو رغبت دلاتا ہوں کہ بارسال زر قیمت اس
کتاب کو چھپوائیں اور اختیار تساہل اس عمدہ
ذریعہ ترقی اسلام کے سلسلہ کو توڑیں نہیں۔
مگر یہہ امر ملحوظ خاطر رکھیں کہ اب حجم کتاب
بنسبت سابق بہت بڑہ گیا ہے
اور اسکا انطباع بھی ایسے مطبع (سفیر ہند امرتسر)
میں ہوتا ہے جسکا اور مطابع کی نسبت ڈبل
خارج ہے اسلئے قیمت کتاب اب بجائی پانچروپیہ
فی نسخہ دس روپیہ قرار پائی ہے پس جن صاحبوں
نے پہلے نرخ سے قیمت پیشگی ارسال فرمائی ہوئی
ہے انکو تو بنظر عقد سابق اسی نرخ سے کتاب لینے
کا استحقاق ہے۔ (اں بنظر اعانت و رعایت
حج مرزا صاحب وہ بھی بجائی پانچروپیہ کے دس روپیہ
دیں تو انکی عالی ہمتی ہے) اور جو صاحب آئندہ
خرید اربنینگے اُنسے فی نسخہ دس روپیہ سے کم
نہ لیے جاوینگے۔ جنکو اسباب میں خطا رکتابت
یا ارسال زر منظور ہو وہ براہ راست مرزا صاحب کو

کو بہ نشان بمقام قادیان ضلع گورداسپور مخاطب
کریں۔ اسمیں مجھے واسطہ نہ بناویں کہ اس توسط میں
میرا بہی حرج ہے اور انکی کام میں بہی توقف
ہوتا ہے۔

دوسری مثال (مدرسۃ العلوم آرہ) کی
اصول و اغراض کے بیان میں اسکے بانی (اہی
و محبی مولوی محمد ابراہیم صاحب) نے ایک اشتہار
جاری کیا ہے اس مقام میں اسکا خلاصہ نقل کرنا کافی
ہے اور بعض احباب (جو مذہبی جوش میں سرگرم
ہیں) کی خدمات میں اصل اشتہار بہی بہیجا
جائیگا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے قومی بہائیوں
کے ہدایت کے لئے یہہ تجویز کی ہے کہ مدرسین
واسطے درس تفسیر و حدیث و ترجمہ قرآن و اصول
حدیث و فقہ و فرائض معانی و صرف و نحو وغیرہ
آلات علوم دینیہ کے اور واعظین گاؤں اور
شہروں میں واسطے وعظ و نصیحت کرنے کی
اور مؤلفین رسالجات مخالفین کے رد لکہنے
کے لئے اور مترجمین کتب عربیہ مفیدہ عام کا
ترجمہ کرنے کے لئے مقرر ہوں اور یہہ کتابیں
چھپیں۔ × × × بہائیوں کو لازم ہے کہ اس
انتظام و اہتمام کی نیرنگی اور اسکا خرچ خیال کر

لادین اور غور و تامل کرین کہ ہر گاہ صحیح طریق
ہدایت عام و خاص اس انتظام مین احاطہ
ہوگی تو انشاء اللہ ہدایت عام کل ہوم
دیگر ہم سے رونق پذیر ہوگی ××× مومنو
اس گوہر گران مایہ کو جلد خرید و کچہ نہ کچہ
ماہوار مقرر کرو -×× اگر ہر شخص اپنی آمدنی
سے چونسٹہوان حصہ یعنے فی روپیہ ایک
پا مالی نہ بہی ٹہرالین تو بہی کم نہیں اور
اہل ہمت تو بہت کچہہ کر دکہاتے ہین -
پس مین اس مدرسہ کے لئے بہی اخوان مسلمین
کو عموماً اور فرقہ موحدین کو خصوصاً بڑی
گرمجوشی سے رغبت دلاتا ہون کہ اس
مدرسہ کی اعانت کو بہی اپنا فرض مذہبی
سمجہین اور ہر شہر و قریہ مین اسکے لئے
چندہ جمع کرکے بانی مدرسہ کے پاس براہ
راست بنشان آرہ ضلع شاہ آباد محلہ
چوک مسجد بہیجتے رہین -
اور ایک مثال اس اشاعت (جسکی نظیر
مسلمانون مین نہ زمانہ سابق مین گذری
نہ زمانہ حال مین نظر آتی ہے) وہ ہے جو
ابہی وجود مین نہین آئی صرف میرے اور میرے

چند احباب کے خیال مین ہے وہ یہہ
کہ مشن عیسائیون سے بڑہکر ایک اعلے کمیٹی
یعنے بڑی انجمن اسلامی مقرر کیجاوے
جسکے ماتحت بہت سی سب کمیٹیان یعنے چہوٹی
انجمنین اکثر اضلاع پنجاب و ہندوستان
مین مقرر ہون اور اسمین عام مسلمانان
یا خاص موحدین سے کس و ناکس حسب حیثیت
چندہ لیا جاوے - و بنا د عاینہ جابجا
قایم ہون - اور رسایل تصنیف ہون اور
اخبار جاری ہون اور واعظین و منادی
کرنے والے مقرر ہون - اور لاوارث لڑکے
و مساکین مسلمین تربیت پاوین - اس
تجویز نے ظہور پایا تو سب کوئی دیکہیگا اسلام
کیسی رونق پکڑتا ہے -
اس تجویز کی بنا اسی مہینے مین رکہی جاویگی
اور اسکی کیفیت نمبر آیندہ کے ساتہہ شایع
ہوگی - اب مین اس مضمون کو دعا پر
ختم کرتا ہون اور مسلمان بہائیون
کے لئے خدا سے توفیق چاہتا ہون -
اللہ تعالےٰ مومنون کی پست ہمتی کو دور
کرے اور انکو دین کی نصرت و اشاعت

...ریویو
...نت حسین صاحب مدرس
...سائل رد نیچریہ پر۔
...احب نخبرت منصف مزاج
...و رسایل کشف راز۔
...ب۔ تہذیب نیچر وغیرہ
...انسے نفع اٹھایا۔
...لے جواب حضرات نیچریہ
...بعض ظریف کو اختیار
...لون کو پسند ہے۔
...ج ذلک مختصر مصداق
...لین انکو جوابات کو پسند
...ہم کا دل سے شکر و ستایش
...باک نیتی مولف کی ہی
...ان رسایل کے اجرا سے
...لیکو مد نظر نہیں ہے۔
...ہ رسایل تیار ہو گئے ہین
...مین فروخت ہو جاتی ہین
...انکو رسایل کی قیمت ادا کرنا

بہی ان ہی اصول پست ہمتی و نادہندگی پر عمل کرتے ہین تو ہمت
لوگ کیطرف سے قیمت رسایل جناب مولف کو نہین پہنچتی۔
گویا یہ نادہندگی و پست ہمتی ہماری قوم کا شیوہ
ہو گیا ہے جو کہین اور کسی معاملہ دینی مین الگی نہین ہوتی
اگر لوگ ہمت و حوصلہ کو بڑہاوین اور کم سے کم ہونیکے
ماہواری رسالہ کے بیشتر ہو جاوین تو جناب ممدوح رد
نیچریہ مین ماہواری رسالہ جاری کردین اور قیمت بہی
نہایت مختصر لین جو فی جزو ۔/ سے زیادہ نہو۔ ہمیں
دین ہے مسلمان بہائیونکو اس امر کا رغبت دلاتا
ہون اور خدا سے چاہتا ہون کہ جیسے نیچریون کے رسالہ اور
اخبار تیرہوین صدی تہذیب الاخلاق کرخوبہ مین
جاری ہین ویسے ہی یہ رسالہ بہی بالاستقلال جاری ہو
تو اگر لوگون سے یہ جرات نہو سکے تو ہمسے درخواست کرین
کہ جب کبہی حسب اتفاق کوئی رسالہ جناب ممدوح چہپوا کر
کسی کو بہیجین تو اسکی قیمت بلا طلب تقاضا بہیجدیا کرین
جنکو رسایل مذکورہ بالا مطلوب ہون وہ دہلی
مطبع یوسفی کے پتہ سے جناب ممدوح سے طلب کرلین
اور بعض احباب کو بعض رسایل بن بہیجے ساتہ بہیج
جاوینگے وہ ان رسایل کی قیمت اسی حساب سے میرے
پاس بہیجدین۔ تیسرا سبب یہ ہے اور بہی لکہا
لکہا تو نیز آپکو ان رسایل پر جو شیعہ دشمنی کے

...ممدوح سے درخواست کرین تو انکے حق مین ترقی دارین کی دعا کرین۔ سلام اللہ ...

اشاعۃ السُّنّۃ النبویۃ

علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر نہم و دہم — بابت رمضان و شوال ۱۲۹۷ مطابق ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۸۸۰ء — جلد ۳

شرح قیمت رسالہ

درجات و مراتب قیمت	تفصیل خریداران بشرح مراتب	رقم سالانہ
(۱) اعلیٰ قیمت	اسلامی ریاستوں کے نواب اور رئیس۔	کم از کم للعہ
(۲) خاص قیمت	گورنمنٹ انگریزی کے معزز عہدہ داران و علماء و اغنیاء و لائبریری و سوسائٹیاں	کم سے کم عہ
(۳) عام قیمت	متوسط اہل وسعت۔	۶
(۴) رعایتی قیمت	کم وسعت لوگ جنکی آمدنی دس روپیہ ماہوار سے زیادہ نہیں۔	سے
(۵) للّٰہی قیمت	جو دس روپیہ ماہوار کی آمدنی نہیں رکھتے مگر علمی شوق رکھتے ہیں اس رسالہ کی التماس کرتے ہیں	ثواب آخرت

ضروری اشتہارات و معلومات

۱- اشاعۃ السنہ کے وہ نمبر گزشتہ و ضمیمہ جات جن میں تقلید و عمل بالحدیث سے بحث ہی کے پورے اور باترتیب پرچے اب ہمارے پاس بجز ایک فائل کے باقی نہیں ہیں جسقدر تھے سب فروخت ہو گئے۔ اس فائل باقیماندہ میں اگست سنہ [illegible]ء سے دسمبر [illegible]ء تک کے پورے اور باترتیب پرچے موجود ہیں جو فی ماہ ایک روپیہ کے حساب سے مل سکتے ہیں۔

مطبع ریاض ہند امرتسر

اسکے سوا پرچہ ہاے ۱۸۸۰ء تو عنقا ہو گئے ہین اور پرچہ ہاے ۱۸۸۱ء کے دو فایل پورے ہین جو اُسی حساب سے مل سکتے ہین باقی سب غیر مکمل ہین۔ ضمیمجات ۱۸۸۲ء نمبر ہفتم سے پانزدہم تک ہین۔ اشاعۃ السنۃ جلد اول نمبر چہارم سے دہم تک اشاعۃ السنۃ جلد ۲ بجز نمبر ۳ اور سب ہین۔

یہہ سب پرچے ناکمل ہونیکے سبب عام لوگون کو بحساب فی ماہ ۲ جنہین محصول ڈاک بہی شامل ہے مل سکتے ہین اور مساکین کو مُفت بلا قیمت صرف محصول ڈاک جو سال بھر کے پرچون کیلئے ۲ سے زیادہ نہ ہوگا بھیجدینے پر مل سکتے ہین۔

یہہ بہی پرچے فروخت یا فی سبیل اللہ تقسیم ہو جاوین تو دوبارہ بہی بہ ترتیب مرغوب و طرز محبوب چہپوائے جائین۔ پس اہل ہمت اُن کامل فایلون کو غنیمت سمجہکر خرید فرماوین اور باقیماندہ پرچون کو باقی شایق حسب توفیق و حیثیت خود طلب فرماکر تمام کرادین پہر دیکہین کل پرچہ ہاے سنین ماضیہ کس خوبصورتی سے چہپوائے جاتے ہین۔

۴۔ **قیمت اشاعۃ السنۃ** کی نسبت جو صاحب آجتک اغماض کئے جاتے ہین اور باوجود کہ پرسہ کر یاد دہانی۔ اشارات کے متنبہ نہین ہوتے خواب غفلت سے بیدار ہو جائین اور اس امر کے منتظر نہ ہین کہ ہم انکو نام بنام آوازین دیکر جگائین **زیادہ افسوس** اُن لوگون پر ہے جو جواب خطوط میں قلم نہین اُٹہاتے اور ہم جیسے ہمارے اوقات و زر محصول خطوط کا خون کرتے ہین اگر وہ حضرات بجاے ارسال زر یہی لکہدین کہ ہم کچہہ نہ دینگے تو بہی ہم اُنکے شکر گزار ہونگے سب سے **زیادہ افسوس** حضرات علما پر ہے جو ثواب اشاعت و اعانت حق و ایفاء وعدہ و حقوق عباد کے مسایل سے واقف ہین پہر انکو نہ وعدہ کا لحاظ ہے نہ اداے حق کا خیال ہے۔ ایسا ہی اُن رؤسا و اُمرا پر جنہین ایسے ایسے نواب و تعلقہ دار و مالگذار مین جو اکیلے جیب خاص سے کل مصارف اشاعۃ السنۃ کے متحمل ہو سکتے ہین ایسے لوگ جو دو روپیہ لیکر روپیہ یا آٹہہ آنہ ماہوار بہ وقت مطالبہ نہ بہیجین اور مطالبہ پر بہی دو دو تین تین خطوط تک کا جواب تک نہ دین تو

پہر دنیا مین ہم افسوس کس پر کرین - میرے ان اشارات کو انہون نے نہ سمجھا تو ناچار کسی نہ کسی صاحب کا بطور مثال نام لینا پڑیگا ؎

۳ - مصباح الادلۃ جواب ادلہ کاملہ کے جسقدر نسخے دہلی وڈیرہ دان مین تہے وہ سب فروخت ہوگئے مین اب جسقدر نسخے باقی ہین وہ سب لاہور مین ہمارے پاس ہین جو ہمنے مالک کتاب سے قیمتاً خرید لئے ہین سو بہی دن بدن فروخت ہوتے جاتے ہین تہوڑے سے نسخے باقی رکہی ہین پس جنکو خریداری اس کتاب کی منظور ہو وہ تاخیر و توقف نہ کرین جلد زر قیمت ارسال فرماکر راقم سے کتاب طلب فرماوین عام قیمت ۸ محصول ارسال ہمنے مسکینون کیلئے ۶ مقرر کی تہی مگر جبکہ دیکہا کہ غنی لوگ بہی مسکین بنکر چہہ آنہ کو ہی مانگتے ہین اسلئے قیمت کو عام کردیا تاہم رعایت کین ہاتہہ سے ندیجاویگی گروہ رعایت حسب موقع ومشاہدہ عمل مین آویگی -

۴ براہین احمدیۃ کی معاونت کی نسبت ہم نمبر سابق مین بہت کچہہ ترغیب دے چکے ہین جس سے مسلمانان حامیان اسلام متاثر ہونگی امید قوی ہے - اب ہم اس کتاب کے مولف مرزا غلام احمد صاحب کو ایک تدبیر فراہمی چندہ یا قیمت کتاب پر آگاہ کرتے ہین وہ یہہ کہ مرزا صاحب اس باب مین اُن اعیان و روسا اسلام کیطرف سے مراجعت کرین جنمین اکثر اہل سنت ہین کہ اگر انمین سے کوئی صاحب توجہہ کرین توصرف اپنی ہمت سے بلا شراکت غیر کتاب کو چہپوا سکتے ہین آگے اس تدبیر کا کارگر ہونا خدا کے اختیار ہے جسکی عظمت شان ہے اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت حکایت ہے - ان حضرات کے نام نامی یہہ ہین -

(۱) نواب والاجاہ امیر الملک مولوی سید محمد صدیق حسن خانصاحب بہادر امیر ریاست بہوپال

(۲) نواب محمود علیخان صاحب بہادر رئیس چہتاری ضلع بلند شہر -

(۳) نواب محمد ابراہیم علیخان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ -

(۴) نواب محمد داود خان صاحب رئیس کرنول ضلع مدراس -

(۵) جناب خلیفہ محمد حسن صاحب وزیر ریاست پٹیالہ دام اقبالہم -

(۶) آغا کلب عابد بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع امرتسر۔
(۷) سید ہدایت علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر ضلع گورداسپورہ
(۸) جناب جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول معدن فیض عام ۔ نامر اسلام برد تسیف کلام حضرت مولوی حاجی سید امداد العلی صاحب ڈپٹی کلکٹر مرادآباد۔
(۹) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار کانواڑہ ضلع سیونی ۔
(۱۰) خانصاحب محمد امام خان صاحب مالگذار آری ضلع سیونی ۔

۵۔ قیمت براھین احمدیہ جو بنرخ جدید فی نسخہ دس روپیہ مقرر ہوئی ہے وہ صرف اہل اسلام کے لئے ہے جنکی جانب سے علاوہ از قیمت کتاب اُور نوع سے بھی مدد پہنچنے کی توقع ہے اِن کے سوا اور مذہب والوں (عیسائی آریہ وغیرہ) والون سے اسکی قیمت پچیس روپیہ لیجاوےگی اور اگر روپیہ پیشگی نہ آئے محصولڈاک علاوہ بران ۔

اطلاع

لاہور مین کاتب لیق کے میسر نہ آنیکے سبب رسالہ مدت سے خراب ہورہا تھا اب کی دفعہ اسکا چھپنا امرتسر مین تجویز ہوا ہے وہان اچھا چھپا تو ہمیشہ وہین سے چھپوایا جاویگا مگر لین دین و خط وکتابت متعلق رسالہ مہتمم رسالہ سے حسب عنوان و نشان قدیم ہونا چاہئے مطبع امرتسر کو بجز طبع رسالہ اور کچھ تعلق و انتبا نہین ہے ۔

راقـــــم

ابوسعید محمد حسین مہتمم اشاعۃ السنہ
از لاہور محلہ سید مٹھہ ۔

فان تاویلاتهم لیست بابعد من تاویلات اهل الحق للنصوص الظاهرة فی خلاف مذهبهم ذلك لان من النصوص ما علم قطعًا من الدین انه علی ظاهره فتاویله تکذیب معنًی بخلاف لبعض

مندفع ہوا جسکی تقریر یہہ ہے کہ جو شخص اصول و اعتقادات مین تاویل کرتا ہے اگر اُسکو مکذب شریعت ٹھہرایا جاوے تو بہت سے فرقون اہل اسلام (جیسے اہل بدعت بلکہ باہمی مختلف الحق) کی تکفیر لازم آتی ہے اگر اُسکو مکذب شریعت نہ ٹھہرایا جاوے تو منکرین حشر اجسام و حدوث عالم و علم خداوندی متعلق جزئیات کی تکفیر بھی ثابت نہین ہوتی اسلئے کہ اُن لوگون کی تاویلین بہ نسبت تاویلات اہل حق جو وہ اپنے مذہب کی مخالف نصون مین کرتے ہین بعید نہین۔

اس شبہ کے دفع ہونیکی وجہ یہہ ہے کہ بعض نصوص (آیات قطعی الدلالۃ) دین مین ایسے ہین جنکے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینًا معلوم ہو چکا ہے (جیسی آیات حشر و نشر و حدوث عالم جنمین منکرین تاویلین کرتے ہین) پہر اُنکی تاویل یقینًا رسول کی تکذیب ہے اور بعض نصوص (آیات ظاہرۃ الدلالۃ) ان نصوص قسم اول کی مخالف ہین یعنی انکے ظاہری معنی کا مراد ہونا یقینًا ثابت نہین ہے جیسی آیۃ دیدار الہی یا خلق افعال جنمین معتزلہ وغیرہ تاویل کرتے ہین انمین تاویل یقینًا آنحضرت کی تکذیب نہین ہے۔

قد ظهر ان الکافر اسم لمن لا ایمان له فان اظهر الایمان خص باسم المنافق وان طرء کفره بعد الاسلام خص باسم المرتد لرجوعه عن الاسلام وان قال بالهین او اکثر خص باسم المشرك لاثباته الشرك فی الالهیة و ان کان متدینا ببعض الادیان والکتب المنسوخة خص باسم الکتابی

یہہ ظاہر ہو چکا کہ کافر وہ ہے جسکا ایمان نہ ہو پہر اگر وہ بظاہر اسلام کا دعوی کرتا ہے تو وہ منافق ہے اور اگر اسلام کے بعد اسپر کفر طاری ہو گیا ہے تو وہ مرتد کے نام سے مخصوص ہے اور اگر وہ دو معبودون کا قایل ہے تو وہ مشرک کہلاتا ہے اور اگر وہ سوا دین اسلام اور دین سماوی یا کتاب منسوخ کا قایل ہے تو اسکو کتابی کافر کہا جاتا ہے جیسے یہود و نصاری ہین۔ اور اگر وہ زمانہ کو قدیم سمجھکر حوادث عالم کو زمانہ کیطرف منسوب کرتا ہے یعنی جو ہوتا ہے

كاليهودي والنصراني. ان كان يقول بقدم الدهر واسناد الحوادث الى الطبائع اختص باسم الدهري وان كان لا يثبت الباري تعالى خص باسم المعطل وان كان مع اعترافه بنبوة النبي صلعم واظهاره شعائر الاسلام يبطن عقائد هي كفر بالاتفاق خص باسم الزنديق - وهو في الاصل منسوب الى الزند اسم كتاب اظهره مزدك في ايام قباد وزعم انه تاويل كتاب المجوس الذي جاء به زرادشت الذي يزعمون انه نبيهم

سوزمانہ کرتا ہی) تو اسکو دہریہ کہا جاتا ہی اور اگر وہ کسی خالق کا قایل نہین ہے تو وہ معطل کے نام سے مشہور ہی اور اگر وہ آنحضرت کی نبوت کا اقراری ہی اور شعایر اسلام نماز روزہ وغیرہ کو ظاہرا عمل مین لاتا ہے (جیسے آجکل کے بعضے نیچری)† پر دل مین ایسے اعتقاد رکھتا ہے جو بالاتفاق کفر ہین (جیسے حضرات نیچریہ کے اعتقادات کہ دوزخ و بہشت جن ملک بوجود خارجی موجود نہین‡ اور حشر و نشر و حساب و کتاب سے ظاہری معنی مراد نہین ہے اور قرآن بالفاظ و نظم غیب الغیب سے بوسیلہ جبرئیل امین خارج از ذات نبوی آنحضرت پر نازل نہین ہوا بلکہ آنحضرت نے طبیعت سے بنالیا†† اور بعض آیات# کو اور مذہب والون کی کتاب سے لے لیا ہے وامثال ذالک) تو ایسا شخص باسم زندیق مخصوص ہی جسکی دراصل نسبت زند کی طرف ہی اور وہ ایک کتاب کا نام ہی جسکو مزدک نے زمانہ قباد مین ظاہر کیا اور یہہ کہا کہ اس مین اس کتاب مجوسیون کا بیان ہے جو انکی زعم مین انکا نبی زردشت لایا ہی۔

† لندن کے تیدمس نے لکھا ہے کہ اکثر میاں قوم سے مذہب میں داخل ہوتے ہی نماز روزہ وغیرہ احکام اسلام سے استعفا داخل کرتے ہین جسکو اس مذہب کے بانی یا مجدد (آنریبل صاحب بہادر) بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ان لوگون کو ان الفاظ کہ کوئی حکم مذہبی کو مانے وہ ملا شدہ مسلمان نہیں ہے) آزادی دنیا کی کا سارٹیفکٹ دیتے ہین دیکھو پرچہ تہذیب ماہ ذی قعدہ [illegible]۔

‡ دیکھو اشاعۃ السنہ نمبر [illegible] جلد [illegible] جس مین ان اعتقادات کے موافق تفصیل کا ذکر ہے۔

†† دیکھو تہذیب ماہ ربیع الاول [illegible] و تہذیب نمبر [illegible] جسکی عبارتین عنقریب منقول ہونگی۔

دیکھو تفسیر [illegible] جس میں لکھا ہے کہ بسم اللہ موسیٰ کی کتاب سے آن حضرت نے لے لی ہے۔

قال البحث السابع فی حکم مخالف الحق من اهل القبلة فی باب الکفر والایمان ومعناه ان الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الاسلام کحدوث العالم وحشر الاجسام وما اشبه ذلک واختلفوا فی اصول سواها کمسئلة الصفات وخلق الاعمال وعموم الارادة وقدم الکلام وجواز الرؤیة ونحو ذلک مما لا نزاع فی ان الحق فیها واحد هل یکفر المخالف للحق بذلک الاعتقاد وبالقول به ام لا والا فلا نزاع فی کفر اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العلم بالجزئیات ونحو ذلک وکذا بصدور شیء من موجبات الکفر عنه۔ اھ ملخصا

بحث ہشتم اُن لوگوں کے حکم میں ہے جو اہل قبلہ ہو کر حق کے مخالف ہیں کہ آیا وہ لوگ کافر ہیں یا مومن۔ اِس بحث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ضروریات اسلام (اعتقاد حدوث عالم وحشر اجسام اور اُسکے نظایر) پر اتفاق رکھتے ہیں اور انکے سواء اور اصول میں الحق کے مخالف ہیں (جیسے مسئلہ صفات باری (اُسکا عرش پر ہونا دیکھنا سننا بولنا وغیرہ) اور مسئلہ خلق اعمال اور خدا کی ارادہ کا عام ہونا اور خدا کی کلام کا قدیم ہونا اور خدا کی دیدار کا جایز ہونا اور مثل اُنکی اور مسایل جنہیں اہل سنت کی نزدیک بالاتفاق حق صرف وہی بات ہے جو اہلسنت کے نزدیک ثابت ومقرر ہے) ان لوگوں کی نسبت یہ بحث ہے کہ آیا یہ مومن ہے یا کافر ورنہ ایسے شخص کے کفر میں کوئی بحث ونزاع نہیں جو اہل قبلہ کہلاوے اور عمر بھر طاعات (نماز روزہ وغیرہ) پر مداومت کرے مع ذلک عالم کو قدیم جانے اور حشر اجسام کی نفی کرے یا علم خدا متعلق جزئیات کو سلب کرے یا مثل اُسکے اور اعتقاد رکھتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں ایسا ہی اُس شخص کے کفر میں بحث ونزاع نہیں جس سے ایسا فعل یا قول سرزد ہو جو باتفاق کفر کا موجب ہو (جیسے کوئی خدا ورسول کو گالی دے یا نبی کو قتل کرے یا اور وجہ سے اُسکی اہانت کرے یا مسجد کو گرا دے (بنارس کی مسجد کو نہ سمجھیگا) اور بجائے اُسکی کوئی بتخانہ یا پائخانہ یا کوئی اور عمارت کسی صاحب کی یادگار بنا دے یا کسی فرض قطعی سے انکار کرے یا حرام قطعی کو جیسے خنزیر حلال بتا کر نوش جان کرے یا بُت کے آگے سجدہ کرے یعنی

ایسے اعمال و اقوال اعتقادات والے اشخاص بالاتفاق کافر ہین اگرچہ کلمہ گو ہون اور مع ذالک نماز روزہ وغیرہ ظاہری طاعات کی بہی ملتزم ہون شرح مقاصد کا مطلب بزیادۃ تشریح و تمثیل تمام ہوا ایسا ہی اور کتب عقاید مین مرقوم ہے۔

ان شہادات و تصریحات کا برابلسنت سے خوب ثابت ہوا کہ جو اہلسنت نے لانکفر احدا من اہل القبلہ کہا ہی یہہ خاصکر انہی اسلامی فرقون کی نسبت کہا ہی جن کو اصول اسلام پر اتفاق ہے یہہ قول انکا ایسا عام و غیر محدود نہین ہے جسمین ہر کلمہ گو منافق ہو خواہ زندیق یا مرتکب کفر یا ملتزم امور مستلزمہ کفر کا داخل و شامل ہونا ممکن ہو اسکو ایسا عام سمجہنا پرلے درجہ کی غلطفہمی ہے اور اسکے اصلی معنی سمجہکر اس عموم پر اسکو حمل کرنا ابلہ فریبی اور دہوکہ دہی ہے۔

یہہ تائید اعتراض سوم و چہارم کے متعلق تا خیر کلام ہی جسکی اتمام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو کچہہ آپنے اعتراض اول و سوم و چہارم کیا ہی وہ سراسر دہوکہ و مغالطہ ہے۔ اب رہا جواب آپکا اعتراض دوم کا سو یہہ ہے کہ امام صاحب نے تو صرف انکار حشر اجسام مین دین کا ضرر بتایا ہے مطلق بحث حشر اجسام کو جسمین حشر اجسام کا اثبات اور اسکی حقیقت ذاتی اور وجود اصلی کا بیان ہو مضر دین نہین فرمایا آپکا مطلق بحث سے ممانعت اور اسمین تجویز مضرت کو امام صاحب کی طرف نسبت کرنا طرفہ افترا۔ اور پہر اس طرفہ پر یہہ طرہ کہ امام صاحب تو بحث حشر و نعیم و آلام بہشت و دوزخ سے منع کرتے ہیں اور ہم (خود بدولت جناب سید احمد) اس قسم کی بحثین کرتے ہین اور منکرین و متردین کو ان اشیا کی حقیقت سمجہا کر انکو اسلام پر قایم کرتے ہین پہر ہم دونون مین کون شخص دین کا نفع رسان ہے اور کون مضر رسان ہے ؟ پہلے درجہ کی دلیری ہے جو یہہ مصرع یاد دلاتی ہے

ع چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد ؛ آپ کوئی ایسی بحث کرتے جسمین اسلام کی کسی بات کی اصلی حقیقت جو شارع کے نزدیک مقرر ہے بیان کرتے تو یہہ دعوی کرتے ہوئے زیب دیتا آپ نے تو اسلام کی کسی ایک بات کی اصلی حقیقت کو قایم نہین رہنے دیا جس بات پر ہاتہہ ڈالا اسی کی حقیقت کو نیست و نابود کر دیا اور اس کو تبادل و تحریف غیر حقیقت پر

محصول کیا۔ پس یہ دعوی آپ کے موُنہہ سے کب زیب دیتا ہے۔ اس امر کی تفصیل خدا نخواستہ اشاعۃ السنۃ کی دو چار جلدون مین ہوگی۔ اسمقام مین اسکی تمثیل پر اکتفا کرتا ہون اور آپکے معتقدین اور عامہ ناظرین کو آپ کے حقایق بیانی و سچی اسلام نفع رسانی پر آگاہ کرتا ہون۔

پس واضح ہو کہ اصول اسلام و امہات عقاید و ایمان یہ ہین کہ (۱) خدا کو بجمیع صفات کمال ماننا اور (۲) رسول کو برحق جاننا (۳) خدا کی کتابون پر ایمان لانا اور (۴) اُسکے ملایکہ کو ماننا (۵) مرنیکے بعد اُٹھنے پر یقین رکھنا۔

ان عقاید کا اصول اسلام سے ہونا نصوص قطعیہ کتاب و سنت سے ثابت ہو اور انکو تک جو اُستانی جی سے صفت ایمان مجمل و مفصل سکھی ہون معلوم ہے۔

پس اب دیکھنا چاہیے کہ ان اصول مین آپ نے کیا حقیقت بیان کی ہے۔ اسی سے بقیہ اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی و سچی اسلام نفع رسانی کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے بحکم ؎

قیاس کُن زگلستان من بہار مرا ہمارا تو یہہ خیال ہے کہ ان اصول مین سے جس اصل کو آپنے ہاتھ مارا ہے اُسکی حقیقت کو نیست و نابود کر دیا ہے اور بجاے اسکے اپنی خانہ ساز حقیقت کو کھڑا کر دکھایا ہے۔ آیندہ ناظرین کو اس خیال کا صحیح یا غلط ہونا تفصیل ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

ایمان باللہ کی نسبت آپکی حقیقت بیانی

حقیقت ذات باری تعالی آپ نے ایسی بیان کی ہو کہ اسکو اندھون کا ہاتھی بنا دیا ہے جسکے اندھون کا ہاتھی مین ہے جو کچھ کسی اندھے کے ٹٹولنے میں آتا ہے وہی ہاتھی قرار پاتا ہو ویسی ہی جو کچھ خدا کی نسبت کسی کے خیال مین آوے اُسکے وہ بیچون و چگون ہے یا بڑے سر کا یا سیکڑون سر کا یا بہت بڑے

† دیکھو خاتمہ سورہ بقرہ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ وملائکتہ [illegible] سورہ نساء ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر۔ ‡ دیکھو تہذیب بابت رجب ۱۲۹۴ھ [illegible] کے بعض فقرات اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ۱ میں نقل ہو چکے ہیں اور بعض فقرات اسمقام میں نقل کیے جاتے ہیں۔ اسمین آپ فرماتے ہیں [illegible]

بیٹھ کا یا بہت سی بہجا کا یا نہایت ہیبت ناک خونخوار بدشکل ڈاین یا نہایت خوبصورت دلہن وہی آپ کے نزدیک خدا کی حقیقت ہو اسلیے کہ آپ کے زعم مین ان خیالات مختلف کیطرف انسان کو طبیعت (یعنی نیچر) رہنمائی کرتا ہے اور نیچر کی رہنمائی عین خدا کی رہنمائی ہے۔ پس جو کچھ کیسکو خدا کی نسبت سوجہا ہے وہ آپ کے نزدیک خدا کی طرف سے سوجہا ہے اور وہی خدا کی حقیقت ہے۔ پس آپ کے نزدیک اِس خیال کا ماننا خدا کا ماننا ہے اور اس صورت خیال کا پوجنا خدا کا پوجنا ہے بلکہ اس خیالی صورت کا بت یا کوئی نقشہ بنا لینا اور اُسکی پرستش کرنا مین پرستش خدا ہے اور جو خدا پرستوں (انبیا) نے قبلہ بنایا ہے یا کوئی نشان کہڑا کیا ہے وہ بہی کام کیا ہے لہذا یہی خیال یہی بنا ہے اس بیان حقیقت ذات الٰہی کے ضمن مین آپنے حقیقت عبادت جو نبیون سے وقوع مین آئی اور انکی جہات و مکانات کی تقریر ہوئی ہے نیز بتادی ہے اور یہہ بات جتادی ہے کہ انبیاء علیہم السلام بہی بت پرست تہے جو بنام نہاد خدا پتہرون کی پرستش کرتے رہے۔ سبحان اللہ حقیقت بیانی اسی کا نام ہے۔ اور یہی اسلام نفع رسانی اسمین تمام ہے۔

ہیں کہ ایک اعلیٰ قوت کے موجود ہو نیکا خیال جسکو کچہہ ہی تعبیر کرو (یعنی خدا کہو یا نیچر کار) انسان میں ایک امر فطرتی ہے یہہ ہی ایک لازمی امر ہے کہ اس اعلیٰ قوت کے قرار دینے مین اختلاف واقع ہو اکوئی تو اِس ہی موجودات اور مخلوقات میں سے کسی کو وہ اعلیٰ قوت سمجہا اور کوئی کسی خیالی وجود کو جسکا نقشہ خود اُس نے اپنے خیال مین بنایا ہو وہ قوت اعلیٰ قرار دے اور کوئی ایسے لامعلوم اور بےچون وبے چگون قوت کو جو اس سب کی علۃ العلل ہے وہ قوت اعلیٰ سمجہے۔ × × × × × × یہی خیال رفتہ رفتہ مذہب بنجاتا ہے ۔ × × × یہہ بہی انسان کا ایک امر طبعی ہے کہ صرف خیالی چیز سے نہ اسکو محبت ہوتی ہے نہ اسکی طرف توجہ ہوتی ہے پوری توجہ تب ہوتی ہے جبکہ اس خیالی شے کا کوئی نشان اصلی یا فرضی اسکے سامنے ہو۔ اس فقرہ کا اخیر اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ہذا مین منقول ہے جسمیں خوب وضاحت سے حضرات انبیاء ابراہیم و اسحق و یعقوب و محمد الرسول علیہ السلام اور علیہم اجمعین کا نام بنام نہاد خدا پتہروں کو پوجنا آپنے بیان کیا ہے۔

حقیقت صفات باری تعالیٰ آپ نے ایسی بیان کی ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپکے نزدیک خدا تعالیٰ ایک حاکم معزول کی مانند (جیسے غدر سے پہلے دہلی کا بادشاہ تہا اور اِس وقت ٹونک کا معزول نواب ہے - جو برائے نام بادشاہ نواب کہلاتے اور حکمرانی میں جو لوازم بادشاہی ہیں ان سے دخل نہ رکہتے) محض معطل و بیکار ہے و منصب خداوندی (تصرف عالم) نیچر کے سپرد ہوا آپ کی تحقیق کے رو سے صدور عالم (اجسام و طبایع) تو ایک دفعہ خدا سے (جبرًا لا اختیارًا) ہو چکا ہے مگر اب خدا تعالیٰ کو اس عالم میں تصرف و تبدیل کا اختیار نہیں رہا - مثلاً خدا سے آگ کو جلانیوالی اور پانی کو بجہانیوالا پیدا تو کر دیا مگر اب اگر وہ آگ سے پانی کا اور پانی سے آگ کا کام لینا چاہے تو اُسپر اسکو قدرت و اختیار نہیں ہے یا مثلاً خدا نے آدم کے بعد انسان کی پیدائش نطفہ نر سے کی ہے - اِسمیں اگر خدا تعالیٰ یہ تصرف کرنا چاہے کہ بے نطفہ نر ایک کنواری کے پیٹ سے بچہ پیدا کرے (جیسے بزعم اہل اسلام و اہل کتاب مریم علیہا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام ہوئے) یا مٹی میں روح پہونک کر اسکو انسان بنا دے (جیسے آدم علیہ السلام ہوئے) یا نباتات کیطرح زمین کو پہاڑ کر اُسمیں سے انسانوں کو نکال دے (جیسے بزعم اہل ایمان قیامت کو ہوگا) تو خدا اُسپر قادر نہیں ہے -

یہ تحقیق معزولی و بیکاری باری تعالیٰ آپکے جملہ تحقیقات کا اصل اصول ہے - اور آپکے مذہب نیچری و تفسیر نیچری از سرتا پا اسی تحقیق پر مبنی ہے -

† تہذیب الاخلاق بابت ... میں اس بیان اصول قدیم و جدید کی آمیزش فرمایا ہے اصول قدیم یہ ہے کہ خدا کی حکمت و قدرت اسمیں کہ وہ آگ کا اور آگ سے پانی کا کام لیسکتا ہے - جدید اصول یہ ہے کہ اسمیں خدا کی قدرت اور حکمت وسعت میں نقص لگتا ہے - یہ کلام اہل نیچر اسلامی ہے کہ سلسلہ حوادث و کائنات نیچر کی ... خدا کو اسمیں تغیر و تبدیل کا اختیار نہیں ہے یا یوں کہو کہ تغییر و تبدیل کی ...

‡ تیسرے کے پرائیوٹ تحریروں سے جو تمام بعض جو اب میں صادر ہوئی ہیں ہمکو معلوم ہوا کہ آپ حضرت مسیح کی پیدائش کو مسیح کے نطفہ سے تجویز کی ہے اور یہ بات تفسیر پر تحریر میں لکہدی ہے - مگر ابہی تک وہ جلد تفسیر جسمیں آپ نے مریم علیہا السلام پر یہ بہتان لگایا ہے سامنے یا ہمارے پاس نہیں پہنچی تو دیکہیں اسمیں کیا کیا گل کہلائے ہیں -

اور **حقیقت ایمان** باللہ آپ نے یہہ ٹھہرائی ہو کہ جو بہر کسیکی دل مین خدا کی وجود جس طرح سے کہ اُس نے ٹھہرایا ہو یعنی دبے مثل یا بت کی شکل ہو کا خیال ہے وہی خیال ثبوت ایمان کے لئے کافی ہے۔ گو موہنہ سے اس خیال کا ہی اقرار نہ ہو بلکہ برملا اُس سے انکار اور اُس انکار پر اصرار پایا جاوے اور اگر کبہا خیال کا کوئی زبان سے اقرار کرے اور لا الہ الا اللہ کہدے تو پہر تو وہ جو بھی† چاہے سو کرے خدا کی تکذیب کرے رسول کی توہین کرے مسجد کو گرا دے مصحف کو جلا دے زنار پہن لے بت کے آگے سجدہ کرے خنزیر کو حلال بتا دے حلال کو حرام ٹھہرا دے اسکی ایمان اور نجات میں کوئی شک و شبہ نہین ہے۔

---

† یہہ بات آپکے اقوال اور اصول مین حاشیہ موجود ہے اسی مضمون کا طریق التفرقہ بین الاسلام والزندقہ (جسکی جواب میں آ بہاؤ قلم جاری ہی) کی اس عبارت کو دیکہو جو ذیل تمہید اعتراض سوم و چہارم نمبر ۳ مین بصفحہ ۲۲۵ منقول ہو چکی ہے۔ اور اسی مضمون کی دوسری عبارت نمبر ۹ میں بصفحہ ۲۵۹ آویگی۔

مگر کمال افسوس و تعجب کا مقام ہی کہ آپ نے مضمون واقع البہتان میں (جسکو میں اکثر بہتان سمجہتا ہون جو اسکی تفصیل بجای خود لکہتا ہون) اس سے انکار کیا ہے اور یہہ بات کہنے والی معتقد پرستوں کا بیہودہ بہتان بتایا چنانچہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۲ جلد ۵ میں کتاب تائید الاسلام تالیف جناب مولانا سید علی بخش خانصاحب سے یہہ **الزام** نقل کیا ہے کہ سید احمد خان کے مذہب میں کوئی عمل اگرچہ شعار کفر میں سے کیوں نہ ہو مثلاً انکار کرنا نبوت انبیا سابقین کا یا کتب سماویہ سابقہ کا یا دو ملک کا یا معاذ اللہ قرآن شریف کا عمداً بول و براز میں آلودہ کرنا یا پہینک دینا یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹہرانا یا کسی نبی کو معاذ اللہ گالی دینا یا بہشت و دوزخ اور قیامت اسکا منکر ہونا یا ضروریات دین کا انکار کرنا کسی آدمی کو کافر نہیں بنا تا

پہر اسکے **جواب** میں ہر ایک الزام کے لعنۃ اللہ علی کاذبیہ و علی معتقدہ فرمایا ہے اور آٹہ دفعہ یہہ کلمہ حوالہ قلم کیا اور **تعجب پر تعجب** کا محل ہے کہ اسی مقام میں یہہ بھی فرمادیا ہے کہ بت کے آگے سجدہ کرنا اللہ نارہیں لیکن ہمارے نزدیک کفر نہیں ہے اور یہہ نہیں سوچا کہ اُن افعال میں جنکے قائل و معتقد پر اپنے لعنتوں کا مینہہ برسایا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنے میں جسکو کہہ رہے ہیں اُس میں کیا فرق ہے جسکے رو سے اُن افعال کے مستلزم کفر ہونے سے انکار کیا ہے اور بت کے آگے سجدہ کرنیکا مستلزم کفر نہ ہونا تسلیم کر لیا معلوم نہیں۔

حقیقت رسول اور وحی و نبوت آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ اسمیں نبی کو ہر ٹرے شاعر اور بے سیکھے سکھائے گانے ناچنے والی بیڈنی - اور مادرزاد مسخرے زٹلی اور جبلی جو بکواد اور قاتل و موذی

† تہذیب ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳ میں آپ فرماتے ہیں جسطرح کہ انسان میں اور قوائے ہیں اسیطرح ملکہ وحی والہام بھی اسمیں ہے × × × یہ ملکہ ایک آلہ اکتشاف علوم وحقایق اشیا کا بھی ہے اور اسلئے اسکا تعلق کسی خاص علم ہی پر منحصر نہیں ہے ملکہ ہر ایک سے جدا گانہ - اور مستقل تعلق رکھتا ہے اور بلحاظ اسی تعلق کے اسی علم یا شے کے ساتھ وہ ملکہ منسوب یا موسوم ہوتا ہے جیسے کہ ملکہ حکمت یا ملکہ طب ملکہ شاعری ملکہ حدادی ملکہ موسیقی ملکہ نقاشی وعلیٰ ہذا القیاس انسان جسکا انسان کی جہر پر غور کرتے تو اسکی چار حالتیں پاتا ہے ایک وہ حالت جو اسکو تربیت و صحبت و تمدن و اخلاق سے حاصل ہوتی ہے جسکو **کانشنس** کہتے ہیں دوسری وہ حالت جو اسکو کسی علم یا ہنر میں ترقی کرنے سے حاصل ہوتی ہے جو اس علم کے ملکہ سے تعبیر کیجاتی ہے تیسری حالت یہ ہے کہ وہ کسی علم و ہنر میں غور کرتا ہے اور کوئی مسئلہ حل کرنا چاہتا ہے اور اسکی علمی و اکتسابی قوت اسکے حل سے عاجز ہوتی ہے تو اسکے دل میں دفعتہ ایک بات آجاتی ہے جسکو وہ نہیں جانتا کہ کہاں سے آئی اسطرح دل میں آئی والی بات کو **وحی والہام** کہتے ہیں (یہ تینوں حالتیں انکی کلام سے بالمعنی نقل ہوئی ہیں) چوتھے حالت انسان میں ہم ایسی پاتے ہیں جسکی بنا اکتسابی علوم پر قایم نہیں ہو سکتی بلکہ اس شخص کے نیچر پر قایم ہے - ایک جاہل شخص کہ جو علم سے واقف ہی نہیں ہے نہایت عمدہ شاعر پاتے ہیں بڑا ادیب پاتے ہیں ان پڑھ اور بے علم لوگوں سے ایسے دقیق مسایل اخلاق ساتھ میں جنکو عالی کی ترقی یافتہ دنیا کے ہی تعجب سے دیکھتے ہیں × × × × × × × اس طرح دلمیں پیدا ہونے والی بات کو ہم وحی والہام کہتے ہیں اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ پڑتی نہیں بلکہ اچھلتی ہے مگر جب اسکو اچھلنے کا احساس ہم نہیں پاتے اسکو **القا** کہتے ہیں - یہی الہام کو حالی بلی میں پانی سرا نہیں ملتا بلکہ فوارہ کیطرح اسمیں سے اچھلتا ہے گو کہ اسکے لئے خفیف تحریک ہوئی ہو ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی حالت کو سوچا اور دوسروں کی حالت کو دیکھا اور ایک اثر انکے دلمیں پڑا جس سے انہوں نے ترقی اور سوشیل امور میں علم پایا - اس دلمیں پیدا ہونے والی شے کو ہی ہم **الہام اور وحی** کہتے ہیں اگر وحی اور الہام یہ تھا تو اور کیا تھا سے کانوں اور لوتھڑے کے دل کو اس پر کسے ساتھ سے بہر اور اس دعوے کا اسم

اور حقیقت ایجالہ ابی کا ہمسر و ہمجنس قرار دیا ہے ۔

پھر الیاہو آپ فرماتے ہیں کہ وحی و رسالت کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ خاص خاص اوقات اور مواقع پر کچھ

یہ ترجمہ میں بصفحہ ۲۳۰ نقل ہو چکا ہے) خدا تو ایسا نیام ہے کہ کبھی کسی کے دل میں یہی وحی ڈالتا ہے یہاں تک
ولیس وحی یا الہام ڈالے سے انہو کبھی نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ الہام یا کتاب الہامی کا یہ سلسلہ ایسی جیالیے علم
خود اسکا دل ہے جسپر الہام ہوا اسکا دل اسکی تمام امادہ کا مخزن ہے اسکا دل وہ تحسن ہے جس سے اس کے اعتقادات اور
اسکی تعلیم کا حال ظاہر کیا ہے ۔ ۔ یہ خیال کہ وحی و الہام اوپر سے آتا ہے نکالدیا جاوے اور یہ سمجھا جاوے
کہ وہ آتا نہیں بلکہ جاتا ہے اور یہ پلٹ کر پڑتا ہے اور خاص خاص علوم اور کتاب سے علاقہ رکھتا ہے تو کتب الہامیہ
کی نسبت ہی یہ خیال صاف ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور تفسیر تحریر میں فرمایا ہے وحی تو وہی ہوتی ہے جو خدا سے
پیغمبروں کو دی جاتی ہے مگر لوگوں کے معتقدات کے اسکے بیان کہ وہ کیونکر دی جاتی ہے ٹھیک طور پر بیان کیا انہوں نے
خدا اور رسول کو دنیا کا بادشاہ اور جبرئیل کی بابت اور وحی کو بادشاہ کی کلام یا حکم یا پیام کی آسمان سے اتر کر
ایک مجسم فرشتہ بادشاہ دوسرے میں ایلچی پیغام پہنچانے والا قرار دیا ہے امام **فخر الدین رازی** تفسیر کبیر میں
فرماتے ہیں کہ آسمان پر جبرئیل خدا کا کلام سنکر آنحضرت پر اترتے تھے اور وہ پیغام کہدیتے تھے ۔ ۔ ۔
مگر میری سمجھ میں یہ نہیں ہے ۔ موت کو ایک فطری چیز سمجھتا ہوں ۔ جو انبیا میں بمقتضائے انکی فطرت کے مثل دیگر قوائے
انسانی کے ہوتی ہے جس انسان میں وہ قوت ہوتی ہے وہ نبی ہوتا ہے اور جو نبی ہوتا ہے اسمیں وہ قوت ہوتی ہے
جس طرح کہ تمام ملکات انسانی اسکی ترکیب اعضا دل و دماغ و خلقت کی مناسبت سے علاقہ رکھتی ہیں ۔

† اس ساوٹ کو نمونتاً آپنے رسالہ التعلیم کے بعض بحث جبر و اختیار کے اس طرح بیان کیا ہے علم تشریح الملا
سے ثابت ہو گیا ہے کہ جس قسم کی ساخت انسان کی ہوتی ہے اسکے مناسب افعال اس سے خواہ مخواہ سرزد ہوتے ہیں یہاں تک
کہ جسم سعاک تا تلوں کی کھوپری میں ایک خاص قسم کی ساخت ہے اور تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ متوحش سعاک
کی کھوپری اسی بناوٹ سے ہوتی ہے ۔ پس جسکی کھوپری اس ساخت کی ہوگی وہ ضرور سعاک قاتل ہوگا
جو بے رحم سعاک قاتل ہوگا اسکی کھوپری ضرور ایسی ساخت کی ہوگی اور جو لوگ نبی کی بناوٹ کو بمنزلہ علت
تدبیر لا و اتار رسالہ مذکورہ میں یہ ہی مضمون کا نقشہ انہی الفاظ سے بیان کیا ہے اسکی بناوٹ کا

پیغام یا احکام بواسطہ ملایکہ خارج از وجود انسان آدمی کی طرف بھیجتا ہے جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے
حکم احکام ایلچیوں کے ذریعہ سے اپنے وزیروں اور امیروں کی طرف بھیجتے ہیں - بلکہ رسالت

اسیطرح ملکہ نبوت بھی اسی سے علاقہ رکھتا ہے یہ بات کچھ ملکہ نبوت پر موقوف نہیں ہے ہزاروں قسم کے
جو ملکات انسانی ہیں بعض دفعہ کوئی خاص ملکہ کسی خاص انسان میں بارادۂ خلقت و فطرت کے ایسا قوی ہوتا ہے
کہ وہ اسی کام کا امام یا پیغمبر کہلاتا ہے - لوہار اپنے فن کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے - شاعر اپنے فن کا امام
یا پیغمبر ہو سکتا ہے - ایک طبیب بھی فن طب کا امام یا پیغمبر ہو سکتا ہے مگر جو شخص روحانی امراض کا طبیب ہوتا ہے
اور جسمیں اخلاق انسانی کی تعلیم و تربیت کا ملکہ بمقتضائے اسکی فطرت کے خدا سے عنایت ہوتا ہو وہ پیغمبر کہلاتا ہے
اور جسطرح کہ اور قوائے انسانی بمناسبت اسکے اعضا کے قوی ہوتے ہیں اسیطرح یہ ملکہ بھی قوی ہو جاتا ہے اور جب
ایسی پوری قوت پر پہنچ جاتا ہے تو اس سے وہ ظہور میں آتا ہے جو اسکا مقتضا ہوتا ہے جسکو عرف عام میں بعثت
سے تعبیر کرتے ہیں - عبرانی و عیسائی سحر اس ملکہ نبوت کے جسکو ناموس اکبر کہتے ہیں اور زبان شرع میں
جبرئیل کہتے ہیں اور کوئی ایلچی مثل پیغامبر یا نامہ بر الامین ہونا اسکا دل ہی وہ آئینہ ہوتا ہے جسمیں تجلیات ربانی
کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اسکا دل ہی وہ ایلچی ہوتا ہے جو خدا کا پیغام پہنچاتا ہے اور خدا کا پیغام لیکر آتا ہے
وہ خود ہی مجسم چیز ہوتا ہے جس میں سے خدا کی کلام کی آوازیں نکلتی ہیں وہ خود ہی کان ہوتا ہے جو خدا
کی بے حرف و بے صوت کلام کو سنتا ہے خود اسکے دل سے فوارہ کی مانند وحی اٹھتی ہے اور خود اسی پر نازل
ہوتی ہے اسکا عکس اسکے دل پر پڑتا ہے جسکو وہ خود ہی الہام کہتا ہے اسکو کوئی نہیں ملواتا ملک وہ خود ملتا ہے
ہم بطور تمثیل کے گو وہ کیسی ہی کم رتبہ ہو اسکا ثبوت دیتے ہیں ہزاروں شخص ہیں جنہوں نے مجنونوں کی حالت
دیکھی ہو گی وہ بغیر بولنے کے اپنی کانوں سے آوازیں سنتے ہیں تنہا ہوتے ہیں مگر اپنی آنکھوں سے اپنے پاس کسیکو کھڑا

تو اس کامل ترقی پر ہوتی ہی اسمیں وہ ملکہ متعلق ہوتا ہے اور اسلئے جب وہ کسی ایسی بات پر غور کرتا ہے جو اخلاق سے
یا یوں کہو کہ دین سے متعلق ہے اسکے دل میں وہی بات پڑتی ہے جو نہایت سچی اور سیدھی ہوتی ہے اور وہی
مرضی قانون قدرت کے موافق ہے - اس ملکہ کے مختلف طریقے قانون قدرت کے بموجب ہیں جنکو ہم دوسری
زبان میں وحی اور الہام اور روع فی النفس کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں - حاشیہ الحاشیہ ۱۲

اور وحی ایک فطرتی اور جبلی امر ہے جسکی حقیقت یہہ ہی کہ خدا نے نبی کی جبلت و طبیعت اور دل و دماغ وغیرہ کی بناوٹ ایسی کر رکھی ہے کہ جب وہ کسی نیک یا بد امر مین غور و فکر کو کام مین لاتا ہے اور اسکے حسن و قبح کیطرف ادراک و عقل کو دوڑاتا ہے تو اسکے دل سے اُسکے دماغ سے اُسکی طبیعت سے اس امر کی سبت ایسی بات اُٹھتی ہے جو سچی اور تجربہ کے مطابق ہوتی ہے اور کبھی وہی دل سے اُٹھنے والی بات ایک کلام موزون و مرتب ہو کر اسکو سنائی دیتی ہے اور کبھی وہی دل کی بات بصورت انسان وغیرہ شکل ہو کر دکھائی دیتی ہے اور اُسکے منہہ سے وہ آواز نکلتی معلوم ہوتی ہے - اور حقیقت مین نہ کوئی کلام ہے نہ کوئی متکلم ہے جو ہے اُسیکا خیال ہے اسیکا دل ہے اُسکی طبیعت ہے - انبیاء کی دل سے اُٹھنے کو القا و الہام کہتے ہین اس نظر سے کہ وہ دل سے اُٹھکر پھر الٹ کر اسی پر گر پڑتا ہے اور اس کلام کو جو اسکے خیال نے بنائی ہے کلام الہی کہتے ہین اور اس صورت کو جو اسکے خیال نے دکھائی ہے فرشتہ کہتے ہین - اس کلام کی طبیعت سے بنا لینے کی قوت کو ملکہ نبوت کہتے ہین اور اس قوت کی حد کمال کو پہنچ جانیکا بعثت نام رکہتے ہین -

یہہ ملکہ نبوت نبی مین ایسا ہے جیسا اس شاعر مین شعر کہنے کا اور اس رنڈی مین ناچنے اور گانے بجانے کا اس نٹنی مین نٹ کا اس قاتل مین قتل کا اس دیوانہ مین خیالی صورتین دیکھنے اور خیالی آوازین سننے کا ملکہ موجود ہوتا ہے - پس جیسا اس قاتل خونخوار کی کھوپڑی کی بناوٹ مین قتل کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اس خونریزی کا حکم دیتا ہے اس خونریزی کی نسبت سوائے تقاضائے

جو اباتین کرتا ہوا دکھتے ہیں وہ سب انہیں کے خیالات ہیں جو سب طرف سے جمع ہوکر ایک طرف منعکس ہو اور اسمین متحقق ہین - پس وحی وہ چیز ہے جسکو قلب نبوت پر بسبب اس فطرت کے مبدا فیاض نے منعکس کیا ہے یہی انتقاش قلبی کبھی مثل ایک بولنے والی آواز کے اسی ظاہر کانون سے سنائی دیتا ہے اور کبھی یہی نقش قلبی دوسری بولنے والی کی صورت میں دکھائی دیتا ہے مگر بجز اپنے آپکے وہاں کوئی آواز ہے نہ کوئی بولنے والا - وہی قوت ناموس اکبر ہے اور وہی قوت جبرئیل یا مہبط وحی ہے یہی کلام آسمانی جو نازل ہوا ہے جو بالاختصار نقل ہوا اور جو اسمین محذوف ہوئے وہ زیادہ تر مطلب تہا اسکو صرف اسی اصل مطالب خلوص نیت سے ہیں تہا جسکو شک ہو وہ اصل کتاب کو دیکھ لے اور نقل کو اصل سے مطابق کرلے -

اس ملکہ اور قوت کی کوئی خاص پیغام یا حکم خدا کا کسی خارجی فرشتہ کے ذریعہ سے اسکو نہیں پہنچتا اور علیٰ ہذا القیاس اس شاعر مین شعر کا ملکہ ہے اور وہی ملکہ اسکو شعر کہنے کا حکم دیتا ہے اسکے سوائے کوئی خاص پیغام خداوندی کے مضمون شاعرانہ کا متضمن بواسطہ خارجی فرشتہ اسکو نہیں پہنچتا۔ اور اس رنڈی ناآموختہ مین ناچنے اور گانے کا ملکہ ہے جو اسکو ان افعال پر باعث ہوتا ہے اس کے سوا کسی خاص ذریعہ سے خدا کی طرف سے اسکو گانے ناچنے کا حکم یا طریق القا نہین ہوتا۔ اور زٹلی مین بھی زٹل کا مادہ ہے جو اسکو زٹل سکہاتا ہے بلا واسطہ اس مادہ کے اور طریق سے خدا اسکو زٹل کا حکم نہین بھیجتا۔

ایسا ہی بعینہ نبی کا حال ہے کہ اُسکے دل اور دماغ اور کھوپری کی بناوٹ مین اشیا کے حلال وحرام کرنیکا ملکہ رکہا ہے اور وہی ملکہ اسکو حلال اور حرام بنانیکا حکم دیتا ہے کسی چیز کے حلال وحرام کرنیکے وقت کوئی خاص پیغام وحکم خداوندی کسی خارجی فرشتے کے ذریعہ سے اُس کو نہین پہنچتا۔ اور جیسا شعر کا ماخذ ومخزن بجز لوح طبیعت شاعر اور نہین ہوتا اور بوقت نظم شعر شاعر اپنی ہی طبیعت کیطرف توجہ کرتا ہے اور مضامین سوچتا ہے تو اُسکے دل ہی سے اسکے دل پر مضامین کا القا ہوتا ہے اور من حیث الشعر خدا کی طرف سے بنا بنایا شعر کسی فرشتے کے ذریعہ سے اُسکو نہین پہنچ جاتا اور راگ کا مخرج بجز طبیعت گانے والی کے اور نہین ہوتا اور گانے کے وقت اُسکی طبیعت ہی سے طرح طرح کی آوازین نکلتی ہین وہ آوازین اور راگ بنے بنائے خدا کیطرف سے کسی اور ذریعہ سے نہین پہنچتی وقس علیٰ ہذا ایسا ہی مذہبی احکام حلال وحرام کا مخرج ومخزن بجز لوح طبیعت نبی کے اور نہین ہوتا اور جب نبی کسی چیز کے حلال یا حرام یا واجب یا صحیح غیر صحیح ہونیکی نسبت کچھہ سوچتا ہے تو اسکا دل ہی ان اشیا کا حلال یا حرام یا واجب ومباح ہونا بتا دیتا ہے اور یہہ عبارتین بنا دیتا ہے۔ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر[+] یسئلونک عن الیتمیٰ قل اصلاح لہم خیر[1] یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی

+ لوگ تجہہ سے شراب اور جوئے کا حال پوچہتے ہین تو کہدے اسمین بڑا گناہ ہے۔

[1] تجہے یتیمون کے مال کی نسبت سوال کرینگے تو کہدے انکی خیر خواہی بہتر ہے [1] تجہہ سے حیض کا حکم پوچہتے ہیں تو کہدو وہ ناپاکی ہے۔

یعنی نبی اور مجنون دونوں کا یہہ کہنا صرف اپنے خیال کو بتانا ہے نفس الامر اور خارج میں نہ نبی
کے پاس کوئی خارج سے آیا اور نہ اس نے کوئی کلام سنا ہے نہ مجنون کے پاس کوئی آیا اور

بعد اما مشی اذ سمعت صوتا من السماء
فرفعت بصری فاذا الملک الذی جاءنی بحراء
جالس علی کرسی بین السماء والارض فرعبت
منه فرجعت فقلت زملونی زملونی۔
وعن عائشة ام المؤمنین رض ان الحارث بن ہشام
سأل رسول الله صلعم کیف یاتیک الوحی فقال رسول
الله صلعم احیانا یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو
اشده علی فیفصم عنی وقد وعیت عنه ما قال
واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما
یقول قالت عائشة رضی الله عنها ولقد رایته
ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم
عنه وان جبینه لیتفصد عرقا۔
وعن ابن عباس رض فی قوله تعالی لا تحرک به لسانک
لتعجل به قال کان رسول الله صلعم یعالج من التنزیل
شدة وکان مما یحرک شفتیه فقال ابن عباس
رض فانا احرکهما کما کان رسول الله صلعم یحرکهما
فحرک شفتیه فانزل الله تعالی لا تحرک به
لسانک لتعجل به ان علینا جمعه وقرآنه قال جمعه
لک صدرک وتقرأه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه

اور آنحضرت صلعم نے پوچھا اس سوال حارث بن
ہشام کی آپکے پاس وحی کسطرح آتی ہے فرمایا ہے
کبھی تو مجھے ایسی آواز کیطرح وحی آتی ہے جیسے گھنٹے
کی آواز ہوتی ہے اور یہہ اقسام وحی کی سی مجھ پر بہت
شاق ہوتی ہے مگر جب ہو چکتی ہے تو جو کچھ اس نے
کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو جاتا ہے اور کبھی فرشتہ بصورت
انسان میرے سامنے متشکل ہوتا ہے اور بالمشافہ مجھے
کلام کرتا ہے پس جو کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں
حضرت عائشہ نے نقل کیا ہے کہ میں نے آنحضرت کو حالت
نزول وحی سخت سردیوں میں دیکھا تو آپ کی پیشانی
کو شدت اور بوجہ وحی سے پسینے جاری پایا۔
حضرت ابن عباس نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل سے قرآن سنتے
اور سیکھنے کے وقت بڑی مشقت اٹھاتے
جب حضرت جبرئیل پڑھتے تو آپ ساتھ پڑھنے
لگ جاتے اور ہونٹ ہلاتے اسپر یہہ حکم
نازل ہوا کہ تو بوقت نزول قرآن زبان کو
مت ہلا۔ اسلئے کہ اس قرآن کا تیرے سینہ میں
جمع کر دینا اور اسکو تیرا پڑھ لینا ہمارے ذمہ ہے

نا اس نے کچھ سنایا ہے - اور نبی کا یہہ کہنا کہ مجھے خدا نے مبعوث کیا ہے اور خلقت کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے بعینہٖ بلاتفاوت سر موئے ایسا ہے جیسے وہ شاعر کہے کہ مجھے خدا نے

فاستمع له وانصت ثم ان علينا بيانه ثم ان علينا ان نقرأه فكان رسول الله صلعم بعد ذلک اذا اتاه جبرئيل استمع فاذا انطلق جبرئيل قرأه النبي صلعم كما قرأه - اخرج هذه الاحاديث كلها الشيخان مسلم والبخاري واللفظ له -

وعن مسروق قال كنت متكئا عند عائشة فقالت يا ابا عائشة ثلث من تكلم بواحدة منهن فقد اعظم على الله الفرية قلت ما هن قالت من زعم ان محمدا راى ربه فقد اعظم على الله الفرية وقال كنت متكئا فجلست فقلت يا ام المؤمنين انظريني ولا تعجليني الم يقل الله تعالى ولقد راه بالافق المبين ولقد راه نزلة اخرى فقالت انا اول من سال عن ذلک رسول الله فقال انما هو جبرئيل لم اره على صورته التي خلق عليها غير هاتين المرتين رايته منهبطا من السماء سادا عظم خلقه ما بين السماء والارض اخرجه مسلم

وعن ابن مسعود انه قال في تفسير قوله تعالى فكان قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى انه راى جبرئيل له ست مائة جناح - اخرجه الشيخان -

پس جب ہم پڑھ چکا ہو جبرئیل اسکو تب تو پیچھا ہو کر اسکو سنا کر پھر اسکا تیری زبان پر بیان ہو جانا ہمارے ذمہ ہے پس حکم کے نازل ہونے کے بعد حضرت جبرئیل قرآن لیکر آتے تو آنحضرت چپکے ہو کر سنتے رہتے اور جب جبرئیل چلے جاتے تو آنحضرت اسکو پڑھ سناتے -

اور آنحضرت سے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ کیا آپ نے خدا تعالی کو دیکھا ہے چنانچہ اس آیت میں ذکر ہے ولقد راه نزلة اخرى تو آپ نے فرمایا کہ اس میں جس کے دیکھنے کا ذکر ہے وہ جبرئیل ہے میں نے اسکو اصلی صورت پر جیسا خدا نے اسکو پیدا کیا ہے دو ہی دفعہ دیکھا ہے ایک دفعہ معراج میں اور ایک دفعہ اور جسکا اس آیت میں ذکر ہے - اور حضرت ابن مسعود نے نقل کیا ہے کہ اس مرتبہ معراج پر آنحضرت نے حضرت جبرئیل کو اصلی صورت پر دیکھا ہے تو آپکے چھ سو بازو تھے

اس حدیث جبرئیل کا قرآن مجید میں بھی دو جگہ سورہ نجم اور سورہ التکویر میں ذکر ہے چنانچہ احادیث مذکورہ بالا میں عبارت عربی اسکا ذکر ہو چکا ہے جسکی تفصیل عنقریب بعنوان ( ) آتی ہے -

اس مقام پر صرف اسی قدر بیان مقصود ہے کہ جن باتوں پر آنحضرت نے [illegible] ان باتوں کو جو جناب رسول اللہ صلعم اپنی زبان سے فرماتے [illegible] آنحضرت کی باتوں کو مجنونوں کیسی [illegible]

شعر سنانے کے لئے اور گانے والے کہی مجہے خدا نے راگ سکہانیکے لئے بہیجا ہے نبی کا دعوی بعثت صرف اس معنے کر ہی کہ خدا نے اسکی قوت وملکہ نبوت کو اب کامل کر دیا ہے اور ان معنے کر شاعر اور گانے والی کو بہی بعثت کا دعوی پہنچتا ہے۔

الحاصل آپ کے نزدیک حقیقت نبوت وشاعری وموسیقی وزٹل بازی وحدادی مین سر موئے فرق نہین ہے جیسے یہہ کمالات طبعی ہوتے ہین ایسی ہی نبوت بہی ایک طبعی امر ہے اس مین اور اُنمین فرق ہے تو صرف متعلقات کی نظر سے ہے ان چیزون کو شعر وراگ سے تعلق ہے نبوت کو اخلاق یا یون کہہ کہ مذہبی خیالات سے تعلق ہے اور یہہ تعلق وامنافت حقیقت جانبین سے خارج ہے۔ بنا ء علیہ آپ کی تحقیقات کی رو سے نبی پر ایمان لانا اور اسکا اتباع

† مضمون وحی والہام آنرایبل صاحب کا جس سے بیان حقیقت نبوت لیا گیا ہے یہہ ایک معزز دوست مسٹی صاحب نے پڑہا تو ہنس کر کہا کہ اگر حقیقت نبوت ووحی یہی ہے جو آنرایبل صاحب نے بیان کی ہے (جس سے شاعر اور زٹلی اور گانے والی رنڈی وغیرہ کا نبی اور صاحب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے پر انہوں نے دعوے نبوت ووحی نہیں کیا) تو اس تقدیر پر نبیوں کی نسبت وہ شاعر وزٹلی ہی اچہی رہی۔ جنہوں نے اپنے خیالات وکمالات کو ظاہری اسباب اپنی طبایع اور ملکات کی طرف نسبت کیا بناوٹ وتکلف سے یہہ نہ کہا کہ ہمکو ان خیالات وکمالات کا خدا نے القا کیا ہے یا بواسطہ جبرئیل ومیکائیل بہیر ارسال کیا۔ اور انکی نسبت بزعم جناب نبی (معاذ اللہ) بڑے جہوٹے وفریبی ٹہرے۔ جنہون نے ظاہری اسباب کو چہوڑ کر اپنے خیالات کے لئے غیبی اسباب بتائے اور راہ افترا انکے نام بہی جبرئیل ومیکائیل وکتب آسمانی ونزول وحی ربانی گہڑ لئے۔ لوگون کو دہوکا دیا اور خدا پر افترا کیا اور سیدہی سادی بات کو اُلٹا کرکے بتا دیا سیں اگر آنرایبل صاحب اس بیان میں سچے ہیں تو نبی (معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد) جہوٹے ہیں اور اگر وہ سچے ہیں تو آنرایبل صاحب جہوٹے ہین۔ راقم کہتا ہے ہم مسلمان وغیرہ اہل ادیان تو یہی کہتے اور اعتقاد رکہتے ہیں کہ نبی سچے ہیں اور آنرایبل صاحب (جو نبیوں کو فریبی ودہوکا باز ٹہراتے ہیں) سراسر جہوٹے ہیں خدا انکو ہدایت کرے یا انکی تکذیب تبیین

کرنا اور اسکو خدا کی طرف سے سمجھنا۔ اور اسکی ہدایت کے موافق نیک و بد پر کاربند ہونا ایسا ہے جیسے اس شاعر پر شعر مین اور اس رملی پر رمل مین ایمان لانا۔ شعر و رمل مین ان کا اتباع کرنا اور شعر پڑہنے اور رمل سیکہنے پر کاربند ہونا۔ جیسے انکا اتباع و ایمان صرف[+] مقتضائے نیچر ہے کسی عذاب یا ثواب اخروی کے خوف و طمع سے نہین ہے ایسا ہی اس نبی کا اتباع و ایمان صرف نیچر کا مقتضائے ہے عذاب و ثواب اخروی کے طمع و خوف سے نہین ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی کا منکر و احکام و تعلیمات نبویہ کا مکذب و مخالف آپکے نزدیک کافر نہین ہے چنانچہ پرچہ ذیقعدہ مین جسکا ذکر ملٹ ۱۹ وغیرہ مین ہو چکا ہے آپ کے تصریح موجود ہے یہہ جو کچہہ ہمنے حقیقت نبوت و وحی کے بیان مین آپ کی طرف نقل کیا ہے یہہ آپ کی کلام کا منطوق یا مفہوم ہے اور اصل کلام جناب جس سے یہہ بیان لیا گیا ہے بضمن حاشیہ نقل کر دیا ہے۔ ناظرین اصل کلام جناب کو دیکہین اور جو کچہہ ہمنے اسکا حاصل بیان کیا ہے اسکو اصل کے مطابق کر لین۔

اور حقیقت کتب آسمانی آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ انکو رملی کے رمل اور شاعر کے شعر کی جنس سے ترقی نہین دی۔ انکا کلام خدا ہونا اور بواسطہ ملایک نازل ہونا اور ان پر ایمان لانا جس معنے کر آپ کے نزدیک محقق ہے۔ اسکی تشریح و تفصیل بیان حقیقت وحی و نبوت میں گزر چکی ہے۔

حقیقت ملایکہ آپ نے ایسی بیان کی ہے کہ ملائکہ کو اشیا بذات خود قایم و موجود کی فہرست سے خارج کر دیا ہے اور منجملہ صفات جو بوجود محل و موصوف موجود خیال

+ دیکہو تہذیب ماہ رجب سنہ ۹۵ مین جسمین آپ نے بضمن بیان اصول قدیم و جدید کے فرمایا ہے۔
قدیم اصول یہہ ہے کہ نیکی یا عبادت حور و قصور و بہشت کے ملنے اور دوزخ کے عذاب سے بچنے کے لئے یا خدا کی رضامندی کے لئے اور اسکی خفگی سے بچنے کے لئے کرنی چاہیے۔
جدید اصول یہہ ہے کہ ہمارے نیچر کا مقتضا یہی ہے کہ ہمکو نیک ہونا چاہیے۔

کھیچاتی ہیں اور اپنے آپ میں وجود نہیں رکھتی شمار کیا ہے - جبرئیل امین کے نسبت جو کچھ آپنے کہا ہے وہ ابھی مذکور ہو چکا ہے ایسا ہی عموماً ملائکہ کے نسبت + آپ نے کہا ہے کہ ملایکہ سے مُراد صرف قوائے موجودات ہیں - ملک الجبال سے پہاڑوں کی قوت مراد ہے

+ تفسیر معدن کفر و تزویر کے صفحہ ۲۶ میں آپ نے فرمایا ہے فرشتوں کے وجود کی نسبت لوگوں کے عجیب عجیب خیالات ہیں - انسان کی یہ ایک طبعی بات ہے کہ جب کسی ایسی مخلوق کا ذکر جسکو وہ نہیں جانتا تو جو اسکو اسکے دل میں اس مخلوق کی ایک جسمانی جسم تصویر کا جس کے رہنے کا کوئی جگہ بھی ہو خیال جاتا ہے پھر اس کے اوصاف پر خیال کرتے کرتے اُن کی صورت جو اُن اوصاف کے مقتضی ہوتی ہے اس کے خیال میں تراش لیاتی ہے اور پھر وہ اس بات کو بھول جاتا ہے کہ میں اس مخلوق کو نہیں جانتا نہ میں نے اسکو کبھی دیکھا ہے اور یوں جاننے لگتا ہے کہ وہ مخلوق وہی ہے جو میرے خیال میں ہے اور جب وہ خیال لوگوں میں نسل بعد نسل چلا آتا ہے تو ایسا مستحکم ہو جاتا ہے کہ گویا اسمیں شک و شبہ نہیں ہے - یہی حال فرشتوں کے نسبت ہوا ہے انکو لاری ہیبکر گورا گورا اسفید برف کا سا رنگ نوری شمع کی مانند ہما طور کیسی پتلیاں ہیرے کیسی پاؤں ایک خوبصورت انسان کی شکل مگر نہ مرد نہ عورت تصور کیا ہے - آسمان اُن کے رہنے کی جگہ قرار دی ہے آسمان سے زمین پر آتے اور یہاں سے آسمان پر جانے کے لئے پر لگائے ہیں کسی کو دستار دار اور کسی کو عمامہ دار کسیکو کمر بستہ کسی کو منور ہو کر کسیکو آتشیں کوڑوں سے مینہ برساتا خیال کیا ہے -

مجوس اور بعض بُت پرستوں کا یہ خیال ہے کہ عالم کی ترکیب نور اور ظُلمت سے ہے اور نور و ظلمت دونوں موجود حقیقی ہیں نور کے بھی مال نتیجے ہوتے ہیں اور ظُلمت کے بھی - مگر یہ اس طرح جیسے کہ انسان و حیوان جنتے ہیں بلکہ اس طرح جیسے کہ حکم سے حکمت نور کی اولاد تو فرشتے ہیں اور ظُلمت کی اولاد شیطان ہیں -

یہودی فرشتوں کو آدمی کی صورت پر مجسم مانتے تھے اور اُن کو اجسام حقیقی سمجھتے تھے - البتہ اُن کے جسم کے مادہ کو مثل انسان کے جسم کے مادہ کے نہیں ملنتے - بلکہ یہ

ملک البحار سے پانی کی قوت رقت و علیٰ ہذا القیاس ملک الرعد و ملک السحاب و ملک الاشجار سے ان اشیاء کی قوتیں مراد ہے ان سے کوئی ایسی چیز مراد نہیں ہیں جو بذات خود قائم و متحیز ہو اور انسان و حیوان و اشجار و ابحار سے خارج ان کا وجود متحقق ہو۔

بقیہ کہتے تھے کہ ان کا جسم مادۂ غلیظ سے مرکب نہیں وہ اپنے تئیں انسانوں کو دکہائی بھی دیتے ہیں ان سے بات چیت بھی کرتے ہیں۔

عرب کے بت پرست فرشتوں کو ایک مجسم اور متحیز چیز بھی سمجھتے اور جانتے تھے کہ وہ کہاتے پیتے نہیں اور نہ کچھ بشری ضرورت اُن کو ہے وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور زمین پر اتر جاتے ہیں۔

عام مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے جو عرب کے بت پرستوں کا تہا وہ فرشتوں کو ہوا کی مانند لطیف اجسام سمجھتے ہیں اور مختلف شکلوں میں بن جانے کی ان میں قدرت جانتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ آسمانوں پر رہتے ہیں اور پردار ہیں کہ اڑکر زمین پر اترتے ہیں اور زمین پر سے اڑکر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔

میں (یعنی خان صاحب فرماتے ہیں) کہتا ہوں کہ جس طرح انسان سے فروتر مخلوق کا سلسلہ ہم دیکہتے ہیں اسی طرح انسان سے برتر مخلوق ہونے سے انکار کی کوئی دلیل نہیں ہے شاید کہ ہو۔ مگر ایسی خلقت کی درحقیقت موجود ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ قرآن مجید سے فرشتوں کا ایسا وجود جیسا کہ مسلمانوں نے اعتقاد کر رکہا ہے ثابت نہیں ہوتا بلکہ برخلاف اُسکے پایا جاتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیہم ما یلبسون × × × †اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے نہ کوئی جسم رکہتے ہیں نہ دکہائی دے سکتے ہیں ان کا ظہور

† یہہ سراسر تحریف وافترا ہے آیۃ کے صحیح معنے یہہ ہیں کہ اگر ہم رسول فرشتے کو کرتے

مسلمان جو ملایکہ کے نسبت یہ خیالات رکھتے ہیں کہ وہ بذات خود قایم و موجود ہین اور نورانی جسم رکھتے ہین۔ نور سے مخلوق ہین۔ ان کی صورتین اور شکلین ہین جنہین پر و بازو ہیں

نتیجہ یا شمول مخلوق موجود کے نہیں ہو سکتا۔ بجملہ رجالاً کے قید احترازی ہین ہے۔ انسان میں سخت تہی اسلئے رجالاً فرمایا اور اس سے مراد عام موجود مخلوق ہے۔

‡
ان باریک باتوں پر غور کرنے سے اور اس بات کے سمجھنے سے کہ خدا تعالیٰ جو اپنے جاہ و جلال اور اپنی قوت اور اپنے اعمال کو فرشتوں سے نسبت کرتا ہے تو جن فرشتوں کا قرآن مجید مین ذکر ہے انکا کوئی اصلی وجود نہیں ہو سکتا بلکہ وہ انکی بے انتہا قدرتوں کے ظہور کو اور ان قوائے کو جو خدا نے اپنے تمام مخلوق میں مختلف قسم کے پیدا کئے ہین ملک یا ملایک کہا ہے۔ جس مین سے ایک شیطان!

دہتمعاتیاہ تو ضرور اسکو انسان کی شکل بناتی اسلئے کہ انسانوں کا فرشتہ کی اصلی صورت سے مانوس و مخاطب ہونا اور تعلیم و تسلیم کا فائدہ اٹھانا بمقتضاے طبیعت انسانی عادتاً دشوار ہے۔ دیکھو آنحضرت صلعم نے فرشتہ کو اصلی صورت پر افق المبین میں دیکھا تو آپ کو لرزہ شروع ہو گیا اور اپنے گھر میں پہنچ کر کپڑا اوڑھا دیا چنانچہ بصفحہ ۲۶۷ اسکا ذکر گذر چکا ہے پھر کافر اس فرشتہ کو بصورت انسان دیکھکر اسی شبہ میں پڑتے جیسے اب ہین کہ انسان کیوں رسول ہوا فرشتہ کیوں نہ ہوا اسلئے ہمنے فرشتون کو رسول بنا کر نہین بھیجا یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ فرشتہ بھی خدا کی مخلوق ہے جسکو خدا نے اس سبب سے جو بیان ہوئی رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ یہ سبب نہ ہوتا تو ضرور فرشتہ ہی کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔ دیکھو مخالف نے اسمیں کیا تحریف و تصرف کیا ہے۔ بجاے اس مضمون کے انسانوں کا فرشتہ کو اصلی صورت مین دیکھنا عادۃً مشکل ہے یہ مضمون گھڑ لیا کہ انکا نظر آنا محال و ناممکن ہے اور بجاے اس قول خداوندی کے اگر ہم فرشتے کو بھیجتے تو ضرور بصورت انسان بھیجتے یہ اختراع کیا ہے کہ اگر فرشتہ ہوتا تو ضرور موجود ہوتا اس تحریف میں آپ یہودیوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ سبحان اللہ۔

‡ اس عبارت میں جو صاحب حیلے کی طرف سے آپ بیان اپنا معلوم ہوتا یا شاید اسکی کہنا بھول گئے ہین۔

آسمان پر رہتے ہین اور دُنیا مین بہی آتے جاتے ہین اور بصورت انسان متشکل ہوکر انسانون
کو دکہائی دیتے ہین اور انسانون سے ہمکلام ہوتے ہین اور خدا کے پیغام و کلام نبیون

بقیہ ابلیس ہی ہے۔ پہاڑون کے صلابت پانی کی رقت درختوں کی قوت نمو برق کی قوت جذب
و دفع۔ غرضیکہ تمام قولے جنسی مخلوقات موجود ہوتے ہیں اور جو مخلوقات میں ہین وہی ملک
و ملائکہ ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہے۔ انسان ایک مجموعہ قولے ملکوتی اور قولے بہیمی کا ہے
اوران دونوں قوتون کے بے انتہا ذریات ہین جو ہر ایک قسم کی نیکی و بدی میں ظاہر ہوتے ہیں۔
اور وہی انسان کے فرشتے اور انکے ذریات اور وہی انسان کے شیطان اور اُسکے ذریات ہیں"
اور صفحہ ٤٨ فرمایا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کی کُتب مقدسہ میں روحانی عقول کا اکثر ذکر
پایا جاتا ہے جن کے حالت وجود جدا گانہ ہے اور ایک آسمانی جماعت قرار دی گئی ہے جسکا سردار
خود خدا ہے۔ کتاب دانیال باب ٧ درس ١٠ و انجیل متی باب ٢٦ درس ٥٣ و انجیل لوقا باب ٢
درس ١٣ و نامہ عبرانیان باب ١٢ درس ٢٢ و ٢٣ سے کروڑ ہا بلکہ کروڑ ہا درکروڑ ہا فرشتوں کا ہونا
معلوم ہوتا ہے اتنے بڑے جم غفیر کے اندر مختلف درجے اور مختلف صنفیں موجود ہونی ضرور ہیں
تاکہ انسان سے لیکر خدا تک ایک ایسا سلسلہ وجود کا قایم ہوجاوے جو خالق اور کمترین ذی عقل
مخلوق کے تفاوت کو مربوط کردے۔ یہودیوں کی مقدس کتابون مین فرشتون کا ایسی جماعتون
مین منقسم ہونا مذکور ہے۔ جنکی عزت اور قوت اور وسعت غیر مساوی ہے اوران پر سردار اور حکام
بہی ہین۔

اسمین کچہ شک و شبہ نہیں ہے کہ یہودیون کی قدیم کُتب مقدسہ میں یعنی ان کتابون مین جو قید
بابل سے پیشتر لکہی گئی ہیں یہ خیال صاف صاف بیان نہین ہوا بلکہ جو کتابین جلاوطنی کے زمانے
مین اور اُسکے بعد کو لکہی گئی ہین ان کتابون مین اس خیال نے صورت پکڑی ہے اور خصوصًا
حضرت دانیال اور حضرت زکریا کی تحریرات میں اس خیال کا پتہ ملتا ہے۔ کتاب زکریا باب اول
درس ١١ گیارہ مین ایک فرشتہ سب سے اعلی درجہ کا ہے جو خدا کے روبرو کہڑا رہتا ہے اور

کے پاس پہنچاتے ہین اور دُنیا مین خدا کے احکام و تصرفات کے ظہور کے وسایل ہین کیکو جیسے (میکائیل) مینھہ برسانے کی خدمت سپرد ہے کیکو (جیسے عزرائیل) قبض ارواح

بقیہ اور فرشتون سے بطور اپنے کارندون کے کام لیتا ہے حضرت دانیال نے حضرت میکائیل فرشتہ کو بہت بڑے بڑے لقب عطا فرمائے ہیں نامہ یہودہ ورس ۹ - اور اول نامہ تہسلینکی کے باب ۴ ورس ۱۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ رائے کہ فرشتے مختلف درجہ رکھتے ہین صرف یہودیون ہی کے ساتھہ مخصوص نہ تہی بلکہ حضرت عیسے کے حواریون کا بہی یہی خیال تہا ہان اس قدر ٹہیک ہے کہ متاخرین یہودیون نے جو ترتیب کی تقسیم فرشتون مین قایم کی ہے وہ حواریون کے وقت مین نہ تہی - یہودیوں کے کُتب مقدسہ مین فرشتے ہمیشہ مجسم ہوکر انسانی صورت مین دکھائی دیتے تہے اور کسی جگہہ اس بات کا اشارہ نہیں ملتا کہ یہہ اجسام حقیقی نہ تہے متقدمین یہودی ٹہیک یہہ جانتے تہے کہ ان اجسام کا مادہ ہمارے اجسام کے مادہ کی مانند نہین ہے کیونکہ فرشتون مین یہہ قدرت ہے کہ جب چاہیں اپنے تئین لوگون کو دکہلا دیں اور جب چاہین نگاہون سے غایب ہوجاویں - عیسائی بہی اس سے انکار نہین کرسکتے -

عیسائی اور یہودی دونون فرشتوں مین ان صفات کو تسلیم کرتے ہین - انسان سے انمین عقل کا زیادہ ہونا انکا قوت اور قدرت مین زیادہ ہونا - انکا پاک اور برگزیدہ ہونا - اور یہہ بات کہ وہ حق تعالی کے منشا اور مرضی کے اظہار کے ذریعہ ہین کُتب مقدسہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بخوبی معلوم ہوتی ہے اور اسی سبب سے بعض کاموں کو ان کتابون مین بالکل فرشتون ہی کے طرف منسوب کیا ہے -

انسانوں کے مقسوم کے متعلق امورات مین بہی ان کی وساطت ہوتی ہے - یہودی اور عیسائی یہہ بہی خیال کرتے ہین کہ گو فرشتوں کے وساطت ہماری نظروں سے پوشیدہ ہو تب بہی ان کی وساطت تسلیم ہو سکتی ہے - کیونکہ عبرانیون کے خط کے باب اول ورس ۱۴ اور زبور داؤد باب ۳۴ ورس ۷ و باب ۹۱ ورس ۱۱ و انجیل متی باب ۱۸ ورس ۱۰ مین لکہا ہے کہ -

کی خدمت سپرد ہے کوئی (جیسے اسرافیل) انتہاء عالم کے لئے صور منہ میں لئے کھڑا ہے اور منتظر ہے کہ کب اسمین پہونک مارنے کا اذن ہوتا ہے۔ کوئی (جیسے جبرئیل) انبیا کیطرف

بقیہ خدا تعالیٰ فرشتون کو نجات کے وارثون کی خدمت کے لئے بہیجتا ہے۔

قدیم عیسائی سمجھتے تہے کہ ہر فرد بشر کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جو اُسکی حفاظت پر تعین رہتا ہے۔ مشرکین کاہن اسکے قریب قریب عقیدہ تہا۔ یونانی اپنے محافظ دیوتا کو ڈیمین۔ اور رومی جنیس کہتے تہے۔ اور یہودی اور قدیم عیسائی یہہ بہی سمجھتے تہے ہر انسان پر دو فرشتے متعین ہوتے ہین ایک نیکی کا اور ایک بدی کا۔ عام یہودی بہی فرشتوں کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔

قدیم عربوں کا لفظ ملک اور ملائکہ کی نسبت ایسا خیال جیسا کہ یہودیوں کا ہی ثابت نہین ہو۔ ان یہہ بات تو تسلیم کیجا سکتی ہے کہ لغت کی کتابون مین لفظ ملک کے معنے ایلچی یا رسول یا پیغامچی کے لکھے ہین مگر یہہ تسلیم نہین ہو سکتا کہ قدیم مشرکین عرب اسکا اطلاق اس قسم کے رسولوں پر کرتے تہے جنکو یہودی ملک یا ملایک کہتے تہے۔ * * * قرآن مجید میں کلام مقصود مین کسی جگہہ لفظ ملک یا ملایکہ کا اس مُراد سے استعمال نہین ہوا ہے جو مراد یہودیون نے قرار دی تہی جسکی تفسیر ہم ہر ایک مقام پر لکہین گے بلکہ برخلاف اسکے ملایکہ کا اطلاق اُن قدرتی قوا پر جسے انتظام عالم مربوط ہے بظاہر ہوتے ہیں ملایکہ کا اطلاق ہوا ہے۔

اِن آیتون مین جنکی تفسیر ہم لکہتے ہیں کلام مقصود صرف اس قدر ہے کہ جو شخص اس وحی کا عدو ہو جو خدا نے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مین ڈالی ہے اور جو کوئی خدا اور اسکے فرشتون اور اسکے رسولون کا دشمن ہو تو بے شک اللہ ان کافروں کا دشمن ہے۔ یہودیوں نے اپنے عقیدہ مین دو جدا گانہ فرشتے ٹہرا رکہے تہے ایک جبرئیل اور ایک میکائیل پچہلے کو اپنا دوست جانتے تہے اور پہلے کو اپنا دشمن اور سوکہ دین محمدی کو وہ اپنے برخلاف خیال کرتے تہے تو یہہ سمجہتے تہے کہ جبرئیل جو ہمارا دشمن ہے وہ آنحضرت کو یہہ باتیں سکہاتا ہے۔

وحی اور منکروں کیطرف عذاب لانے کا کام کرتا رہا ہے بعضے فرشتے جنکو حفظہ کہتے ہیں
انسان کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں - دو فرشتے ہر ایک انسان کے ساتھہ نیکی و بدی
لکھنے کو مقرر ہیں و علی ہذا القیاس - ان سب خیالات میں وہ مجوسیوں اور یہودیوں اور
عرب کے بت پرستوں کے مقلد و متبع ہیں ؎

فرشتوں کے نور سے مخلوق ہونیکا خیال مسلمانوں نے مجوسیوں سے اخذ کیا ہے اور انکے
مجسم اور متحیز ہونے اور آسمانوں میں رہنے اور پر دار ہونے کا خیال عرب کے بت پرستوں سے
لیا ہے اور ان خیالات پر اور حواشی و صفات مذکورہ یہودیوں سے سیکھے ہیں آگے ان لوگوں

خدا نے پیغمبر سے کہا کہ تو کہدے کہ ہاں جبرئیل ہی اللہ کے حکم سے میرے دل میں یہہ باتیں ڈالتا
ہے مگر جو کوئی کہ ان باتوں کا اور فرشتوں کا اور جبرئیل و میکائیل کا اور رسولوں کا دشمن ہے
خدا اسکا دشمن ہے -

پس درحقیقت یہودی جسکو جبرئیل کہتے تھے اور جسکا نام حکایتاً خدا نے بیان کیا ہے وہ
ملکہ نبوت جو آں حضرت میں تھا جو وحی کا باعث تھا اس سے اگلی آیت میں خدا تعالیٰ نے بلا
ذکر جبرئیل کے فرمایا ہے کہ ٹھیک ہے بھیجی ہیں تیرے پاس کھلی ہوئی نشانیاں - ان وجوہات
سے یہہ بات کہ جبرئیل درحقیقت کسی فرشتے کا نام ہے ثابت نہیں ہوتی - ہاں اس قدر تسلیم
ہو سکتا ہے کہ اسی ملکہ نبوت پر جبرئیل کا اطلاق ہوا ہے - کیا تعجب کی بات نہیں ہے کہ باوجودیکہ
خدا کے پاس ان دو فرشتوں کے سوا اور بھی بہت سے فرشتے ہیں مگر صرف دو فرشتوں کے اور
سب بے نام ہیں کیونکہ کسی اور کا نام قرآن میں نہیں آیا - حضرت عزرائیل بھی بڑے مشہور فرشتے ہیں
جو سب کے پاس آوینگے اور کسیکو نہیں چھوڑینگے اگرچہ انکا ذکر بلفظ ملک الموت قرآن میں پایا ہے
مگر ان کا نام نہیں بیان ہوا ہے ان سب باتوں سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتوں کے نام یہودیوں
کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوا کے تعبیر کرنیکو انہوں نے رکھے تھے یہہ بعینہ الفاظ حاشیہ
جو مولوی بعض عبارت منقول ہوئی جنکو انکی مطابقت بالاصل میں شک ہو وہ اصل کلام [illegible] تفسیر سے ملاحظہ کرے -

نے یہہ خیالات اپنی طبیعت سے بنالئے ہین اور اس بناوٹ پر انسان طبیعت نیچر کے طرف سے
مامور و مجبور ہے - نیچری و طبعی قاعدہ ہے کہ جب کوئی ایسے چیز کا ذکر سنتا ہے جسکو وہ نہین جانتا
تو ضرور اسکو کچھہ نہ کچھہ بنالیتا ہے (چنانچہ اس قاعدہ کے روسے خدا کو کچھہ کچھہ بنایا گیا جسکا ذکر
بضمن حقیقت بیانی جناب متعلق ذات باری تعالی بصفحہ ۵۳) گذر چکا ہے - اسی قاعدہ کے موافق
اُن لوگوں نے ملایکہ کو بذات خود موجود اور اِن صفات سے موصوف بنا لیا ہے اور در حقیقت اِن
خیالات کے لئے کوئی اصل نہیں ہے نہ یہودیون کے قدیم کتب مقدسہ مین (جو قید بابل سے پیشتر
لکھی گئی تہی) کہین انکا صاف صاف بیان ہے نہ قرآن مجید مین اُن کا ذکر ہے نہ عرب مین محاورۂ
و قدیم زبان مین اُنکا پتہ لگتا ہے اور نہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین اسکا ذکر پایا جاتا ہے -
اور جو قرآن مین جبرئیل و میکائیل کا ذکر ہے یہہ یہودیون کے خیال کے مطابق ذکر ہوا ہے
اور اُن کے خیال کی حکایت ہے اور جہان اور ملایکہ کا ذکر ہے وہان موجودات عالم
کی قوتین مراد ہین -

یہہ **منطوق** یا مفہوم کلام جناب ہے اور اصل کلام بلاغت نظام بضمن حاشیہ نقل کیا
گیا جس سے ہمارے بیان کا مطابق یا مخالف ہونا ناظرین کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے
اور **حقیقت بعث بعد الموت** یعنے مرنے کے بعد اُٹھنے اور جزاء و سزاء اعمال مین
بہشت و دوزخ کے نعیم و آلام پانے کی آپ نے ایسی بیان کی ہے جیسے بچون کے خیال
مین ہوتے یا ڈائن کی حقیقت ہوتی ہے جو کہتے اور سمجھہ لینے کو جو کچھہ کہو سو ہی اور حقیقت
و خارج میں کچھہ بہی نہین -

اِس حقیقت بیانی سے نئے دانشمند و مہذب تو یقین کر بیٹھے ہین کہ جو کچھہ نبیون نے اسباب مین
کہا ہے وہ بچون کی ترغیب اور احمقون کی تخویف سے بڑہکر نہین ہے - **آپ کے** نزدیک
نبیون کا یہہ کہنا کہ مرنے کے بعد اُنکے نیک اعمال کے بدلے بہشت مین جاوینگے اور کیلے
اور کہجورین کہاوینگے **بعینہ** ایسا ہے جیسا بچون کو کہا کرتے ہین کہ تم فلانا کام کروگے

تو تم کو سونے کا ہاتھی لیدینگے اور انکا یہہ کہنا کہ بدکار اعمال بد کی سزا ئے مین دوزخ مین جاوینگے اور وہان نہوپیت تہور کہا دین گے بعینہ ایسا ہے جیسے بچون کو کہا جاتا ہے کہ اگر تم شوخی کروگے تو تم کو ہوّے یا ڈاین کے آگے ڈال دینگے ؛

یہہ سمجھکر وہ لوگ تو نبیون کو صرف احمقون کے بہلانے اور نادانون کی طفل تسلی سے دام مین لانے والے جان چکے ہیں اور بنا علیہ تقلید و تقیید شریعت انبیا سے بالکل آزاد ہوکر اس شعر پر عمل کرنے لگے ہین ؎ نہ رکہہ روزہ نہ مر سوکہانہ جا مسجد نہ دے سجدہ ؛ وضو کا توڑ دے کوزہ شراب شوق پیتا جا - تقلید و تقیید شریعت کے پابند مین تو وہی لوگ ہین جو ہنوز آپ کے حقایق بیانی پر مطلع نہین ہوئے -

یہہ حقیقت بیانی جناب نعیم والام بہشت و دوزخ کے متعلق اسی جلد کے نمبر چہارم و ششم مین صفحہ ۱۵۱ سے صفحہ ۱۶۰ تک مفصل مذکور ہو چکی ہے اور حشر کی حقیقت اس قدر تو آپ نے بیان کردی ہے کہ حشر سے حشر اجسام مراد نہین اور بجواب قول امام غزالی کے کہ منکر حشر اجسام کافر و منکر ضروریات دین ہے آپ نے صاف فرمادیا ہے اعتقاد حشر اجسام ضروریات دین سے نہین ہے اور اس حشر کا منکر کافر نہین چنانچہ اعتراض اول و دوم جناب کے جواب مین تسلیم جاری ہے اور دو نمبر ہفتم و ہشتم مین منقول ہوا اسپر شاہد ہے ہان اسمین یہہ تفصیل باقی ہے کہ جو حشر اجسام قرآن مجید مین وارد ہے اسکی تاویل کیا ہے اور اس سے کونسا وجود حسی یا خیالی یا عقلی یا شبہی مراد ہے اس تفصیل کا وعدہ آپنے تفسیر پر ترڈ دیر مین کیا ہے دیکھئے اس وعدہ کا ایفا فرماتے ہین تو کیا بہتر برساتے ہین ؛

یہہ اصول خمسہ ایمان مین آپنے حقیقت بیانی فرمائی ہے - اسی پر بقیہ اصول و فروع اسلام مین آپ کی حقیقت بیانی کا قیاس ہوسکتا ہے ؛

اب یہہ دیکھنا چاہئے کہ بانی اسلام کے نزدیک ان اصول خمسہ کی حقیقت کیا ہے آیا وہی حقیقت ہے جو زمانہ رسالت سے لیکر آجتک روئے زمین کے مسلمان اعتقاد رکھتے اور

بیان کرتے ہین یا وہ حقیقت ہے جو آپنے بیان کی ہے -

جہانتک کتاب اللہ اور اقوال وحالات رسول اللہ صلعم کو دیکہا جاتا ہے اُن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو حقایق ان اصول کے مسلمانون کے اعتقاد مین ہین وہی خدا اور رسول کے نزدیک انکی حقایق ہین - اور جو آنرایبل صاحب کو سوجہین ہین وہ خدا اور رسول کے نزدیک حقایق نہین ہین خدا اس نے سمجہہ جناب کی نسبت اخبار تیرہوین صدی کے پرچہ دوم جلد ششم مین کیا خوب کہا ہے **ع** الغرض خوب ہی سوجہی اُنہین جو جو سوجہی ؛ جو خدا کو ہی سوجہی تہی سو انکو سوجہی ؛

پس ناظرین اِن اصول کے حقایق کو جو خدا اور رسول وعام مسلمانون کے نزدیک مقرر ہین توجہ سے ملاحظہ فرمادین -

بیان حقیقت اصل اول

(یعنی ایمان باللہ)

خدا کی ذات وصفات کی نسبت مسلمانون کا یہہ اعتقاد ہے کہ خدا حی قیوم سمیع قایم ودایم جمیع صفات کمالیہ سے متصف موجود ہے اسکی کسی صفت مین کوئی چیز مانند نہین ہے جس نے خدا کو کسی صفت مین مخلوق کی مانند جانا اُسنے خدا کو نہ مانا -

ان کا قول ہے المجسم ما عبد اللہ قط [+] یعنی خدا کو جسم سمجہنے والے نے ہرگز خدا کو نہین پوجا اور یہہ ہی انکا قول ہے کل ما خطر ببالك فاللہ منزہ عن ذلك یعنے جو کچہہ تیرے دل مین خدا کی ذات یا صفت کی نسبت خیال گذرے خدا اُس سے منزہ ہے **ع**

+ یہہ قول اور قول مابعد امام [illegible] سے منقول ہے اسکے پہلا قول شیخ ابن تیمیہ اس قسم کے قول رسایل توحید صفات مین حوالہ در چہپے ہیں اور انکے اشتہار ہوئے گئے ہین کثرت موجود ہیں اور اشاعۃ السنۃ نمبر ششم جلد ہذا مین بہی بعض اقوال نقل ہو چکے ہیں -

اے برتر از قیاس و خیال و گمان و وہم ؛ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

اور یہی انکا قول ہے الممثل اعشی والمعطل اعمی والممثل یعبد صنما والمعطل یعبد عدما یعنی خدا کی ذات و صفات مین کسی چیز کو متشابہ کہنے والا اندہا ہے اور خدا کو صفات سے بیکار کرنیوالا اندہا ہے اور خدا کو کسی چیز کی مانند کہنے والا بت پرست ہے اور اسکو صفات سے معطل سمجھنے والا عدم کو پوجتا ہے ؛

اور اس اعتقاد کو خدا تعالی نے ان دو آیتوں سے تصدیق کیا ہے (۱) لیس کمثله شیئ وھو السمیع العلیم یعنی خدا سنتا اور جانتا ہے پر اسکے مثل کوئی چیز نہین (۲) ولم یکن له کفوا احد یعنی اسکا کوئی ہمتا نہین -

ان دو آیتون نے مسلمانون کے اعتقاد کو سچا کیا اور آپ کی اس حقیقت بیانی کو کہ خدا کو جو کچھ کوئی سمجھ لے بیچون دبے شکل یا خوبصورت دولہن یا ڈائن ہر شکل وہی خدا کی حقیقت ہے صاف باطل کر دیا -

اور خدا کی صفت قدرت و تصرف مین جو کچھ مسلمانون کا اعتقاد ہے کہ خدا چاہے تو پانی سے آگ کا کام لے سکتا ہے اور آگ سے پانی کا اسکو خدا تعالی نے قرآن مجید میں بہت جگہ تصدیق کیا ہے اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کی شان میں ایسا کر کے بھی دکھا دیا اللہ تعالی فرماتا ہے - کہ خدا جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور فرمایا وہ جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے اور فرمایا وہ ہر شے پر قادر ہے اور فرمایا کافرون نے کہا حضرت ابراہیم کو جلا دو ہمنے کہا اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا - مگر ایسی ٹھنڈی ہو جس سے ابراہیم تکلیف پاوین بلکہ ایسی ٹھنڈی جسمین سکھ ہین - کافرون نے ابراہیم کے ہلاک کرنے کو ایک مکر کیا ہمنے انہی کو نقصان مین رکھا -

ان الله یفعل مایشاء - ع ۶ ۲ -
ان الله یحکم ما یرید المایدہ ۱۴ - ان الله علی کل شیئ قدیر بقرہ ۲ - قالوا حرقوہ وانصروا الهتکم ان کنتم فاعلین قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم واراد وابه کیدا فجعلناهم الاخسرین - الانبیاء ۵ -

اور خدا پر ایمان لانے کی حقیت مسلمانون کے اعتقاد مین یہہ ہے کہ خدا کو خدا مانے تو پہر ایسے قول و فعل کا مرتکب اور ایسے اعتقاد کا معتقد نہ ہو جو اُسکو خدا کا منکر و مکذب و مشرک قرار دے۔ اور اس اعتقاد پر جو کتاب اللہ کی شہادت و تصدیق پائی جاتی ہے اسکا بیان نمبر ہائے سابقہ خصوصًا مضمون نمبر ۸ مین بخوبی ہو چکا ہے۔

بیان حقیقت اصل دوم

(یعنی ایمان برسول)

حقیقت وحی و رسالت کا پورا بیان تو ہماری بحث نبوت مین ہوگا۔ اس مقام پر اتنا ہی کہا جاتا ہے کہ مسلمانون کے اعتقاد میں وحی و نبوت صرف امر طبعی نہین ہے جس کے وجود و تحقق کے لئے صرف نبی کی طبیعت یا خیال یا دل و دماغ کافی ہو بلکہ وہ فیضان و القاء غیبی ہے جو وقتًا فوقتًا و آنًا فانًا بحسب مقتضائے ضروریات و اوقات توجہات و عنایات ربانیہ پر موقوف ہے۔

اسمین شک نہین کہ نبی کی طبیعت یا دل و دماغ کو بہی اس وحی کی تحقیق وجود مین دخل ہے مگر اتنا ہی دخل جس قدر کسی چیز کے قابل یا مادہ کو اُسکی تحقق مین دخل ہوتا ہے بیشک خدا نے نبی کے دل یا سینہ یا طبیعت کو لایق اور قابل انعکاس تجلیات ربانیہ کیا ہے اور اسمین مادہ یا ملکہ قبولیت وحی و انعکاس انوار الہی رکہا ہے چنانچہ یہہ ارشاد خداوندی کہ

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ۔ انعام ع ۱۵

اللہ خوب جانتا ہے جو اس وحی و رسالت کا سزاوار محل و موقع ہے اس قابلیت کی طرف مشعر ہے مگر یہہ عام قاعدہ ہے کہ قابل اور محل اپنے آپ فاعل کا کام کبہی نہین دیتا بلکہ جب فاعل کیطرف سے کسی امر کا اسپر فیضان ہو تو اُسکو قبول کر لینا ہی اسکا کام ہے۔

تمثیل

دیکھو دیا سلائی یا تیل مین جلنے کا مادہ ہے مگر جبتک اسکو خارج سے حرکت نہ پہونچے اور اُسکو آگ نہ لگے
اِن سے خود بخود جل اُٹھنا سرزد نہیں ہوتا۔

(۲) مصقل (یعنی صیقل شدہ) آئینہ مین شعاع آفتاب کو دوسری چیز متابل پر منعکس کر دینے کا ملکہ
و مادہ ہے مگر جبتک آفتاب اپنی روشنی سے آئینہ پر فیضان نکرے آئینہ خود بخود روشنی کا فیضان کسی
چیز پر نہیں کرسکتا ہے۔ اِس قاعدہ کے رو سے نبی کا دل یا سینہ جو قابل ہے خود بخود القا و فیضان نہین کرسکتا
یہ القا و فیضان اسی مبدء فیاض کا کام ہے جس نے نبی کے دل و دماغ کو قابل انعکاس پیدا کیا چنانچہ خدا
تعالی کلام سینہ اصفیاء کو روغن زیتون سے تشبیہ دینا اور اُسکی نسبت یہ کہنا کہ خود بخود جلنے کے قریب ہے
یکاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار۔ نور علی نور یعنے جل نہین اُٹھا اس امر کی طرف مشعر ہے ۔ **پس** جو فیض وحی و القا
کو اِس دل کا فعل سمجھتا ہے وہ معنے ولوازم فاعل و قابل مین تمیز نہین
کرتا اور اُن علوم قدیمہ سے جنمین علل اربعہ مادی۔ صوری۔ فاعلی۔ غائی سے بحث ہوتی
ہے واقفیت نہین رکہتا۔

پہر یہ فیض والقا اس مبدء فیاض کا نبی کے دل پر دو قسم پر ہے† (۱) بالواسطہ اور (۲) بلاواسطہ **قسم اول**
وہ ہے جو جبرئیل امین اپنی اصلی صورت مین جسپر خدا نے انکو مخلوق و مشخص کیا ہے چنانچہ اسکا بیان عنقریب
آتا ہے یا بصورت انسان (دحیہ کلبی) پہنچاتے اور ایک کلام موزون و مرتب (جسکو وحی متلو کہتے ہیں)
خدا کیطرف سے لاتے اور آنحضرت کو پڑہ سُناتے اور کبہی بدون تمثل صورت انسان ایک آواز غیر الادراک
جس سے آنحضرت بہت تکلیف اُٹہاتے اور پسینہ پسینہ ہو جاتے اِن سب صورتون مین جبرئیل امین کبہی ایسی
وحی بہی لاتے جسکے الفاظ خدا کی طرف نہ ہوتے بلکہ جبرئیل ارشاد خدا کی مراد کو اپنے الفاظ سے بیان
فرماتے جسکو اہل اسلام وحی غیر متلو سمجہتے ہین۔ اور **قسم دوم** وہ جو بدون توسط جبرئیل امین علیہ السلام
آنحضرت کے دل پر خواب یا بیداری مین القا فرماتا۔ یہ قسم القا و انبیاء علیہم السلام سے مخصوص
ہین بلکہ سوا انبیاء کے اور اصفیاء و اولیاء کے دل پر بہی ہوتا ہے جسکو الہام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فقط

† اقسام وحی بہت ہیں۔ مگر اول اقسام یہی دو ہیں۔ اور یہی اقسام کے اقسام ہین۔

اِس الہام اور الہام انبیا مین فرق یہہ ہے کہ الہام انبیا مین تلبیس ابلیس کا احتمال نہین ہوتا اور مع ذلک اِس الہام کے ساتہہ دعوی نبوت ہوتا ہے اور الہام اولیا محتمل تلبیس† ہوتا ہے اور اسمین دعوی نبوت کا نہ ہونا ضروری ہے ـ

قسم اول کے ثبوت سے کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ پُر ہے جسقدر آیات آنحضرت کے رسول ہونے مین وارد ہین اسیقدر آیات واحادیث جبرئیل ؑ کے آنے اور قرآن و پیغام الہی پہنچانے مین وارد ہین ـ جس شہرت وتواتر سے لفظی نہ سہی معنوی ہین توکچہہ شک ہی نہین) جبرئیل ؑ کا بوجود ذاتی موجود ہونا اور آنحضرت کی طرف خدا کی رسالت وکلام لیکر آنا ثابت‡ ہے حتی کہ اردو ہانت

---

† دیکہو اتحاف السنة نمبر و مدارج مشکوٰة وغیرہ ـ

‡ چنانچہ آیات سورۃ القیمۃ اور انکے معتبر احادیث اس باب مین نمبر سابق مین بصفحہ (۲۶) منقول ہوچکی ہین اور

علمه شدید القوی ذو مرۃ فاستوی وهو بالافق الاعلی ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبده ما اوحی ماکذب الفؤاد ما رای افتمارونه علی مایری ولقد راٰه نزلة اخری عند سدرۃ المنتہی عندها جنة الماوی الخ نجم ۱۲ ـ

سورۃ نجم مین ارشاد ہوا ہے کہ یہہ قرآن محمد رسول اللہ صلعم کو اسنے سکہایا ہے جو بڑے سخت قوت والا ہے وہ حرکت کے سامنے کہڑا ہوگیا جبکہ وہ مشرقی کنارہ مین تہا پہر وہ قریب ہوا پہر اور قریب ہوا ایسا کہ کمان کی دوری پر ہوگیا یا دیکہنے والے کی نظر مین اس سے بہی نزدیک تہا پس خدا نے اپنے بندہ (جبرئیل) کیطرف وحی کی جو جبرئیل نے رسول کو پہنچایا اسکے دل نے جہوٹا نہین بنایا جو اوسنے آنکہہ سے دیکہا ـ کیا تم اے مشرکین آنحضرت کو جبرئیل کو دیکہنے پر جہگڑتے اور شک کرتے ہو آپ نے تو ایک دفعہ بہی جبرئیل کو دیکہا ہے جب وہ سدرۃ المنتہی کے پاس تہا جہان نزدیک اونکے ارواح صالحین کے رہنے کی جنت ہے ـ

درسالت سے خصم منکر کو بھی انکار نہین ہے آگے آپکا اسکی حقیقت سے انکار اور اسمین تاویل کرنا اور یہ کہنا
کہ جبرئیل ع سے آنحضرت کی قوت وملکہ وطبیعت مراد ہے اور جبرئیل کی صورت وآوازکی نسبت یہ کہنا
کہ یہ آنحضرت کا خیال ہے جو (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) دیوانون کیطرح اپنے خیال کو متشکل دیکھا اور کلام
کرتے سنا - یہہ باوجود اس اعتراف خصم کے جو بصفحہ (۲۷) بعض حاشیہ منقول ہوا ہے کہ انسان سے برتر
مخلوق سے انکار کرنیکی کوئی وجہ نہین ہے تاایکہ ہو جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وجود جبرئیل امین
جیسے مسلمان خیال کرتے ہین عقلاً محال نہین ہے **اسکا جواب** کچھہ تو بضمن ثبوت قسم دوم آویگا -
اور کچھہ بضمن بیان حقیقت اصل چہارم یعنی بیان حقیقت ملائکہ - اس مقام مین اتنا کہا جاتا ہے کہ یہ کہنا آپکا
ایسا ہے جیسے کوئی آپکی نسبت کہدے کہ یہہ جو اولڈ مین سفید ریش جاکٹ پتلون پہنے ہوئے سر پر سنیڈا
ٹوپی رکھی ہوئی مدرسہ علیگڈھ کے ایک کمرہ مین ابطال خوارق انبیا کے باب مین لکچر دے رہا ہے وہ آنریبل
سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ نہین ہین جو مدرسہ علیگڈھ کے بانی ہین بلکہ یہہ صرف دیکھنے والے کا
خیال ہے جو اسکے سامنے متشکل ہوگیا ہے اس بے ادب گستاخ کا آپکی نسبت یہہ کہنا ایسا ہے جیسے آپ حضرت
جبرئیل روح امین روح القدس کی نسبت فرما رہے ہیں - ہماری **اِس تقریر پر چند سوالات**
عاید ہوتے ہین جو مع جوابات وارد کئے جاتے ہین - **سوال** - سید احمد خان صاحب بالقابہ کا وجود

انہ لقول رسول کریم ذی قوۃ
عند ذی العرش مکین مطاع ثم
امین وما صاحبکم بمجنون و
لقد راٰہ بالافق المبین (کورت)
وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ
الروح الامین علی قلبك (شعرا ۱۱۶)
فانہ نزلہ علی قلبك باذن اللہ (بقرہ ۱۲)

اور سورۂ کورت مین ارشاد ہوا ہے یہہ قرآن رسول کریم (جبرئیل)
کا کہا (یعنی خدا کیطرف سے بیان کیا ہوا) ہے جو قوت والا ہے
خدا کے پاس رتبے والا ہے فرشتوں میں اسکا حکم مانا گیا خدا کے
نزدیک امانت دار ہے تمہارا صاحب (رسول اللہ) ہرگز دیوانہ نہین
کہ دیوانو کی طرح اسکو یوں ہی خیال کہا ہو (ی) اسکو پیغمبر صلی اللہ علیہ
وسلم نے کھلی ہی ظاہر کنارہ مین دیکھا ہے - اور سورۂ شعرا مین فرمایا
ہے یہہ قرآن جہان کے پروردگار کیطرف سے اتارا گیا ہے جسکو روح امین (جبرئیل)
تیرے دلپر اتارا ہے - اور سورۂ بقر مین ارشاد فرمایا ہے کہ جبرئیل نے تیرے دلپر خدا کے حکم سے قرآن اتارا ہے -

تو مشاہدہ سے ثابت ہو اسلئے آپکے وجود باوجود مرئی و مشاہد کو خیالی وجود پر حمل کرنا جائز نہیں ہے بخلاف وجود جبرئیل ع کہ وہ مشاہدہ سے ثابت نہیں ہے **جواب** جبرئیل امین کا وجود بہی مشاہدہ سے ثابت ہے جو انبیا علیہم السلام کے مشاہدہ میں آیا ہے اور ایک نبی کا مشاہدہ لاکہہ عامی سے بڑہکر لائق تصدیق و اعتبار ہے۔ **سوال** وہ مشاہدۂ انبیا مشاہدہ خیالی تہا واقعی ہوتا تو کسی اور کو بہی یہہ مشاہدہ ہوتا اور چونکہ سوائے انبیا علیہم السلام کے کسی آدمی نے جبرئیل ع کو نہیں دیکہا اسلئے مشاہدہ انبیا کی نسبت یہہ یقین کیا گیا ہے کہ یہہ صرف انکا خیال تہا۔ بخلاف وجود باجود سید الصمد کی کہ وہ ہر کسیکو نظر آتے ہے اسلئے اسمین بجال آویل تخییل نہین ہے **جواب** جیسے انبیا علیہم السلام نے جبرئیل کو دیکہا ہے ایسا ہی اور لوگون نے جبرئیل وغیرہ ملائکہ کو دیکہا ہے اسکا بیان احادیث صحیحہ† مین اسکثرت سنو ہے کہ ہمارا رسالہ اور قلم و زبان اسکے بیان سے عاجز ہین۔

رہا یہہ امر کہ وجود جبرئیل امین وجود سید احمدی کی طرح ہر کسیکو نظر نہین آتا۔ اسکی وجہہ یہہ ہے کہ دنیا مین ابہی ایسی بہت موجودات خارجیہ ہین جنکو سوائے چند اشخاص کے کوئی نہین دیکہتا باینہمہ ان کے وجود کو واقعی ہونیسے خارج کرکے خیالی نہین کہا جاتا۔ **دیکہو** آسمان پر بعض تارے ایسے ہین جو پہلے زمانہ کے حکما اب تک کسی نے نہین دیکہے پچہلے زمانہ مین حکما فرنگ نے مشاہدہ کئے ہین۔ اور بہت تارے ایسے ہین جو لاکہون اشخاص کو نظر نہین آتے صرف وہی لوگ دیکہتے ہین جو دوربین لگاکر دیکہا چاہتے ہین

† مشکوۃ کے ابتدا مین بروایت بخاری و مسلم حدیث منقول ہے کہ جبرئیل بصورت انسان آنحضرت صلعم کے پاس آئے اور آنحضرت کے زانو سے زانو ملاکر بیٹہہ گئے اور در باب ایمان و اسلام و احسان و قیامت چند سوالات کئے۔ جب وہ رخصت ہوئے تو آنحضرت نے صحابہ کو ارشاد کیا کہ اس سائل پوچہنے والیکو واپس بلاؤ۔ جب صحابہ نے انکو دیکہا تو نہ پایا تب آنحضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہہ جبرئیل تہا تمکو دین سکہانے آیا تہا یہہ بخاری کے الفاظ ہین جو صحیح بخاری مین بصفحہ ۱۲ موجود ہین اور صحیح بخاری کے صفحہ ۱۱۳ مین حدیث ہے کہ ایکدفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ام سلمہ حاضر تہین اتنے مین جبرئیل بصورت دحیہ کلبی آئے اور باتین کرکے رخصت ہوئے تو آنحضرت نے ام سلمہ سے پوچہا کہ یہہ کون تہا انہون نے قسم کہا کہہ دحیہ کلبی تہا یہانتک کہ آنحضرت نے خطبہ مین جبرئیل کا ہونا ظاہر کیا۔ ۱۲ منہ

ایسا ہے عناصر اربعہ آب باد آتش خاک اور ایسے مرکبات خصوصاً انسان کے جسم میں بہت ایسی چیزیں ہیں جو سوائے خوردبین والے ڈاکٹروں کے کسیکو نظر نہیں آتی ہیں۔ **سوال** دفعہ (۱) جنہوں نے سوا انبیا کے جبرئیل وغیرہ ملایکہ کو دیکھا۔ اپنے خیال کو دیکھا ہے خارج اور واقعہ میں ملایکہ کا وجود نہیں ہے۔ دفعہ (۲) اور اگر وجود ملایکہ ان ستاروں اور مخفی چیزوں کی مانند ہے جو آلات (دوربین یا خوردبین) سے نظر آتے ہیں تو چاہیے کہ ملایکہ بھی آلات سے ہر کسی کو نظر آجاویں جن آلہ سے انبیا نے اُنکو دیکھا ہے اُسی سے ہر کوئی دیکھ لے **جواب** دفعہ (۱) اگر بلا دلیل وبیوجہ لوگوں کی رویت ومشاہدہ کو بھی خیال پر محمول کرنا جایز ہے اور وہ ہنگا دینگی یا ہٹ دھرمی شریعت نیچریہ کے رو سے منع نہیں ہے تو منکر وجود سید الصمدی بھی کہہ سکتا ہے کہ جس کسینے سید احمد خان صاحب بہادر کو بزعم خود دیکھا ہے اُس نے اپنے ہی خیال کو دیکھا ہے اور واقعہ میں سید احمد خان کوئی ہوا ہی نہیں ہے **جواب** دفعہ (۲) بیشک جن آلات (دوربین یا خوردبین) سے ملایکہ کو دیکھا جاتا ہے وہ آلات لوگوں کو میسر آدین اور اُنکی بصیرت چشم بھی قایم ہو تو ہر کسی کو ملایکہ دکھائی دیں۔ اکثر لوگوں کو جو ملایکہ نظر نہیں آتے تو اُنکی نظر میں قصور ہے اور اُن کو وہ آلات میسر نہیں ہیں۔ **سوال**۔ دوربین وخوردبین آلات مشاہدہ اشیائے مذکورہ تو مشاہدہ میں آتے ہیں اور یورپین لوگ بناتے ہیں۔ اِس قسم کے آلات مشاہدہ جبرئیل وسایر ملایکہ کہاں ہیں اور وہ کہاں سے بنائے جاتے ہیں کہ انکو ہر کوئی خریدے اور آنکھ پر لگا کر ملایکہ کو دیکھ لے۔ **جواب** وہ آلات جسمانی نہیں ہیں کہ اِس آنکھ کی جسمانی قوت سے دکھائی دیں بلکہ روحانی ہیں جو اِس آنکھ میں روحانی طاقت بڑھ جانیسے دکھائی دیتے ہیں۔

وہ لوہے پیتل شیشے وغیرہ جسمانیات سے نہیں بنتے بلکہ مکارم اخلاق وپاکیزہ خیالات واعتقادات سے تیار ہوتے ہیں۔ اسکے کاریگر جسمانی حکما نہیں ہیں بلکہ روحانی اطبا علیہم السلام ہیں پس جو اِن آلات کا طالب ہے اور مشاہدہ ملایکہ کا تایق وہ انبیا علیہم السلام کی شاگردی اختیار کرے اور جس طرح وہ فرماویں نفس کو الواث بہیمیہ سے پاک کرے اور اپنے آپ میں انکی صفات پیدا کرے

اوران صفات مین ملایکہ کا ہمجنس ہوجاوے پہراہی ظاہر آنکھوں پر وہ نور مین لگی ہوئی دیکھ
لے ۔ اور اسکے ذریعہ سے اپنے ہمجنسون (ملایکہ) کو مشاہدہ کرلے اور جبکہ یہ بات میسر نہ آوے
وہ اپنے تئین شپر کے مانند سمجھے جو آفتاب کو نہیں دیکھتی یا اُن عوام کی مثل خیال کرے جو ستارون
اور اُن مخفی اشیا کا معاینہ نہیں کرتے ۔ آنرابل صاحب بہادر کی طرح اس ندیکھنے کا گناہ ملایکہ
کے ذمہ نہ لگادے ۔ **س** گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ✦ چشمۂ آفتاب راچہ گناہ ۔ تھوڑے دن
گذرے ہین کہ ایک بے سمجھ نے اشتہار دیا تہا کہ جو کوئی مجھے وجود جن دکہادے وہ مجھسے کئی سو روپیہ
انعام لے ۔ اسکا بھی یہی جواب ہے کہ پہلے آپ کسی روحانی طبیب سے آنکھین بنوائین پہر جن یا ملایکہ
یا جس چیز کو چاہین دیکھ لین ۔ **اِن لوگون** کا یہ کہنا کہ ملایکہ ہین تو ہمکو دکہا دو یا جن کا مسخ
کرا دو بعینہٖ ایسا ہے جیسا اندہا کہے کہ مجھے سورج دکہا دو یا نامرد کہے کہ مجھے لذت جماع چکھا دو یا
عام لوگ کہین کہ ہمکو اِن آنکھون سے سبھی ستارے بتا دو ۔ **الحاصل** جبرئیل یا اور ملایکہ
کا دیکھنا اِن آنکھون مین روحانی قوت چاہتا ہے صرف ظاہری قوت جو عام لوگون کو حاصل
ہے مشاہدہ ملایکہ یا امور ملکوتیہ کے لئے کافی نہیں ہے ۔ پس جو اس مشاہدہ کا شایق ہو وہ
بحکم **س** قدر این بادہ ندانی بخدا تا نچشی ✦ اس قوت کا بہم پہنچانا لازم ہے یہ نہ ہو سکے
تو اُن لوگون کی جنہیں یہ قوت ہے اطاعت و تسلیم مناسب ہے اس سے انکار کسیوجہ سے مناسب نہیں
ہے امام صاحب نے قبر کے سانپ اور بچھوؤن کی نسبت احیا العلوم میں فرمایا ہے ۔

امثال هذه الاخبار لها ظواهر صحيحة واسرار خفية لكنها عند ارباب البصائر واضحة فمن لم ينكشف له حقائقها فلا ينبغي ان ينكر ظواهرها بل اقل درجات الايمان التسليم والتصديق فان قلت نحن نشاهد الكافر في قبره ونراقبه	اِن چیزوں کے ظاہری معنے صحیح ہین اور ان کے اسرار مخفی ہین پر وہ اہل بصیرت کے نزدیک واضح ہیں پس جنکو انکی اصلی حقایق منکشف نہو انکو یہ لایق نہیں ہے کہ ظاہری کو نمانیں بلکہ ادنی درجہ ایمان کا یہ ہے کہ انکو تسلیم کریں اور مانیں اگر تو کہے کہ ہم کافر کو قبر مین مدتوں دیکھتے ہیں پہر وہاں کوئی سانپ بچھو نہیں پاتے ۔۔۔ اسکو مرتے

ولا تشاهد شيئاً من ذلك فما وجه التصديق على حال المشاهدة فاعلم ان لك ثلاث مقامات في التصديق بامثال هذا احدها وهو الاظهر والاصح والاسلم ان تصدق بانها موجودة وهي تلدغ الميت ولكنك لا تشاهد ذلك فان هذه العين لا تصلح لمشاهدة الامور الملكوتية وكل ما يتعلق بالآخرة فهو من عالم الملكوت الخ (احیاء)

مشاہدہ ہاں ویسے کی کیا وجہ ہے تو آپکے جواب میں جان لے کہ ان باتوں کے تسلیم کرنیکے تین مقام ہیں۔ ایک جو بہت ظاہر و صحیح و سالم ہے یہ ہے کہ تو یقین کرلے کہ وہاں سانپ بچھو موجود ہیں جو میت کو ڈس رہے ہیں پر تجھے نظر نہیں آتے اسلئے کہ یہ آنکھ (یعنی ہمیں تو وہ) مشاہدہ امور ملکوتیہ کے لائق نہیں اور جو امر آخرت کے متعلق ہو وہ عالم ملکوت سے ہے تا آخر عبارت ہم رکھیں یا نہیں

افسوس آنرایبل صاحبنے ان باتون مین غور نہین کی - اور باوجود اس اعتراف کے کہ وجود جبرئیل وملایکہ کسی دلیل کے شہادت سے محال نہین - سو وجود جبرئیل علیہ السلام اور انکی اصلی صورت سے آنے اور کلام خدا پہنچانیکے بوجوہ خیالی تاویل کردی ہے -

زیادہ تر افسوس اسلئے ہے کہ جن باتون سے آپ اب انکاری ہوکر تاویل کررہے ہین انکو پہلے مان چکے ہین اور اپنی پرانی کتاب **تبیین الکلام** مین ہمارے بیان کے مطابق انکی تفصیل کرچکے ہین اسمقام مین ہم اصل کلام جناب نقل کرتے ہین اور ناظرین خصوصاً آنرایبل صاحب کے مقلدین کو عبرت دلاتے ہین - اب اس کتاب کی جلد اول صفحہ ۷ مین فرماتے ہین "وحی وہ چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتون مین کہل جاوے اور یہ بات کئی طرح پر ہوتی ہے **اول** یہہ کہ خدا سے اسکا پیغام سُنا جاوے - **دوسری** یہہ کہ خدا کا فرشتہ اپنی صورت میں آوے اور خدا کا پیغام پہنچاوے **تیسری** یہہ کہ فرشتۂ خدا آدمی کی صورت بنکر آوے - اور خدا کا پیغام پہنچاوے **چوتھی** یہہ کہ صرف بذریعہ آواز کے بغیر کسی مشاہدہ کے پیغام الٰہی پہنچے **پانچوین** یہہ کہ خدا کی طرف سے دلمین خدا کا پیغام ڈالا جاوے **چھٹی** یہہ کہ خواب مین یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الٰہی معلوم ہو - ہم مسلمانون کے مذہب کے بموجب

مطلق وحی کا آنا صرف انبیا پر ہی منحصر نہیں ہے بلکہ انبیا کے سوا مقدس لوگوں پر بھی وحی آتی ہے مگر واسطے اس امر کے کہ انبیا علیہم السلام اور اور مقدس لوگوں کی وحی میں شبہہ نہ پڑے جدا جدا نام رکھے ہیں وحی کی پہلی چار قسموں کو جب انبیا کے سوا اور لوگوں پر اُترے تحدیث کہتے ہیں۔ اور پانچویں قسم کو الہام۔ اور چھٹی قسم کو مشاہدات یا مکاشفات"۔

(پھر الہام و مکاشفات غیر انبیا کا قرآن و حدیث سے ثبوت دیا ہے اسکے بعد صفحہ ۱۱ میں فرمایا ہے)

"مگر ہم مسلمان ان دونوں قسم کی وحیوں میں یعنی جو نبی پر اُترے اور جو غیر نبی پر اُترے تمیز رکھنے کو یہہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو وحی انبیا کو ہوتی ہے اُسمین کوئی غلطی نہیں ہوتی نہ اصل وحی میں نہ تعبیر معنے وحی میں اور جو وحی انبیا کے سوا اور مقدس لوگوں کو ہوتی ہے اسمین سمجھنے کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے اُس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر و تفہیم معنے وحی کے۔ علاوہ اسکے ایسی وحی جس سے شریعت کا کوئی نیا حکم پیدا ہو وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتی (پہر انبیا سابقین پر وحی کا بالمعنے نازل ہونا بیان کیا ہے پہر بصفحہ ۱۳۔ بنسبت وحی آنحضرتؐ کے فرمایا ہے)

"مگر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اُسمین بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا بھی مقصود تہا اسلئے ضرور ہوا کہ وہ وحی بلفظہٖ نازل ہو تاکہ اُسکی سی فصاحت انسان سے نہ بن سکے چنانچہ قرآن مجید اسی طرح بلفظہٖ نازل ہوا اور وہی لفظ بلفظ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھ سنایا۔ اس سبب سے ہم مسلمانوں نے اپنی اصطلاح میں قرآن مجید کو ایک خاص معنوں میں سمجہا ہے یعنی وہ وحی جس کے لفظ خدا کے ہی ہوں۔ اور ایسی وحی کو ہم کہتے ہیں وحی متلو یا کلام الٰہی اور اُس وحی کو جو بطور مضمون القا ہوئی تہی کہتے وحی غیر متلو یا حدیث مگر یہہ بسبب خاص وجہ کے یہہ ایک خاص اصطلاح قرار پائی ہے نعوذباللہ اس سے یہہ مطلب نہیں ہے کہ انبیا سابقین علیہم السلام پر جو القا ہوا اور جو احکام اور ہدایت دین کی اُنہوں نے فرمائی یا سوائے قرآن مجید کے اور کچہہ دین کے معاملہ میں ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام الٰہی نہیں ہے"۔

اِس عبارت جناب کو ناظرین اور آنزایبل صاحب کے مقلدین انصاف سے دیکھین کہ کیسی آپکے بیان کی مصدق ہے اور آنزایبل صاحب کی طرف نظر عبرت نظر کرین کہ وہ پہلے کیا تھے اور اب کیا ہو گئے ہین –

اسکا سر و منشا یہ ہے کہ آپ با وجود دعوی اجتہاد و ترک تقلید ہمیشہ سے مقلد رہے ہین اور جو کچھ کہتے ہین اپنے فہم و عقل کو اسمین دخل نہین دیتے – بنائٌ علیہ جو آپنے تبیین الکلام مین کہا ہے وہ بتقلید اہل اسلام کہا ہے اور جو آپ تفسیر و تحریر مین فرمایا ہے اسمین تقلید فلاسفہ کو اختیار کیا ہے جو باتین آپ نے جبرائیل اور اسکی صورت اور آواز اور کلام الہی کے باب مین فرمائی ہین وہ سب کی سب فلاسفہ کی باتین ہین – دیکھو کتاب **اشارات** بو علی سینا جسکا حاصل اسی جلد اشاعۃ السنہ کے نمبر اول مین بصفحہ ۲۰ منقول ہوا ہے اور رسالہ **فرقان** شیخ الاسلام ابن تیمیہ جسکی عبارت اشاعۃ جلد ۱ نمبر ۳ مین منقول ہے –

جو لوگ کتب اور علوم سے بے خبر ہین وہ ان باتون مین آنزایبل صاحب کو مجدد و محقق سمجھتے ہین اور کہتے ہین واہ سبحان اللہ سید احمد خان صاحب کیسی باریک باتین اپنی طبیعت اور تحقیق سے نکالتے ہین ❊

ثبوت قسم دوم چندان محتاج بیان نہین ہے اس قسم کا وجود اہل اسلام کے نزدیک تو مسلم ہے چنانچہ اشاعۃ نمبر ۵ و ۶ جلد ۱ – مین اسکی تفصیل موجود ہے اور آنزایبل صاحب کو بھی اسکے وجود سے اعتراف ہے چنانچہ اسی عبارت منقولہ بالا مین وہ اعتراف مصرح ہے **ہان** اس قسم کی حقیقت و کیفیت مین آپکو اہل اسلام سے نزاع ہے – آپ اسکو امر طبعی و داخلی کہتے ہین اور اہل اسلام اسکے امر خارجی و غیبی ہونیکا اعتقاد رکھتے ہین – اس **نزاع** مین جو **عقلی فیصلہ** ہے وہ شروع بیان حقیقت وحی مین ہو چکا ہے – اور اسمین آنزایبل صاحب کا منشا غلطی کہ انہون نے قابل و فاعل مین تمیز و تفرقہ نہین کیا بتایا گیا – اب اس مین **شرعی فیصلہ** کیا جاتا ہے اور بشہادت قرآن آنزایبل صاحب کے خیال کا ابطال عمل مین آتا ہے ❊

قرآن مین جہانتک غور کیجاتی ہے اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ وحی و الہام (قسم دوم ہو خواہ اول) غیبی و خارجی امر ہے جسکا غیب اور خارج سے نبی اور ولی[†] کے دل پر القا ہوتا ہے طبعی و داخلی نہین جسکا صرف طبیعت سے صدور اور اسکی مصدر و مخرج (یعنے طبیعت) کا کمال حضور ہوتا ہے —

اس پر بہت سے آیات قرآن شاہد ہین- از انجملہ چند آیات سے اسمقام پر استدلال کیا جاتا ہے جو تین مقدمات (جنمین دو بدیہی ہین ایک یقینی نظری) کی تمہید پر موقوف ہے —

پہلا مقدمہ طبعی امور طبیعت سے مادہ جدا نہین ہوتی جبتک کہ انکے مقابلہ مین کوئی قاسر (مقتضائے طبع کے برخلاف چلانیوالا) یا عایق (مقتضائے طبعی سے روکنے والا) پیدا نہ ہو ان امور کی تحقیق کے لئے صرف اقتضائے طبع اور ارادہ کافی ہوتا ہے —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا امر طبعی ہے- تو جبتک مچھلی کو کوئی علت داخلی یا آفت خارجی تیرنے سے نہ روکے یہہ تیرنا جب وہ چاہے اس سے جدا نہین ہوتا —

پس جو امر کسی سے باوجود ارتفاع قاسر و عایق و تحقق ارادہ کے نہ ہوسکے وہ امر اسکا طبعی نہین ہے یہہ مقدمہ ایسا بدیہی ہے کہ اسکی صحت و ثبوت مین کسی عاقل کو کلام نہین ہے —

دوسرا مقدمہ طبعی امور کا حصول کسبی و اختیاری نہین ہوتا- یعنی جو کسی کا طبعی امر ہوتا ہے وہ اسکو دوسرے سے نہین سیکھتا اور اسکے سیکھنے مین مشقت و تکلیف نہین اٹھاتا —

تمثیل مچھلی کے لئے تیرنا پرند جانورون کے لئے اڑنا چوپایہ دوپایہ دواب کے لئے پاؤن پر چلنا سانپ کے لئے پیٹ پر لہرانا بچھو کا ڈنگ مارنا امور طبعی ہین تو وہ انمین سیکھنے سکھانے کے محتاج نہین ہین —

پس جو امر کوئی سیکھنے سکھانے سے حاصل کرے اور اسکے سیکھنے مین از حد مشقت و رنج اٹھاوے وہ اسکا طبعی امر نہین ہے یہہ مقدمہ بھی ایسا بدیہی ہے جسمین نزاع کا اندیشہ نہین ہے —

† اسی فرق کے ساتھ جسکا بیان ہماری اور مخاطب کی کلام مین گزرا ہے —

تیسرا مقدمہ جبی امر کو غیبی نہین کہا جاسکتا - یہہ مقدمہ نظری ہے گرچونکہ اسپر دلیل قطعی قایم ہے اسلئے یہہ مقدمہ یقینی ہے **وہ دلیل** یہہ ہے کہ طبیعت مین ذات ہے یا اسکی ایک صفت اور ذات اپنے آپ سے غایب نہین اور نہ صفات ذت ذات سے غایب ہین اسی نظر سے اپنی ذات وصفات کے علم کو حضوری† کہا جاتا ہے -

لہذا جو امر طبعی ہو یعنی طبیعت سے سرزد ہوا سکو غیبی یعنی غیب سے سرزد نہین کہا جاسکتا -

تمثیل مچھلی کا تیرنا انسان کا بولنا لوہے کا پانی مین ڈوب جانا پرند کا ہوا مین اڑنا طبعی امور ہین تو انکو یہہ نہین کہا جاسکتا کہ یہہ امور غیبی ہین ؎

پس جو امر کسی سے غائب ہوگا یا غیب سے حاصل ہوگا وہ اسکا طبعی امر نہوگا ؎

جب یہہ مقدمات ممہد ہو چکے تو اب اصل استدلال کیطرف رجوع کیا جاتا ہے - پس واضح ہو کہ قرآن کی بہت سے آیات سی بلحاظ انکے موقع ومحل صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت کو کئی عمر تک وحی والہام نہ ہوتا باوجودیکہ آنحضرت کی طبیعت کا شوق ومیلان بدرجہ کمال پایا جاتا اور شدت سے انتظار رہتا - اور بعض امور مین عمر بہر الہام نہین ہوا - اور آنحضرت نے اس سے صاف انکار ظاہر فرمایا ہے اور دونون صورتون مین قاسر وعایق طبعی کا وجود ثابت نہین ہوا بلکہ بمقابلہ اسکے ارادہ وتقاضا طبع پایا گیا ہے - اس انقطاع وانعدام الہام سے بشہادت مقدمہ اولی صاف ثابت ہوتا ہے کہ الہام امر طبعی وداخلی نہین ہے غیبی وخارجی ہے جسکا حصول غیب وخارج سے ہوتا ہے اگر وہ داخلی وطبعی ہوتا تو باوجود سلامتی ومیلان طبعیت ووقوع ارادہ کبہی کبہی انقطاع نہوتا - اس قسم کی آیتین بہت ہین از انجملہ چند آیات ذکر کیجاتی ہین -

(۱) سورہ **بقرہ** مین ارشاد ہوا ہے تیرا آسمان کیطرف مونہہ پہیرنا ہم دیکہہ رہے ہین پہر ہم تجہے اُدہر ہی پہیر دینگے جدہر تیرا دل چاہتا ہے پس (اب) مونہہ کو کعبہ کیطرف پہیر لے - -

قد نری تقلب وجہك فی السماء فلنولینك قبلۃ ترضہا فول وجہك شطر المسجد الحرام - (بقرہ ۱۴۴)

بخاری ومسلم وترمذی نے روایت کی ہے

† دیکہو رسالہ تنقید یاد داشت سپر حاشی را بدیہ -

عن البراء بن عازب لما قدم رسول الله
صلى الله عليه وسلم المدينة صلى نحو البيت
المقدس ستة او سبعة عشر شهرا و
كان يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله
قد نرى تقلب وجهك فوجه نحو الكعبة وكان
يحب ذلك الحديث (جامع ترمذی وغیرہ)
وعنه وكان رسول الله صلعم اذا صلى الى
بيت المقدس اكثر تقليب وجهه في السماء
وعلم الله من قلب نبيه انه يهوى الكعبة فصعد
جبرئيل فجعل رسول الله صلعم يتبعه بصره
وهو يصعد بين السماء والارض ينظر ما
يأتيه به فانزل الله هذه الاية (سنن ابن ماجه)
تقلب وجهك في السماء متطلعا الى الوحي
ومتشوقا للامر باستقبال الكعبة
(جلالین وغیرہ)

کہ آنحضرت صلعم مدینہ پہنچے تو سولہ یا سترہ مہینے
بیت المقدس کیطرف نماز پڑھتے رہے مگر دل سے
یہی چاہتے کہ کعبہ کیطرف پھرائے جاویں ۔
ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے کہ آنحضرت
بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تو آسمان
کی طرف بہت دیکھتے ۔ اور خداتعالی نے
آنحضرت کے دل ہی سے جان لیا کہ یہہ
کعبہ کو چاہتے ہیں ۔ جب
جبرئیل آسمان کیطرف گئے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم انکی طرف دیکھتے رہے اور
حکم کے منتظر رہے ۔ اس پر یہہ آیت نازل
ہوئی ۔
انہیں روایات کی بنا پر تفسیروں میں آسمان
کیطرف نظر کرنیکا یہہ سبب بتایا ہے کہ آسمان
کیطرف دیکھنا بشوق نزول وحی تھا ۔

(۴) سورہ کہف میں ارشاد ہے کسی چیز کی نسبت تو یہہ نہ کہہ کہ میں اسکو کل کردونگا بجز اسکے

(رکوع ۴)

ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلك غدا الا
ان يشاء الله واذكر ربك اذا نسيت ۔
سأله اهل مكة عن خبر اصحاب الكهف
فقال اخبركم غدا ولم يقل ان شاء الله
فنزل ۔ (جلالین)

کہ انشاء اللہ بھی کہے اگر یہہ کہنا بھول جاوے
تو جب یاد آوے تب کہہ دے ۔ اس آیت
کی تفسیر میں مفسرین بیان کرتے ہیں کہ
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے
اصحاب کہف کا حال وغیرہ مسایل پوچھے

قال المفسرون ان القوم سالوا النبي صلى الله عليه وسلم عن المسائل الثلثة قال عليه السلام اجيبكم عنها غدا ولم يقل انشاء الله فاحتبس الوحي خمسة عشر يوما وفي رواية اربعين يوما ثم نزلت هذه الاية . (تفسیر کبیر جلد ۵ ص)

تو آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ کل بتاؤں گا جسمیں کئی (پندرہ یا چالیس) دن تک وحی بند رہی پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳) اور سورہ مریم میں جبرئیل امین کی طرف سے فرمایا ہے ہم نہیں اترتے مگر خدا کے

وما نتنزل الا بامر ربك له ما بين ايدينا وما خلفنا وما بين ذلك وما كان ربك نسيا (مریم ۶۴)

حکم سے اُسیکا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو ہمارے پیچھے اور جو اسکے بیچ میں ہے اور تیرا رب تجھے بھولنے والا نہیں ہے۔

عن ابن عباس قال قال النبي صلى الله عليه وسلم لجبرئيل ما يمنعك ان تزورنا اكثر مما تزورنا فنزلت (صحیح بخاری ص ۶۹۱)

وعند ابن اسحق من وجه آخر ان قريشا سالوا عن اصحاب الكهف فمكث النبي صلى الله عليه وسلم خمسة عشر يوما لا يحدث في ذلك وحيا فلما نزل جبرئيل قال له ابطات ... وعند ابي حاتم انها نزلت في احتباسه صلعم اربعين يوما حتى اشتاق اللقاء (ارشاد الساری شرح بخاری) ان قريشا بعثت خمسة رهطا الى يهود المدينة يسئلونهم عن صفة محمد صلى الله عليه وسلم

بخاری و ترمذی سے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے جبرئیل امین سے کہا کہ آپ جتنے زیادہ تشریف لاتے ہیں اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے اس پر یہ آیت نازل ہونے کا سبب دوسری روایت میں یہی ہے اصحاب کہف کی نسبت آنحضرت کا وعدہ کرنا بیان ہوا ہے اور اس میں آپکی مدت ابن ابی حاتم کی روایت میں چالیس دن بیان ہوئی۔ ان ہی روایات کے وسائط سے مفسرین نے وہ بات کہی ہے جو آیت سابق کے ذیل میں تفسیر کبیر سے نقل ہوئی۔ اور اس آیت کے ذیل میں تفسیر کبیر میں کہا ہے کہ قریش نے یہودیوں کیطرف پانچ آدمی کو بھیجا

وهل يجدونه في كتابهم - فسألوا النصارى فزعموا انهم لا يعرفونه وقالت اليهود نجده في كتابنا وهذا زمانه وقد سألنا رحمن اليمامة عن خصال ثلاث فلم يعرف فاسألوه عنهن فان اخبركم بخصلتين منها فاتبعوه فاسألوه عن فتية اصحاب الكهف وعن ذي القرنين وعن الروح قال فجاءوا فسألوه عن ذلك فلم يدر كيف يجيب فوعدهم ان يجيبهم بعد ذلك ولم يقل ان شاء الله فاحتبس الوحي عنه اربعين يوما وقيل خمسة عشر يوما فشق عليه مشقة شديدة وقال المشركون ودعه ربه وقلاه فنزل جبريل فقال له النبي صلى الله عليه وسلم ابطأت عني حتى ساء ظني واشتقت اليك قال اني كنت اشوق ولكني عبد مأمور اذا بعثت نزلت واذا حبست احتبست فانزل الله تعالى هذه الآية وانزل قوله ولا تقولن لشيء اني فاعل ذلك غدا الا ان يشاء الله

(سورة والضحى (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ...)

اور آنحضرت کی نسبت سوال کیا کہ تمہاری کتب مین کیا ذکر ہے؟ انہوں نے نصاریٰ سے پوچھا تو انہون نے کہا کہ ہم نہین پہچانتے اور یہودیون نے کہا اسکا ذکر ہماری کتابون مین ہے اور یہ اسکے ظہور کا وقت ہے ہمنے (ملک) یمامہ کی رحمن سے (شاید اس سے مسیلمہ کذاب مراد ہو) تین چیزون سے سوال کیا تو اس نے انکو سمجھا نا اب اس سے پوچھو اگر اس نے دو باتین بتادین تو اسکی پیروی کر دیں انہون نے اصحاب کہف اور ذو القرنین اور روح کی نسبت سے سوال کیا آنحضرت کو ان باتون کا جواب معلوم نہ ہوا اور جواب دینے کا وعدہ کیا اور اسمین انشاء اللہ نہ کہا پس کئے (چالیس یا پندرہ) دن تک وحی بند رہی اور اس سے آنحضرت کو بہت تکلیف پہنچی مشرکین کہنے لگ گئے کہ محمد کو اسکے رب نے چھوڑ دیا ہے اور اس سے وہ ناخوش ہوگیا ہے پس جبرئیل آئے اور یہ آیت اور آیت سابق اور سورہ الضحیٰ لائے۔

اس آیت سے قسم اول وحی کا خارجی و غیر طبعی ہونا ثابت ہوتا ہے جبرئیل یا مین آنحضرت کا طبعیت و ملکہ نبوت کا نام ہوتا تو جو کچھ آیت اور اس کے شان نزول مین بیان ہوا ہے ہرگز وقوع مین نہ آتا

(۴) اور سورۃ براۃ مین کعب و مرارہ و ہلال کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تینون پر جو

وعلى الثلاثة الذين خلفوا حتى ضاقت

برحمت کیا ہے جنکے حق مین پچاس دن تک

عليهم الارض بما رحبت وضاقت عليهم
انفسهم وظنوا ان لا ملجأ من الله الا
اليه ثم تاب عليهم ليتوبوا ان الله هو التواب
الرحيم (براءة ۱۱۸)

ونهى رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلمين
عن كلامنا ايها الثلاثة من بين من تخلف
عنه فاجتنبنا الناس وتغيروا لنا حتى
تنكرت في نفسي الارض فما هي التي
اعرف فلبثنا على ذلك خمسين ليلة فاما
صاحباي فاستكانا وقعدا في بيوتهما
يبكيان واما انا فكنت اشب القوم واجلدهم
فكنت اخرج فاشهد الصلوة مع المسلمين
واطوف في الاسواق ولا يكلمني احد حتى
اذا مضت اربعون ليلة من الخمسين اذا
رسول رسول الله صلى الله عليه وسلم ياتيني
فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم
يامرك ان تعتزل امرأتك فلبثت بعد ذلك عشر ليال
حتى كملت لنا خمسون ليلة من حين نهى رسول الله صلى الله
عليه وسلم عن كلامنا فانزل الله على رسول الله
صلى الله عليه وسلم لقد تاب الله على النبي
والمهاجرين (صحیح بخاری ص ۶۳۵ و ص ۶۳۴ مختصراً)

وحی نازل نہ ہوئی یہاں تک کہ زمین باوصف فراخی
کے ان پر تنگ ہو گئی اور انکی جانوں میں تنگی
واقع ہوئی اور انہوں نے یہ بات جان لی کہ اب ہماری
سوا خدا کے کوئی پناہ لینے کی جگہ نہیں پھر خدا نے
ان پر رجوع بمغفرت کیا۔ اس آیت کی تفسیر
میں ایک بڑی طویل حدیث صحیح بخاری
وغیرہ میں مروی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ یہ
تینوں اشخاص جنگ تبوک سے رہ گئے تھے جب
آنحضرت واپس آئے تو اور لوگ منافق جو پیچھے
رہ گئے تھے جھوٹ بولکر آنحضرت کو خوش کر گئے
اور یہ تینوں سچ بولے اور اپنے قصور کے اقراری
ہو گئے۔ اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جو
عالم الغیب نہ تھے) انکی ظاہری اقبال جرم
کے سبب ناخوش ہو گئے۔ اور بانتظار وحی انکی
معافی نہ کر سکے بلکہ ان سے سلام و کلام بھی ترک
کر دیا اور مسلمانوں کو بھی اس سے منع فرمایا اور انکو
انکی عورتوں کے پاس جانے سے روک دیا پس انکا
ایسا حال ہو گیا کہ زمین ان پر تنگ ہو گئی اور کسی سے
انکی سلام و بات نہ رہی اور اسپر پچاس دن کی
مدت گذر گئی تب وحی نازل ہوئی اور انکی معافی
قصور عسلمین آئی۔

یہہ آیت اور اسکی تفسیر حدیث الہام کے خارجی وغیبی ہونے پر بہت واضح دلیل ہے اگر الہام آنحضرت کی طبیعت مین داخل ہوتا تو بمجرد وقوع واقعہ وسنوح ضرورت کے اس سے حقیقت حال کو دریافت کیا جاتا ان بیچارون کے تصفیہ مین اسقدر توقف نہوتا اور اس مدت دراز تک ان پر تشدد نہ کیا جاتا۔

اس سے بڑھکر دلالت خیز وعبرت انگیز واقعہ افک ہے جسمین خود ذات بابرکات سرورکائنات اور آپ کے اہلبیت کو تیس دن تک رنج ومصیبت مین ابتلا رہا دشمنوں اور نادان دوستون نے آپکے حرم محترمہ کو بدکاری کی تہمت لگادی۔

اس سے آنحضرت کے دل مین بہی شبہ جگہہ کر لی آنحضرت نے اپنے اہلبیت سے ملاطفت وانبساط چہوڑ دی۔ اُن کے چہوڑ دینے اور طلاق کے باب مین لوگون سے صلاح لی یہانتک کہ ایک مہینے کے بعد وحی نازل ہوئی جس نے اہلبیت نبوی کی برات کی اور آنحضرت کو تسلی دی۔ اگر الہام آنحضرت کے ہاتہہ† مین ہوتا تو ایک مہینے تک آپ کو اور آپکے اہلبیت کو یہہ رنج نہ پہنچتا۔ جسدن تہمت لگائی گئی تہی اُسی دن الہام کی دوربین لگا کر اصل حال معلوم کیا جاتا دشمنون اور نادان دوستون کا موبند ہو جاتا۔ یہہ واقعہ قرآن مجید مین مجمل وحدیث مین مفصل مذکور ہے چنانچہ بیان اسکا ذیل مین مرقوم ہے۔

(۱) سورۂ نور مین ارشاد ہے جو لوگ بہتان باندہ لائے ہین تم ہی مین سے ایک گروہ ہے تم اس بہتان کو اپنے حق مین برا نہ سمجہو یہہ تمہارے لئے اچھا ہے اُن مین سے ہر ایک کے لئے وہ گناہ ہے جو اُس نے کمایا اور جو اُسکے بڑے ذکر وچرچے کا متولی بنا اُسکو بڑا عذاب —

ان الذين جاؤا بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شرا لكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم ما اكتسب من الاثم والذي تولى كبره منهم له عذاب عظيم - الى قوله رؤف الرحيم (پ ۱۸ ع ۸)

صحیح بخاری مین اس اجمال کی تفصیل مین حدیث مروی ہے اس مقام مین اسکے چند فقرات نقل کئے جاتے ہین۔

---

† جیسا تیر ا چہلی کے ہاتہ میں ہوتاہے اور اُڑ - پرندون کے ہاتہہ مین - وعلیٰ ہذا القیاس اور امور مین۔

عن عائشة رضي الله عنها في ذلك من حديث الافك
وكان الذي تولى الافك عبد الله بن ابي
بن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت حين
قدمت شهرا والناس يفيضون في قول
اصحاب الافك ولا اشعر بشيء من ذلك
وهو يريبني في وجعي اني لا اعرف من رسول
الله صلى الله عليه وسلم اللطف الذي كنت
ارى منه حين اشتكي انما يدخل علي رسول
الله صلى الله عليه وسلم فيسلم ثم يقول كيف
تيكم ثم ينصرف فذلك الذي يريبني ولا
اشعر بالشر × × ودعا رسول الله صلعم
علي بن ابي طالب واسامة بن زيد حين استلبث
الوحي يستأمرهما في فراق اهله × × ×
ودخل عليها رسول الله فسلم ثم جلس
ولم يجلس عندي منذ قيل لي ما قيل وقد
لبث شهرا لا يوحى اليه في شأني قالت
فتشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جلس
ثم قال اما بعد يا عائشة فانه بلغني عنك
كذا وكذا فان كنت بريئة فسيبرئك الله
وان كنت الممت بذنب فاستغفري الله و
توبي اليه × × قالت فوالله ما قام

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ مجھ پر
تہمت لگانے سے جو ہلاک ہوا سو ہوا اور جو اس
کام کا متولی بنا تھا وہ عبد اللہ بن ابی تھا
جب ہم مدینہ پہنچے تو میں تب ہی سے ایک
مہینے تک بیمار رہی اور لوگ اس بہتان میں
طول کرتے رہے اور مجھے کچھ خبر نہ تھی۔ ہان
مجھے اس سے بے چینی ہوتی کہ میں اس بیماری
میں آنحضرت کا وہ لطف نہ دیکھتی جو پہلی بیماریوں
میں دیکھا کرتی۔ آنحضرت میرے پاس آتے
تو سلام کہتے اور صرف اتنا پوچھتے کہ تم کیسی ہے
اس سے مجھے تردد ہوتا اور اصل فساد میرے
خیال میں نہ آتا۔ جب میں اصل حال سے
واقف ہوئی اور ماں باپ کے گھر گئی تو تمام
رات روتی رہی اسی اثنا میں آنحضرت نے
علی ابن ابی طالب اور اسامہ سے مجھے طلاق
دینے کی صلاح پوچھی اور میں دو شب اور ایک دن
ایسے روئی کہ میری آنکھ میں نیند نہ آئی اور
آنسوؤں نے بس نہ کی اسی حال میں آنحضرت
تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے
اس سے پہلے جب سے مجھ پر تہمت ہوئی تھی کبھی
پاس نہ بیٹھے تھے اسمیں مہینا بھر ٹھہرے رہے

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ا جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

لائق توجہ علماء و رؤساء اسلام و گورنمنٹ کافہ انام

قال اللہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا - وقال ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم

یعنی اللہ کی رسی کو سب ملکر ہاتھ مارو اور پھوٹ نہ ڈالو - اور آپس میں جھگڑا مت کرو اگر تم جھگڑو گے تو تمہاری ہوا جاتی رہیگی

جنگ سے صلح بہتر ہے اور اختلاف سے اتفاق افضل -

جنگ و نا اتفاقی کا ضرر اور صلح و اتفاق کا نفع نہ صرف متقابلین کو پہنچتا ہے بلکہ اسکا اثر اور اشخاص اور ملک پر بھی پڑتا ہے -

تمہید

یہہ وہ مضمون ہے جو بطور تمہید ضمیمہ نمبر ۸ مین مرقوم ہوا اور اسکے استحکام و تاسیس کا وعدہ دیا گیا تھا اُسوقت تو وہ ذکر سرسری تھا مگر بعد اسکا ضروری و اہم ہونا خیال مین سماگیا اور اُسپر بہت گرم جوشی سے زور دینا واجب نظر آیا - یہہ مضمون جملہ فرقہ ا ملت اسلام اور ملک کے حق مین مفید ہو -

ملکی فایدہ اسمین یہہ ہے کہ اس مضمون کا نتیجہ و اثر مسلمانون کا باہمی اتفاق و ملاپ ہے اور اتفاق امن ملک کے لئے اصل اصول ہے - جو ہمیشہ مسلمانون کے باہمی اختلاف کے سبب وارداتین ہوتی ہین اور عدالت مین ان کے مقدمات دایر رہتے ہین جنکا اثر

سرکار پر بھی پڑتا ہے کہ قبل از وقوع ان وارداتکے سرکار کو نگرانی کی تکلیف ہوتی ہے۔ بعد از وقوع تحقیقات کے تکلیف پڑتی ہے اور انکا اثر ملک پر بھی پڑتا ہے کہ لوگ جرمانہ اور قید سے سزایاب ہوتے ہیں جس سے انکی باہمی عداوتیں روز افزون ہوتی ہیں اور وہ آیندہ مقدمات اور وارداتکے قایم ہونیکے باعث ہوتی ہیں۔ اور اُن تکالیف کا مرجع نصرف سامان متخاصمین ہوتے ہیں بلکہ سوا انکے اور مذاہبکے لوگ کوئی شہادت میں کوئی کفالت میں کوئی حمایت میں کوئی تحقیقات میں انمین شامل ہوجاتے ہیں یہہ سب کی سب مسدود ہو جاوینگی اور ملک مین پورا امن ہوگا۔

مذہبی فائدہ جسکا اثر جملہ فرقہ ہاء اسلام کو پہنچنا ممکن ہے اسمین یہہ ہے کہ جو اِس مضمون سے اہل اسلام کا باہمی اتحاد و ملاپ مقصود ٹھہرایا گیا ہے اِس سے اسلام کی اشاعت مقصود ہے اور مسلمانونکی وقعت و عزت و قومی ترقی متیقن ہے۔

مگر یہہ خوف ہے کہ سب فرقہ ہاء اسلام کے جلد باز جو اصول و اغراض اسلام پر مطلع نہیں ہیں یکایک اِس مضمون سے متوحش ہونگے اور اسکو بجائے مفید سمجھنے کے مضر سمجھینگے۔

رسمی مسلمان جنکو انکے مخالف **بدعتی** کہتے ہیں اِس مضمون کی نسبت یہہ خیال کرینگے کہ یہہ مضمون ہماری قدیمی رسوم سوم چہلم و بیاہ شادیون کی رسمون کی بیخ کنی کے لیے تجویز ہوا ہے۔ اِنکے مقابلین جنکا وہ **وہابی** نام رکھتے ہیں اسکی نسبت یہہ خیال کرینگے کہ یہہ مضمون اِن رسوم بدعیہ

---

† یہہ واردا تین پہلے تو شیعہ و سنیوں میں ہوا کرتی تہیں لاہور وغیرہ معظم بلاد مین ہمیشہ عشرہ محرم پر کوئی نہ کوئی واردات ہو جاتی۔ اور واردات کا قسمیہ اکثر لوگون کو معلوم ہے۔ اب ایک مدت سے اِس قسم کی واردات و مقدمات اہلسنت کے دو فرقوں مین جنمیں ایک فریق کو اُنکے مقابل وہابی کہتے ہیں اور وہ اُن کو بدعتی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ہو رہی ہین مسجد چینیانوالی لاہور کا مقدمہ تو ناظرین کو یاد ہوگا اسکے بعد امرتسر مین مقدمہ احراق قرآن معاذاللہ قایم ہوا پہر لودہیانہ میں فوجداری کا مقدمہ دایر ہوا جسمین ایک فریق پر جرمانہ ہوا اب امرتسر ضلع شاہ آباد ایک سنگین مقدمہ زدوکوب قایم ہوا ہے جسکی کیفیت تفصیل اس مضمون کی تحریر الی ہذا اسی قسم کا ایک مقدمہ تحصیل ... [illegible] ... ناظرین اعادہ تفصیل کی حاجت نہین ہے

جاہلیہ کو از سر نو رواج دینے اور تازہ کرنیکے لئے سوچا گیا ہے **حنفی** کہینگے کہ اس سے رفع یدین
و آمین بالجہر وغیرہ امور مخالف مذہب حنفی کا رواج دینا مدنظر ہے **شافعی** یا اہلحدیث جن کو بلفظ
غیر مقلد تعبیر کیا جاتا ہے یہہ گمان کرینگے کہ اس مضمون سے سُنن نبویہ (جنکو ہمنے سالہا سال
مین بڑی جہد جہد سے مباحثات و تصنیفات کے ذریعہ سے زندہ کیا ہے) کو مُضمحل کرنا اور از
سر نو مسایل حنفی کا مذہب رواج دینا مطمح نظر ہے **شیعہ** کہین گے کہ چونکہ اس مضمونکا مجوز سُنی
ہے اور جو بنا بر اس مضمون کے کمیٹیان اشاعت اسلام قایم ہونگی انکے ممبر بھی اکثر سُنی ہون گے
اسلئے اس مضمون سے مقصود شیعون کا سنی بنانا ہے - ان کے مقابل **سُنی** کہینگے چونکہ اس مضمون
مین شیعہ وغیرہ اہل بدعت (بزعم اہلسنت) کا ساتھہ ملانا بہی تجویز ہوا ہے - اسلئے اس مضمون کا اصلی
مطلب سنیون کو شیعہ بنانا ہے اور مذہب اہلسنت و بدعت کو رلا ملا دینا -

ولیکن اگر ہر ایک فریق فرقہا ے مذکورہ سے تہوڑی دیر کیلئے فہم و انصاف و باریک بینی و عاقبت
اندیشی کو کام مین لا دے اور اس مضمون کے مقاصد و اغراض کو غور سے بلاحظہ فرماوے تو منجملہ خیالات
مذکورہ کسی خیال کو اس مضمون کیطرف راہ ندے - یہہ مضمون اور مجوز اس سے اتحاد کل فرقہا،
اسلام مدنظر ہے کسی اسلامی فرقہ کے حق مین مضر نہین اور جو جو مضرتین ان مختلف فرقون کے
خیال مین گذرتے ہین یا گذرینگی وہ اس مضمون کا نتیجہ نہین -

اس مضمون سے خلافیات جزئیہ کسی فرقہ اسلام کا ابطال یا اثبات مدنظر نہین اور جو حسب منشاء اس مضمون
کے انجمن اشاعت اسلام قایم ہوگی اسکو بہی خلافیات فرقہاے مختلفہ اسلام سے بحث نہ ہوگی
اُس انجمن کا نہ یہہ فرض ہوگا کہ کسی بدعت کا ابطال کرے اور نہ یہہ فرض کہ اسکا اثبات کرے - نہ اسکو
رفع یدین و آمین بالجہر کے اثبات سے تعرض ہوگا نہ اُسکی نفی سے نہ اسکو استحقاق خلافت یا امامت
اہلبیت سے بحث ہوگی نہ استحقاق خلافت خلفاے راشدین سے اس انجمن کا فرض صرف اتفاقی
اصول اسلام کا قایم کرنا ہوگا اختلافی امور کی نفی یا اثبات سے اُسکو کچہہ سروکار نہ ہوگا -

یہہ گفتگو تمہیدی ہے جسمین اس مضمون کا مفید مذہب و ملک ہونا مجملاً بیان ہوا ہے اب اصل

مطلب کیطرف رجوع کیا جاتا ہے جنمیں ان فوایدکی تفصیل ہے ؎

اصل مطلب

اسلام بہت تنزل اور نازک حالت کو پہنچ گیا ہے جسکے لیے بہت سے اسباب ہین مگر از انجملہ بڑا بہاری سبب اہل اسلام کا آپسمین اختلاف ہے جو حد اعتدال سے متجاوز ہوکر افراط کو پہنچگیا ہے اسمین شک نہین کہ اہل اسلام کے مختلف فرقے بہت مسایل مین باہم مختلف ہین اور ان مسائل مین ہر ایک فرقے کے نزدیک حق وہی ہے جسکو وہ فریق حق سمجہتا ہے اور اسکو یہہ امر لازم ہے کہ ان مسایل وہ اپنے مخالفین کو خطا پر سمجہین اور اس خطا کی نظر سے انکو کراہت کی نظر سے دیکہین۔ مگر اسمین شک نہین کہ بعض مسایل مین ان سب کا اتفاق ہی ہے جنمین ہر ایک فریق کے نزدیک فریق ثانی بہی حق پر ہے اور اس حق کی نظر سے اسکو اسکی طرف چشم محبت و اتحاد سے دیکہنا ضروری ہے۔ **خطا** مسایل خلافیہ ایسے قوی الاثر و پر زور و عظیم الشان نہین ہے کہ اسکے مقابلہ مین حق مسایل اتفاقیہ مضمحل و بیکار و ساقط الاعتبار ہوجاوے اور **حق** مسایل اتفاقیہ ایسا ضعیف الاثر و ردی نہین کہ خطا مسایل خلافیہ کے سامنے اسکا لحاظ نہ کیا جاوے یہہ ہو تو جاہے کہ مسایل خلافیہ کو اصول و امہات ایمان ٹہرایا جاوے اور مسایل اتفاقیہ کو انکے توابع اور فروعیات سے شمار کیا جاوے۔ مسئلہ خلافت شیخین یا اہلبیت اصول سے ہو اور مسئلہ توحید و نبوت و معاد اسکے فروع۔ مسئلہ آمین بالجہر یا بالاخفا اصول ایمان سے ہو اور ایمان باللہ اسکی فرع۔ مگر اسکا کوئی فرقہ فرقہاے اسلام سے قایل نہین۔

پہر **تعجب ہے** کہ آپسمین کے برتاؤ مین فروعات کو اصول پر کیون ترجیح دیجاتی ہے اور لازمہ اختلاف کو لازمہ اتفاق سے کیون مقدم کیا جاتا ہے۔

شیعہ سنی کو کیون اس نظر سے کہ وہ بعد حضرت رسالتمآب امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السلام کو مستحق خلافت نہین جانتا بغض و کراہت سے دیکہتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود اور آنحضرت کو رسول جانتا ہے محبت سے نہین دیکہتا کیا اسکے نزدیک خدا و رسول کا ماننا امیر المومنینؑ کے

ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے لحاظ سے اس شخص سے بغض رکھتا ہے اور اسکے لحاظ سے اس سے بند محبت نہین رکھتا۔

یہی سوال اس **سنی** سے ہے جو شیعہ کو اس نظر سے کہ وہ خلافت شیخین کو حق نہین جانتا بغض وکراہت سے دیکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے حب سے نہین دیکھتا کیا اسکے نزدیک خدا ورسول کا ماننا صدیق اکبر وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ماننے سے کچھ کم ہے کہ وہ اسکے مقابلہ مین اسکو وقعت نہین دیتا۔ اسکے لازمہ (بغض لعدم) کا لحاظ کرتا ہے اور اسکے لازمہ (حب للعدم) کا لحاظ نہین کرتا۔ اِن دونون سے بدرجہ ابر بڑھکر اس سوال مورد وہ **عامل بالحدیث** ہے جو حنفی کو آمین بالجہر ورفع یدین (جو اہلحدیث کے مذہب مین بھی صرف مستحب یا سنت ہے جسکے کرنے مین ثواب ہو اور نہ کرنے مین اگرچہ مدت العمر کوئی نہ کرے گناہ نہین ہے[†]) ترک کرنیکے سبب نہایت بغض وعداوت سے دیکھتا ہے اور نظر اسکے ایمان واسلام وبقیہ ارکان نماز کے جسکی ایک جزو صغیر یہ آمین ہے محبت سے نہین دیکھتا کیا اسکے نزدیک آمین بالجہر خدا اور رسول پر ایمان اور بقیہ ارکان نماز سے بڑھکر ہے کہ اسکے مقابلہ مین وہ انکو ہیچ و پوچ سمجھکر انکا لحاظ نہین کرتا۔

ایسا ہی اس سوال کا مورد وہ **حنفی** ہے جو عامل بالحدیث کو آمین بالجہر اور رفع یدین (جو حنفی مذہب مین صرف غیر مسنون[‡] یا نہایت درجہ کراہت مین ہین حرام وکفر نہین ہے جنکے ارتکاب پر دنیا مین حد

† دیکھو تنویر العینین مع آلہ امام عاملین بالحدیث دیار ہند مولانا اسمعیل شہید کا یہ صفحہ جسمین رفع یدین کی بات فرمایا ہے فیثاب ولا علة نقد رمافعله ان دائماً فحسبه وان مرة فمثله ولا یلام تارکه۔ وان ترکه مدة عمره یعنی رفع یدین کرنیوالا اجر پاویگا اسقدر کہ کرے گا۔ ہمیشہ کیا تو اسکے موافق اگر ایکدفعہ کیا تو ویسا۔ اور اسکا تارک ملامت نکیا جاویگا اگرچہ مدۃ العمر ترک کرے۔ آگے آپنے فرمایا ہے جو اس فعل کو مسنون جانکر اس پر طعن کرے وہ بھی حکم مین داخل ہے

‡ دیکھو **در المختار** وغیرہ جسمیں رفع یدین کو صرف غیر مسنون کہا ہے حرام یا مفسد نہین کہا۔ بلکہ مفسد کہنے والے کی بات کو رد کیا ہے۔ اور آمین کے نسبت بھی صرف اتنا ہی کہا ہے کہ اسکا آہستہ کہنا سنت ہے اور ملا علی قاری نے **رسالہ اقتدا مخالف** مین کہا ہے کہ رفع یدین وآمین بالجہر ایک کے نزدیک سنت تھے وہ دوسرے کے نزدیک مکروہ ایسی امام پر بھی مخالف مقتدی کے موافقت ضروری نہیں ہے۔

دنیا اور آخرت مین عذاب جہنم کا خوف ہوتا ہے) کے ارتکاب سے سخت عداوت و بغض رکھتا ہے اور اس نظر سے کہ وہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہے اور اس نماز مین اور محرمات و مفسدات اتفاقیہ سے اجتناب کرتا ہے محبت سے نہین دیکھتا ہے کیا اُسکے نزدیک خدا اور رسول پر ایمان اور نماز کی باقی ارکان آمین آہستہ کہنے اور رفع یدین ترک کرنے کے مقابلہ مین کچھ چیز نہین ہے کہ وہ بمقابلہ اُسکے اُنکو ہیچ سمجھتا ہے اور اُنکا کچھ لحاظ نہین کرتا -

اس سے تعجب پر تعجب یہہ ہے کہ ہر ایک فریق اس ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح پر کراہت و بغض فریق مقابل مین اُس حد اعتدال پر نہین ہے جو اُنکے مواختلافی کے مناسب حال ہے بلکہ اس سے بدرجہا افراط کو پہنچگیا ہے حد اعتدال تو اس باب مین یہہ ہے کہ جس امر کو منجملہ اعتقادات یا اعمال فریق مقابل کے کوئی بدعت یا مکروہ سمجھے اسکے مرتکب یا معتقد سے ایسی ہی کراہت و بغض رکھے جیسے کہ اپنے فریق کے مرتکب بدعت یا کراہت سے رکھتا ہے - مگر یہان یہہ افراط ہو رہا ہے کہ اپنے فریق کے تو اتفاقی محرمات و قطعی بدعات کے مرتکبین پر پہرہ مین تعصب نہین آتا - اور مقابل کے ارتکاب کردہ پر سر سے پاؤن تک لرزہ شروع ہو جاتا ہے اور خون دل جوش مین آتا ہے - اونچی قبر بنانے اور اُسپر غلاف چڑھانے پر تو کسی سُنّی کو جس کے مذہب مین یہہ اتفاقی بدعتین ہین جوش نہین آتا - مگر شیعہ کے تعزیہ بنانے پر اسکو ایسا طیش آتا ہے کہ اُسپر جان دینے کو حاضر ہو جاتا ہے محرم کے عشرہ مین اہلبیت کے مصائب پر ڈہول شُتریان بجانے اور مرثیون کو راگ مین گانے پر جو یقیناً محققین مذہب شیعہ کے نزدیک بدعات مین شیعہ کو جوش نہین آتا - مگر اگر کوئی سُنّی اسدن ڈہول بجائے یا سرمہ لگائے تو وہ اُسکو یزید کا بہائی سمجھکر اسکی قتل پر مستعد ہو جاتا ہے -

کوئی رسمی مسلمان نماز نہ پڑہے روزہ نہ رکھے ڈاڑہی منڈادے موچہین چڑہا وے محرمات اتفاقی کا ارتکاب کرے اُسپر کسی حنفی یا سنی کو ایسا جوش نہین آتا - جیسے اِس مسلمان عامل بالحدیث پر جوش آتا ہے جو نماز مین بلند آواز سے آمین کہتا ہے یا رفع یدین کرتا ہے ان لوگون کا یہہ مقولہ ہے کہ رفع یدین و آمین بالجہر والی نماز سے نماز نہ پڑہنا بہتر ہے کوئی وہابی کہلا کر جو بدعت کیا ہے

کرے میلہ مین جا دیے تماشا دیکھے برادری کی شادی غمی کے رسمون مین شریک ہو جا دے مگر
کبھی کبھی نماز پڑہے تو اسمین رفع یدین کرلے مگر اکثر موحدین کو جوش نہین آتا جیسا کہ اُس حنفی نمازی
پر جوش آتا ہے جو نماز مین رفع یدین نہین کرتا - خواہ وہ کیسا ہی اور طاعات وعبادات کا ملتزم و متقی ہو -
ان لوگون مین بعض متشددون کا مقولہ ہے کہ جس نماز مین رفع یدین نہین وہ نماز ہی کیا ہے بعض
لوگون سے یہہ بھی سُنا گیا ہے کہ جو شخص رفع یدین نکرے وہ کافر ہے اِسی خیال سے اکثر عوام موحدین
جو علوم دین سے محض ناواقف ہین اور بن پڑہے پڑہائے مجتہد بن بیٹھے یہہ فتوے دیتے ہین کہ حنفیون
کے پیچھے نماز درست نہین ہے -

پھر یہہ افراط اِس حد تک پہنچ گیا ہے کہ مختلف فرقہا، اسلام کو آپسمین بدعات یا مکروہات پر وہ جوش
ہے جو مخالفین مذہب اسلام کے کفر و کفریات پر نہین ہے - اسلام چہوڑکر کوئی عیسائی ہو جائے تو اس سے
اِس قدر لوگون کو انقباض نہین ہوتا جسقدر کہ سُنی کے شیعی - اور کسی مسلمان کے موحد اور موحد کے
رسمی ہو جانے پر اسکے مقابل کو ہوتا ہے بعض اشخاص جو عیسائی یا مذہب ہنود چہوڑکر مسلمان ہو گئے اور سلسلہ
موحدین مین داخل ہو گئے ہین اُنکے حق مین متعصبین یہہ کہتے ہین کہ یہہ کہان سے نکلکر کنوئین مین گر پڑے
ہین - داخل ہونیسے تو یہی بہتر تہا کہ یہہ ہندو ہی رہتے - ایسا ہی دوسری جانب کا خیال و مقال ہے
بعض لوگ جو عیسائی یا ہنود مذہب چہوڑکر رسمی مسلمان ہو گئے ہین اُنکی نسبت وہ وہابی متشدد خیال کرتے
ہین کہ یہہ ویسے ہین جیسے پہلے تہے -

پھر اِس کراہت و افراط کا محل ظہور نہ صرف دل یا زبان فریقین متقابلین ہوتا ہے کہ اسکا
اثر ان ہی دو فریق مین محدود رہے، بلکہ ظہور اسکا بذریعہ تحریرات و تصنیفات ہوتا ہے جسکا اثر تمام عالم
مین پہیلتا اور اسکا ضرر اصل اسلام کو پہنچتا ہے وہ تصنیفات اس بے تہذیبی و ناشائستگی و تعصب و نفسانیت
سے ہوتے ہین کہ انمین اصل مسئلہ اختلافی تو کہین کا کہین رہجاتا ہے - ہر ایک اپنے مقابل کی توہین
و تفضیح عیب شماری و دل آزاری کے پیچھے پڑجاتا ہے - ہر ایک کے حال پر وہ بات صادق
آرہی ہے جو مشہور ہے کہ کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ میان تمہارے ازار ٹخنے سے نیچے ہے جسمین نماز

کروہ ہوتی ہے اس نے اسکے مقابلہ مین کہا کہ جاؤ میان تمہارے باداجی کے نکاح مین جو بیٹے چاول پکے تھے وہ نہین گر ملکہ ہان برابر رہتا ۔ پھر اس عیب شماری مین ایسے بہتے ہین کہ اہل اسلام پر چوٹ کرنے سے نہین چوکتے اور اس سے عیوبات کو رکہ کسی نے پرائی بدشگنی کے لئے اپنی ناک کاٹ ڈالی تھی اپنے اوپر صادق کر دکہاتے ہین شیعہ سنیون کو کہتا ہے کہ یہ قرآن جو تمہارے ہاتھ مین ہے بیاض عثمانی ہے جسمین فلان فلان آیت اُنہون نے از خود ملا دی ہے اور فلان فلان آیت نکالدی اور اُسپر چند روایات رطب و یابس اہل سنت کا حوالہ دیتا ہے ۔ سنی شیعہ کو یہی بات کہتا ہے اور اسکی تائید و شہادت مین چند روایات اہل التشیع کو جن سے انکا قرآن مین تبدل و تصرف ثابت ہوتا ہے پیش کرتا ہے اسی روش پر سنیون کے دو فرقون مین ایکدوسرے کی عیب شماری کرتا ہے ۔

ایک حنفی مولوی صاحب باجات ایک جماعت کے بمقابلہ اہلحدیث ایک رسالہ مین لکھتے ہین کہ تمہاری صحیح بخاری مین ساتھ رت از لج برخلاف وضع فطرت کا جواز لکہا ہے اسکے جواب مین ایک موحد صاحب لکھتے ہین کہ یہ تمہارے ہی مذہب کی مانی ہے اور اسکے ساتھ دس بیس اور نظائر بھی پیش کرتے ہین جنکے اظہار و بیان کچھ ضرورت نہین ہے ۔

انکی آپسمین خانہ جنگی و عیب شماری ہی سے مخالفین مذہب اسلام کا کام نکلتا ہے وہ فریقین کے اعتراضات و تفضیحات کو یکجا کر کے اصل اسلام مین اعتراض قایم کرتے ہین اور جاہل مسلمانون کو اور ان لوگون کو جو مسلمان ہوا چاہتے ہین یہ سمجہا کر کہ اسلام ایسے ہی مسایل کا مجموعہ ہے بہکاتے اور اسلام سے ہٹاتے ہین ۔ تصانیف پادریان و منشی اندرمن مین جو اسلام پر نکتہ چینیان و اعتراضات مندرج ہین وہ ان ہی حضرات کی تصانیف سے ملتقط ہین اور ان اعتراضات کا مادہ و مخزن یہی تصانیف ہین ۔

ان کی اس کارروائی کا یہ نتیجہ تو بلا ریب نکلتا ہے کہ بصورت فتح و غلبہ تحریر یا تقریر اہل تشیع کے شیعہ پانچ کے دس ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ اہلسنت سنی دس کے بیس اور بصورت غلبہ اہلحدیث موحد یا غیر مقلدین کے چار ہو جاتے ہین اور بصورت غلبہ رسمی مسلمانون یا مقلدین کے مقلد یا رسمی مسلمان چار کے آٹھ مگر باینہمہ کثرت جزئی کثرت کلی اسلام مین نقصان ہوتا ہے ۔ یعنی اہلی اسلام بہت گہٹا

جاتا ہے - اگر یہ آپسمین اختلاف کو اس حد تک نہ پہنچاتے اور اسکا اظہار اس طرز پر نہ کرتے اور بمنزلہ اتحاد اصول مسایل اتفاقیہ میل جول رکھتے اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کے اشاعت پر کمر باندہتے اور بجای باہمی عیب شماری کے اصل اسلام کی خوبیان ظاہر کرتے تو بجای چار پانچ شیعون اور پانچ سات سنیون اور دس مین ہمیون اور آٹھہ دس وہابیون کے ہزارون بلکہ لاکہون خلایق کو داخل اسلام کرتے لاکہون ہنود یہود عیسائی دہریہ وغیرہ اسلام کی خوبیان (جو مسلمانون کے باہمی اختلاف مین مصروف ہونے اور انکے بیان کے لئے فارغ نہ ہونیکی سبب سے یہہ حجاب مین) دیکھکر خود بخود مسلمان ہو جاتے - اسلام وہ سچا اور سیدہا اور عقل و فطرت کے موافق مذہب ہے کہ بمجرد مشاہدہ انوار اس محبوب محجوب کے لاکہون خلایق کا بلا جبر و اکراہ اسمین داخل ہونا متوقع ہے - دیکہو عیسائی مذہب باوجودیکہ سلطنت اسکی مؤید ہے اور قوم اسکی تائید مین متفق ہو کر جان و مال سے تبلیغ مین سرگرم ہے باایں ہمہ اس مذہب مین سال بہر مین داخل نہین ہوتے جس قدر کہ اسلام مین اسکی ٹوٹی پہوٹی حالت مین سال بہر مین داخل ہوتے ہین - اس سے ہمارے بہائی مسلمان اندازہ کر سکتے ہین کہ اگر یہہ اسلام کی اصلی حالت کو درست کرین اور اسکی تائید مین عیسائیون کا سا اتفاق کرین اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسکی خوبیون کا اظہار کرین تو دیکہین کسقدر اسلام مین کثرت ہوتی ہے آیا وہ کثرت کلی زیادہ ہوتی ہے یا یہہ کثرت جزئی جو آپسمین کی خانہ جنگی کرنے اور ایک کی دوسرے پر فتح پانیسے حاصل ہے -

یقیناً اہل انصاف داد دینگے اور انصاف سے اقرار کرینگے کہ بیشک اس حالت اختلاف کی نسبت حالت اتفاق مین اسلام کی کثرت متصور ہے اور ہماری یہہ کثرت جزئی کثرت کلی اسلام مین خلل انداز ہے -

دیکہو تو اس اختلاف اور اس اختلاف مین افراط اور اس افراط کے بری طرح سے اظہار مین اسلام کا ضرر و نقصان ہے اب ضرر اہل اسلام جو انکے دنیا و معاشرت کو اس سے پہنچ رہا ہے بیان کیا جاتا ہے -

اس اختلاف اور اسکے نتایج و ضمایم نے مسلمانون کو یہہ تعلیم کر رکہا ہے کہ جہانتک بن پڑے ایک فرقہ دوسرے فرقہ اسلامی کا قلع قمع کرے اور جس قدر ہو سکے ہاتہہ سے زبان سے مال سے اسے ایذا رسانی کرے -

بحکم اس تعلیم کے وہ آپسمین فوجداریان قایم کرتے ہین اور انکے مقدمات عدالت مین دایر ہوتے ہین وہان سے انپر قید یا جرمانہ کے احکام لگائے جاتے ہین اور اس شغل بیہودہ مین مصروف رہنے سے یہہ دنیادی کسب کمال سے بہی رہجاتے ہین

جسین انکی آبرو مال وحسن معاشرت برباد ہوئی جاتے ہین اور یہ حکام وقت کی نظرون مین ذلیل خوار
ومفسد خیال کئے جاتے ہین اور رعایا غیر مذہب والون کے خیال مین بہی متعصب فسادی سمجہے جاتے ہین۔

ان واقعات کی تمثیلات وجزئیات بہت ہیں کہ ازانجملہ بعض واقعات کا مجمل ذکر سابقا ہوچکا ہے اسمقام
ایک واقعہ بتفصیل بیان کیا جاتا ہے تاکہ مسلمانان اس سے عبرت پکڑین اور اب بہی اس قسم کے اختلافات
سے باز آوین۔ آرہ ضلع شاہ آباد مین آمین بالجہر اور رفع یدین پر تنازع ہوا جسکا مقدمہ عدالت مین پہنچا
ہنوز وہان سے کچہ فیصلہ نہوا تہا کہ ایک حنفی مولوی لودہیانہ سے وہان تشریف فرما ہوا۔ اُس نے وہان جاکر
فتوی دیا کہ یہ لوگ آمین کہنے والے ترک دکا فرو مرتد ہین انکا مسجدون سے نکالدینا بحکم آیہ وماکان
للمشرکین ان یعمروا مسجد الله لازم ہے۔ اور اس باب مین ایک رسالہ بہی لکہا جسکا نام انتظام
المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد رکہا۔ اور اسکو عظیم آباد مین طبع کراکر مشتہر فرمایا۔ اسمین یہہ بہی درج کیا
کہ یہہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر افترا کرتے ہین اور آنحضرت پر افترا کرنیوالا مرتد ہے حکام اہل اسلام
کو لازم ہے کہ اسکو قتل کرے اور اگرچہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کرے تو اسکی توبہ قبول نہ کرین اور علماء
اور مفتیان وقت پر لازم ہے کہ بمجرد مسموع ہونے ایسے امر کے انکے کفر وارتداد کے فتوے دینے مین تردد
نکرین ورنہ زمرہ مرتدین مین یہہ بہی داخل ہونگے یہہ بعینہ آپکے الفاظ ہین جو زیر خط ہین۔ اس فتوے
ورسالہ نے اُس دیار کے دونون فریق مسلمانون مین ایسا اشتعال وجوش پیدا کیا کہ ۲۷ تاریخ رمضان
حال کو آرہ کے قریب کے ایک گانون مین آمین کے سبب سخت فوجداری ہوئی اور اسمین خوب لاٹہی چلی اور خون
جاری ہونیکی نوبت پہنچی۔ حکام وقت نے فوراً وارنٹ جاری کیا اور چند اشخاص کو گرفتار کرلیا۔ اسی اثنا مین
ایک فریق نے دوسرے فریق کی نسبت حکام کو یہہ خبر دی کہ ان لوگون کا سخت بلوہ کرنیکا ارادہ ہے
اسپر صاحب کلکٹر ضلع نے کمپ دانا پور مین اس مضمون کا تار دیا یا دینا چاہا کہ وہان سے ایکہزار گورہ مسلح
اور دو ضرب توپ جلد روانہ ہون ڈپٹی مجسٹریٹ نے صاحب کلکٹر کو سمجہایا کہ یہہ محض غلط خبر ہے جو دیگئی
فساد وجہ دشمنی ہے فوج منگانیکی کچہ ضرورت نہین ہے یہان ایسا بلوا کرنیوالا کوئی نہین ہے جسپر وہ
تجویز ملتوی ہوئی اور مقدمہ کی تحقیقات شروع ہوئی بعد تحقیقات سات اشخاص کو قید کا حکم ہوا۔ اور

صدہا روپیہ فریقین کا وکیلون وغیرہ مصارف مین صرف ہوا اور ہنوز مقدمہ محکمہ اپیل مین ہے دیکھئے اسکا انجام کیا ہوتا ہے -

اس قسم کی سزائین (رسوائیون) کو پہنچین خواہ بدعتیون کو سنیون کو خواہ شیعیون کو اگرچہ ان حضرات مین سے ہر ایک کے نزدیک مخالفین اسلام کو پہنچتی ہین مگر نفس الامر و حقیقت مین اور حکام اور عام لوگون کی نظرون مین ان سزاؤن کے مورد مسلمان ہی ہین اور بہرحال مسلمانون کے مال و آبرو دین اسمین ضایع ہوتی ہین -

الحاصل اس اختلاف با افراط نے اہل اسلام کے دنیا و دین کو تباہ و برباد کر دیا ہے اور یہہ اختلاف تنزل و ضعف کی اقوی اسباب سے ہے -

نتیجہ

اس بیان سبب تنزل اسلام سے نہ یہہ مقصود ہے کہ شیعہ سنی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد جملہ اعمال و اعتقادات مین ایک ہوجاوین اور کسی مسئلہ مین باہمی اختلاف نہ رکھین اور نہ یہہ مطلب ہے کہ اگر اختلاف رکھین تو اسکا اظہار نکرین اور ایکدوسرے کے مقابلہ کوئی رسالہ یا تحریر نہ نکالین جہانتک چاہین اس اختلاف کو وسعت دین اور اسکا اظہار اچھی طرح کرین اس سے ہمکو تعرض نہین ہے -

بلکہ ہمارا مقصود یہہ ہے کہ اس اختلاف کو حد اعتدال سے نہ نکالین اور اسکا اظہار بھی ان بیہ انصافی و ناشایستگی سے نکرین جسکی تفصیل ہم کر چکے ہین مع **ہذا الاختلاف** اس اتفاق کیطرف بھی توجہہ کرین جو اصول ایمانی باہم اسلام مین رکھتے ہین جیسے بغض بعد پر عمل کرتے ہین حب بعد پر بھی عمل کرین اور اتفاق و حب للہ کی نظر سے باہم اتحاد پیدا کرین اور جہانتک اس اتفاق اصول کا مقتضا ہے باہم شیر و شکر ہو جاوین اور اس اتحاد و اختلاط کے ذریعہ سے سب فرقے ملکر ایک انجمن اشاعت اسلام قایم کرین جسکے ماتحت سب انجمنین ہون جو سب کے سب اسلام کی اشاعت اور مسلمانون کی ترقی و رفعت کے وسایل سوچین اور اس جمہوری توجہہ کے ساتھہ اسلام کو وسعت دین اور عیسائی مذہب کے علماؤ کی مانند گاؤن اور بستیون اور جنگلون اور پہاڑون میں اسلام پہنچاوین اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی منادی جنگلیون اور پہاڑیون کو سنا دین اور جو لوگ اسلام کے معائب بیان کرتے ہین انکا نہایت تہذیب شایستگی و حکمت و موعظت سے جیسا کہ قرآن مین ارشاد ہے

جواب دین اور ان کاموں کے لئے جو زیر کار ہے وہ کسی ذی کسی ادنے سے اعلی تک ملکر اپنے پاس سے خرچ کرین
اپنی اپنی آمدنی سے ایسے مقدار مقرر کرین جسکی لائق ہون۔
اس انجمن کے اصول فرائض اور تحصیل چندہ کے وسایل اور اسکے مصارف جو ہمارے خیال مین آئے ہین وہ ذیل
مین معروض ہین جو اور صاحبون کے خیال مین آوین وہ بھی بیان فرماوین پس جو اصول و وسائل صحیح قرار پاوین
وہ دستور العمل ٹھہرائے جاوین۔

اصول و فرائض انجمن عام اشاعۃ الاسلام

(۱) یہہ انجمن معصیت کی معاون نہ ہو۔
(۲) اسکا اصلی مقصود اشاعت اسلام ہو جو اتفاقی اصول اسلام و قطعی احکام حلال و حرام سے عبارت ہے
اور اسکا تتمہ یا ضمیمہ مسلمانوں کی بہبودی دنیاوی اور حسن معاشرت کے وسایل و تدابیر کا سوچنا بھی ہو۔
(۳) کسی خاص فرقہ اسلامی کے اصول مشرب سے اس انجمن کو سروکار نہ ہو ان خصوصیات کی اشاعت کے لئے
جیسے ہر ایک فریق کو پہلے سے خود مختاری و آزادی حاصل ہے اب بھی ہے مگر بلحاظ اصل اسلام و اغراض
و مصالح اس انجمن کے ان خصوصیات کی اشاعت مین رعایت اعتدال انپر واجب ہو۔ †

---

† **تشریح** مثلاً ایک فرقہ سنی یا شیعہ اپنی خصوصیات مذہبی کی اشاعت کے لئے ایک مدرسہ اور اس مدرسہ کے اہتمام کے لئے
ایک انجمن خاص (انجمن اسلامیہ شیعیہ یا انجمن اسلامیہ سنیہ) قایم کرنا چاہے تو اسمین وہی لوگ ممبر و معاون ہوں جو اس فرقہ کے
ہیں شمولیت و معاونت کو معصیت نہ سمجھیں۔ وہی لوگ اسمین چندہ جامع دین سواے اسکے جو انجمن عام میں دیں
وہی لوگ اسکے منتظم و مہتمم ہوں سواے اسکے اور ممبر انجمن عام کے جو ان کے ہم مشرب الاعتقاد نہ ہوں انکی معاونت و موافقت نہ کرین
بلکہ مخالفت کرنا چاہیں تو بلا تکلف کریں مگر اسمین حد اعتدال سے آگے نہ بڑھین۔ اور قطعی اصول اتفاقیہ یا اتفاق بھی ہاتھ سے
نہ دیں ایسی مخالفت دینی و ملی کی غرض مخالفین اسلام پر یہ ظاہر ہو جاوے۔ وہ سب بھی جانیں کہ مسلمانوں کے
اختلافات جزئیہ ایسے ہی ہیں جیسے عیسائی فرقون کا اور جو اختلافات جزئیہ ایسی پر عمل ہے اور اسلام ہی ہمکو کیسا ہے
• دیکھو آیات قرآنیہ جو ذیل عنوان مضمون نقل ہو چکی ہیں اور آیہ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل
اذا اہتدیتم۔ اور حدیث نبوی جو اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے ائتمروا بالمعروف وتناہوا عن المنکر حتی اذا رأیت

(۴) اس انجمن اعلیٰ کا ممبر (یعنی رکن) وہ ہو جو کم سے کم ایک روپیہ ماہوار دے اور انجمن ہاے ماتحت کے ممبرون سے عام ماہوار مقررہ سے دو چند لیا جاے یعنی فی روپیہ دو آنہ ماہوار —

(۵) عام ماہواری چندہ فی روپیہ ایک پیسہ کے حساب سے لیا جاے اور اگر کوئی اس سے کم دے تو اُس کے لینے سے بھی انکار نہ ہو —

(۶) اس انجمن کی اہل اسلام کی ایک ہو جسکا مقام لاہور یا اور کوئی شہر حسب تجویز ارکان انجمن ہو اور اسکے ماتحت بہت سی شاخین ہون جو غالباً ہر شہر و قریہ مین قایم کیجاوین —

(۷) ممبران انجمن اعلیٰ کے اختیارات تولیہ و تصرف و تجاویز و تدابیر اشاعت اس انجمن اور سب انجمن ہاے ماتحت پر محیط ہون اور ممبران انجمن ہاے ماتحت کے اختیارات حسب منظوری انجمن اعلیٰ اپنی انجمن سے مخصوص ہونگے جسکے وہ ممبر ہون —

(۸) اس انجمن کے کاروائی متعلق اشاعت اسلام جو انجمن کا نتیجہ اقصیٰ ہے صورتہاے ذیل سے ہو اور کاروائی متعلق بہبودی دنیاوی حسب مشورہ اہل شوریٰ وقتاً فوقتاً —

صورتہاے اشاعت اسلام

الف اشاعت اصول اسلام و اجہات ایمان کے لیے جا بجا منادی کرنیوالے مقرر ہون جو عام گلی کوچون جنگلون پہاڑون مین مسایل اتفاقی اسلام کی منادی کرین خصوصاً ان مواضع مین جہان آجتک کلمہ لا اسلام نہین پہنچا یا براے نام پہنچا ہے تو اُسکا کچھہ اثر نہین ہو — وہان جو مسلمان کہلاتے ہین وہ ہنوز بت پرستی نہین چھوڑتے اور قطعیات احکام اسلام حلال و حرام سے بھی واقف نہین ہوتے — چنانچہ اکثر پہاڑی ملکون مین جہان راجگان ہنود کی ریاستین ہین اور نواح چین وغیرہ بلاد اقصیٰ مین یہی حال ہے — ان منادی کرنیوالون کے لئے ایسے مواعظ اور رسایل جو سب ارباب اسلامیہ مین متفق علیہ

تھا مطلقاً دیکھتا ردنیا مرثرۃ ولعجاب کل ذی رای برایہ و رایت امراً لابدلک منہ فعلیک نفسک ودع امر العوام — اسمین اتفاق اسلام ہی قایم ہیگا اور اعتراض مداہنت ومیلم کا بہی کبہی وقع پیدا ہوگا — جیسا کہ علیگڈہ کی مدرسہ کی تعلیم مذہبی پر بعض لوگون نے اعتراض کیا سمین سُنی کو تعلیم مذہب تیسی کی دیتے ہیں اور شیعہ کو تعلیم مذہب سُنی کی موافقت میں مداہنت کرتے ہیں —

ہین سب ممبران مختلف مذاہب کی اتفاق رائے سے تجویز ہونے ممکن ہین۔

ب توحید و نبوت و معاد وغیرہ اصول اسلام و اسرار اتفاقی احکام حلال و حرام مین عمدہ اور مدلل مضامین لکھے جاوین اور بذریعہ اخبار و رسایل مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ مین شایع ہون تاکہ اقوام غیر جو عربی زبان سے واقف نہیں ہیں اور اسوجہ سے وہ حقیقت و محاسن اسلام پر مطلع نہین اسلام کی خوبی سے واقف ہوکر شوق دل سے اسلام کی طرف متوجہ ہون۔

ان تصانیف و تحاریر مین جوابات اعتراضات مخالفین اسلام کے جو نا واقفی حقیقت اسلام کے سبب وہ اسلام پر جاتے ہین اور ان اعتراضات کے ذریعہ سے ناواقفون کو اسلام کیطرف سے بدظن کررہے ہین نہایت تہذیب شایستگی سے جسمین کسی مذہب کی توہین ہو نہ کسی ملت کے لوگون کا اشتعال طبع تحریر کیے جاویں۔

ج اکثر شہرون اور بستیون مین اس قسم کے مدرسے قایم ہون جنمین مبادی علوم اسلام جیسے صرف نحو اور بقدر ضرورت منطق و معانی جنکو کسی مذہب ملت سے خصوصیت نہین پڑھائے جاوین جب ان علوم مین طلبا ماہر ہو جاوین تو مذہبی تعلیم مین وہ اختیار دئے جاوین جس مذہب کا کوئی پابند یا پابند ہونا چاہے اس مذہب کی۔ اس حالت مین مذہبی تعلیم پاوین۔ اور اگر آمدنی چندہ مین وسعت ہو تو ان علوم مبادی کے ساتھ ایک شاخ علوم معاش کی بھی قایم کیجاوے جسمین دنیاوی علوم و فنون کی مختلف زبانون اردو فارسی انگریزی وغیرہ تعلیم ہو جسمین مسلمانون کو دنیاوی کمالات کے سبب عزت و شوکت حاصل ہو اور انکی معیشت مین وسعت۔

+ یہ اختیار دینا مداہنت و معصیت نہین۔ بلکہ یہہ عین اسلام کی ہدایت ہے جو جبر و اکراہ سے بری ہے۔

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین۔ (یونس ع ۱۰) — اللہ تعالی نے قرآن میں فرمایا ہے کہ کیا تو لوگوں کو مجبور کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جاویں۔ اور فرمایا دین میں

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (بقرہ) — جبر نہین ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔

روی ابن جبیر عن ابن عباس قال — حضرت ابن عباس سے اسکی تفسیر میں حدیث مروی ہے

کانت المرأۃ تکون مقلاتا فتجعل

ان سب مدارس مین مختلف مذاہب فرقہ ہا اسلام کے طلبا رکیسان تعلیم پادین کسی کو کسی پر ترجیح نہ ہو —

د۔ انجمن کی آمدنی سے نومسلم و مسلمانون کے لاوارث لڑکے لڑکیان جو لاوارثی کے سبب گورنمنٹ کی کفالت مین رہتے ہین پھر وہان سے پادریون کی سپرد ہوتی ہین تربیت و تعلیم پادین —

ایسے لوگون کے نسبت جو اہل اسلام کا باہم اختلاف راے ممکن ہے شاید سُنّی کہے کہ یہ نومسلم سُنّی عقاید کے موافق مسلمان کیا جاوے اور ان ہی عقاید کے مطابق تعلیم پاوے اور شیعہ اسکو اپنی طرف کھینچکر لیجانا چاہے اسکا تصفیہ اس طور پر متصور ہے کہ اس شخص کو اتفاقی صور پر مسلمان کیا جاوے اور ان مدارس میں جہان مبادی علوم اسلام کی تعلیم ہو تعلیم مبادی کے لئے سپرد کیا جاوے جب وہ مبادی علوم سے واقف ہو کر قرآن پڑھنے اور سمجھنے پر قادر ہو اور مذہب مرجح کی تمیز کرنیکے لائق ہو جائے تو جس مذہب کو چاہے اختیار کرے اسپر مختلف خیال کے لوگون کی طرف سے کچھ جبر و اکراہ نہو۔

بقیہ فرایض و قوانین انجمن کہ انجمن جلسے کے اختیارات کہان تک ہون اور انجمن ماتحت کے اختیارات کہانتک ہون۔ اور عام کارروائی کے لیے انجمن کا رکن کے ممبر کون لوگ ہون اور ان کی تعداد

على نفسها ان عاش لها ولد ان تهوده. فلما اجليت بنو النضير كان فيهم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناءنا فانزل الله عز وجل لا اكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي رواه ابوداود و[illegible] وزاد في المعالم فقال رسول الله صلعم قد خير اصحابكم فان اختاروكم فهم منكم وان اختاروهم فاجلوهم معهم

(ترجمہ) جاہلیت مین انصار کی عورت کی اولاد مر جاتی تو منت مانتی کہ اگر بچہ زندہ رہا تو مین اسکو یہودی کرونگی جب بنی نضیر یہودیوں کو جو آنحضرت کو بہت ستاتے اور ہمیشہ تکلیف دیتے تھے) مدینہ سے جلاوطن کیا تو انصار نے بیٹے جو ان کے پاس منتوں کے سبب تھے تو کہا ہم اپنے بیٹون کا نہ چھوڑینگے اسپر آیت نازل ہوئی تب آنحضرت نے فرمایا کہ لوگون کو اختیار دیا گیا ہے اگر یہ تمہارے پاس رہنا اختیار کرین تو تم مین سے ہین اور اگر یہودیون کو اختیار کرین تو انکو انکے ساتھ جلاوطن کرو۔

کیا ہو۔ اور خاص خاص بڑی بڑی کارروائیوں کے لئے کون لوگ ممبر ہوں۔ اور ان کی تعداد کہاں تک ہو۔ اور ہر ایک کو خرچ کرنے میں کہاں تک اختیارات ہوں۔ اور مربی انجمن کون ہو۔ اور صدر انجمن کون۔ اور منشی کون۔ محاسب کون۔ یہ سب قواعد بعد انعقاد و تقرر انجمن و شروع آمدنی قرار دئے جاوینگے۔

دعا

اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور خدا تعالی سے اسکی اجابت کی امید رکہتا ہون الہی تو اپنے کرم سے ہماری قوم کو ان کے عیب پر متنبہ کر۔ اور اس سے بچ جانیکی توفیق دے۔ یہ باہمی اختلاف کو اعتدال پر لادین اور اپنے اتحاد و اتفاق کیطرف بہی متوجہ ہو کر اسکے ذریعہ سے تیرے دین کو عالم مین پہیلا دین۔ اور غیر قومون کی نظروں مین معزز نظر آویں۔ الہی کبہی وہ زمانہ بہی آئیگا جسمین سب فرقہ ہا اسلام اشاعت اسلام کے لئے یکقالب ہو جاوینگے۔ اور اس قول آنحضرت کے کہ مؤمن ایک جسم کی مانند ہے جب ایک عضو دکہے تو تمام جسم درد کرنے لگتا ہے۔ مصداق بن جاوینگے۔ الہی کبہی وہ دن بہی دکہائی دیگا کہ پنجاب ہندوستان بمبئی مدراس بنگالہ سب ملکون کے مسلمان اس انجمن کے ممبر ہو جاوینگے اور تیرے دین کی اشاعت کے لئے لاکہوں روپیہ لئے ہاتہ میں نظر آوینگے اور تیرے دین کی تبلیغ کے لئے غیر ملکون کیطرف عیسائی مشنون کیطرح اسلامی مشن وہ روانہ کرینگے اور دنیاوی بہبودی کے لئے عمدہ تجارتوں کی کمپنیاں اور عجائب فنون و صنایع کے مدرسہ و کارخانے قائم کرینگے۔ ربنا تقبل منا انک علی کل شئی قدیر و بالاجابۃ جدیر۔ امین ثم امین۔

التماس

رؤسا اسلام و علماء و فضلاء کرام سے التماس ہے کہ اس مضمون کیطرف دلی توجہ کریں پس جسکو اس سے توافق ہو وہ توافق سے مجہے اطلاع دیں۔ اور ملکی اخباروں کے مسلمان اڈیٹرون سے تمنا ہے کہ اگر اسمین ملکی یا مذہبی فوائد دیکہیں تو اسکی تائید مین اپنے اخباروں مین پُر زور آرٹیکل درج کرین۔ ہو یدا یون بسبب اسپر خدا سے اجر پاوینگے۔ اور ہو یدا ان ملک دنیا مین نیکنام و مشکور ہونگے۔

راقم ابو سعید محمد حسین لاہور محلہ مسجد چینیان

مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ

نمبر یازدہم — بابت ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ مطابق اکتوبر ۱۸۸۰ء — جلد سیوم

معذرت

ہو العذر عند کرام الناس مقبول،

رسالہ کے متعلق اکثر کام مین خود کرتا ہون- آمدنی قیمت مین اسقدر گنجایش نہین ہے کہ ہر ایک کام کے لئے علیحدہ علیحدہ نوکر رکھون اس وجہ سے عدم فرصتی بہت رہتی ہے اور رسالہ دیر سے نکلتا ہے اور اسکی تصحیح کاپی کا بھی پورا اہتمام نہین ہو سکتا اسلئے بعض غلطیان رہجاتی ہین- نمبر ۹ سے امرتسر مین چھپا ہے تو اور بھی میری غیبوبت کے سبب غلط چھپا ناظرین و خریداران مجھے اسمین معذور سمجھین اور قصور تصحیح و توقف کو بذیل عفو ڈھانکین لیکن یہہ عذر ان حضرات معاونین کیخدمت مین ہے جو از راہ مروت و عالی ہمتی سالانہ رقم قیمت پیشگی عطا فرما چکے ہین- اور جو ہمارے قیمتدار ہین انکو تو یہی کہا جاتا ہے کہ یہہ سب خلل و خرابیان تمہاری ہی نادہندگی سے ناشی ہین سب لوگ زر ادا بھیجتے رہین اور زر کافی ہاتھ مین ہو تو ہر ایک کام کے لئے علیحدہ علیحدہ کارندے مقرر ہون اور جسقدر جلد اور عمدہ کام ہونا ممکن ہے ہوا کرے-

تصحیح بعض اغلاط نمبر ۹ و ۱۰-

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۸	۱۰	نمبر ۱۰ مین شائع ہوگی	کسی نمبر مین شائع ہوگی	۲۷۰	۱۱	لازمی	توراتی
۲۷۲	۴	اورنہ	ورنہ	۲۷۲	۱۳	صفحہ ۲۶۷	صفحہ ۲۶۶
۲۷۹	۶	پرچہ دوم جلد ششم	پرچہ ششم جلد دوم	۲۸۱	۱۲	تحقیق	تحقق
۲۸۲	۱۴	مراتب	مرتب	۲۸۲	۱۵	اور غیر اللہ ادراک	اور غیر اللہ ادراک سے ناجی
۲۸۴	۶	اسکا جواب	کون صحیح ہے باہم اسکا جواب	۲۸۶	۶	لوگون	سبھی لوگون
۲۸۶	۱۹	الطباء	اطباء ابیاء	۲۸۷	۱۳	نخچیی	نخچشی

مطبع ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب

التماس

سال قریب اختتام ہے۔ جن صاحبون کے ذمہ ششماہی یا سالانہ رقم اس سال کی باقی ہے وہ عنایت فرماوین اور ہمکو مرہون منت کریں۔ یہان حضرات معاونین کی خدمت مین گذارش ہے جو ہمیشہ سے اس پرچہ کی دل سے معاون ہین اور غالباً بلا طلب تقاضا ئے زر واجب بہیجا کرتے ہین مگر کبھی کبھی اس خیال سے کہ ہمارا روپیہ نہ پہنچا تو وہان کام مین کیا حرج متصور ہے۔ ہمارے سوا روپیہ بہیجنے والے کسقدر اور تہوڑے ہیں (؟) توقف بہی کر دیتے ہین انکی خدمات مین فہرست باقیات کو اس غرض سے پیش کیا جاتا ہے کہ وہ حضرات یہہ غور کرین کہ اس خیال نے کیسے کیسے اور کتنے معاونین کو رسالہ کا زر روک رکہا ہے اور کس قدر روپیہ اس کارخانہ کا باہر ہے اور جس چہوٹے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ باہر ہو اسکا کام کیون کر چل سکتا ہے اور اسمین حرج و توقف کیونکر نہیں ہوتا۔ اس التماس مین نادہندون سے خطاب نہین ہے اسکو تو ہمارا گو جو نمبر ۹ کے ٹیٹل پیج مین کہا گیا۔ اس فہرست مین نہایت دسمبر گذشتہ باقیات درج ہیں اور بجائے تصریح نام باقید حرف اول و آخر نام کا لکہا گیا اور یہان ایک سطر یہ ہے

نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم	نام	مقام	رقم
م ل	امرتسر	[illegible]		بہاول	[illegible]	ان	پٹیالہ	عہ	ب ی	[illegible]	[illegible]	م ن	راولپنڈی	للعہ
م ب	"	ے	-	[illegible]	[illegible]	ا ہ	"	[illegible]	ب ن	"	ے	ع ن	"	[illegible]
	انبالہ	[illegible]		لوگمہ	ے	م ل	"	ے	ح ی	حیدرآباد	للعہ	ان	"	ے
	[illegible]	[illegible]	ح ق ن	مسوری	للعہ	ف ل	پلول	ما	م ی	"	للعہ	ع ت	سکندرآباد	لیعہ
	آنکی	[illegible]	م ی	"	للعہ	ت ن	ٹونک	لیعہ	م ر	دہلی	[illegible]	ن ن	سیالکوٹ	ص
م ل	بٹالہ	[illegible]	ان	پٹیالہ	عہ	•	جہلم	للعہ	م د	[illegible]	[illegible]	ب ل	علیم آباد	[illegible]
م ر	"	ما	گ د	"	عہ	ل ا	جبلپور	لعہ	س ک	"	[illegible]	ل ح ن	"	[illegible]
ان	"	[illegible]	م ب	ہ	سے	ی ن	"	صہ	ان	[illegible]	للعہ	ک ش	کانپور	[illegible]
ع م	بستی	سے	س د	"	ما	ای	"	[illegible]	م س	راولپنڈی	للعہ	[illegible]	لاہور	[illegible]

رسول الله صلعم ولا خرج احد من اهل البيت حتى انزل عليه فاخذه ما كان ياخذه من البرحاء حتى انه ليتحدر منه مثل الجمان من العرق وهو في يوم شات من ثقل القول الذي ينزل عليه فلما سري عنه وهو يضحك فكانت اول كلمة تكلم بها يا عائشة اما الله فقد برأك وانزل الله تعالى ان الذين جاؤا بالافك عصبة الخ (صحيح بخاری ص ۱۱ و غیرہ مختصراً)

میرے باب مین آپ پر وحی ہوئی پس آنحضرت نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا اُسکے بعد کہا اے عائشہ اگر تو اس تہمت سے بری ہے تو خدا تجھے اس سے بری کریگا اور اگر گناہ کے پاس جا چکی ہے تو اس سے توبہ کر۔ پھر خدا کی قسم وہان سے حضرت کہڑے نہ ہوئے تہے اور نکوئی صاحب البیت سے باہر نکلی تہی کہ وحی کا نزول ہوا اور آنحضرت کو پسینہ آگیا جو بوقت نزول وحی اُسکی شدت سے آیا کرتا تہا یہانتک کہ سردی کے دنمین موتیون کیطرح دانون کا چہرہ سے تقاطر ہوتا جب اس حالت شدت کا انقطاع ہوا تو آنحضرت نے ہنستے ہوئے یہہ کلمہ فرمایا۔ اے عائشہ خدا نے تجہے بری کردیا ہے اور خدا تعالی نے ان آیات کو نازل فرمایا ان الذین جاؤا بالافک الخ ان آیات خمسہ سے بلحاظ انکے موارد نزول کے کئی کئی دنون تک باوجود شدت انتظار و اقتضاء طبع و ارادہ نبوی کے وحی کا نازل نہونا ثابت ہوا۔ اب ان ایات کا ذکر کیا جاتا ہے جنسے بعض امور کی نسبت آنحضرت پر تمام عمر وحی کا نازل نہونا اور آنحضرت کا ان امور کو باوجود تقاضائے طبع و شوق جاننے کر نجاننا ثابت ہوتا ہے۔

(۶) سورہ لقمان مین ارشاد ہے۔ اللہ کے ہی پاس ہے قیامت کا علم اور وہ مینہہ برساتا ہے

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدري نفس ماذا تكسب غدا وما تدري نفس باي ارض تموت ان الله عليم خبير۔ (لقمان ع ۴)

(یعنی اُسکا علم بہی اُسی کو ہے) اور وہ جانتا ہے جو رحمون مین ہوتا ہے اور کوئی نہین جانتا کہ وہ کل کو کیا کریگا۔ اور وہ کس زمین مین مریگا اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

(۷) اور سورہ اعراف مین ارشاد ہے۔ تجہ سے قیامت کی بابت پوچہتے ہین کہ وہ کب کہڑی

يسئلونك عن الساعة ايان مرسها قل انما علمها عند ربي لا يجليها لوقتها الا هو ثقلت في السموات والارض لا تاتيكم الا بغتة يسئلونك كانك حفي عنها قل انما علمها عند الله ولكن اكثر الناس لا يعلمون (اعراف ع ۲۳)

ہوگی تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے اسکو اسکے وقت پر وہی ظاہر کریگا وہ آسمانون اور زمین مین بڑی بھاری ہو رہی ہے وہ تم پاس ناگہان آویگی تجھے یون پوچھتے ہین کہ گویا تو اسکا متلاشی ہے تو کہدے اسکا علم خدا ہی کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہین جانتے۔

صحیح بخاری وغیرہ مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس جبرئیل امین بصورت انسان آئے اور چند سوالات کئے از انجملہ یہہ ایک سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی آنحضرت نے اُسکے

عن ابي هريرة في قصة مجئ جبرئيل قال متى الساعة قال ما المسئول عنها باعلم من السائل وساخبرك عن اشراطها اذا ولدت الامة ربها واذا تطاول رعاة الابل البهم في البنيان في خمس لا يعلمهن الا الله - وفي رواية اذا رايت الحفاة العراة رؤس الناس - (صحیح بخاری صلا مك وغیرہ)

جواب مین فرمایا کہ مین اسکا حال تجہہ سے زیادہ نہین جانتا - ولیکن اسکی نشانیان بتاتا ہون پہر فرمایا جب لونڈی اپنے مالک کو جنیگی یعنی جسکو جنے وہی از راہ نافرمانی اسکا مالک بن بیٹھے - اور ننگے محتاج اونٹ چرانیوالے سردار بنجاوین اور بڑے بڑے مکانات بناوین تو قیامت آئیگی یہہ علم قیامت اُن پانچ چیزون مین ہے جن کو سوائے خدا کوئی نہین جانتا -

(۸) اور سورہ انعام مین فرمایا ہے اے نبی تو کہدے مین یہہ نہین کہتا کہ میرے پاس خدا

قل لا اقول لكم عندي خزائن الله ولا اعلم الغيب ولا اقول لكم اني ملك ان اتبع الا ما يوحى الي وعنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو (انعام ع ۶ و ۷)

کے خزانہ ہین اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین فرشتہ ہون اور نہ یہہ کہتا ہون کہ مین غیب جانتا ہون مین تو اُسکے پیچھے چلتا ہون جو میری طرف وحی ہوتی ہے اور فرمایا غیب کی کنجیان خدا ہی کے پاس ہین اُنکو بجز خدا کوئی نہین جانتا

(وعن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلعم مفاتيح الغيب خمس لا يعلمها الا الله لا يعلم ما في غد الا الله ولا يعلم ما تغيض الارحام الا الله ولا يعلم متى ياتي المطر احد الا الله ولا تدري نفس باي ارض تموت ولا يعلم متى تقوم الساعة الا الله - (صحیح بخاری)

حدیث مین وارد ہے - غیب کی کنجیان پانچ ہین جنکو بجز خدا کوئی نہیں جانتا پھر اُن پانچ چیزون کو شمار کیا جن کا ذکر چھٹی آیت مین گذرا ہے -

(۹) اور سورہ اعراف مین فرمایا ہے - اے نبی تو کہدے مین تو اپنے جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں بجز اس کے جو خدا چاہے اور اگر مین غیب جانتا تو بہتر سی بھلائیان اکٹھی کر لیتا اور مجھکو کبھی ضرر نہ پہنچتا -

قل لا املك لنفسي نفعا ولا ضرا الا ما شاء الله ولو كنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير وما مسني السوء ان انا الا نذير وبشير لقوم يؤمنون (اعراف)

تفسیرون مین لکھا ہے کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ ارزانی و گرانی غلہ کا حال معلوم ہو تو بتا دیا کرو کہ ہم اکٹھا غلہ خرید لیا کرین اور جس زمین مین قحط پڑتا ہو اُس کا حال بتا دیا کرو تو ہم وہان سے کچھ کرین تب یہ آیت نازل ہوئی -

(تفسیر [illegible])

ان اهل مكة قالوا يا محمد الا يخبرك ربك بالرخص والغلاء قبل ان يغلو فنشتري ونربح وبالارض التي يريد ان تجدب فنرتحل الى الارض الخصبة فانزل الله هذه الآية -

اور جو ضرر و نقصان اس غیب نہ جاننے کے سبب آنحضرت اور اہل اسلام کو پہنچے (جیسے جنگ احد† مین آنحضرت کا زخمی ہونا - اور اکثر مسلمانون کا شہید ہونا اور حدیبیہ مین مسلمانون کا مشرکون کے سامنے دب کر بے حج کئے واپس آنا اور بیر معونہ مین قاریون کا مارا جانا وعلیٰ ہذا القیاس صدہا ضرر) انکی تفصیل کتب حدیث و سیر مین موجود ہے -

اس قسم کی آیات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بہت سے امور آنحضرت کو بذریعہ وحی معلوم نہین ہوئے جن کے سبب آنحضرت نے ضرر و نقصان اٹھائے -

† یہ لڑائی آنحضرت کی اُن لوگون سے ہوئی تھی جنہون نے آنحضرت کو بہت ستایا اور گھر سے نکالدیا اور صدہا مسلمانون کو قتل کر دیا پھر مدینہ پہنچکر آنحضرت سے لڑتے تھے - پس ناچار آنحضرت کو انکا مقابلہ کرنا پڑا -

اسرائیل صاحب نے بھی ان آیات کے ظاہری معنی پر تاویل کا ہاتھہ نہیں ڈالا یا اور تسلیم کر لیا ہے کہ آنحضرت کو علم غیب نہ تہا پہر تعجب ہے کہ وحی کو امر طبعی کیون کہا جب وحی آپ کے نزدیک آلۃ الکشاف علم دحقایق اشیا کا ہی ہے چنانچہ بصفحہ ۲۵۹ سے نقل ہو چکا ہے اور اسکا مصدر و مخرج بہی سوائے طبعیت ہی کے اور نہین ہے تو پہر نبی کا کسی چیز کو معہ حقایق موجودہ کے اس وحی سے نجاننا اور اس بجاننے سے دین و دنیا مین ضرر و نقصان اٹھانا اور کافرون و منکرون کے سہام طعن و ملام کا ہدف بننا کیا معنے رکہتا ہے۔ آپنے بتقلید نیچرل فلاسفر یورپ کے الفاظ طبعی وحقایق اشیا کا ہی وغیرہ دکہنا تو سیکہہ لیا۔ لہذا بناءً علیہ وحی کو آلۃ الکشاف اشیا کا ہی اور امر طبعی کہدیا ہے مگر ان الفاظ کے معانی و لوازم کے فہم کو ملاون کا سیوہ سمجہکر یہہ نہ سوچا کہ وحی کا آلۂ علم حقایق اشیا ہونا اور اسکا امر طبعی و داخل ہونا صاف چاہتا ہے کہ جو چیز عالم مین موجود ہے اسکا جاننا صاحب وحی کے قبضہ قدرت مین ہو۔ اور کوئی چیز دنیا کی نبی سے غائب نہو۔ آپ کے حال پر یہہ مصرعہ خوب صادق آتا ہے

حفظت شیئاً وغابت عنک اشیاء —

(۱۰) اور سورہ بنی اسرائیل مین ارشاد ہوا ہے۔ یہود ی تجہسے روح کا حال پوچہتے ہیں تو کہدے

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی	روح میرے رب کا امر ہے (جسکو وحی جانتا ہے)
وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ولئن شئنا لنذھبن	اور تم تہوڑا ہی سا علم دئے گئے ہو اور قسم ہے
بالذی اوحینا الیک ثم لا تجد لک بہ علینا	ہم چاہین تو جو تجہے پہلی وحی پہنچی ہے وہ بہی
وکیلا۔ الا رحمۃ من ربک ان فضلہ کان	لیجاوین پہر تو کسیکو اسکے لا دینے کا ذمہ دار نپاوے
علیک کبیرا۔ (بنی اسرائیل ع ۱)	بجز رحمت تیرے رب کے سچ جانو کہ اسکا بڑا ہی فضل ہے۔

صحیح بخاری وغیرہ مین ابن مسعود سے مروی ہے کہ یہودیون نے آنحضرت سے روح کا حال پوچہا

عن ابن مسعود فی حدیث فقام رجل منھم	تو آپنے سکوت کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ پس مینے
فقال یا ابا القاسم ما الروح فسکت فقلت انہ	جان لیا کہ آپ کیطرف نزول وحی ہو رہا ہے پس
یوحی الیہ فقمت فلما انجلی عنہ فقال ویسئلونک	مین وہین کہڑا رہا جب آنحضرت کی وہ حالت کرب

عن الروح - (بخاری ص)

دبیقراری جو بوقت نزول وحی ہوا کرتی زایل ہوئی

تو آنحضرت نے یہہ آیۃ پڑہ سنائی اِس آیت وحدیث سے صاف ثابت ہوا کہ آنحضرت کو حقیقت روح کا علم نہ تہا۔ اور اگر وحی (جو بقول آنریبل صاحب آلہ علوم حقایق ہے) امر طبعی و داخل طبیعت یا خیال ہوتی ہوتا تو حقیقت روح کیا ہے حقیقت خداتعالیٰ کا علم بہی آپکے لئے ضروری تہا۔ علاوہ برین اِس آیت سے یہہ بہی معلوم ہوا کہ وحی ایسا امر خارجی واکتسابی وعارضی ہے کہ بعد نزول وحصول اُسکا اُٹہا لینا اور آنحضرت کے سینہ سے محو کردینا ممکن تہا خدا چاہتا تو ایسا کردیتا پر اُس نے اپنے فضل وکرم سے ایسا نہین کیا۔

اب ہم کہان تک آیات کو شمار کرتے جائین اِن آیات عشرہ سے ہمارا ایک استدلال با سنادات متعاہ اولی تو صحت کو پہنچا۔ جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ بعض امور کی نسبت آنحضرت پر کئی دنون تک باوجود شدت حاجت وبخت میلان طبیعت کے نزول وحی نہین ہوا اور بعض امور مین عمر بہر وحی کا انقطاع رہا اور اگر وحی امر طبعی و داخلی ہوتا تو یہہ تاخر یا انعدام وحی ہرگز نہوتا۔ شاید اِس استدلال پر حضرات نیچریہ یہہ اعتراض کرین کہ طبعی ہونا وحی کا اِسکے غیر محدود ہونیکا مقتضی نہین ہے تاکہ بواسطہ وحی وقت قیامت اور روح وغیرہ مغیبات کا علم بہی نبی کے لئے ضروری ہو۔ دیکہو مچہلی کے لئے تیرنا امر طبعی ہے تو اُسکا یہہ مقتضائے تہوڑا ہی ہے کہ وہ تمام جہان کے دریا وسمندرون سے تیر نکلے اِسکا جواب یہہ ہے کہ تمنے خود وحی کو بلا قید وحصر آلہ انکشاف حقایق اشیا ٹہرایا ہے اور ان اشیاء کو محدود نہین کیا۔ جس سے وحی کا غیر محدود ہونا سمجہا گیا ہے اور بواسطہ اِسکے اُن مغیبات کا علم نبی کے لئے ضروری ٹہرایا گیا۔ اب اگر بطبق سلبش مبلبش شاعر اِس کلام کا یہہ مطلب دل مین رکہتے اور بیان کرتے ہو کہ اُن اشیاء سے بعض اشیاء مراد ہین جو نبی کو معلوم ہوچکی ہین تو بہی ہمارا استدلال (آیات قسم دوم سے نہیں) آیات خمسہ قسم اول سے توضیح وثابت ہے۔ جن امور محدود ومعمور کا دریافت کرنا قوت وحی مین داخل تہا انہین وحی کا مدت ہا دراز تک کیون تاخر وانقطاع رہا اور عین موقع ضرورت وحالت شوق ومیلان طبیعت پر اُنکو کیون نہ دریافت کیا گیا۔

اسی مچھلی کی نظیر کو دیکھئے۔ جس حد تک مچھلی کے لئے تیرنے کی قوت ہوتی ہے اُس حد تک جیسا وہ
تیرنا چاہے بشرطِ عدم موانع تیر سکتی ہے۔ اسیطرح جن امور کا دریافت کرنا قوت وحی میں داخل تہا
ان امور کو صاحب وحی نے بوقت خواہش وحاجت کیوں نہ دریافت کرلیا۔ کیا یہہ تعجب کی بات نہیں
ہے کہ وحی آپ کے طبعی اقتدار میں ہو پہر اُسکی ذریعہ سے اپنے گہر کا حال آپ دریافت کیلئے بریرہ
لونڈی سے آپ اپنے اہلبیت کی برات کا حال پوچہیں اور اپنے دلی شیر وحی سے دریافت نہ کرین
اور اس کشمکش میں مہینا بہر رنج وتردد میں مبتلا رہین۔

ایسے امور کے بروقت شوق وحاجت ومیلان طبیعت کے نہ آنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
وحی فوارہ کی مانند اندر سے نہیں اُٹہتی اور وہ داخلی امر نہیں ہے بلکہ مینہ کی طرح اوپر سے برستی ہے
اور تار برقی کی مانند خارجی امر ہے۔ اسکا نزول وحصول طبیعت نبی کے اختیار مین نہین ہے۔ بلکہ
طبیعت اسمین اس بے اختیار آئینہ کے مانند ہے جس پر آفتاب یا کوئی اور فعل مختار فیضان انوار کرتا ہے
وہو المدعا۔ **استدلال دوم**۔ بہت سی آیات میں یہہ بہی پایا جاتا ہے کہ جو کچھہ آنحضرت پر
وحی ہوا ہے وہ آنحضرت نے بڑی مشقت وجد وجہد سے جبرئیل امین سے سیکہا ہے جب جبرئیل امین
وحی لاتے تو آنحضرت صلعم اُنکے ساتھہ پڑہنے لگ جاتے اور اسمین بہت تکلف اُٹہاتے۔ چنانچہ اس مضمون
کے آیات نمبر ۹ و ۱۰ امین بصفحہ ۶۶ م و ۴۴ م وغیرہ نقل ہو چکے ہین۔

اور سورہ طہ مین ارشاد ہے کہ اس قرآن کے سیکہنے میں تعجلدی نکر پہلے اس سے کہ تیری طرف اسکا وحی ہونا تمام ہو

ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی الیک وحیہ وقل رب
زدنی علماً۔ (طہ ع ۶)

قال المفسرون کان النبی صلعم یبادر جبرئیل فیقرأ قبل
ان یفرغ جبرئیل من الوحی حرصا منہ علی ما کان ینزل علیہ منہ
فنہاہ اللہ عن ذلک ومثلہ لا تحرک بہ لسانک
لتعجل بہ (فتح القدیر علی ہامش فتح البیان) تفسیر الکبیر جلد ۶

اور کہہ اے رب میرا علم زیادہ کر۔ تفسیرون مین لکہا ہے
کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑہنے مین جلدی کرتے جبرئیل کی
قرات سے فارغ ہونے سے پہلے اپنے ساتہہ ساتہہ پڑہنے
لگجاتے خدا تعالی نے اس سے منع کیا ایسا ہی
جو دوسری آیت مین ارشاد ہے۔ اس قرآن کے ساتہ
تو اپنی زبان نہ ہلا کہ وہ تجہے جلد آجائے۔

مضامین محقق بہاری جنکی اشاعت کا ضمیمہ نمبر ۸ مین وعدہ دیا گیا تھا

نمبر ۱

معجزہ اور قانون قدرت

تفسیر قرآن نیچری خان صاحب مین معجزہ سے انکار ہوا ہے اور اسپر وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بہا الاولون کو دلیل ٹھہرایا ہے -

مین کہتا ہون یہہ کہنا ایسا ہے جیسا حضرت مسیح نے کہا ہے چنانچہ متی باب ۱۲ ورس ۳۸ سے ۴۰ تک تب بعضی کاتبون اور فریسیون نے پہر کے کہا اے مرشد ہم چاہتے ہین کہ تیرا ایک معجزہ دیکھین پر اُسنے اُنہون کے جواب مین کہا کہ اس زمانہ کے بدذات اور حرامکار لوگ معجزہ ڈہونڈہتے ہین پر اُنہین کوئی معجزہ سوائے یونس نبی کے نشان کے دکہایا نجائیگا (تعلیقات جناب منشی خیرانیع علی صاحب بجواب پادری عمادالدین لاہوری صفحہ ۴۰۴) او معجزہ کے باب مین حکما وعلما یورپ مختلف ہین جو لوگ پابند کتاب ہین وہ مقر و مثبت معجزہ ہین اور ملحد ولا مذہب ہین وہ منکر و مکذب ہین اور چونکہ خان صاحب بہادر اکثر ملحدون ولا مذہبون کی تقلید کو پسند کرتے ہین اسلئے انکار معجزہ مین بہی اُنہی ملحدون کی تقلید پر چلے ہین -

معجزہ کا انکار سب سے پہلے ایک بڑے مشہور ملحد **ہیوم صاحب** نے کیا ہے اُسکے بعد جو منکر ہوا ہے اُسیکا مقلد ہے یہانتک کہ اسکا سلسلہ وراثت خان صاحب بہادر کو پہنچا -

اس باب مین **ڈی ڈبلیو ٹامس صاحب** ایم اے پرنسپل میتھوڈسٹ اپیسکوپل چرچ نے ایک کتاب لکہی ہے جسمین اُن ملحدون کے قول کو رد کیا ہے اور معجزہ کا قانون قدرت کے مطابق ہونا ثابت کیا ہے ہم اسمقام پر اُسکا انتخاب و حاصل مطلب نقل کرتے ہین - اسمین ہمنے اتنا تصرف کیا ہے کہ مصنف نے تو اپنی کلام کو صرف اثبات معجزات مسیح سے مخصوص کیا ہے اور ہمنے اسکو عام معجزات کا مثبت بنا دیا ہے

اور نیز اُس نے بخیال الوہیت حضرت مسیح کے معجزات کو مسیح کی طرف منسوب کیا ہے اور انہی کو خالق معجزات ٹہرایا ہے اور ہمنے اُن معجزات کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے جو مسیح اور اسکی والدہ صدیقہ کا خالق ہے باقی مضمون سب اُسی مصنف کا ہے۔

وہو ہذا

جاننا چاہیے کہ لفظ معجزہ کے اصلی معنی وہی ہیں جو عجیب کے ہیں لیکن یہہ کچھہ ضرور نہیں ہے کہ جو فعل عجیب ہو معجزہ کہلاوے ممکن ہے کہ ایک چیز عجیب و غریب ہو اور معجزہ نہ کہلاوے بلکہ فطرت کے مطابق ہو اور ہمکو بوجہہ عدم واقفیت اُن قوانین کے عجیب و غریب معلوم ہوتی ہو پس معجزہ نام اُس فعل کا ہے جو طاقت انسانی سے باہر اور فطرت کے عام قوانین مقررہ سے مختلف ہو جسے خود خدا نے اپنے کسی حکم یا پیغمبر یا رسول کی تصدیق کے واسطے ظاہر کیا ہو اور ممکن ہے کہ اگر معجزے سے قوانین فطرت میں جنپر قوام دنیا کا موقوف ہے کسیطرح کی دخلت ظاہری پائی جاوے لیکن وہ درحقیقت مخل قوانین فطرت یا حذف قوانین علت معلول کے نہیں ہوتا بلکہ عامہ نظام خلقی کی مقرری قاعدے سے مخصوص ہوتا ہے ہمیں فرق اتنا ہے کہ جو معلولات نظام خلقی کے قواعد عامہ کے موافق ہوتے ہیں انکو ہم فطرت کہتے ہیں اور جو اس ترتیب عام سے مبدل ہیں انکو معجزہ کہتے ہیں مثلاً رات و دن کا ہونا اور تغیر ایام اور بیتوں کا مُرجہانا اور گرمیا ندیوں اور بادلوں کا بہنا بخارات کا اُٹہنا۔ سب باتیں فطرت کے مقرری قواعد کے موافق ہوتی رہتی ہیں یعنی انکا نسق تمام انکا برابر ایک ہی ترتیب سے جاری ہے جس سے خدا کی قدرت کہ وہ جہان کا محافظ ہے ظاہر ہوتی ہے اور معجزات مثلاً مسیح کا مردوں کو جلانا اور پانچ جو کی روٹیوں اور تہوڑی سی مچہلیوں کو اتنا بڑہا دینا کہ پانچہزار آدمی کہالیں اور بارہ ٹوکرے بچ رہیں یا محمد رسول اللہ صلعم کا ابو طلحہ کی دعوت میں ایک روٹی سے ستر یا اسّی آدمی کو رجا دینا۔ اور حدیبیہ کے دن ایک چہوٹے سے برتن کے پانی سے چندہ سو آدمی کو وضو کرا دینا یہہ سب کام تجربہ کے برخلاف اور طاقت بشری سے باہر ہیں لہذا یہہ خدا کی قدرت کے غیر معمولی عمل ہیں اور اسیواسطے معجزات کہلائے اور کبہی خلقت کے عام ترتیب

مذہبی معجزات ملے ہوتے ہیں یعنی خدا کو اختیار ہے وہ جو چاہے تو انہیں چیزوں سے جو موافق مقرری
قاعدوں کے معمولی نتائج پیدا کرتی ہیں دفعۃً ایسے نتائج ظاہر کر دے کہ جو معمولی نتائج سے بالکل مختلف
ہوں مثلاً موسیٰ نے دریا پر ہاتھ بڑھایا اور خدا اور فرعون کے بیچ بڑی مشرقی آندھی کے تمام رات میں

† یہ مصنف کی رائے ہے جو عیسائی مذہب سے ہے اہل اسلام کا اس معجزہ میں یہ اعتقاد کہ یہاں غیر معمولی ذریعہ سے

فاوحینا الی موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق
فکان کل فرق کالطود العظیم وازلفنا ثم الآخرین
وانجینا موسیٰ ومن معه اجمعین ثم اغرقنا الآخرین
واترک البحر رهوا انهم جند مغرقون
(دخان ع ۱)

سے کام لیا گیا ہے خدا نے موسیٰ کو حکم کیا کہ اپنی لاٹھی دریا
کو مار اس نے لاٹھی ماری تو دریا پھٹ گیا اور پانی کھڑا ہو گیا
اور ہر ایک ٹکڑا پانی کا پہاڑ کا سا ہو گیا پس موسیٰ علیہ السلام
اور ان کے ساتھ والے ان رستوں سے نکل گئے
اور فرعون اس میں پہنچا تو وہ مع لشکر غرق ہوا۔

حاشیہ میں ... اس تقریر میں بہت سی باتیں خلاف ہیں جو اہل اسلام کے موافق ہے۔ عیسائیوں کے
اہل علم اور اکثر تفسیر کرنے والے کہتے ہیں کہ وہاں چلتا دریا ٹھہر گیا تھا اور پھٹ گیا تھا اور اس کا
پانی خشک ہو گیا تھا بلکہ وہاں سمندر میں مد و جزر ہوتا تھا جس کو عبری میں جوار بھاٹا کہا جاتا ہے تب حضرت موسیٰ
جو جزر یعنی پانی کے اترنے کا وقت تھا اسلئے وہ پار اتر گئے جب فرعون پہنچا تو مد آ گیا اسلئے وہ غرق ہوا یہاں
معجزہ خلاف عادت نہیں ہوا۔ اسکا جواب ہمارے مولوی سید آل حسن صاحب نے رسالہ کشف دادیں جو ما ...
ہو سکتا ہے بخوبی مع قوت کے ادا فرمایا ہے اس مقام میں اسی کا نقل کرنا کافی ہے وہ یہ فرماتے
ہیں بہت تعجب و نہایت افسوس ہے کہ صاحب تحریر نے مد و جزر کا نام تو سن لیا مگر ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ جزر
کی حالت میں سمندر ایسا پایاب کبھی نہیں ہو سکتا کہ جو پار ہو جاوے اور پانی پھیلا ہو اسکر جانے والا ہو سکے
حال میں ہو سکتا۔ اور پھر اس قدر جلد اترنا اور گہرا ہونا نہایت مشکل ہے علاوہ اس دلدل بہت رہ جاتی ہے سے
وہاں کو اترنا پانی سے بھی زیادہ دشوار ہے معجزہ محال ہے ... کہ یہ نامی صاحب وہ لا مذہب کسی پانی میں
جزر و مد کو مان چکے ہیں فرمایا ہے اس سے تحریر جو اس والی سابق اور کچھ ثابت نہیں ہو سکتا ... ہیں
کہ سمندر کی حالت مختلف رہتی ہے پہلا اسکا ثبوت ... اس دونوں خاص پایہ ... یہ تحریر قدم کو بھی

دریا کو ملایا اور دریا کو سکھا دیا اور پانی کو دو حصہ کیا۔ دیکھئے کہ پانی کے قدرتی کشش جو اسفل کیطرف ہے اُس وقت مین شدت طوفان اُس کشش کی مانع ہوئی۔ پس یون کہنا چاہیے کہ خلقت کے ایک قاعدے پر دوسرا قاعدہ دفعتہً غالب آگیا۔ یہہ کہ کوئی امر خلاف قاعدہ فطرت ہوا یا نہیں اُسکے معجزہ ہونے مین کچھ کلام نہین وہ ایسا صریح اور حقیقی ہوا کہ گویا خدا نے بلا علاقہ عام قوانین فطرت یعنی اُن قاعدون کو توڑ کر وہ معجزہ دکھلایا پس بلاشک ہم نہین کہہ سکتے کہ وہ امر خلاف قواعد فطرت ہوا تھا وہ فعل کسی اور قاعدہ نامعلومہ کے مطابق جسکو ہم آدمی نہین جانتے وقوع مین آیا ہو الغرض محرر مضمون کی تصریح مینے اِس مقام پر اسوجہ سے کی ہے کہ خاص اعتراض معجزون پر صحیح معنون کے سمجھنے

اور آتے ہی دریا مد آگیا جو لشکر فرعون ہو گیا۔ تعجب کہ ہمیں معلوم ہوا حالانکہ اس قدر جلد کیا مد جزر نہیں آسکتا یہہ کشش تو جو ان چاند کیطرف ہوتا ہے اسی قدر رود ہستہ میں ہوتی جاتی جو سمندر کیطرف آتا ہے [illegible] جلد آتا نہیں ہوتا اور جزر آہستہ آہستہ ہوتا کیا۔ ایک کوئی تاریخ خاص کسی مورخ نامی کی ایسی لائے معتبر ہے کہ کل ہیئت دانان بھی ثابت ہو کہ وہ [illegible] اختلاف مد ہوتا۔ **راقم** کہتا ہے مطلب تو دلیل سے [illegible] پر ہمہ وجوہات ہی شاہد ہیں حکایتیں ہم کسی مستقل تحریر میں کرینگے۔ **پہلے بڑی قوی** وجہ ہے کہ اگر یہہ مد جزر ہوتا تو فرعون اور اُسکے تمام ارکان دولت و علما کو معلوم ہوتا۔ ؟ کیا یہہ **تعجب** کی بات نہین ہے؟ کہ حضرت موسیٰ (جنہوں نے حضرت شعیب کی بکریاں چرائیں ایک مدت عمر بسر کی اور علوم و تجارب دنیاوی سے انکو بہرہ پورا تھا) اِدہر کو جانیں اور فرعون جو وقت کا اوستاد تھا اور کمالات دنیاوی میں یہہ دعویٰ رکھتا تھا کہ ادعاء الوہیت سے نہ چوکا اس سبب سے ہر ہے اور یہہ نہ سوچے کہ وقت عبور موسیٰ تو وقت جزر تھا اسوقت مد آگیا ہے اسمیں میرا پایاب اترنا کہاں ممکن ہے۔

ویسا ہی قوم موسیٰ سے (جنمین بہتیرے معمر و دنیا دار و ستم گار بہی تھے) **تعجب** ہے کہ وہ بھی وقت جزر کو جانے۔ لشکر فرعون اور دریا کو دیکھتے ہی پکار اُٹھیں کہ بس ہم تو گرفتار ہو گئے پہر حضرت موسیٰ کے صرف اتنے ہی کہنے پر کہ میرا رب میرے ساتھ ہے مطمئن ہو گئے۔

> فلما تراء الجمعان قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون ۔ قال کلا ان معی ربی سیہدین ۔
> (شعراء ع ۴)

ایڈیٹر۔

ہے ہے مثلاً بعض یہہ اعتراض کرتے ہین کہ جب قوانین فطرت خدا کے بنائے قوانین ٹھہرے تو پھر انمین
تغیر تبادل یا کسیطرح کی اصلاح کیونکر ممکن ہے یعنی خدا اپنے قانون کو آپ نہین توڑتا پس معجزہ ہونا غیر ممکن ہے
اسکا جواب یہہ ہے کہ واقع مین خلقت کیواسطے کچھہ قاعدے مقرری پائے جاتے ہین جنکو ہم قواعد فطرت کہتے ہین
اور وہ بیشک خدا کے مقرر کئے ہوئے ہین لیکن نفس قواعد پر غور کیجاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالذات
کچھہ قدرت نہیں رکھتے کہ کسی نتیجہ کو پیدا کرسکین وہ تو صرف نام ہے اُس طریقہ عام کا جو خدا نے ایسے
جہان کی محافظت کی اور طرح طرح کے تغیرات کیواسطے مقرر کیا ہے یہہ دعوی کہ وقوع معجزے کا غیر ممکن ہے
اسواسطے کہ قوانین فطرت منسوخ نہین ہوسکتے غلط بنا پر ہے معجزہ کسیطرح مخل قانون نہیں ہے ہان اسکو ہم
خود تسلیم کرتے ہیں کہ جن معجزات کا ذکر کتب مقدسہ مین پایا جاتا ہے اُنکے وقوع سے قوانین عامہ فطرت مین
کسیقدر روک ہوگئی ہے جس سے خدا کی قدرت اور بھی زیادہ صفائی سے ظاہر ہوئی - اگرچہ فطرت کی ترتیب
میں ذرا سا فرق آگیا اور اس قسم کے اختلاف کو جسمین فطرت کے عام قواعد سے مخالفت ہو
نسخ قوانین فطرت کسیطرح نہین کہا جا سکتا - مثلاً مرغی کے بچون کو دیکھو کہ عام قاعدہ اُنکے پیدا ہونیکا
یہہ ہے کہ انڈے مرغی کے تلے رکھے جاتے ہین وہ چند ہفتون معینہ تک اُنکو سیتی ہے یہان تک
کہ بچہ نکل آتے ہیں لیکن آجکل بغیر مرغی کے تنور مین انڈون کو مدت معینہ کی گرمی پہنچا کے بچہ نکالے
جاتے ہین تو یہہ طریقہ جدید خلقت کے عام قاعدہ سے بیشک مختلف ہوا لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ خلاف
قاعدے کے ہوا یا اسمین نسخ قوانین فطرت لازم آیا - اسیطرح گرم ملکون مین گرمی کے موسم مین پانی
کا جمنا فطرت کے عام قاعدے کے خلاف معلوم ہوتا ہے تاہم آدمیون نے ایسی کلین نکالی ہین
جن کے ذریعہ چند مصالحون سے گرمی کے موسم مین برف جمایا جاتا ہے اب اسکو کون کہہ سکتا ہے
کہ خلاف قاعدہ ہوا اس تشریح سے میرا یہہ مطلب نہین ہے کہ جو فعل انسان سے ہو معجزہ ہے یعنی گرمی
پہنچا کر انڈون سے بچے نکالنا یا گرمی مین برف جمانا یہہ بھی معجزہ ہوا نہ یہہ مطلب ہے کہ یہہ مثالین مسیح اور
اُنکے حواریوں کے معجزون سے مشابہت کلی رکہتی ہین کہ خدا جو تمام خلقت کا خالق اور تمام قوانین
کا واضع ہے اسکو اپنے سب قوانین اور افعال کا اختیار کلی ہے اور اسی سبب سے وہ ایسی عجیب باتین

جو طاقت انسانی سے باہر ہون دکھلا سکتا ہے اور ایسے عجیب افعال کو ہم اپنی اصطلاح مین معجزات کہتے ہین - ہمارا مطلب اوپر کی تشریح سے صرف اسیقدر ہے کہ جبکہ آدمی گرمی پہنچا کے بیج نکالنے اور گرمی مین برف جمانے سے فطرت کی عام ترتیب مین تغیر کرتا ہے تو خدا نے اگر اپنی قدرت کو فطرت کی عام ترتیب کے موافق نہ استعمال کیا بلکہ کسی خاص و عجیب طور سے یعنی معجزانہ طور پر ظاہر کیا تو کیا استحالہ لازم آتا ہے اگر آدمی مقررہ طریقہ کے بدلنے سے قوانین فطرت کا توڑنے والا نہین ٹھہرتا بلکہ اور اسکی عقلمندی ظاہر ہوتی ہے تو خالق بھی اپنی عام ترتیب کے بدلنے سے توڑنے والا نہین ہو سکتا بلکہ اسکی دانائی ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ آدمی کے واسطے کچھ ضرور نہین کہ جو فعل اس سے سرزد ہو بعینہ اسی قاعدہ فطرت کے موافق ہو کسیطرح کا فرق نہ پڑے بلکہ صدہا افعال انسان سے ایسے وقوع مین آتے ہین جو عام قاعدہ سے بہت مختلف ہوتے ہین تو اسیطرح خدا جو واضع حقیقی ان سب قانونوں کا ہے اسکے واسطے تو بطریق اولی کچھ ضرور نہ ہوگا کہ سب بعینہ اسی عام قاعدہ کے مطابق کرے پس مطلب یہہ ہے کہ خدا جو سب کا مالک ہے گو کیسی ہی غیر محدود قدرت رکھتا ہے اور گو کیسی ہی دانائی اور پاکی اسکے معجزات سے ظاہر ہوتی ہے اور طریقہ قدرت مین تغیر ہو جاتا ہے لیکن قانون وہی رہتا ہے وہ کسیطرح نہین ٹوٹتا ہے جیسے آدمی اپنی قدرت خلقت مین قوانین مقررہ سے مختلف طور پر ظاہر کرتا ہے اور پھر بھی نسخ قانون نہین کہلاتا - اسیطرح ممکن ہے کہ خدا بھی اپنی قدرت کاملہ سے اور طور پر یعنے قواعد عامہ جیسے اب نظم و نسق جاری ہے اُن کے سوا اور کسی صورت سے ظاہر کرے اب ہمین اسی بحث پر کتب مقدسہ کے معجزات کو مطابقت دینا چاہیے جس حالت مین کہ انجیل مین لکھا ہے مسیح نے خدا کی قدرت سے پانی سے شراب بنا دی تو عام طریقے سے فرق پیدا ہوا اسی طرح پانچ روٹیون سے کئی ہزار آدمیون کو سیر کر دینا یہہ بھی قدرت خداوندی کے نئے طور پر کیا یعنے ان دونون صورتون مین اُس نے دفعتاً اُسی کام کو کر دیا جو موافق قاعدہ عام بہت آہستہ اور دوسرے طور پر وقوع مین آتا جسطرح عرق انگورون مین پہنچتا اور پھر اُس سے انگور شربت ہوتے اور پھر اُس سے شراب بنتی اُس نے دفعتاً ایسا کر دیا کہ پانی کی شراب ہو گئی - علی ہذا القیاس روٹی کو سمجھ لو -

پس پیدا کرنیوالی قدرت کو اس مٹے طور کی قدرت سے وہ ہی نسبت ہو جو بڑے کو چھوٹے سے یا کل کو جزو سے ہوتی ہے - ان صورتون مین قدرت کا قانون کہ مراد اس سے صرف اس پیدا کرنیوالے کو اپنی بے انتہا دانائی اور الوہیت کے مطابق ظاہر کرتا ہے خواہ عام طریقہ پر یا خاص طریقے سے ہو نہین ٹوٹتا پس خدا کے قانون کی نسبت یہہ گمان کرنا کہ سوائے ان عام قاعدون کے اور کوئی صورت اُسکی تاثیر کی نہین صحیح نہین ہے تو ایسا ہوگا جیسے کوئی طالب علم اپنے اُستاد سے صرف ایک دو سبق پڑھکے اُسے ازمانے یا یہہ شیخی مارے کہ مجھے اُسکے سب ہنر آگئے ہین اگر ثابت ہوجاوے کہ فطرت چند پوشیدہ اور محدود علتون اور معلولات کی جو ہمیشہ تک ایک رنگی پابند ہی تو لازم آویگا کہ مذہب بلکہ شان رزاقی خدا کی بہی باطل ہے اور حقوق انسانی محض دہوکا اور خدا کی بندگی اور نماز حماقت ہو لیکن یہہ خیال خلاف جمہور ہی اسکو کوئی بہی صحیح نہ کہیگا پس امکان معجزات کا انکار سخت الحاد ہے خدا کی ذات ہر طرح ہماری خلقت سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے اور جیسی اسکی ذات اعلیٰ ہے ویسی ہی اسکی قدرت بہی ضرور ہے کہ اعلیٰ ہو - اور جیسی اُسکی قدرت قدرت انسانی سے برتر ہے ویسے ہی اُسکے افعال بہی برتر ہونا چاہیے - پس اُسکی قدرت کا انکار کرنا یعنی یہہ کہنا کہ وہ ترتیب قوانین فطرت نہین بدل سکتا ہے اسکو انسان کے درجہ سے بہی گرا دیتا ہے - اسواسطے کہ انسان ہر وقت مین یہہ قدرت رکہتا ہے کہ قواعد فطرت مین مداخلت کرے اور چاہے تو اُسکے نتائج بدل دے مین کہتا ہون کہ ایک ذرا سے بچے مین یہہ قدرت ہو کہ قواعد فطرت کی ترتیب مین فرق ڈالکر مختلف نتائج پیدا کرے مثلاً فرض کیجے کوئی لڑکا باغ مین کہیلتے ہوئے کوئی اچہا پہول دیکہے اور اسکو توڑکے تہوڑی دیر اسکی خوبی و بہار کو دیکہے پہر پہینکدے تو وہ پہول شاخ سے جدا ہونیکے سبب جلد آفتاب کی گرمی سے مرجہا جاییگا اگر توڑا نجاتا تو یقیناً قانون فطرت کے موافق زیادہ دنون تک اُسکی تر و تازگی اور خوشبو قایم رہتی ہے - دیکہیے ایک بچہ مین یہہ قدرت تہی کہ مختلف نتیجہ پیدا کردیا - پس جبکہ قانون فطرت ایسا معین نہ ٹہرا بلکہ ایک بچہ مین یہہ قدرت تہی کہ اُسکی ترتیب بدل سکتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ خدا جو سب سے اعلیٰ اور اولیٰ ہے نہین بدل سکتا ہے یا نہین بدلتا ہے علم و تجربہ

سے دریافت ہوتا ہے کہ خدا نے ترتیب خلقت کو ضرور بدلی ہے خود کرۂ زمین سے یہہ بات ظاہر ہے کہ وہ دفعتًا اسی ایک صورت مین نہین پیدا ہوا بلکہ رفتہ رفتہ مختلف ترتیبون سے حالت موجود کو پہنچا چنانچہ یہی علم جمادات سے معلوم ہوتا ہے ایک نوع کی چیزون کا پیدا ہو جانا پھر اُس سے نئے نئی طرح کی مخلوق کا ہونا اور اُس نئی مخلوق کی طبیعتون کے مناسب آب وہوا کا بدل جانا چونکہ یہہ سب باتین ایسی ہین کہ مقرری قواعد نہین ٹھہر سکتے ہین بلکہ خلاف ترتیب مقرری ہین اسواسطے یہہ گویا کائنات بہت سی نوع بنی کے معجزات ہوئے طبقۂ زمین کی چٹانین جو ثبوت ہوتی ہین حقیقت مین تمام معجزات ہین جو کتب مقدسہ کے معجزات سے بہی زیادہ ہین انبیا اور حواریون نے جس قدر معجزات بیان کئے ہین وہ کچھہ اُن واقعات سے جو زمین کے معدنیات مین گذرے ہین زیادہ نہین ہین علم جمادات سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ آب وہوا مین اور اُس آب وہوا کی وجہ سے جانورون کی حالات مین بڑا تغیر واقع ہوا ہے۔ گرم ملکون کے جانورون کے بقیے سرد ملکون مین پائے جاتے ہین۔ خلقت مین بہتیری ایسی چیزین ہزارہا برس قبل اس قانون مقرری کے بموجب اس وقت کے مناسب پیدا ہوئی ہونگی اگر وہ چیزین دفعتًا ہمارے سامنے ظاہر ہون تو ہم اُنکو ضرور معجزہ کہین قطع نظر ممکن ہے کہ بہتیرے عالم ہون جنمین قوانین فطرت بعینہ وہی ہون جو اس دنیا مین معجزات کہلاتے ہین۔ پس اگر خدا اُن عالمون مین اپنی قدرت اس طور پر ظاہر کرے جیسے اس دنیا مین ہے تو البتہ وہان کے رہنے والے متحیر ہو جاوین اور اسکو معجزہ کہین کیونکہ اُن کے نزدیک وہ بالکل نئی اور عجیب معلوم ہووین پہر جن باتون کو ہم معجزات کہتے ہین ممکن ہے کہ وہ قواعد فطرت کے مطابق ہون جنکو خدا نے اپنی دینی حکومت کی خاص مصلحتون کے واسطے مقرر کیا ہو جو مدتون کے بعد بوقت ضرورت وقوع مین آتی ہون لڑائی کے قوانین سے ہمارے اس بیان کی اچھی طرح تشبیہ ہو سکتی ہے مثلًا جب ملک مین صلح اور امن وامان ہوتی ہے تو ہر کام موافق قواعد مقررہ کے ہوتا ہے اور جب کوئی ہنگامہ برپا ہو تو صلح کے قوانین جاتے رہتے ہین اور مختلف قاعدے اور نئے نئے ضوابط مقرر کئے جاتے ہین تسپر بہی بعض قواعد جیسے صلح مین تہے ویسے ہی اسوقت مین کچھہ نہ کچھہ ضرور ہوتے ہین

صرف اتنا ہے کہ ہیئت قاعدہ کی وقت مناسب بدل دی جاتی ہے۔ لیکن یہہ بھی یاد رہے کہ
خدا کا قانون محض جسمانی ہی نہین ہے یعنی حیوانات و نباتات کے طریقہ تمدن پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ اس
سے بڑھ کر اعلیٰ قانون ہے اور جیسے قوانین خلقت تمام دنیا کے واسطے ہین ویسا اعلیٰ قوانین تمام بنی
آدم کیواسطے ہین یعنی مطلب یہہ ہے کہ جیسے جسم کیواسطے کچھ قاعدے معین ہین ویسے ہی عقل اور
اخلاق کیواسطے بھی کچھہ قاعدے پائے جاتے ہین جن سب کا ایک نام الٰہیات مقرر کیا ہے۔ لیکن
ان سب قوانین روحانی اور جسمانی کی نسبت اگر خیال کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ کل ہی نہین
ہین بلکہ یہہ تو اس کل کا صرف جزو ہین خدا کے قاعدے اور مخلوقات اس قدر بیشمار ہین کہ ہماری ناقص
عقل اندازہ نہین کر سکتی ہے اور اگر یہہ بھی فرض کر لیا جاوے کہ اسکے سب قاعدہ جہان تک ہمکو معلوم ہین ایک
ہی ہین اسوقت بھی ظاہر ہے کہ درجے انکے مختلف ہین مثلاً جو عقل و اخلاق سے علاقہ رکھتے ہین
وہ قواعد اجسام سے مختلف ہین یعنی اعلیٰ ہین چونکہ روح ذہن سے افضل ہے اسواسطے جو روحانی قاعدے
ہین یعنی جو صفات قلب سے علاقہ رکھتے ہین ضرور ہے کہ ذہن و عقل کے قاعدون سے بڑھکر ہون۔ اب سوچیے
کہ اگر اعلیٰ کے جاری کرنیکیواسطے ادنیٰ کی کچھہ صورت بدل دی جاوے تو کیا قباحت ہوگی اور اسکو کون نسخ
قوانین فطرت کہیگا بھی لفظ ادنیٰ کا نہین ظاہر کرتا کہ وہ اعلےٰ کا تابع و خادم ہے جیسا کہ تربیت الٰہیہ سے
ظاہر ہے آدمیون کو بھی دیکھہ لو کہ جسمی نفع کا اگرچہ ناروا بھی نہو روحانی نفع کے مقابلہ مین کچھہ خیال
نہین کرتے ہین مثلاً دیکھو عام تعلیم کیواسطے تمام شہریون سے خرچ مدرسہ کا لیا جاتا ہے اس صورت مین
عقل دولت کی حاکم ٹھہرتی ہے یا فرض کرو کہ ہم اپنے لڑکے کو کسی جگہہ مدرسہ بھیجنا چاہین اور دیکھین
کہ وہان دو مدرسے تعلیم کیواسطے مقرر ہین جنہین سے ایک مدرسہ مین بہت اچھی طرح علم ادب اور کچھہ تھوڑے
دینیات ناقص طور پر سکھلائے جاتے اور دوسرے مین خاص دینیات کو کہ اور علوم کا بندوبست اچھا
نہو سکھائی جاتی ہو تو ظاہر ہے کہ دینیات کے مدرسہ کو ترجیح دینگے اور اول کو اسکے سامنے محکوم سمجھینگے
اسی طرح خیال کیجیے کہ قانون ملکی یہہ ہے کہ رعایا کے مال و اسباب کی محافظت کیجاوے کہ جس طرح
رعایا چاہے اُس سے نفع اٹھاوے لیکن جب سرکار کو کسی عام قاعدے کیواسطے ضرورت مدیہ کی ہو تو

تو اُس وقت مالک مال کی رضامندی یا عدم رضامندی کو کچھ خیال نہیں کیا جاتا اگر وہ سمجھوتی سے نہ دے
تو جبر لیا جاتا ہے۔ قومی فائدہ ان کے سامنے شخصی فائدہ کا کچھ بھی لحاظ نہیں کیا جاتا اسواسطے کہ کل
ملک کا نفع ایک شخص کے نفع پر مقدم ہے پس اگر مال کے نفع پر کل کا نفع مقدم سمجھا جاتا ہے یا اعلیٰ درجہ
کے حقوق ادنیٰ کے حقوق کے مقابل ملحوظ نہیں ہوتے ہیں یا شخصی نفع کو نوعی کے سامنے خیال نہیں
کیا جاتا ہے تو اسکو کون خلاف قاعدہ کہیگا اسمین یہی ہوا کہ ادنیٰ اعلیٰ کی تابع ہو گیا گویا ادنیٰ اعلیٰ میں گم ہو گیا
یا یون کہا جاوے کہ نفع عام مین خاص بھی ضمناً آگیا اگر یہ معاملہ وسیع طور سے لحاظ کیا جاوے تو عین منشاء
قانونی کے موافق ہے اور جیسا یہ قانون تبادلہ کا ہمیں ہے ویسا ہی سب ہے کہ شخص تابع ملک ہے جسم
تابع عقل اور عقل تابع اخلاق کے ہے علیٰ ہذا القیاس جو لکھے اور قوامیں کا حال ہے یا ادنیٰ اعلیٰ کے تابع
ہے۔ جمادات تابع حیوان کے اور حیوان تابع انسان کے اور اغراض دنیوی محکوم دینی کے مین۔
ایسا ہی اگر خدا تعالیٰ نے روحانی و اخلاقی اصول قایم رکھنے کیلئے کسی جسمانی قانون کو بدل دیا [illegible]
جلایا اندھون کو صرف [illegible] ہاتھ لگانے سے بصیر کیا یا توریت سے صرف سانپ بنا کے [illegible]
الہیہ کی معمولی صورت کو خود اس مین پائی جاتی تھی [illegible] اصلی [illegible] دیا
اسمین اس نے اپنے قانون اعلیٰ [illegible] کو ترجیح دیا اور ادنیٰ کی [illegible] سے گویا
اپنے قانون کو ہرگز نہیں توڑا یہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] قانون قدرت معجزے سے ٹوٹ گیا
تاکہ روح کا [illegible] قانون [illegible] ہے لیکن [illegible] اسکی حقیقی حقیقت کیا اسلئے [illegible] بات
سے ہماں سے کوئی [illegible] مین قوانین مقررہ قدرت سے انکار ہے ہماری تسلیم فقط یہ ہے کہ [illegible]
وجہ کے تمام [illegible] کی ظاہری صورت کو اصلی سے بدل دیتا تو [illegible] کے عین [illegible] ہے۔
ہمارا اقرار ہے کہ ایسے قواعد کا مقرر ہونا لیاقت انسانی کے واسطے ضروریات سے ہے اگر [illegible] طلوع و غروب
آفتاب کا کوئی وقت مقرر نہ ہوتا جیسا اب ہے اور موسم و فصل کی کچھ قید نہ ہوتی اور [illegible] کو اپنے
انتظام کے عمل لانا ضروری یا یقینی نہ ہوتا تو کیسی مصیبت کی حالت مین ہم بنی آدم ہوتے۔ اسی
مقرری طریقہ کے سبب ہم اپنی زندگی کے حالات کا حساب کر سکتے ہیں اور ٹھیک وقت پر کام کرتے

اسواسطے لائق اعتنا نہین جواب دیتے ہین۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہہ دوسرا اعتراض پہلے ہی پہل ایک بڑے مشہور ملحد ہیوم صاحب نے کیا ہے اُسکے بعد اوروں نے اسکی تقلید کی ہے غرض وجوہ خاص اس اعتراض کے جو ہین اُنمین پہلی وجہ یہہ ہے کہ معجزہ مُستلزم نسخ قوانین فطری ہے اور دوسری وجہ یہہ ہے کہ چونکہ وہ خلاف تجربہ ہے صرف گواہی سے اُسکا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اس صورت میں معجزے کے یقینی جاننے کی نسبت گواہی کا باطل سمجھنا زیادہ یقینی ہے اس اعتراض کا جواب جہانتک نسخ قوانین سے تعلق رکھتا ہے ہمنے پہلے ہی دیدیا ہے یہہ دعوی سرے سے ہی غلط ہے ہم نے خوب ثابت کردیا ہے کہ جسکو لوگ غلطی سے منسوخ ہونا کہتے ہین وہ درحقیقت منسوخ ہونا نہین ہے بلکہ وہ صرف تغیر ہیئت ادنی کا اعلی کیطرف ہے کیونکہ جس حالت مین معجزہ قوانین مقررہ کو بالعوض توڑنیکے اور زیادہ قایم کرتا ہے اور تقویت دیتا ہے تو یہہ اعتراض کہ وہ نسخ قوانین فطرت ہی خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ رہا یہہ امر کہ معجزہ کے یقینی جاننے سے گواہی کا باطل سمجھنا آسانتر ہے سو اسکے جواب مین یہہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ معجزات کسی عام شہادت سے ثابت نہین ہوے بلکہ خاص طرح کی شہادت سے ہم خود کہتے ہین کہ ممکن ہے کہ بعض گواہی غلط ہو لیکن یہہ نہین ہو سکتا کہ ہر طرح کی گواہی یک قلم غلط ہو کیونکہ بعض قسم کی گواہیان ایسی بہی ہین کہ غلطی و فریب سے بالکل خالی ہین یہانتک کہ ہم کہہ سکتے ہین کہ یہہ امر اُنمیں ممکن نہین+۔

نمبر ۲

نیچر اور اسلام

اتنایل صاحب بہادر نے یہہ بہی دعوی کیا ہے کہ اسلام نیچر ہے اور نیچر اسلام اسمین دو وجہہ سے بحث ہے اول یہہ کہ نیچر کوئی چیز مشخص و منضبط جسمین تغیر واقع نہو نہین ہے اور اس کا کوئی عام رول و کلی قانون نہین ہے پہر وہ اسلام یا اور مذہب حق جس کا انضباط و پایدار ہونا ضروری و مسلم ہے کیونکر ہو سکتا ہے حکما انگلستان سے بعض لوگون نے کہا ہے

+ اس سے مراد وہ شہادت ہے جو متواتر سے ثابت ہوا سکا یقینی اور صادق ہونا مطالب عالیہ وجوہ کتب کلام میں [illegible]

مضمون محقق الہ آبادی

اسلام نیچر نہین نیچر اسلام نہین

آنریبل سید احمد خانصاحب بہادر سی ایس آئی نے تہذیب الاخلاق مطبوعہ ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں ثابت کرنا چاہا ہے کہ اسلام فطرت ہی اور فطرت اسلام ہے۔ اس مضمون کے لکہنے سے آپنے خود بہی دہوکہا کہایا اور دون کو بہی دیا۔ ہم آپ کی خاطر سے اس آرٹیکل کے بابت قولاً قولاً بحث کرتے ہین تاکہ اُن کو اور دوسرے ناظرین کو فایدہ ہو **قولہ** اگر نیچری ہوئین نیچر اسکے اور کچہ نہین ہے کہ موجودات عالم اور انکے باہمی تعلقات پر اور اُن تعلقات سے جو نتایج حقہ† پیدا ہوتے ہین الخ۔ **اقول** خدا کی حکمتون اور قدرتون کو غور کی نظر سے دیکہنا اور اُن سے خدا کے وجود پر استدلال کرنا بیشک مناسب ہے ضروری ہے اس سے کسیکو انکار نہین لاکن اس سے یہہ ثابت نہین ہوتا کہ ہم اپنے آپ کو نیچری کے نام سے موسوم کرین خدا نے قرآن مجید مین اپنی قدرتون اور حکمتون پر غور کرنیکو کہا ہے اور عقل بہی اُسکو مستحسن خیال کرتی ہے مگر انہی قدرتون کو ایک دین اور مذہب قرار دینا کم فہمی ہے کیا اگر کوئی بادشاہ کسی اپنے غلام کو حکم دے کہ تو میری

---

† اس قول کا تتمہ یہہ ہی ’’ان پر غور کیجاوے اور انکی دلالت اور ہدایت سے انکے صانع کا یقین کیاجاوے کیونکہ موجودات کی صنعت اسکی صانع پر دلالت کرتی ہے اور جس قدر زیادہ اور کامل علم صنائع کا ہوتا ہے اُسیقدر صانع کی معرفت کامل ہوتی ہے توشرع میں نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔ خدا نے قرآن مجید مین فرمایا ہے کہ ’’اولم ینظروا فی ملکوت السموٰت والارض وما خلق اللّٰہ من شیئ‘‘۔ اس آیت سے صاف نیچری ہونیکا حکم پایا جاتا ہے۔ پہر خدا تعالی نے ابراہیم کی نیچری ہونیکی بزرگی کو بتایا ہے جہان فرمایا۔ ’’وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت والارض‘‘ پہر اس نیچری ہونیکی بزرگی کے بیان ہی پر بس نہین کیا بلکہ اسکا حکم بہی دیا جہان یون فرمایا کہ ’’افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت والی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت‘‘ پہر ایک جگہہ فرمایا ’’الذین یتفکرون فی خلق السموٰت والارض‘‘ علاوہ اسکے اس قسم کی بہت آیتین ہین جنمین نیچری ہونیکی ہدایت ہے۔

’’نیچر‘‘ جسکو خدا نے فطرت کہا اسلام کا دوسرا نام ہے۔ —

(اڈیٹر اشاعۃ السنۃ)

بزرگی اور بڑائی کو میری خدم و حشم اور اسباب سے قرین کیا کر تو تمام پر لازم ہے کہ اُن خدم و حشم
اور اسباب کو بادشاہ کے سارے احکام اور اصولوں کا مصدر اور منبع قرار دے افسوس ہے کہ
سید صاحب نے لفظ فطرت سے نیچری بنانا تو سیکھ لیا مگر اور کئی ایک صریح آیات اور نصوص سے منکر ہوئے
حشر اجساد اور دوزخ و بہشت وغیرہ کی بابت صدہا آیتیں صادر ہو چکی ہیں اُن سے برابر [illegible] اور
انکار ہے خداوند کریم جو لوگوں کو اپنی صنایع اور حکم کے دیکھنے کیطرف توجہ دلاتا ہے اُس سے صرف اتنا
ہی منشا ہے کہ انکو دیکھکر میری بزرگی اور حکمت اور قدرت کے قایل ہو نہ یہ کہ انکو مصدر احکام الہی اور
منبع اصول مذہبی سمجھو فطرت کسی وجہ سے مرادف اسلام نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر ایک شے کی فطرت دوسری
شے سے الگ اور جُدا ہے اور اسلام اپنے اصولوں اور احکام میں ایک ہی صورت اور سیدھی راہ پر قایم اور ثابت
غور سے معلوم ہوتا ہے کہ فطرت عموماً دو قسم پر منقسم ہے عامہ اور خاصہ عامہ فطرت ہے جو ہر ایک
نوع میں بالعموم پائی جاتی ہے جیسے انسانوں کا دو قدموں پر چلنا اور بہایم کا چار پاؤں پر۔ خاصہ فطرت ہے †
جو ہر ایک فرد کے ساتھ مختص ہے مسکابی حیثیت کے قول کے بموجب فطرت عوارضات کی حدوث اور لحوق
سے بدل بھی جاتی ہے جیسے درخت رنگترہ کی فطرت تو یہ ہے کہ اُس سے رنگترہ ہی پیدا ہو مگر میٹھا کا پیوند
کرنے سے میٹھے لگنے شروع ہو جاتے ہیں جب فطرت کوئی خاص اور مستحکم ‡ شے نہیں ہے بلکہ موجودات الہی کے خصایص
طبعی اور عوارضات قدرتی کا نام ہے تو اسکو اسلام کا مرادف بنانا ایک کمزور خیال ہے سید احمد صاحب
آیہ کریمہ فانظر الی الجبل اپنے الہام اور اسلام کو نیچری ثابت کرتے ہیں صاحبو اگر خدا کی موجودات
دین اسلام کے مرادف ہوتی اور پہاڑ دین محمدی کے اصولوں میں سے ایک دینی اصول قرار دیا جاتا تو
اس آیت کی تنزیل کی کیا ضرورت تھی لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا
من خشیة الله یعنی خدا فرماتا ہے کہ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ خوف الہی سے لرزہ

† اسکی تفصیل اتنی محقق بہاری کے مضمون نیچر کے ذیل میں ہے ۔ اڈیٹر۔

‡ راقم نے اس بات کو بڑے زور سے تہذیب الاخلاق سمبر دہم جلد دوم میں ثابت کیا ہے جسکا جواب
آجتک طرف ثانی نے نہیں دیا اور کوئی امید و سکتے ہے ۔ اڈیٹر۔

کہا جاتی جب خیال جنکو سید احمد صاحب نیچر اور قرآن اور اسلام قرار دیتے ہین قرآن اور اسلام تھے
تو پھر یہ آیت جس سے صاف طور پر نیچر اور قرآن مین تمیز ہوتی ہے کیون نازل ہوتی پہاڑ تو قرآن
اور اسلام کا مرادف تھا اسکو خشیت سے کیا علاقہ اگر سید احمد صاحب کے اقوال کو صحیح مانا جاوے تو
اِس آیت کے یہ معنی ہونگے اگر قرآن قرآن پر نازل کیا جاتا تو قرآن خشیت الٰہی سے کانپ جاتا کیا کوئی دانا
آدمی ان معنون کو صحیح خیال کریگا ہرگز نہین - اگر ہم سید احمد صاحب کے بھروسہ پر اس امر کو مان بھی لیں
کہ اسلام نیچر کا مرادف ہے تب بھی بڑے بڑے ادق اور لاحل اعتراضات اور خدشات سے پیچھا نہیں
چھوٹتا - فرض کرو کہ اسلام فطرت کا مرادف ہے اور فطرت ہر ایک شے کو حاصل ہے اور وہی فطرت
اسلام ہے - اس سے قرآن کا نزول اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو بٹہ لگتا ہے اس وجہ سے
کہ جب ہر ایک شخص بجائے خود فطرت کی ہونیسے مسلمان ہے تو پھر قرآن کے نزول اور نبیون کی بعثت
کی کیا ضرورت تھی کسواسطے کہ آپکے قول کے بموجب ہر ایک شخص کو فطرت حاصل ہے اور وہی فطرت اسلام ہے
قرآن کے نزول اور بعثت آنحضرت سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے وہذا خلف - دوسرا یہہ کہ ہر ایک
شخص دینی امتیاز کرکے نیکی طرف راغب ہے چاہتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کے تحقیقات کو وزن کرکے بنیاد
بنے جب لوگون کی فطرت مین مذہب و دین داخل تھا تو پھر ایک انسان باوجود اس فطرتی خاصہ کے
موجودگی کے دوسرون کی طرف کیون دوڑتا ہے لازم تو یہہ تھا کہ اپنی فطرت سے مدد لیکر نجات کا
طالب ہوتا مگر اسکی الٹی پٹی جم جاتی ہے نہ تو اسکو فطرت اس اضطراب کیوقت پہاڑ و بخلاف رغبت
دلاتی ہے اور نہ چاند سورج کیطرف سیدھا بزرگون اور نبیون کیطرف ہی چلتا ہے - اگر سید صاحب یہ کہتے
کہ انسان فطرت کی تقاضات لیک قانون الٰہی اور اقتدا نبی کا محتاج ہے تو شاید بن پڑتی - اسلام کے
اصول اور احکام مشخص اور حل شدہ ہین انمین کسی قسم کا نقص اور کمزوری نہین پائی جاتی - فطرت جس سے
اسلام کو نسبت دیجاتی ہے مجہول الکیف ہے کسی حکیم اور نیچری نے آجتک باوجود شب و روز کی کوششون
اور محنتون کے حقایق الاشیا اور دقایق فطرت کو معلوم ہی نہین کیا حکیم ہاربرٹ سپنسر اور ارسطو وغیرہ
کا قول ہے کہ حقایق الاشیا کا حیطہ قدرت مین آنا ہے ناممکن اور محال ہے اس دلیل سے کہ حضرت جل جلالہ

کی حکمتیں استعداد میں دن بدن ترقی کرتی جاتی ہیں اور انسانوں کی عقلیں بشریت کے تقاضا
سے اُس پر حاوی اور محیط نہیں ہو سکتیں کارلائل صاحب کہتے ہیں کہ جو شخص یہ دعوی کرے کہ میں حقایق الاشیا
پر محیط اور حاوی ہو گیا ہوں یا کسی وقت میں ہو جاؤنگا میں اُسکو پاگل اور مجنون سمجھتا ہوں ۔ وہی
صاحب فرماتے ہیں کہ گو میں بھی علم ہیئت کا قائل ہوں مگر سچ یہ ہے کہ اجرام سماوی کی بابت جو ہزاروں
برس تک تحقیقات کی گئی ہے اُس سے اضطراب اور تذبذب کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ ایک حکیم
کچھ کہتا ہے اور ایک کچھ۔ فلاسفر اور حکیموں کا اختلاف ہی شاہد ہے کہ آج تک کسی فلاسفر اور حکیم کو حقایق الاشیا
کے ادراک کی ڈگری حاصل نہیں ہوئی سب کے سب مضطرب اور متحیر ہیں البتہ الہام اور اسلام کی ان امور
کی بات سیدھی طور پر یقینی ہو جاتی ہے حشر اجساد کی بابت فلاسفروں نے تنگ آکر انکار ہی کر دیا افسوس
اس بات پر دھیان نہ کیا کہ جس نے پہلے نابود سے موجودات کو بود کیا کیا وہ پھر پیدا نہ کر سکیگا۔ جب
فطرت کامل طور پر معلوم نہیں اور اسکو کوئی شخص ایک حالت میں محاط اور محصور نہیں کر سکتا تو اسلام کو
اُس سے مقارن اور مرادف کہنا زور آوری نہیں تو اور کیا ہے اسلام کے پورا اور کامل کرنیکے بابت
حضرت رب الافواج قرآن مجید میں صاف طور پر فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم
نعمتی الخ اگر اسلام قانون قدرت کا مرادف ہوتا تو ضرور یہ حصہ یعنی تکمیل اور اتمام اسکو بھی ملجاتا اگر ہے یا
تو کوسوں کا فرق ہے **قولہ** اسلام ایسا سیدھا مذہب ہے† الخ۔ **اقول** اسمیں کچھ شک نہیں کہ
اسلام سارے مذاہب اور ادیان سے صاف اور سیدھا ہے مگر سید صاحب کا یہ بڑا بول بولنا کہ معروف ہے

† تتمہ اس قول کا یہ ہے کہ لامذہبی بھی جو لوگوں نے اپنے خیال میں سمجھ رکھی ہو درحقیقت اسلام ہی کا ایک نام ہے عدم محض
کا تو وجود ہی نہیں پس لامذہب بھی کوئی مذہب رکھتا ہوگا اور وہی اسلام ہے۔ مذہب انسان رسوم اور قیود کو منسوب ہوتا ہے
جسے ہر ایک مذہب مقید و ممیز ہے۔ ان قیود و امتیازات کو ہم لامذہبی کہی جاتی ہے۔ پھر اگر تمام جہان کے
مذاہب کی ان قیود و امتیازات کو جسے ایک مذہب دوسرے سے ممیز ہوا ہے نکال ڈالو تو بھی کوئی ایسی چیز باقی رہیگی جو تمام
میں ہوگی یعنی اسکی تخصیص مذاہب سے درست ہوگی اور وہی لامذہبی ہوگی اور وہی اسلام ہے اور وہی عین نیچر اور
عین فطرت ہے"۔ ایڈیٹر

یہی اسلام ہے اور لامذہبوں کا جو طریقہ ہے وہی اسلام ہے کمال خوشی یہی امر دلالت کرتا ہے مین نہین جانتا
کہ سید صاحب نے لامذہبی کو کیا خیال کر رکھا ہے اسمین کچھ شک نہین کہ ہر ایک اصول اور طریقہ کا واضع اور بانی ہی
اپنے اصولون اور طریقون کی علامتون کو بیان کرسکتا ہے جناب من لامذہبی تو اس طریقہ کا نام ہے جسمین رسل
و نبی و کتاب و فرائض و سنن کو قطعاً جھوٹا و لغو خیال کیا جاوے۔ حلال و حرام مین مطلقاً فرق اور تمیز نہ کیجاوے
اگر حضور کو اشتباہ ہو تو جان کلارک لامذہب کے خیالات دیکھ لین۔ یہ تو لامذہبی ہوئی اب اسلام کو دیکھیے
کہ وہ کس طریق اور اصول کا نام ہے بانی اسلام سے جب اسلام کی بابت سوال کیا گیا تو جواب مین کہا گیا کہ۔
(الاسلام ان تشہد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وتقیم الصلوة وتؤتی الزکوة وتصوم رمضان وتحج البیت
ان استطعت الیه سبیلا والایمان ان تؤمن بالله وملائکته وکتبه ورسله والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیره
وشره متفق علیه) نصوص قرآنیہ اور آیات کلام الہی بھی انہین باتون اور عملون کو اسلام سے موسوم کرتی ہین
چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (ویقیمون الصلوة ویؤتون الزکوة) ایک اور سورت مین مسلمانون اور مومنون کی ایک
خاص نشانی اور علامت بیان کی گئی ہے ارشاد فیض بنیاد ہوتا ہے (کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون
بالمعروف وتنهون عن المنکر) اسی آیت کریمہ کے موافق حضرت نے ارشاد فرمایا ہے (لا یزال من امتی
امة قائمة بامر الله) اور کئی آیت کریمہ اور حدیث شریف مین حضرت جل جلالہ اور اسکے حبیب نے اسلام کے علامات
اور خواص کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے وابستہ کر دیا جب قرآن اور بانی اسلام کے ارشاد فیض بنیاد سے
اسلام مین اوامر اور نواہی کی قیود کا پایا جانا ثابت ہوگیا تو لامذہبی سے نسبت دینا بڑی بے ادبی اور
تحقیر ہے توبہ توبہ کجا اسلام اور کجا لامذہب **مصرعہ** چہ نسبت خاک را با عالم پاک + اگر سید صاحب بانی اسلام
اور نصوص قرآنیہ کی شہادت سے اسلام کو عبادات اور ضروری اوامر و نواہی سے جنکو لامذہب عموماً وضعی جھوٹا
خیال کرتے ہین معرا ثابت کر دیتے تو موافقت آجاتی۔ مگر جب اسلام نصوص قرآنیہ اور بانی اسلام کی
شہادتون سے مربوط بالاوامر والنواہی والعبادات ہے تو پھر اسکا لامذہبی سے مشابہت دینا ایک ہٹ دھرمی
نہین تو اور کیا ہے۔ **قولہ** اسلام کے اصلی اصولون کے موافق وہ شخص جو نہ کسی نبی کو مانتا ہو نہ کسی
اوتار کو نہ کسی کتاب الہامی کو اور نہ کسی حکم کو جو مذاہب مین فرض و واجب سے تعبیر کرے

گئے ہین† الخ **اقول** سید صاحب اس قول مین تو ساری کتابون اور انبیا علیہم السلام سے انکار ہی
کر دیا ہے مگر اپنے قول کو دلی اوہام اور وساوس کی مدد سے ہی تقویت دیکر قرآن کو ساتھ لیا اور نہ حدیث کو
نہ توریت کو نہ انجیل کو نعوذ باللہ سید احمد کے خیالات کی رو سے ایسا شخص جو الہامی کتابون اور اسکے مرسلین
کو نہ مانتا ہو مسلمان ہے۔ بانی اسلام اور قرآن تو گواہی دے کہ ایسا شخص کافر بلکہ اکفر ہے اور ہمارے سید صاحب
اسکو مسلمان قرار دین عقل کا پھیر یا بدفہمی اسیکو کہتے ہین **قرآن مجید** مین حضرت جل جلالہ نے صاف طور پر
فرمادیا ہے کہ جو شخص میری کتابون اور رسولون کو نہین مانتا کافر ہے چنانچہ سورۃ النساء رکوع ۲۱ مین
ارشاد ہوتا ہے ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن
ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولئک هم الکفرون حقا **ترجمہ**
تحقیق جو لوگ منکر ہین اللہ سے اور اسکے رسولوں سے اور چاہتے ہین کہ اللہ اور اسکے رسولون مین فرق
ڈالین اور کہتے ہین کہ ہم مانتے ہین بعضون کو اور بعضون کو نہین مانتے اور چاہتے ہین کہ نکالین ایک راہ
اسکے بیچ مین سے یہی لوگ کافر ہین سچ مچ۔ اے ناظرین ذرا تمکین فرما کر غور اور انصاف سے اس آیت کریمہ
کو پڑھیے اللہ فرماتا ہے کہ جو لوگ میری اور میرے رسولون مین سے انکار کرکے اور راستہ نکالین گے
وہ سچ مچ کافر ہین۔ سید احمد صاحب اس آیت کے بموجب چاہتے ہین کہ رسولون اور الہامی کتابون سے

---

† اس قول کا تتمہ یہ ہے۔ اور صرف خدا واحد پر یقین رکھتا ہو گو کہ وہ حسب ذیل نہین رد رستی ہی ہین تو عیسائی ہی نہین بلکہ
ہی نہین محمدی ہی نہین پھر کون ہی مسلمان گو کہ ایسے شخص کے محمدی ہونے سے انکار کیا اگر اسکا محمدی ہونا ایسا ہی لازم ہے
جیسا کہ اسکا مسلمان ہونا کیونکہ انہین کے بدولت وہ مسلمان کہلایا ہے پس وہی حقیقت محمدی ہے پر نا شکر محمدی ہے
زمانہ مین بعض فرقے ہین جو غالبا توحید باری پر کامل یقین رکھتے ہین اگر کہو کہ وہ کافر ہین تو غلط ہے کیونکہ کافر تو
نجات نہین پائیگا مگر موحد سے تو خدا نے نجات کا وعدہ کیا ہے جیسا فرمایا ہے وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا
او نصاری تلک امانیهم قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف
علیهم ولا هم یحزنون سورہ الم بقر آیت ۱۱۱-۱۱۲ اور پھر ایک جگہ فرمایا ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر
ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک بالله فقد افترى اثما عظیما سورۃ النساء آیت ۴۸ اور محمد رسول اللہ صلعم
نے فرمایا من شهد ان لا اله الا الله مستیقنا بها قلبه فدخل الجنة پس جو شخص اس کلمہ پر یقین رکھتا ہو وہ باشبہ
مسلمان و محمدی ہے۔ — اڈیٹر۔

منکر ہو کر ایک اور راستہ پیدا کرین سیاست نیچریون پنجہ سیچیان ہے گویا نیچریون کے حق مین پیشگوئی
ہے کہ وہ ماورائے اسلام ایک اور راستہ نکالین گے افسوس خدا تو رسولون کے منکرین کو کافر بتاوے
اور حضرت سید احمد صاحب مسلمان - پہر سورہ نسا در رکوع ۲۰ مین ارشاد ہوا ہے یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ
والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ والیوم الآخر
فقد ضل ضلالا بعیدا - یعنی اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے
اتاری پہلے اور جو کوئی منکر ہوا اللہ سے اور اسکے فرشتون سے اور اسکی کتابون سے اور اسکے رسولون سے
اور آخر روز سے پس بالتحقیق وہ دور کی گمراہی مین پڑا - بیضاوی یون کہتا ہے امنوا باللہ ورسولہ
والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل اثبتوا علی الایمان بذلک وداوموا علیہ وآمنوا
بہ بقلوبکم کما امنتم بالسنتکم وامنوا ایمانا عاما یعم الکتب والرسل فان الایمان بالبعض کلا ایمان -
اس آیت مین بہی خداوند کریم نے منکران مرسلین اور کتب الہامی کو کافر اور گمراہ کہا ہے اور ایک اصل
قایم کردیا ہے کہ اگر کوئی شخص کتاب اور رسول کو نہ مانیگا تو اسکو گمراہون اور کافرون مین محسوب کیا جاویگا
سید احمد صاحب فرماتے ہین کہ علماء کے اصولون کو ہم نہ مانین گے اچہا نہ مانین ان نصوص کو تو قبول
کرین - دیکہو صاحبو قرآن مجید تو منکرین کتب اور مرسلین کو بصدائے بلند گمراہ اور کافر کہہ رہا ہے اور
ہمارے سید صاحب خمر نیچریت کے نشہ مین سرمست ہوکر مسلمان بنا رہے ہین ھذا بہتان عظیم افسوس
سید صاحب کو نیچری ذہن نے اس قدر ناچار کردیا ہے کہ صریح نصوص اور آیات کا بہی خیال نہین ہوتا کوئی ہے
کہ ہمارے سید احمد صاحب کو ہوش مین لاوے اور کہے کہ علماء کے اصول اور قول تو درکنار آپ تو
قرآن سے ہی منکر ہوئے جاتے ہین - سورہ انعام کے رکوع ۱۹ مین ارشاد ہے وھذا کتاب انزلنہ
مبارک فاتبعوہ واتقوا لعلکم ترحمون یعنی یہہ کتاب مبارک ہمنے نازل کی پس اسکی تابعداری کرو اور
خدا سے ڈرو شاید کہ تم رحم کئے جاؤ - سورہ بقرہ رکوع ۱۴ مین ہے الذین اتینہم الکتب یتلونہ حق
تلاوتہ اولئک یومنون بہ ومن یکفر بہ فاولئک ھم الخسرون ٭ ایک دوسری آیت مین یون
فرماتا ہے - اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ایک اور آیت مین کہا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ

فاتقد یحبیکم اللہ یہہ آیتیں پورے طور پر شاہد ہین کہ جو شخص خدا کی کتاب اور اسکے سولون کو نہ مانیگا قطعی گمراہ اور کافر ہوگا۔ مین نہین جانتا کہ سید احمد صاحب کی عقل اور فہم کو کیا ہوگیا قرآن مجید کو اپنے تحقیقات اور اقوال کے صریح منافی پاتے ہیں پھر اسی پر الٹے جاتے ہین۔ سید احمد صاحب نے آیت قالوا لن یدخل الجنۃ الخ جو نقل کی ہے اُس سے نفس دعوی کو کچھہ بھی علاقہ اور نسبت نہیں ہے ملا سلم سے ثابت نہین ہوتا کہ منکرین کتاب الہی اور مرسلین کافر نہین ہین جب خداوند کریم نے اسلام کی تعریف ہی یہہ کی ہے کہ اسکی کتاب اور رسولوں پر ایمان لانا تو اسکے مخالف کیونکر مراد لیجاوے اور پچھلی النفوس کی آیات کی سند سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام تصدیق کتب الہامیہ اور مرسلین کا نام ہے خدا نے اس آیت کریمہ میں لفظ من اسلم سے مراد لی ہے کہ جو شخص وجہ بقد مسلمان ہوا جسکی تعریف دوسری آیات مین بیان ہوئی ہے تو اُسپر کچھہ خوف اور اندیشہ نہین غدا تو اسلام سے تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ مراد لی اور ٹھہرا۔ سید احمد صاحب بیچ کے ذہن میں اور ہی پہلو پہ چلے جب خدا نے قرآن مین صدہا جگہہ صریح لسانیہ اور حضرت محمد مصطفے صلعم نے اپنی احادیث مین جو بموجب لاینطق عن الھوی درست اور صحیح ہیں اسلام کو تصدیق مرسلین اور کتب الہامیہ اور ہی فرائض سے وابستہ اور مربوط کیا تو ہم من اسلم سے سید صاحب کی مراد کو کس طرح پر سچا اور درست سمجھین ہان اگر خدا اسلام کو سید کے خیالات کے موافق قرار دیتا تو ضرور مان لیتے۔ اسی قول مین سید احمد صاحب نے آیت ان اللہ لا یغفر الخ اور حدیث نبوی من شہد ان لا الہ الا اللہ سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ جو شخص خدا کی کتاب اور رسولون سے منکر ہو وہ مسلمان ہے نعوذ باللہ منہا خدا جانے سید صاحب کی انصاف اور عقل کو کیا ہوگیا۔ شاید سید صاحب کے زعم مین شرک صرف گور پرستی اور عبادات اصنام ہی کا نام ہے جناب من شرک چار قسم پر ہے۔ شرک فی الذات۔ شرک فی الصفات۔ شرک فی العبادات۔ شرک فی الاحکام خدا کی کتاب اور اسکے رسولون کا نہ ماننا شرک فی الاحکام ہے جب خدا نے (جیسا کہ اوپر کی آیون مین گذرا) مسلمان صرف اسی طریق عمل کا نام رکھا ہے کہ اسکی کتابون اور رسولون کو مانا جاوے اور اُن پر حسب تعلیم عمل کیا صرف اور فرض خیال کیاجاوے تو اُن کے نہ ماننے اور اقرار کرنے سے شرک فی الاحکام لازم

آودیکا۔ خدا تو یہہ کہے رہا ہے کہ جو شخص رسولون مین سے کسی ایک کا بہی انکار کرے گا وہ گمراہ اور کافر ہوگا اور ہمارے سید صاحب اسکو خاصہ مسلمان بنا رہے ہین اس سے بڑہکر اور کیا شرک ہوگا کہ خدا کی پاک کتابون اور مقدس رسولون کو نہ مانا جاوے اور مثل ملحدون اور لامذہبون کی طرح عزیز زندگی کو برباد اور رائگان کیا جاوے۔ حدیث من شہد کے یہہ معنی نہین ہین کہ لوگ وجود باجود حضرت محمد رسول اللہ سے منکر ہوجاوین اور اسلام صرف لا الہ الا اللہ ہی اقرار دین مستقیم کی مضبوط قید اور شرط اس امر کو ظاہر کرتی ہے کہ خدا کی پاک کتابون اور رسولون کا ماننا بہی لازم اور فرض ہے خدا کی ذات فیض آیات کو وہی شخص بالاستیقان تسلیم کریگا کہ جو اسکے ضروری احکام اور واجبی آداب کو بہی قبول کرے خدا کے سارے حکمون اور فرضون کو (جو بالایضاح والتصریحۃ قرآن مین بیان کئے گئے ہین اور انہین کو ایمان اور اسلام کہا گیا ہے) چہوڑ دینا اور پہر اس امر کا مدعی ہونا کہ مین خدا پرست ہون اپنے مونہہ سے میان مٹہو بننا ہے یہہ عجیب خدا پرستی ہے خدا کے حکمون اور فرضون کو تو چہوڑا اور بنا دٹی جانا اور خدا پرستی کا دعوی کرنا ان دنون مین جبکہ ہمارے سید صاحب گورنمنٹ کی طرف سے ملازمون کے معزز جماعت مین منصب ہوتے تہے اگر اپنی کوٹھی مین ہی بغیر کسی کام کرنیکے بیٹھے رہتے تو یقیناً چار ہی دن مین گہر کو راہ لیتی سید صاحب اسیواسطے اتنی مدت ملازم رہے کہ گورنمنٹ کے اصولون اور احکام پر چلتے رہے خدا کے ضروری حکمون کو تو نہ ماننا اور دعوی کرنا کہ مین خدا پرست ہون ایک نئی بات ہے۔ کسی کا ماننا نہ ماننا اسیوقت ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسکے حکمون کو مانا یا نہ مانا جاوے کیا نافرمان غلام صرف اپنے آقا کے نام ہی لینے سے بلا کسی قسم کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اقبال الاحکام کے فرمان بردار اور سچا غلام قرار دیا جا سکتا ہے ہرگز نہین ہے خشک ابر یکہ بود ز آب تہی ÷ نایدازوے صفت آبدہی ÷ جب قرآن مین صاف طور پر آگیا کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ تو پہر ہم کس طرح خدا کے رسولون سے انکار کرین آنحضرت کے قول کے صرف یہی معنی ہین کہ بالاستیقان خدا کے احکام مندرجہ قرآن کو جنمین تصدیق مرسلین بہی تسلیم منب الہامیہ بہی داخل ہین مانو اور انہین کے بموجب عملدرآمد کرو۔ قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ

خدا نے نبیون کے ماننے کو بہی کفر اور موجب دخول دوزخ قرار دیا ہے۔ جو منکرون اور کافرون کی
سزا ہے چنانچہ فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا۔ منکر رسالت کو بہی
قرآن مین مشرک سے تعبیر کیا گیا ارشاد ہوتا ہے وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون جب منکرین
رسالت بہی مشرک اور کافر قرار پا چکے مین تو انکو مسلمان ومحمدی قرار دینا قرآن اور رسول کا خلاف
کرنا ہے چونکہ حضرت کی حدیث من شہد اور اسکے احکام الہی بالاستیقان سے متعلق تہی اسیواسطے آنحضرت
نے دوسری حدیثون مین اقرار رسالت کی بابت تاکید مزید فرمائی ہے ما من احد یشہد ان لا الہ
الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار۔ صحیح بخاری مین ابو ہریرہ سے
مروی ہے والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ اور ترمذی
مین ہے عن عبد المطلب انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذاق طعم الایمان من رضی
باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ ان حدیثون سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
تصدیق رسالت کو ایمان اور اسلام کی جزو اعظم خیال کرتے ہین اسیواسطے خدا نے قرآن میں
منکران رسالت آنحضرت کو خلود فی النار کا خوف دلایا ہے اور انکو کافر قرار دیا ہے۔ افسوس حدیث
من شہد کی لفظ بالاستیقان اور لفظ لا الہ الا اللہ نے سید کی طبیعت کو خراب کر دیا اگر ذرا غور کرتے تو
پا جاتے۔ وہی شخص خدا کو بالاستیقان مانیگا کہ جو اسکے سارے حکمون اور اوامر ونواہی پر دل سے
اعتبار کریگا تسلیم اور اقرار بالاستیقان کی تعریف ہی یہی ہے کہ دل سے خدا کی کتاب اور اس کے
رسولون اور بزرگون اور احکام وفرایض کو مانا جاوے اور اسکے ہر ایک حکم کو سچا اور مصئون
عن الاغلاط اور مامون عن الاسقام سمجھا جاوے رسولون کو قانون اور احکام اور کتاب اسیواسطے
دیجاتی ہے کہ ان کے متبعین ان پر چلین اور انکو اپنا قانون اور اصول قرار دیں اگر تنزیل کتاب الہیہ
سے یہ غرض اور مدعا نہ تہا تو ان کا نزول عبث ٹہرتا ہے تعزیرات ہند جسکو سید صاحب بہی برسون استعمال
مین لا چکے ہین اور جسکی رو سے بیسیون مجرمون کو جیل مین بہیج چکے ہین عمل ہی کیواسطے ہے اگر عمل کیواسطے
۔ہوتی تو لوگون کو اسکے قوانین اور قواعد کے اعراض اور انحراف سے سزا نہ ملتی۔ ہر ایک شی کے

رایج کرنے اور اشاعت سے کچھہ کچھہ غایت ہوتی ہے بعثت انبیا علیہم السلام اور تنزل قوانین الہی سے یہہ غرض اور منشا ہے کہ مخلوق انپر چلے اور نجات ابدی کے وارث اسکا کے بنے - توریت اور انجیل مین بہی ایماندار اسیکو کہا جاتا ہے جو خدا کی کتابون اور رسولون پر یقین رکہے اور انپر عمل کرے - قرآن مین تو کہلے طور پر تاکید کی گئی ہے ارشاد ہوتا ہے یاایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا (سورہ نساء رکوع ۲۰) جب آنحضرت مبعوث ہوئے اور قرآن کی تعلیمات کے اشتہار اور انتشار کو زور تہا تو اسوقت مین اکثر عرب اور غیر ملکون کے یہودی موحد تہے بلکہ انبیا علیہم السلام کو بہی بجز حضرت مسیح علیہ السلام کے مانتے تہے اگر حضرت کا بہی منشا اور مدعا یہہ تہا کہ لوگ صرف اقرار توحید بلا استیقان تام کے جسمین خدا کی کتابون اور رسولون کا ماننا بہی لازم آتا ہے مسلمان اور محمدی ہو سکتے ہین تو اُن کو کیون گمراہ اور کافر کہا گیا ہزارون برس تک تصدیق رسالت کی بابت ہی مباحثات ہوتی رہی اگر تصدیق رسالت کا مسئلہ درمیان مین نہ ہوتا تو ایک ہی آن مین عرب اور دوسرے ملکون کے تمام یہودی اور یونی ٹیرین وغیرہ جو موحد اور خدا پرست تہے مسلمان اور مومن بنجاتے ہزارون یہودی صرف مسئلہ رسالت کی بابت ہی حضرت سے متنفر اور کشیدہ خاطر ہو گئے اُس نازک وقت مین آنحضرت کا اِس مسئلہ کو رائج نہ کرنا صریحاً اِس امر پر دال ہے کہ حضرت منکران رسالت کو کافر اور گمراہ خیال کرتے تہے حدیث من شہد کی اعلان سے جو حضرت عمرؓ نے صحابی کو منع کیا اُسکا یہی باعث ہو کہ حضرت عمر کی دانست مین صحابی مُعلن نے استیقان کے معانی پر غور نہین کی تہی شاید اُس نے استیقان کے لفظ سے استیقان محدود و المحصور فی جزو لا الٰہ الا اللہ سمجہہ لیا ہوگا چونکہ اصل مین آنحضرت کی مراد اِس استیقان سے (جیسا کہ آن حضرت کی دوسری حدیثون سے ظاہر ہوتا ہے) استیقان کلی تہا یعنی خدا کے تمام حکمون کو با استیقان ماننا اسواسطے حضرت عمر نے اِس صحابی کی غلط فہمی کے باعث منع کیا فافہم - **قولہ** جن لوگون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا کے وجود کے بہی قائل نہین ہین مین تو اُن کو بہی[†] مسلمان جانتا ہون - **اقول** - آپ

† اِس خیال پر آپنے بیانیہ دلیل پیش کی ہو سولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً والیہ ترجعون -

بیشک انکو مسلمان جانمین قرآن اور بانی اسلام تو انکو کافرون اور مشرکون سے بھی خراب اور بدتر خیال کرتے مین آیت لہ اسلم من فی السموات والارض طوعا و کرھا پر یہ مین اور منکران خدا کا مسلمان قرار دینا سید صاحب کا ہی کام ہے کیون نہ ہو عربی اور انگریزی کے اعلی درجہ کے فاضل ہین اس سمجھ سے خوب ہی مسلم و فضل ظاہر ہو رہا ہے - آیت مین تو ذکر ہے کہ جو شخص طوعا و کرہا مسلمان ہوا آپنے اس سے منکران خدا کا مسئلہ کہان سے نکال لیا طوعا و کرہا اسلام کا قبول کرنا اور چیز ہے اور خدا کے وجود سے منکر ہونا اور شے - واہ خوب عقل ہے اب تہوڑے اور آگے چلکر فرماتے ہین کہ منکران خدا کا دل بلحاظ امر طبعی مصدق وجود خدا ہے کیا کہین بیان تو سید صاحب نے کمال ہی کر دکھایا منکرین کہے جاتے سب کہ ہم خدا کو مانتے اور جانتے ہی نہین اور سید صاحب انکو مصدق بناتے ہیں وہی بات ہوئی مدعی سست اور گواہ چست خدا تو قرآن مین اپنے نبی کی معرفت اس امر کو ظاہر کرے کہ اگر کوئی شخص نبیون اور مرسلین مین سے ایک نبی اور مرسل کو بھی نہ مانیگا تو مین اسکو دوزخ مین ڈالونگا اور سید صاحب اسکو جنتی بناتے ہین مصرعہ ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا ۔ اس قول کے آگے سید صاحب نے اپنے پرانے طریق کے موافق علمائے محمدیہ کی توہین اور فضلائے اسلامیہ کی تحقیر شروع کی ہے ہمارا منصب نہین کہ ہم بھی سید صاحب کی طرح جادہ تہذیب اور منصب آدمیت سے جدا ہو کر تمسخر اور ٹھٹھہ پر کمربستہ ہون ہمارا اس آیت پر عمل ہے ادع الی سبیل ربك بالحكمة الخ مبارک ہین وہ لوگ کہ جو ٹھٹھہ کرنیوالون اور برا کہنے والون کو برا نہین کہتے بلکہ صدق دل سے باوقات خمسہ دعا کرتے ہین کہ اے خدا انکو اسلام کے صاف اور سیدھے اور وسیع راستہ پر چلا تاکہ وہ بھی تیری رحمتون اور عنایتون مین شامل ہو کر مسرور اور بہرہ ور ہون - اللھم آمین -

راقم

نصیر الدین احمد حنفی -

مقام الہ آباد -

اشاعۃ السنۃ النبویۃ

علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ

نمبر دوازدہم — بابت ذی الحجہ سنہ ۹۸ھ مطابق دسمبر سنہ ۱۸۸۰ء — جلد سوم

معروضات

(۱) جن صاحبوں نے اشارات معروضہ سورق پرچہ ماہ نومبر کیطرف توجہ فرماکر زر باقیات مرحمت فرمایا ہے مہتمم انجمن ترقی کا دل سے شکرگذار ہے - اور بذکر مواضع سکونت اُن حضرات کے اس شکر کا اظہار کرتا ہے وہ مواضع یہ ہین - بہوپال (بلدۃ طیبہ ورب غفور) بدایون - بسرریہ جبلپور - حیدرآباد دکہن - دہلی - علی پور - گنڈہ جناب - مظفرگڈہ - مراد آباد مہدانوان (رضی اللہ عنہا بما یحب و یرضی) بقیہ حضرات (جنکی باقیات کی تعداد تین سو روپیہ کے قریب ہے جیسا نتیجۂ فہرست نمبر سابق سے معلوم ہو سکتا ہے) کی خدمات مین بڑے ادب سے ملتمس ہے کہ بے اعتنائی کو دور فرما دیں اور اس قدیمی خیال کو کہ ہمارے دو تین روپیہ نہ پہنچے تو وہان کیا حرج متصور ہے جو روپیہ بھیجنے والے کیا اور تہوڑے ہین جو غلط سمجہکر میری اس معروض سابق کو کہ جس جہہ ملے سے کارخانہ کا اس قدر روپیہ باہر ہو اسکا کام کیونکر چلسکتا ہے خیال مین لا دین - اور اگر اُن حضرات نے اپنے نام سے کے اشارات کو نہین سمجہا تو پہر کیا مین اُنکے اسماء گرامی پر تصریح کرون جو - اور اگر حساب دوستان در دل سمجہ لیے ہین تو پہر تصفیہ مین دیر کیا ہے جو بعض حضرات ایسے بہی ہین جنکی طرف بہیجنے فہرست ماہ نومبر مین اشارہ نہین کیا - وہ اپنا حساب خود سمجہ لین اور زر واجب الادا رسال کرین سال ختم ہوا اب پچھلے حساب کا فیصلہ ضروری ہے -

(۲) سررشتہ حساب دکتاب اشاعۃ السنۃ ابتدا مین بابو محی الدین صاحب ملازم دفتر انگریزی کے سپرد تہا اُنہون نے حسب عادت دفتر انگریزی مہینون کے مطابق خریداران سے قیمت کا لین دین رکہا - اسی انداز پر اب تک سلسلہ جاری ہے - مگر انگریزی مہینے شمسی ہین اور اسلامی سال و مہینے قمری - اور شمسی مہینے قمری مہینون کی نسبت متزاید ہوتے ہین - بنا بر علیہ تین سال مین سنہ عیسوی و ہجری مین ایک مہینے کا فرق ہو گیا ہے پس اگر

مطبع ریاض ہند امرتسر مین چہپا

خریداران اشاعۃ السنہ سلاء کے پرچے قمری مہینوں کے برابر لینا چاہتے ہیں تو سنہ کی بابت تیرہ مہینے کی قیمت ادا کریں اسطور کہ یا ہم شامل ترہ پرچہ نکالینگے۔ جو دو مہینے بین محرم وصفر کی بابت دو پرچہ شایع کرینگے یہ نہ ہوسکے تو جنوری میں صرف پرچہ صفر پر صبر کرین اور پرچہ محرم سنہ ہجری سے معافی دین۔ پھر اسکی جگہ نمبر دوازدہم میں محرم سنہ کا پرچہ لیں۔

(۳) اکثر مضامین اشاعۃ السنہ مین طول ہوتا ہے غالبا کوئی مضمون اسکا علیحدہ ختم نہیں ہوتا اس سے مقصد یہ قاعدہ **کل جدید لذیذ** کا حق کیبلا ہوگا مگر ہم اسمیں لاچار ہیں ہر چند اختصار کا قصد کرتے ہیں مگر مباحث اس قسم کے پیش آتے ہین کہ انمین اختصار سے حق کا اثبات نہین کر سکتے۔ جس مضمون کو شروع کرتے ہین پہلے تو اسکو یہی سمجھتے ہین کہ یہ ایک دو نمبرون میں ختم ہوگا مگر جب سلسلہ کلام اور مسایل مہمہ کی طرف چل نکلتا ہے تو قلم اختیار میں نہیں رہتا۔ ناظرین اس تطویل سے نہ گھبرائیں مضامین کی صورت وکیفیت بیان واستدلالات کو خیال میں لاویں یہ مضمون تفرقہ بین الاسلام سال آیندہ میں ختم ہوگا۔ پھر چاہے ناظرین اسکو بلحاظ مضامین جلد سوم کے ساتھ مجلد کرادین خواہ بلحاظ سنین جلد چہارم مین شامل رکہین۔

اشتہارات

(۱) شروع سنہ سے انشاء اللہ تعالی باہواری رسالہ اشاعۃ السنہ کے ساتھ ایک ضمیمہ چار ورقہ بھی نکالا کریگا جسکا دام اصل رسالہ سے چہارم حصہ لیا جاویگا حسب تفصیل مراتب و درجات مفصلہ اشتہار رسالہ یعنی درجہ اول کے خریداران سے کم ہر درجہ دوم ۴ر درجہ سوم سے ۶ر درجہ چہارم سے ۱ر درجہ پنجم سے وعام خریداران اشاعت سے اس ضمیمہ کا سطلب مقصد کا تفصیلی بیان تو اسکے ابتدا میں ہوگا۔ اس کا اجمال یہ ہے کہ اس ضمیمہ مین کتاب وسنت کے موافق مسایل اصول وفروع واعتقادیات وعملیات کا بیان قلم میں آویگا جسمین کسی خاص شخص کو مخاطب نہ کیا جایگا اور نہ کسی خاص غیر اسلامی کا رد ومقابلہ عمل میں آویگا جو صاحب اس ضمیمہ کی اشاعت کے شایق اور اسکے طالب ہون وہ فورًا اپنی درخواست ارسال کریں۔ اس ضمیمہ کے پرچے قریب قریب تعداد خریداران کے چھپینگے۔ پس جو صاحب خواستگار رہینگے تو وہ پرچہ نہ پاسکیں۔ یہ ضمیمہ بعض خریداران کے نام بلا درخواست بھی بھیجا جائیگا پہلی ضمیمہ اسکو بسبیل نمونہ رکہ لیں خریدار متصور ہونگے جو اسکو بغور دیکھ کر واپس کرینگے وہ مطالبہ قیمت سے بری رہینگے۔

۲- کتاب معیار الحق جواب تنویر الحق ایک مدت سے عنقا صفت ہو رہی تہی اب بعونہ تعالی دہلی مین حضرت شیخنا و شیخ الکل مولانا محمد نذیر حسین صاحب محدث کے تلامذہ کے اہتمام سے طبع ہوئی ہے قیمت اسکی عہ آنہ اور محصول ڈاک اور جو صاحب شایق ہون وہ مولانا ممدوح یا مولوی لطف حسین صاحب شاگرد مولانا صاحب سے بارسال قیمت طلب فرماوین ۔

۳- مطبع ریاض ہند امرتسر مین ایک رسالہ موسومہ (تحقیق الاسلام) طبع ہوا ہے جسمین توریت و انجیل سے نبوت محمدیہ کا ثبوت دیا ہے ۔ عام لوگون کے لئے برائے انعام یا اعلام عیسائیون کے یہہ رسالہ کافی ذریعہ ہے ۔ طرز بیان سنجیدہ کتابت عمدہ طبع پاکیزہ قیمت ۸ر محصول ڈاک ۱ر جو اسکے شایق ہون وہ شیخ نور احمد صاحب مہتمم مطبع ریاض ہند امرتسر سے طلب فرماوین ۔

مژدہ

ا- تہذیب الاخلاق وغیرہ تصانیف آنریبل صاحب بہادر کے جواب مین ایک اور رسالہ نکلا ہے جسکا نام سلسلہ پرچہ ہے اور لقب **خیر خواہ اسلام** ہے ۔ واقعی یہہ رسالہ اسم بامسمی ہے اور اسکے حرف حرف سے اسلام کی خیر خواہی جوش مار رہی ہے یہہ وہی رسالہ ہے جسکے اجرا کی ہمنے ضمیمہ نمبر ۸ مین تمنا ظاہر کی تہی اور مسلمانون کو ترغیب دلائی تہی ۔ اس کے مصنف وہی صاحب غیرت و عالی ہمت جناب مولوی سید لطف حسین صاحب ہین جنکا ذکر ہم اسی ضمیمہ مین کر چکے ہین اسکی قیمت بہی وہی قرار پائی ہے جو اس ضمیمہ مین بیان ہوئی ہے یعنی فی جزء ۲ر علاوہ محصول ڈاک کہ وہ آدہ آنہ سے زیادہ نہ ہوگا ۔ اسکا ایک پرچہ شایع ہوا جسمین مخاطب کے جملہ خیالات و عقاید کی اجمالی کیفیت بتا دی ہے اور انکی مبادی و مقاصد کی تفصیل کر دی ۔ عبارت ایسی ظریف اور طرز ایسی ظریف ہے کہ جو کوئی اُسکو پڑہیگا (دنیا کا کیسا ہی افسردہ ہو یا بخوف آخرت پژمردہ) ایک دفعہ تو ضرور ہی بے اختیار ہنس دیگا ۔ مسلمان عموماً و ناظرین رسالہ خصوصاً اس رسالہ کو خرید کرین اور علی الحساب کسی قدر روپیہ مطبع یوسفی دہلی مین پاس سید علی حسین صاحب مہتمم بہیجکر اس امر کے خواستگار ہون کہ جب کبہی یہہ رسالہ چہپے تو ان صاحبون کے پاس بہیجا جاوے ۔ پہر بعد انضباط وقت وہ حجم رسالہ کے اس کے حساب کا تصفیہ کیا جاوے ۔

نصیحت

مینے سُنا ہے کہ مولوی حبیب اللہ صاحب مقیم امرتسر جنہوں نے ہمارے اشتہار مسایل عشرہ کے جواب مین مشتہ میں قلم اٹھا کر دو دفعہ کی رد و بدل کے بعد ہاتھ سے رکھدیا تھا) ان دنون پھر اس اشتہار کے جواب مین خامہ فرسائی کر رہے ہیں اور اُسکی طبع و اشاعت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس ہم بنظر اصلاح فیما بین المسلمین بڑے ادب و اخلاص سے مولوی صاحب کو برادرانہ نصیحت کرتے ہین کہ مولوی صاحب ہمارے مقابلہ کا قصد نہ فرماوین اور اس بات کو خیال مین لاوین کہ ہم ایک مدت سے باہمی جنگ سے ہتیار ڈال چکے ہیں اور دوسری طرف متوجہ ہیں ایسے وقت مین برادران اسلام کو (جو فروعی مسایل مین ہم سے اختلاف رکھتے ہین) ہم سے نہ الجھین اور جس کام مین ہم لگ رہے ہین اُسی کام کے لئے ہمارے اوقات کو فارغ رہنے دیں۔

کیا مولوی صاحب یا اُن کے معاون و احباب اس بات کو پسند کرتے ہین کہ ہم اتفاقی اصول اسلام کی حمایت و اشاعت کو چھوڑ دین اور پھر اُن ہی قدیمی فروعی جھگڑوں میں پھر آمین و رفعیدین کے پیچھے پڑین کیا مولوی صاحب نے ہمارے مضمون اشاعت مذہب اسلام کو ملاحظہ نہین فرمایا اور اگر وہ ملاحظہ مین آیا ہے تو کیا اس سے آپ کو توافق نہین ہے۔

اگر مولوی صاحب کو اپنے علم و کمال کا اظہار یا حنفی مذہب کے مسایل کا اثبات و اشتہار مد نظر ہے تو اس امر کے لئے مجھے مخاطب کرنا کیا ضرور ہے آپ مجھے اور میرے اشتہار کو مخاطب نہ فرماوین بلکہ مستقل طور پر مسایل حنفی مذہب کی اشاعت مین جس قدر وسعت ہو صرف کر دیں اسکے رد و ابطال سے ہمکو تعرض نہ ہوگا اور انکا مقصود بلا مزاحمت ثابت ہوگا اور اگر انہون نے مجھے مخاطب کیا تو اسکے جواب میں (خواہ مین نہ بولا) میرا کوئی اور ہم مشرب ضرور بولیگا جس آساص کے خیال مین اب مین ہوں میرے بعض احباب اسکے فکر میں نہین ہین اور بلا استفسار واستمزاج میری کے میری نصرت کے لئے اور میرے مقابلین کے مقابلہ کے لئے حاضر ہیں۔ وہ ضرور مولوی صاحب کا جواب لکھینگے اور میری ایک نہ سُنین گے۔ آخر مولوی صاحب کو پہلے کیطرح سکوت اختیار کرنا پڑیگا اس سے یہی بہتر ہے کہ اب آپ میرے خطاب سے سکوت فرماویں اور بدوں میرے مخاطب کے جو جی میں آوے شوق سے ظاہر کریں

یہہ آیتہ وآیات سابقہ صاف ناطق ہین کہ وحی ایسی چیز ہے جسکے حاصل کرنیکے لئے آنحضرت اپنی طبیعت کو دل کو کان کو زبان کو بکمال استغراق نہ استعجال متوجہ فرماتے اور بخوف فوت ہوجانے یا خیال و سمجہ مین نہ آنے یا بدل جانے کے ایسکے پورے ہونے تک توقف و صبر نہ فرماتے۔

اس سے بشہادت مقدمہ ثانیہ ثابت ہوا کہ وحی آپ کا امر طبعی و داخلی نہ تہا بلکہ عارضی و خارجی تہا جو کسب و تعلم (گو ظاہری اسباب عادیہ سے نہ تہا) حاصل ہوا ہے۔

استدلال سوم۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں اُن احکام و اخبار کو جو آنحضرت کو بذریعہ وحی پہنچی ہین غیب کی طرف منسوب کیا ہے اور انکو انباء الغیب اور غیب سے تعبیر کیا ہے اور اُنکا مخرج حظیرۃ الغیب ٹہرایا ہے چنانچہ سورہ جن مین ارشاد ہے۔ خدا عالم الغیب (یعنی اُن چیزون کو جو بندون کے دل سے خیال سے طبیعت سے فکر سے غایب ہین جاننے والا) ہے وہ اپنے اس غیب پر کسیکو بجز پسندیدہ رسول کے مطلع نہین کرتا وہ اس رسول کے آگے اور پیچہے پہرا رکہتا ہے تاکہ وہ ظاہر جان کر رسولون نے (اسکے غیب پر مطلع ہو کر) ٹہیک ٹہیک خدا کے پیغام پہنچائے ہیں اور وہ سب باتون پر جو انکے پاس ہین احاطہ رکہتا ہے اور ہر چیز کو اسنے گن رکہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اس آیتہ کی یہہ تفسیر کی ہے کہ خدا تعالے نے غیب سے رسول پر وحی بہیجی ہے اور اپنے غیب سے اُن کو احکام وغیرہ جو کچہہ وحی کیا جاتا ہے یہہ اسکے سوا کسی کو نہین بتاتا ہے۔ اسلئے اسکو وحی کہا جاتا تہا۔

> عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربہم واحاط بما لدیہم واحصی کل شیٔ عددا (سورہ جن ۲۶)
>
> قال ابن عباس فی الآیۃ اعلم اللہ الرسول من الغیب الوحی واظہرہ علیہ بما اوحی الیہ من غیبہ وما یحکم اللہ فانہ لا یعلم ذلک غیرہ (لابن المنذر وابن مردویہ)

اور مفسرین (جیسے امام رازی شیخ ابو السعود صاحب جلالین وغیرہم) نے بہی یہی معنی آیتہ کے بیان کئے ہین شیخ ابو السعود نے فرمایا ہے وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کامل طور پر کسی کو اطلاع نہین کرتا مگر رسول کو جسکو باظہار و اطلاع بعض غیبی امور کے جو رسالت کے متعلق ہین پسند کر لیتا ہے اسلئے کہ وہ غیبی امور یا انکا علم رسالت کے اسباب و دلایل ہین جیسے معجزات

> عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا خبر مبتدأ محذوف ای ہو ای فلا یطلع علی غیبہ اطلاعا کاملا۔ الا من ارتضی من رسول ای رسولا

ارتضاه لاظهاره على بعض غيوبه المتعلقة برسالته
لما لكونه من مبادي رسالته بان يكون معجزة
دالة على صحتها واما لكونه من اركانها واحكامها
كعامة التكاليف الشرعية التي امر بها المكلفون وكيفيات
اعمالها واجزيتها المترتبة عليها في الآخرة وما تتوقف
هي عليه من احوال الآخرة التي من جملتها قيام الساعة
والبعث وغير ذلك من الامور الغيبية التي بيانها
من وظائف الرسالة واما ما لا يتعلق بها على احد
الوجهين من الغيوب التي من جملتها وقت قيام الساعة
ولا يظهر عليه احدا — رصدا حرسا من الملائكة
يحرسونه من تعرض الشياطين لما اظهره عليه
من الغيوب المتعلقة برسالته ليعلم ان قد ابلغوا رسالات
ربهم - متعلق بيسلك غاية له رسالات
ربهم عارية عن العيب الذي اريد اظهاره للمرتضى
عليه والضمير ابلغوا اما للرصد فالمعنى انه يسلكهم
من جميع جوانب المرتضى ليعلم ان الشان قد ابلغوا رسالات
ربهم سالمة عن الاختطاف والتخليط واما للمرتضى
والجمع باعتبار معنى من والمعنى ليعلم ان قد ابلغ الرسل
الموحى اليهم رسالات ربهم (تفسير ابو السعود مختصراً تفسير سورۃ جن)
ذلك من انباء الغيب نوحيه (آل عمران ع ۵) تلك من انباء الغيب
نوحيها (هود ع ۴) ذلك من انباء الغيب نوحيه (يوسف ع ۱۱)

جن سے رسالت کا ثبوت ملتا ہے یا وہ احکام و ارکان
رسالت ہیں جیسے اکثر شرعی امور جنکا امر وارد ہے۔
اور انکی کیفیات عملیہ اور جزائیں و سزائیں جو اُن
اعمال پر لگائی جاتی ہیں اور احوال آخرت جیسے قیامت
کا ہونا وغیرہ امور جنکی تسلیم پر تسلیم نبوت موقوف ہے
ایسی ہے اور غیبی امور جنکا بیان رسالت کے وظائف سے
ہے ولیکن جو امور غیبی رسالت کے متعلق نہیں ہیں جیسے
وقت قیامت وغیرہ اسپر خدا تعالی کسیکو مطلع نہیں کرتا
اور بوقت اظہار وحی مغیبات متعلقہ رسالت کے
وہ رسول کے آگے اور پیچھے ملائکہ کو چوکیدار بنا کر
بھیجتا ہے تاکہ اُن امور غیبی میں شیاطین کچھ ملا دیں
یہہ اہتمام پہرے چوکی کا اسلئے ہے کہ خدا تعالی بطور
مشاہدہ جان لے کہ خدا کے پیغامات جیسے مرسلہ
وحی مغیبات ہیں بلا مداخلت تلبیس ابلیس بعدہ
رسولوں کو پہنچ گئی ہیں۔
اور سورۃ آل عمران و ہود و یوسف وغیرہ میں جابجا
بہ نسبت اُن قصص و اخبار کے جو آنحضرت کو بذریعہ وحی
معلوم ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ یہہ غیب کی خبریں ہیں جنکو ہم
تیری طرف وحی کرتے ہیں۔
اس قسم کی آیات سے بشہادت مقدمہ بالا صاف ثابت
ہوتا ہے کہ وحی آنحضرت کا طبعی و داخلی امر نہیں ہے بلکہ

اسکا مخرج آنحضرت کی طبیعت یا ذات یا دل یا خیال نہین ہے جنکو آنحضرت سے کمال حضوری کی نسبت ہو انکی ایجادات ومقامات کو شہودی وحضوری کہنا واجب ہے۔

اور اگر وحی داخلی وطبعی یا سرچشمہ ہوتا اور جو کچھہ (اخبار واحکام) بذریعہ وحی آپ پہ کھلے ہین آنحضرت کے دل یا طبیعت ہی سے اُبلتے تو انکو غیبی ہرگز نہ کہا جاتا۔

افسوس آنریبل صاحب نے وحی والہام غیر انبیا، (کسی علم کے علما، یا کسی ہنر کے صناع) کو تو غیبی کہا چنانچہ نمبر ۹ مین بصفحہ ۵۹ء کلام جناب متضمن اس امر کا گذرا اگر وحی انبیا، کی نسبت آپ نے یہ اقبال ہو سکا بلکہ وحی انبیاء کو آپنے وحی علما کے مقابلہ مین صرف طبعی امر قرار دیا۔ اور ان آیات ودلایل سے آنکھہ کو بند کر لیا

استدلال چہارم

(جو بنسبت استدلال سابقہ بہت سہل وعام فہم وبہت واضح ہے اور اسکی صحت تمامتر سابقہ پر موقوف نہین ہے)

دین محمدی سے بداہتہ وتواتر امعلوم ہے اور قرآن وحدیث وسیر وتواریخ سے بخوبی ثابت ہو کہ جناب رسول اللہ صلعم نے اپنی عمر شریف کے چالیسوین سال کے اخیر مین دعوی بعثت ونبوت ونزول وحی کیا اور قرآن والحکام حلال وحرام کو کتاب اللہ واحکام الہی بتایا اس سے پہلے نہ آپ کتاب اللہ کو جانتے نہ ایمان کو حسب تفصیل وشرائط شرعیہ پہچانتے ۔ بد وشعور سے چالیسوین برس تک صدہا اقوال وافعال طبعی (متعلق معاشرت واخلاق) کا آپ سے صدور ہوا مگر کسی قول کو آپنے کلام خدا نہین فرمایا اور نہ کسی فعل کو فعل تعلیم یا حکم الہی بتایا باوجودیکہ آپکے اقوال وافعال حد کمال طبعی وعقلی کو پہونچ چکی تھی اور عقل کامل وطبع سالم کے مطابق وقوع مین آتے حتی کہ اس عقل وکمال کے سبب آپ مرجع خلایق تہے اور مقدمات ومعاملات ملکی واخلاقی مین فصل خصومت کیا کرتے لوگون مین ملقب بامین ملقب تھے اور حق گوئی مین شہرہ آفاق ۔ عام لوگ آپکی اقوال وافعال کو عقل وطبیعت انسانی کے موافق سمجھتے اور دل سے اُن کے موافقت ومتابعت پسند کرتے ۔یہانتک کہ چالیسوین برس آپنے نبوت وبعثت ووحی کا دعوی کیا اور خدا کی طرف سے نزول قرآن واحکام کا اظہار فرمایا اور احکام ونصایح کو خدا کیطرف سے بتایا۔ تب سرداران قریش نے باوجودیکہ پہلے سے آپکو سچا جانتے اور آپکی طبعی وعقلی باتون کو بدل مانتے آپ کو جھٹلایا اور اس دعوی مین آپکو معاذ اللہ مجنون ومفتری ٹھہرایا اس سے صاف یقینی

طور پر ثابت ہوتا ہے کہ وحی امور طبعی سے علاوہ و علیحدہ چیز ہے اگر وہ منجملہ امور طبعی ہوتی اور اُسکو خدا کی
طرف منسوب کرنے اور خدا کی طرف سے ٹھہرانیکی یہی وجہ ہوتی کہ خدا نے اُسکی مخزن و منبع یعنی طبیعت کو پیدا کیا ہے
تو لازم تھا کہ اسکی ہمجنس اُن امور طبعی کو (جو قبل زمانہ بعثت و نبوت آنحضرت سے متعلق اخلاق سرزد ہوئے ہیں)
نیز آپ وحی و حکم و کلام الٰہی ٹھہراتے - اور یہہ دعوی نبوت و وحی و رسالت تب سے کرتے جب سے اُن امور
طبعی کا آپ سے صادر ہونا شروع ہوا تھا - کیا چالیس برس کے پہلے آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق
سرزد نہیں ہوا ؟ اور اگر ہوا ہے تو پھر کیا آنحضرت نے کبھی پہلے بھی کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو خدا کی طرف
نسبت کیا ؟ اور اسمیں نزول وحی و کلام الٰہی کا دعوی کیا ؟ **میں یقین** کرتا ہوں کہ کوئی مسلم یا عاقل
یہہ دعوی نہیں کر سکیگا کہ قبل زمانہ بعثت آنحضرت سے کوئی امر طبعی متعلق اخلاق سرزد نہیں ہوا - نہ یہہ کہہ سکتا ہے
کہ چالیس برس کے پہلے بھی آنحضرت نے اپنی کسی امر طبعی متعلق اخلاق کو حکم الٰہی ٹھہرایا ہے اور اسمیں وحی یا کلام الٰہی کے
نازل ہونیکا دعوی کیا ہے -

اور نیز اگر وحی امر طبعی ہوتا اور صرف اُسکے طبعی ہونیکی نظر سے اُسکو خدا کی طرف سے کہا جاتا تو صنادید سرداران
قریش و عامہ عرب و عجم کی طرف سے اسکی منجانب اللہ ہونے سے انکار نہ پایا جاتا اور اس دعوی میں آنحضرت کو معاذ اللہ مجنون
و مفتری کوئی نہ کہتا اسلئے کہ اگر کوئی کسی امر طبعی کو اس نظر سے کہ خدا نے اُسکو پیدا کیا اور طبیعت میں داخل کیا ہے خدا
کی طرف نسبت کرتا ہے اور اُسکو خدا کا الہام بتاتا ہے تو اُسکو کوئی عاقل مجنون و مفتری نہیں کہتا اور اس معنی کر اس امر
کی خدا کیطرف سے ہونے میں کوئی شک نہیں لاتا -

تمثیلات

دیکھو بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کا دودہ پینے لگ جاتا ہے تو اُسکو کہا جاتا ہے کہ خدا تعالی اُسکو دودہ پینا سکھاتا ہے
اور جب وہ باتیں کرنے لگتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکے دل میں باتیں القا کرتا ہے -
(۲) جب مچھلی پانی میں تیرتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ خدا اُسکو تیرنے کا القا کرتا ہے -
(۳) شہد کی مکھیاں درختوں اور پہاڑوں میں گھر بناتی ہیں اور شہد بنانیکے لئے درختوں کے پتے کھانے جاتی ہیں تو
واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا اُنکی نسبت خدا تعالی نے فرمایا ہے کہ ان باتوں کا بھی اُنکو الہام

(ومن اظلم ممن افتری … ولم یوح الیہ شیء) کیا ہے وعلی ہذا القیاس ہزاروں بلکہ لاکہوں مواضع مین امور

طبعی کو خدا کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اور الہام طبعی کو مانا جاتا ہے پہر کوئی کسیکو ان دعاوی الہام طبعی میں کاذب

ومفتری نہین کہتا —

پس آنحضرت اگر الہام طبعی کا دعوی کرتے اور بنظر طبعی ہونے وحی کے اسکو خدا کی منسوب کرتے تو مسند ودعویٰ فرشتہ

عرب وعجم ہرگز ہرگز آنحضرتکو جہوٹا ومفتری نکہتے بلکہ سراسر صادق وحق گو ہی سمجہتے اور سابق سے بڑہکر آنحضرت صلعم کے

مطیع وفرمان بردار ہوجاتے —

الحاصل آنحضرت کا چالیس برس کی عمر تک صدہا امور طبعی مین دعوی وحی والہام نکرنا اور چالیس سال کے بعد اس

دعوی کرنے پر عرب کا انکو جہٹلانا صاف صاف یقین دلاتا ہے کہ وحی الہٰی طبعی نہین ہے نہ آنحضرت نے اسکی طبعی ہونیکا

دعوی کیا ہے نہ عامہ مخاطبین ومنکرین وقائلین ہے نے اسکو بمعنی الہام طبعی سمجہا ہے —

اس بیان کے موید ان مقدمات کے مصدق بہت سی آیات قرآنیہ وحدیث نبویہ وواقعات تواریخیہ ہمارے خیال میں موجود

ہین انا بجملہ چند آیات وآحادیث وواقعات کو ذکر کیا جاتا ہے —

سورہ **یونس** مین ارشاد ہے کہتے ہین جو ہمارے ملنے کی امید نہین رکہتے اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن

قال الذین لا یرجون لقاءنا ائت بقران غیر ھذا او بدلہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم - قل لو شاء اللہ ما تلوتہ علیکم ولا ادراکم بہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون (یونس ۲)	لے آ - یا اسی مین کچہہ ادل بدل کردے تو کہہ دے مجہے تو نہین کہ مین اسکو اپنے جی سے بدلوں مین تو اسیکا پیرو ہون جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے مجہکو بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے اگر مین خدا کی نافرمانی کرون (اور) تو کہدے خدا چاہتا تو مین قرآن تمکو نہ پڑہ سناتا اور تمہین نہ معلوم کراتا مین تو اس سے پہلے تم مین عمر کاٹی ہے تم اسکو نہین سمجہتے —

یعنی مینے تم مین ایک عمر کاٹی ہے اور ہمیشہ اپنے دل عقل خیال طبیعت کی باتین تم سے کرتا رہا پہر کبہی ان باتون

کو خدا کی طرف نسبت نکیا اور نہ نبوت کا دعوی کیا اگر مین دل کی باتون کو خدا کی باتین ٹہرانے والا ہوتا تو پہلے

ہی کبہی کسی دل کی بات کو خدا کی طرف منسوب کرتا پہر جاننا چاہئے کہ خدا نے چاہا ہے اور اسمین مجہہ پر وحی نازل کی ہے

اسکو میں اپنے جی کی بات سمجھکر بول سکتا ہوں اور اس دل کی بناوٹ کو خدا کی بات کیونکر کہہ سکتا ہوں۔

اور سورہ **قصص** مین ارشاد ہے سمجھے کچھ امید نہ تہی کہ تیری طرف کتاب القا کیجائیگی یہہ تو ہمنے اپنی رحمت سے

وما كنت ترجو أن يلقى إليك الكتاب إلا رحمة من ربك فلا تكونن ظهيرا للكافرين ولا يصدنك عن آيات الله بعد إذ أنزلت إليك (قصص ۸۶)

نازل کی ہے سو تو کافرون کا مددگار نہ ہو اور ان کو خدا کیطرف بلائیو کہیں تجھے خدا کی آیتوں سے روک نہ دیں۔

یعنی یہہ کتاب تیرے دل پر ہمنے اتاری ہے تیرے دل یا طبیعت کی بناوٹ نہین ہے۔ تیرے دل یا طبیعت کی اگر بناوٹ ہوتی تو تجھے اپنی طبیعت کے بہروسہ اسکی طبیعت سے القا ہونیکی امید ہوتی جیسے شاعر یا کسی اور صاحب طبیعت کو اپنی طبیعت کے بہروسہ شعر وغیرہ کے بنانیکی امید ہوتی ہے پہر وہ امید وقوع مین آتی ہے۔

اور سورہ **زخرف** مین ارشاد ہے۔ اسیطرح ہمنے تیری طرف اپنے حکم سے وحی بہیجی ہے جو دلون کو زندہ کرنے

وكذلك أوحينا إليك روحا من أمرنا ما كنت تدري ما الكتاب ولا الإيمان ولكن جعلناه نورا نهدي به من نشاء من عبادنا (شوری ۵۲)

والی ہے تجھکو کچھ خبر نہ تہی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا اسکو تو ہمنے نور بنایا جس سے ہم ہدایت کرتے ہیں جسکو چاہتے ہین۔

یعنی کتاب و ایمان جسکا اب تجھے چالیس سال کے بعد القا و الہام ہوا ہے ہماری طرف سے ہی ہے یہہ تیری ساختہ اور طبعزاد نہین ہے تجھے تو اس کتاب و ایمان کی نبوت سے پہلے کچھ خبر نہ تہی۔

بخاری و مسلم و ترمذی نے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلعم چالیس سال کی عمر میں نبی ہوئے ہین

عن ابن عباس قال أنزل على رسول الله صلعم وهو ابن أربعين فأقام بمكة ثلاث عشرة سنة وبالمدينة عشرا وتوفي وهو ابن ثلاث وستين رواه الترمذي وفي الصحيحين بعث على رأس أربعين وللمسلم أقام بمكة خمس عشرة سنة يوحى إليه وبالمدينة عشرا وهو ابن ثلاث وستين۔

اور چالیسویں سال کے سرے پر وحی شروع ہوئی پہر دس یا پندرہ سال مکہ مین وحی آتی رہی اور دس برس مدینہ مین اور عمر شریف تریسٹھ سال کی تہی۔

قاضی **عیاض** وغیرہ عامہ اہل سیر و تواریخ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبل بعثت و دعوی

قبل۔ وأما عدله صلعم وأمانته وعفته وصدق لهجته فكان صلعم آمن الناس وأعدل الناس وأعف الناس

نبوت صدق و امانت مین مشہور تھے لوگ آپ سے مقدمات اور مشکل امور مین فیصلہ کراتے تھے اور آپکو آنحضرت نے

وامدتہم لہجۃ محمد کان - اعترفوا له بذلک محاکمہ
وکان یسمی قبل نبوۃ الامین قال ابو اسحاق کان یسمی
الامین لما جمع الله فیه من الاخلاق الصالحۃ -
ولما اختلف قریش وتغایرت عند بناء الکعبۃ فیمن
یضع الحجر حکموا اول داخل علیہم فاذا النبی صلعم
داخل وذلک قبل نبوتہ فقالوا ہذا محمد ہذا
الامین قد رضینا بہ - وعن الربیع بن خثیم کان
یتحاکم الی رسول الله صلعم فی الجاہلیۃ قبل الاسلام
وروی ان الاخنس بن شریق لقی ابا جہل یوم البدر
فقال له یا ابا الحکم لیس ہنا غیری وغیرک یسمع
کلامنا تخبرنی عن محمد صادق ام کاذب فقال
ابو جہل والله ان محمدا لصادق وما کذب محمد قط
وقال النضر بن الحارث لقریش قد کان محمد
فیکم غلاما حدثا ارضاکم فیکم و
اصدقکم حدیثا واعظمکم امانۃ حتی اذا رایتم
فی صدغیہ الشیب وجاءکم بما جاءکم به قلتم ساحر
لا والله ما ہو بساحر -

کہا ہے کہ آنحضرت کو امین کہا جاتا اسلیئے کہ خدا نے
انمین اخلاق حمیدہ کو اکٹھا کر دیا تھا جب آنحضرت کے زمانہ
مین کعبہ منہدم ہو گیا اور قریش نے دوبارہ بنانا چاہا تو اُس
مین کہ اسکے بنا کس کے ہاتھ سے رکھی جاے اختلاف ہوا
پھر بطور قرعہ اسپر اتفاق ہوا کہ جو پہلا اس وقت باہر سے
وہان آکے بنا رکھے ناگاہ آنحضرت آے تو سبھی بول اٹھے
یہ محمد آیا امین ہے ہم اسکے ہاتھ سے بنا رکھنے مین راضی ہین
ربیع ابن خثیم نے روایت کی ہے کہ اسلام سے پہلے آنحضرت کی
طرف مقدمات فیصلہ کرانیکو لاے جاتے - اخنس بن شریق
(منافق مدینہ) ابو جہل سے بدر کے دن ملا تو اس سے کہنے
لگا ای ابا الحکم (ابو جہل کی کنیت ہے) یہان تیرے اور میرے
سوا اور کوئی نہین ہے کہ ہماری باتین سنے - مجھے تو محمد کا حال
بتا دے کہ یہ جھوٹ بولنے والا آدمی ہے یا سچ کہنے والا
ابو جہل بولا خدا کی قسم یہ سچا ہے اُس نے کبھی جھوٹ نہین بولا -
نضر بن حارث نے کفار قریش سے کہا محمد تم لوگون مین چھوٹا
لڑکا تھا تم مین پسندیدہ اور بات کہنے مین سچا اور بڑا امانتدار
پھر جب اسکی کن پٹیون مین سفید بال معلوم ہونے لگے اور
وہ تمہارے پاس جو دین لایا جو لایا تو تمنے اسکو جادوگر کہہ دیا بخدا وہ تو جادوگر نہین ہے -

بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے کہ ہرقل بادشاہ روم نے ابو سفیان سے جب وہ آنحضرت کا دشمن تھا،

عن ابی سفیان ان ہرقل قال له وسالتک هل کنتم
تتہمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال فذکرت

آنحضرت کا حال پوچھا کہ تم لوگ دعوی نبوت سے پہلے
اسکو جھوٹ بولا کہتے تھے تو اُس نے جواب دیا کہ نہین پسر ہرقل نے

ان لاعرف انہ لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی اللہ (صحیح بخاری مصری)

یہ کہکر جو لوگوں پر جھوٹ نہ بولے تو وہ خدا پر کیونکر جھوٹ باندھ سکتا ہے یعنی خلاف واقعہ کیونکر دعوی کر سکتا کہ خدا نے مجھ کو نبی کیا

ترمذی نے نقل کیا ہے کہ ابوجہل نے آنحضرت سے کہا ہم تجھے تو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ ان باتوں کو

عن علی ان اباجہل قال للنبی صلعم انا لا نکذبک ولکن نکذب ما جئت بہ فانزل اللہ فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون (جامع الترمذی مصری جلد ۲)

جھوٹا جانتے ہیں جو تو اب لیکر آیا ہے جس پر خدا تعالیٰ نے یہ قول نازل فرمایا کہ اے نبی یہ تجھ کو جھوٹا نہیں جانتے پر یہ ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں اس آیت کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ یہ لوگ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ اسلئے کہ تجھ کو ایک زمانہ

والوجہ الثانی فی تاویل الآیۃ انہم لا یقولون انک کذاب لانہم جربوک الدہر الطویل والزمان المدید وما وجدوا منک کذبا البتۃ وسموک بالامین فلا یقولون فیک انک کاذب ولکن جحدوا صحۃ نبوتک ورسالتک اما لانہم اعتقدوا ان محمدا عرض لہ نوع خبل ونقصان فلاجلہ تخیل من نفسہ کونہ رسولا من عند اللہ وبہذا التقدیر لا ینسبونہ الی الکذب او لانہم قالوا انہ ما کذب فی سائر الامور بل ہو امین فی کلہا الا فی ہذا الواحد

طویل تک آزما چکے ہیں پھر تیرا کوئی جھوٹ معاینہ نہیں کیے اور تیرا نام امین رکھ چکے ہیں اب تجھ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے ولیکن تیری نبوت کی انکاری ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ اسکو کسی قسم کا جنون ہو گیا ہے جسکے سبب اپنے تئیں خدا کی طرف سے رسول خیال کرنے لگا ہے یا یہ کہتے ہیں کہ یہ اور باتوں میں تو امین ہے صرف اس دعوی نبوت میں جھوٹا ہے۔

اسی نظر سے کہ وہ لوگ رسول کو امین و صادق جانتے اور قبل نبوت جملہ امور میں آپکی صدق پہچان چکے تھے

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین - آل عمران ع ۱۷

تو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنا احسان جتایا اور فرمایا کہ خدا نے مومنوں پر احسان کیا جب انہیں ایسا رسول بھیجا جو ان ہی میں ہے وہ انہیں خدا کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کے عقاید کو پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ بیشک اس سے پہلے ظاہر بھول میں تھے

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم ان کے شہر میں پیدا ہوئے اور ان

قولہ من انفسہم واعلم ان وجہ التحقیق بہذا

میں ہی نشو و نما پائی و آنحضرت کے احوال و اقوال

الوجه الاول انه عليه السلام ولد في بلدهم ونشأ فيما
بينهم وكانوا عارفين باحواله مطلعين على جميع افعاله
واقواله وكانوا قد علموا انه من اول عمره الى آخره الا الصدق
والعفاف وعدم الالتفات الى الدنيا والبعد عن الكذب والمواظبة
على الصدق ومن عرف من احواله من اول العمر الى آخره ملازمة
الصدق والامانة والبعد عن الخيانة والكذب ثم ادعى النبوة
والرسالة التي يكون الكذب في مثل هذه الدعوى اقبح انواع
الكذب يغلب على ظن كل احد انه صادق في هذه الدعوى
والثاني انهم كانوا عالمين بانه لم يتلمذ لاحد ولم
يقرأ كتابا ولم يمارس درسا ولا تكرارا وانه لما تم الاربعين
لم ينطق البتة بحديث النبوة والرسالة ثم انه بعد الاربعين
ادعى الرسالة وظهر على لسانه من العلوم ما لم يظهر
على احد من العالمين ثم انه يذكر قصص المتقدمين واحوال
الانبياء الماضيين على الوجه الذي كان موجودا في كتبهم
فكل من له عقل سليم علم ان هذا لا يتأتى الا بالوحي والتنزيل
والالهام الالهي۔ (تفسیر کبیر مصری جلد ۴)

واقف حال جانتے تھے انہوں نے آنحضرت کا ابتدا عمر سے
آخر تک بجز صدق و عفت و ترک التفات بسوئے دنیا و دوری
از کذب و ملازمت صدق کے کچھ نہ دیکھا اور جس شخص کے
حالات مدت عمری سے راستبازی و امانت داری
کو لازم پکڑنا اور جھوٹ و خیانت سے دور رہنا معلوم ہو
پھر وہ نبوت و رسالت کا دعوی کرے جس میں جھوٹ بولنا سبھی اقسام
کذب سے بدتر ہے اسکی نسبت ہر کسی کا یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ
اس دعوی میں سچا ہے۔ وجہ دوم یہ کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلعم
کسی کے شاگرد نہیں ہوئے اور نہ انہوں نے کوئی کتاب پڑھی اور درس
و تکرار میں رہے اور چالیس سال عمر تک کبھی رسالت و نبوت کی بات
نہیں بولے پھر چالیس سال بعد مدعی رسالت ہوئے اور انکی زبان سے
ایسے علوم ظاہر ہوئے جو تمام جہان میں کسی سے نہیں ہوئے اور
انہوں نے پہلے لوگوں کے قصے اور انبیاء گذشتہ کے حالات ایسے بیان
کئے ہیں جو انکی کتابوں میں موجود ہیں ایسے شخص کی نسبت
ہر صاحب عقل سلیم یہی اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ جو کہتا ہے بجز وحی
و الہام الہی نہیں کہتا۔

یہہ آیات و روایات و تاریخی واقعات مضمون استدلال چہارم کے پورے موید ہیں اور صاف بتلاتے ہیں کہ جناب
رسول اللہ صلعم چالیسویں سال عمر سے پہلے طبعی کمالات کو پہنچ چکے تھے۔ وحق گوئی و راستبازی و مکارم اخلاق
میں شہرہ آفاق تھے با اینہمہ آپ نے پہلے کبھی کسی طبعی علمی یا اخلاقی بات کو خدا کی طرف منسوب نہیں کیا اور نہ کسی
امر کے بتانے یا سکھلانے کے لئے بجز الامین خدا کی نیابت و سفارت و رسالت کا دعوی کیا چالیس سال کے بعد دعوی رسالت
و نبوت کیا اور مکارم اخلاق کو خدا کی طرف سے بتایا جس پر منکرین نے آپکو مجنون و مفتری ٹھہرایا۔ اگر آپکا یہ دعوی رسالت

و نبوت بنظر طبعی ہونے امور رسالت کے ہوتا تو لازم تہا کہ چالیسویں سال عمر کے پہلے جیسے امور طبعی یا اخلاق کا آپ سے صدور ہونے لگا تہا، یہہ دعویٰ کیا جاتا اور اس دعویٰ پر کوئی عاقل آپ کو نہ جھٹلاتا آیندہ ان باتوں کے سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ کی توفیق رفیق چاہئے۔ فمن لم یجعل اللہ نوراً فما لہ من نور۔

استدلال پنجم

(جو قسل ستدلال چہارم عام فہم ہے۔ اور مقدمات سابقہ پر موقوف نہیں)

یہہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ آنحضرت صلعم کو چالیسویں سال عمر کے بعد بعثت و نبوت حاصل ہوئی ہے اور قرآن مجید سے یہہ بھی ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو اوائل عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے چنانچہ حضرت ابراہیم کی نسبت قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے ابراہیم کو

ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین (انبیاء ع ۵)

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ وآتیناہ الحکم صبیاً (مریم ع ۱)

الحکم النبوۃ صبیاً ابن ثلث سنین (جلالین)

پہلے سے یعنی بچپن سے ہدایت یعنی نبوت عطا کی ہے اور ہم اُسکے اہلیت سے واقف تہے۔ اور حضرت یحییٰ کے حق میں فرمایا ہے ہمنے اسکو بچپن میں حکم یعنی منصب نبوت عطا کیا ہے۔

تفسیروں میں لکہا ہے کہ حضرت یحییٰ کو تین برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی ہے تفسیر کبیر میں لکہا ہے کہ

فان اللہ تعالیٰ احکم عقلہ فی صباہ واوحی الیہ وذالک لان اللہ تعالیٰ بعث یحییٰ وعیسیٰ علیہما السلام وہما صبیان لا کما بعث موسیٰ ومحمد علیہما السلام وقد بلغا الاشد۔ (تفسیر کبیر صفحہ جلد ۵)

بچپن میں یحییٰ کی عقل مضبوط کر دی اور اُنکی طرف وحی بہیجی خدا نے انکو اور حضرت عیسیٰ کو بچپن میں نبی کیا نہ جیسا کہ محمد و موسیٰ علیہما السلام کو سن شباب کے پورے ہونے کے بعد نبی کیا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ اُن کو مریم علیہا السلام اُٹہا لائی تو لوگوں نے کہا بے شک یہہ تو

فاتت بہ قومہا تحملہ قالوا یا مریم لقد جئت شیئاً فریاً یا اخت ہارون ما کان ابوک امرء سوء وما کانت امک بغیاً فاشارت الیہ قالوا کیف نکلم من کان

بہتان لائی۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تہا اور نہ تیری ماں بدکار تہی (حضرت) مریم نے (حضرت) عیسیٰ کیطرف اشارہ کیا وہ بولے

فی المهد صبیا - قال انی عبد الله اٰتنی الکتب وجعلنی نبیا - (مریم ۲۲)	ہم ایسے شخص سے کیونکر کلام کرین جو گہوارہ مین لڑکا ہے عیسی نے جوابدیا مین خدا کا بندہ ہون خدا نے مجھکو کتاب دی ہے اور مجھکو نبی کر دیا ہے -

اس **تفاوت** اوقات بعثت ان حضرات سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی غیبی وخارجی امر ہے طبیعی وداخلی نہین طبعی ہوتا تو سبھی انبیاء کی بعثت کا ایک وقت اور ایک دستور ہوتا چنانچہ اور امور طبیعی مین ایسا ہی ہوا کرتا ہے - **دیکھو** مچھلیون کیلئے تیرنا امر طبعی ہے تو یہہ تیرنا اُن سے یکسان اوقات مین سرزد ہوتا ہے ایسا کہین دیکھا یا سنا نہین گیا کہ کوئی مچھلی ایک وقت عمر مین تیرنے لگی کوئی اس سے چار برس پیچھے - وعلی ہذا القیاس -

اور **خود بدولت** بہی تعسیر ۲ تہذیب مین فرما چکے ہین کہ نبوت انبیاء کے دل ودماغ کی بناوٹ سے تعلق رکہتی ہو اور بناوٹ کا یکسان ہونا اس تمثیل سے بیان فرما چکے ہین کہ جس بناوٹ کی کہوپری ایک قاتل بے رحم کی ہوگی اسی بناوٹ کی کہوپری دوسرے قاتل کی ہوگی - چنانچہ اصل عبارت جناب نمبر ۳ مین بصفحہ ۲۰۲ منقول ہو چکی **اب** اگر یہہ فرما دین کہ نبوت خاصہ نوعی نہین اور اُسکو نوع انبیاء سے یکسان تعلق نہین بلکہ یہہ شخصی امر ہے جسکو ہر ایک نبی کے نیچر سے جُداجُدا تعلق ہے پس نیچر مین جس قدر استعداد وملکہ نبوت تہا اُسی قدر اُسکا اثر ظاہر ہوا جسکے نیچر مین نقصان تہا اُسکا ظہور اثر دیر ہوا اور جسکے نیچر مین ملکہ نبوت پورا وکامل وقوی تہا اُسکا اثر جلد ظہور مین آیا -

تو یہہ بات کسی پابند مذہب (محمدی یا یہودی یا نصرانی) کے نزدیک لایق جواب نہین - کوئی مسلمان نہین کہہ سکتا کہ محمد رسول اللہ صلعم کی فطرت مین ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت عیسیٰ ناقص رکہا گیا تہا اسلئے اُنکو چالیس سال کے بعد منصب نبوت عطا ہوا اور کوئی یہودی یا نصرانی یہہ نہین کہہ سکتا کہ حضرت موسیٰ کی فطرت مین ملکہ نبوت بہ نسبت ملکہ حضرت یحیی ناقص رکہا گیا تہا اسلئے اُنکو حضرت یحیی کے نسبت بدیر نبی کیا گیا -

اور یہہ مقام مذہب سے آزاد ہو کر گفتگو کرنے کا نہین ہے بلکہ بہ پابندی مذہب اسلام بیان حقیقت نبوت کا مقام ہے اور مذہب اسلام یہی شہادت دیتا ہے کہ آنحضرت صلعم سب نبیون سے کامل درجہ کی نبوت دئے گئے ہین چنانچہ حدیث بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا[1] - وحدیث انا سید ولد آدم[2] - وحدیث لم یصدق نبی من الانبیاء ما صدقت[3] †

---

(۱) مین ہر زمانہ کی بہترین خلایق سے مبعوث ہوا ہون - (۲) مین تمام بنی آدم کا قیامت کے دن سردار ہونگا اور فخر نہین کرتا -
(۳) جس قدر مجھکو لوگون نے مانا ہے کسی نبی کو نہین مانا -

وحدیث فضلت علی الانبیاء بست۔ وحدیث ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال وحدیث اذا کان یوم القیمۃ کنت امام النبیین وخطیبہم۔ وحدیث ابن عباس ان اللہ فضل محمدا علی الانبیاء وعلی اہل السماء، وغیرہ اس شہادت سے ناطق ہیں۔

ان استدلالات نمبر سے شرعی فیصلہ بنسبت بیان حقیقت وحی پورا ہوا اور ثابت ہوا کہ وحی قسم اول ہو خواہ قسم دوم نبی کا امر طبعی و داخلی نہیں ہے جسکا فیضان والقاء طبیعت نبی سے ہوا ہو بلکہ غیبی و خارجی ہے جسکا نزول عالم بالا اور حظیرۃ الغیب اور اس مبدء فیاض سے ہے جو ذات نبی بلکہ جملہ مخلوقات سے علیحدہ وخارج وقائم بالذات ہے اور بخوبی معلوم ہوا کہ اس باب میں جو کچھ مسلمانوں کا اعتقاد ہے وہی اسلام میں محقق اور خدا و رسول کے نزدیک حق ہے گو جناب مخاطب اسکو حق نہ جانیں اور اپنی تحقیق کو خدا و رسول کی تحقیق سے بہتر سمجھکر خدا اور رسول کی غلطیاں نکالیں اور تہدید قل اتعلمون اللہ بدینکم‡ اور تخویف† فماذا بعد الحق الا الضلال کو پس پشت ڈالیں۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا و رسول کی بات کے مقابلہ میں انکی ایک نہ مانیں اور انکے دام تزویر و تاویل سے ایمان کو سنبھالیں۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

بیان حقیقت اصل سوم

(یعنی ایمان بکتاب اللہ)

قرآن کی نسبت مسلمانوں کا یہ اعتقاد ہے کہ یہ کتاب بعینہ بلفظہ وبنظمہ آسمان سے نازل ہوئی جو کچھ جبرائیل امین کو رب العزت سے وحی ہوا وہ جبرئیل امین نے آنحضرت صلعم کے دل پر وحی کیا حضرت جبرئیل کی صورت کو آنحضرت نے آنکھوں سے دیکھا حضرت جبرئیل امین کا قول آنحضرت کے کانوں نے سنا دل نے سمجھا زبان نے پڑھا تئیس سال کے عرصہ میں یہ سلسلہ تعلیم وتعلم کا ختم ہوا جس طرح حضرت جبرئیل سال بھر میں آنحضرت کو سکھاتے اور پڑھاتے آخر سال میں ماہ رمضان اسکا دور کرجاتے جس سال آنحضرت صلعم کا انتقال ہوا اس سال دو دفعہ جبرئیل نے

(۱) مجھے خدا نے تمام انبیاء پر چھ چیزوں میں بزرگی دی ہے پھر آپ کا شمار کیا تو ان میں سے ایک عموم دعوت وہ لوازم خاصہ نبوت سے ہے اور ختم رسالت کو شمار کیا (۲) خدا نے مجھے اچھے اخلاق اور بہتر افعال کے پورا کرنے کے لئے بھیجا ہے (۳) قیامت کے دن میں نبیوں کا امام ہونگا (۴) حضرت ابن عباس نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت کو تمام نبیوں اور آسمان والوں پر بزرگی دی ہے ... [illegible]

† کیا تم خدا کو اپنا دین سکھاتے ہو۔　‡ حق کے بعد بجز گمراہی اور کیا ہے۔

آنحضرت سے قرآن کا وعدہ کیا جس سے آنحضرت نے جان لیا کہ بس اب میرے کوچ کا وقت آگیا - اس قرآن میں کوئی لفظ اور کوئی حرف آنحضرت کی طرف سے نہیں ہے، اور آنحضرت کے دل کو دماغ کو طبیعت کو نفس کو اسکی نظم و ترتیب و تالیف میں اس سے زیادہ دخل نہیں ہے جسقدر کہ آئینہ مصقل کو شعاع آفتاب کی قبول کرنے اور دوسری چیز پر اس شعاع کو پہنچانے میں یا صفحہ قرطاس کو نقوش الفاظ کے منقش ہونے میں دخل ہوتا ہے -

اور اس اعتقاد پر جو شہادت کتاب دست میں پائی جاتی ہے اسکا بیان نمبر ۹ و ۱۰ میں بصفحات ۲۶۵ و ۲۶۷ و ۲۸۴ و ۲۹۳ و ۳۰۲ - اور نمبر ۱۱ میں بصفحہ ۳۳۹ و ۳۴۰ گذر اجسکا اعادہ ضروری نہیں از انجملہ آیتہ قل ما یکون لی ان ابدله من تلقاء نفسی جو بصفحہ ۳۳۹ منقول ہے اس بات پر نص صریح ہے کہ یہ کتاب آنحضرت کے نفس (جسمین طبیعت دل و دماغ خیال سبھی آجاتے ہین) کی بناوٹ نہیں ہے، ایسی ہی دوسری آیتہ مین تصریح ہے کہ یہ نبی ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی - نجم ۱۲ - اپنی خواہش (نفس) سے نہین بولتا جو یہ خدا کیطرف سے بیان کرتا ہے وہ وحی ہے جو اسکی طرف وحی کی گئی ہے - اور ایک آیہ مین ارشاد ہے جب ہم ایک آیت دوسری آیتہ کے بدلے

واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لا یعلمون قل نزله روح القدس من ربك بالحق الخ - (نحل ۱۴۴)

لاتے ہین اور ہم خوب جانتے ہین جو اتارتے ہین تو منکر کہتے ہین تو اپنے پاس سے بناتا ہے تو کہدے اسکو تو روح القدس (جبرئیل) نے خدا کیطرف سے اتارا ہے یعنی میرے نفس یا طبیعت یا خیال نے از خود نہین بنالیا -

اور ایک آیتہ مین ارشاد ہے کہ جو (ولید بن المغیرہ) کہتا ہے کہ یہ قرآن جادو ہے پہلون سے چلا آتا - یہ بشر کا قول

فقال ان ھذا الا قول البشر سأصلیه سقر (مدثر)

ہے اسکو ہم شتابی دوزخ مین داخل کرین گے -

اور بہت سی آیتون مین بتکرار ارشاد ہوا ہے - کہ اس کتاب کا اتارا خدا کی طرف سے ہے جو جاننے

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم - زمر سورۃ جاثیہ

والا حکمت والا رحم والا ہے -

اس ایک ہی مضمون کو بار بار اسلئے فرمایا کہ منکر (نیچریون کے ہم مشرب) بار بار کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد صلعم نے از خود بنالیا ہے اور ایک آیت مین ارشاد ہے ہمنے قرآن کو ایک مبارک رات مین اتارا ہے - دوسری آیتہ مین اس رات کا نام

انا انزلنه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین (دخان)

انا انزلنه فی لیلة القدر (سورۃ القدر ۱)

یہاں ابتدا نزول کا ذکر ہے اور تمام قرآن آنحضرت پر یکبارگی نہیں اُترا بلکہ سورۃ سورۃ تیئیس سال میں نازل ہوا
چنانچہ ایک آیۃ میں ارشاد ہے۔ منکر کہتے ہیں (کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے تھا) تو سبھی اکٹھا کیوں نہ اُترا۔ تو کہہ

وقال الذين كفروا لولا نزل عليه القرآن جملة واحدة
كذلك لنثبت به فؤادك ورتلناه ترتيلا - فرقان ع٣

ایسا ہی تھوڑا تھوڑا نازل کرنا مناسب تھا تاکہ تیرے دلکو ہم تھوڑا تھوڑا سنکر مضبوط کردیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر تجھے پڑھ سنایا

اور اس مدت نزول کے تیئیس سال سے تحدید بصیغہ ۲۳ ہو چکی ہے اور ہر سال ایک دفعہ اور سال وفات میں دو دفعہ
ماہ رمضان آنحضرت کا جبریل امین سے قرآن کا دور کرنا احادیث ذیل میں وارد ہے۔ حضرت ابن عباس سے

عن ابن عباس قال كان رسول الله صلعم اجود الناس
وكان اجود ما يكون في رمضان حين يلقاه جبريل وكان
يلقاه في كل ليلة من رمضان فيدارسه القرآن -
وعن عائشة عن فاطمة ان النبي صلعم اسر اليها ان
جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة
وانه عارضني العام مرتين ولا اراه الا حضر اجلي
صحیح بخاری ص ۳ و ۵۱۲ ج ۱ -

روایت ہے کہ آنحضرت سب لوگوں سے بڑھکر سخی تھے اور ایسے ہی
وقتوں سے زیادہ سخی رمضان میں ہوتے جبکہ آپ جبرئیل
علیہ السلام سے قرآن کا درس کرتے -
اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے اپنی
لخت جگر سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا وعلی ابیہا
سے مخفیۃ فرمایا کہ جبرئیل ہر سال ایکدفعہ مجھ سے قرآن کا تکرار کیا
کرتے اس سال دو دفعہ تکرار کیا جس سے میں جان لیا کہ اب میری اجل آ گئی ہے

ان آیات و احادیث میں جو تاویل تسویل جناب منکر طبع جل میں لاتے ہیں اسکا جواب عقلاً و نقلاً بضمن بیان حقیقت اصل کے
بخوبی ادا ہوا ہے اور انکے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ اگر یہ قرآن آنحضرت کی طبیعت کا ایجاد ہوتا تو اسکی
نسبت یہ کہا جاتا کہ یہ آنحضرت کے نفس یا جی سے نہیں ہے اگر وہ یہ جواب دیں کہ طبیعت نبویہ کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل
تھا اس لئے کہا گیا کہ یہ آنحضرت کے جی سے نہیں ہے خدا کی طرف سے ہے تو یہ **محض مغالطہ** ہے اسلئے کہ اگرچہ
طبیعت کا فعل حقیقۃ خدا کا فعل ہے مگر بظاہر اسکا صدور طبیعت سے ہوتا ہے لہذا اسکو طبیعت کیطرف نسبت کرنا کذب
و خلاف واقعہ نہیں ہے چنانچہ جملہ اشیا کو جو کسی سبب سے ہوتی ہیں ظاہری سبب کیطرف نسبت کیا جاتا ہے اگرچہ ان کا
فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہے -
دیکھو آگ کی جلی چیز کو کہا جاتا ہے کہ آگ نے اسکو جلایا ہے کوزہ گلی کے نسبت کہا جاتا ہے کہ کمہار نے اسکو بنایا اگرچہ

درحقیقت اس چیز کے جلانیوالا اور کوزہ کے بنانیوالا خدا تعالی ہے پہر اگر قرآن کو آنحضرت کی طبیعت نے بنایا تہا اور بظاہر اسکا ایجاد اسی طبیعت سے ہوا تہا تو اسکی نسبت یہہ کیون ارشاد ہوا کہ یہہ آنحضرت کے جی سے نہین ہے اور یہہ کلام بشر نہین۔

یہہ ارشاد صریح وصاف طور پر ناطق ہے کہ قرآن آنحضرت کی طبیعت یا دل یا خیال کی بناوٹ نہین ہے بلکہ خدا واحد کیطرف سے منزل ہے یہہ فوارہ کسطرح آنحضرت کے اندر سے نہین نکلا بلکہ ابر رحمت کی مانند اوپر سے برسا ہے۔

بیان حقیقت اصل چہارم

(یعنی ایمان بملایکہ)

مسلمانون کا حقیقت وصفات ملایکہ کی نسبت وہی اعتقاد وایمان ہے جو آپنے مسلمانون کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ مین صفحہ ۱۴۶ سے ۱۴۷ تک منقول ہوا۔

بیشک مسلمان اعتقاد رکہتے ہین کہ ملایکہ وجود آدم سے پہلے بوجود ذاتی[1] موجود چلے آتے ہین اور[2] نور سے مخلوق ہین اور معبودون[3] واشکال سے متشکل ہین جنمین پر وبازو ہین۔ اور وہ[4] بشکل انسان بہی تشکل کیجد انبیا ء دیتے ہین اور وہ[5] خدا کی طرف سے رسولون کے پاس وحی وکلام لاتے ہین اور وہ[6] دنیاوی بادشاہت خداوندی مین ظہور احکام مستقر خداوندی کے وسایل ہین کوئی مینہہ برسانے پر مامور ہے کوئی صور پہونکنے پر کوئی زندون کی جان نکالنے پر وعلی ہذالقیاس اور وہ آسمانی بادشاہت خداوندی مین بہی خدمات وفرایض پر مامور ہین اور عبادات ومناصب سے مشرف۔ بعض[7] مقرب ہین بعض ان سے کم رتبہ کئی[8] عرش معلی کو اٹہائے ہوئے ہین۔ کئی[9] عرش کے گرداگرد طواف کر رہے ہین ہزارون[10] بیت المعمور کے گرد طواف کرتے ہین لاکہون[11] آسمان پر سر بسجود ہین کوئی[12] بہشت کا خزانچی ہے کوئی دوزخ[13] کا داروغہ وعلی ہذالقیاس۔ اور ان اعتقادات مین مسلمان نہ یہودیون کے مقلد ہین نہ بت پرستون عرب کے شاگرد نہ مجوسیون کے پیرو ومعتقد۔ بلکہ یہہ اعتقادات قرآن وحدیث مین آئے ہین اور خدا ورسول نے مسلمانون کو سکہائے ہین۔ اس سے آگے سلسلہ اس تسلیم کا کہ خدا تعالی نے کس یہودی یا مجوسی یا بت پرست کی شاگردی کی ہے اور کس کالج ویونیورسٹی مین ان عقاید کی تعلیم پائی ہے آنرایبل صاحب بہادر بتا سکتے ہین جو ماشاء اللہ یونانی تاریخ اور قدیم جغرافیہ سے واقف ہین اور بڑے بڑے دار العلوم (لنڈن کیمبرج وغیرہ) کی سیر کر آئے ہین مسلمان بیچارے

جنکو سحر و تکرار (جس سے حضرت موسیٰ کو عصا دیا تھا) تک کا حضرت یہ معلوم نہیں ہوا یہ جرات نہیں کر سکتے کہ ان عقاید
کی نسبت یہی خیال کرتے ہیں کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ خدا تعالیٰ تک منتہی ہوا ہے حضرت نے انکو اپنے ذاتی علم سے جانا اور بیان
فرمایا ہے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا نیچری سے نہیں سیکھا۔

اب رہی یہ بات کہ قرآن و حدیث میں یہ عقاید کہاں آئے ہیں اور خدا و رسول نے کہ کہاں کہے ہیں تو اسکی تفصیل
ہماری قلم و زبان و رسالہ حاضرہ میں تاہم بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ بطور مشتے نمونہ خروارے ازہزار بیان
کیا جاتا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ملائکہ کے قبل **آدم** موجود ہونیکی نسبت تو پہلے سیپارہ کے پہلے ہی ربع میں خدا تعالیٰ
نے فرمایا ہے کہ جبکہ آدم کے زمین میں خلیفہ کرنیکی بابت فرشتوں سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کیا تو ایسے

واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض
خلیفۃ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک
الدماء الخ ۔ بقرہ ع ۴ ۔

شخص کو خلیفہ کرنا چاہتا ہے جو فساد و خونریزی کا مادہ رکھتا ہے
جبکہ خدا نے اسکا سر بتایا اور فرشتوں سے لاعلمی کا اقرار لیا
اور آدم کو پیدا کیا اور فرشتوں کو اسکی طرف سجدہ کرنیکا حکم دیا۔

اور **فرشتوں کے نور** سے مخلوق ہونیکی بابت آنحضرت نے فرمایا ہے۔ ملائکہ نور سے مخلوق ہیں اور

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلعم خلقت الملٰئکۃ من نور وخلق
الجان من مارج من نار وخلق آدم مما وصف لکم صحیح مسلم مشکوٰۃ

جن بے دخان آگ سے اور آدم اس چیز سے
جو تمکو بتائی گئی ہے۔

اور **فرشتوں کی شکل** و پروں کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔ خدا کے ہی لئے تعریف ہے جس نے آسمانوں اور

الحمد للہ فاطر السموٰت والارض جاعل الملٰئکۃ رسلا
اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلٰث ورباع یزید فی الخلق ما یشاء
ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر ۔ فاطر ع ۱

زمین کو بنایا اور فرشتوں کو رسول کیا جو دو دو تین تین چار
چار بازو رکھتے ہیں اور خدا اپنی پیدائش میں بڑھاتا ہے
جو چاہتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور **آنحضرت** نے جبریل کی اصلی صورت کا مشاہدہ فرمایا۔ تو اسکے چھ سو بازو کو معاینہ کیا جیسا کہ نمبر ۹ میں بعنوانہ
منقول ہو چکا ہے۔ اور آنحضرت نے حضرت اسرافیل کے حال میں فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسرافیل

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ خلق
اسرافیل منذ یوم خلقہ صافا قدمیہ لا یرفع بصرہ

کو دونوں پاؤں پر صف باندھ کر کھڑا ہوا پیدا کیا وہ
خدا تعالیٰ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے اور

خدا تعالی میں نور کے ستر حجاب ہیں انہیں ایک کی قرب بھی ہو تو جل جاوے۔	بیدہ ویبن الرب سبعون الفاسبعاس نود یذوبه الا احترق (رواہ الترمذی وصححہ)

اور فرشتوں کی بشکل انسان متشکل ہوکر کہانی دیتے اور انبیاء وغیرہم سے ہمکلام ہونے کی بابت خدا تعالیٰ نے ارشاد کیا ہے کہ ہمارے رسول (یعنی فرشتے) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس بشارت لیکر آئے تو وہ انکی مہمانی

کے لئے بچھڑا بھونا ہوا لائے جب انکو کہانے کیلئے ہاتھ نہ بڑہاتے دیکھا تو ڈرگئے انہوں نے کہا ہم خدا کے فرشتے ہیں اور قوم لوط کے عذاب کے لئے بھیجے گئے ہیں جب وہ حضرت لوط کے پاس پہنچے تو وہ بھی پہچان	ولقد جاءت رسلنا ابراهیم بالبشری الخ (ہود ۴) وسئلهم عن ضیف ابراهیم المکرمین (حجر ۴) هل اتاك حدیث ضیف ابراهیم المکرمین (ذاریات) ونحوها

نہ سکے اور ڈرگئے جب انہوں نے حال بتایا تو مطمئن ہوئے۔ قوم لوط جو بدفعلی کے عادی تھے سنکر خوش خوش آئے اور انکو خوبصورت لونڈے سمجھکر بدفعلی کو مستعد ہوئے تب فرشتوں نے انپر پتھر برسائے اور انکے گاؤں زمین سے اٹھاکر پٹک دیئے۔

اور آنحضرت نے فرمایا ہے میں نے جبرئیل کو (یعنی بصورت انسان) دیکھا تو انکو دحیہ بن کلبی کا سا پایا اور

حضرت ام سلمہ کا جبرئیل کو بصورت دحیہ دیکھنا اور حضرت عمر وغیرہ صحابہ کو بصورت ایک انسان سفید لباس کے دیکھنا نمبر میں بصفحہ ۳۸۵ منقول ہوچکا ہے۔	عن جابران رسول الله صلعم قال رایت جبرئیل فاذا اقرب من رایت به شبھا دحیة بن خلیفة (رواہ مسلم)

اور فرشتوں کا خدا کی طرف سے رسولوں کے پاس کلام اور وحی لانا بیان حقیقت امر دوم میں بسط و تفصیل بیان ہوچکا ہے۔ اس مقام میں ایک دو ایسی آیتوں کو بیان کیا جاتا ہے جنمیں ملائکہ کی رسالت کو انسانوں کی رسالت کے مقابلہ میں بیان فرمایا ہے۔ سورۃ الحج میں ارشاد ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ فرشتوں میں سے رسولوں کو چن

لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی رسول چن لیتا ہے وہ سننے دیکھنے والا ہے	الله یصطفی من الملائکة رسلا ومن الناس ان الله سمیع بصیر (الحج ع ۱۰)

یہانتک اس بات پر نص صریح ہے کہ ملکی رسول انسانی رسول سے علیحدہ ہے۔ انسانی رسول تمام انسانوں کیطرح

بھیجا جاتا ہے اور ملکی رسول خاص انسانی رسولوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوا ہے

وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيا او من وراء حجاب او يرسل رسولا فيوحي باذنه ما يشاء (شوری ع ۵)

کہ کسی بشر کو لائق نہیں کہ خدا اس سے ہم کلام ہو مگر بطور وحی یا حجاب کے اندر سے یا یہ کہ خدا اسکی طرف رسول بھیجے پس وہ اپنے خدا کے اذن سے القا کرے جو خدا چاہے۔

اس آیۃ میں بھی صاف ارشاد ہے کہ خدا تعالیٰ انسانی رسولوں کیطرف ملکی رسول بھیجتا ہے اور وہ ملکی رسول وحی سے علیحدہ و علاوہ چیز ہے جو (بلا واسطہ) نبیوں کے دل پر نازل ہوتی ہے۔

ان دونوں آیتوں کو ناظرین یاد رکھیں یہ بمقام معارضہ و ابطال خیال خصم کام آنیوالی ہیں۔ اور فرشتوں کا عالم دنیوی میں موجود ہونا قرآن کی بہت سی آیات میں مذکور ہے۔ ملائکہ حفظہ و کراماً کاتبین کی نسبت ارشاد ہے

وان عليكم لحافظين كراما كاتبين يعلمون ما تفعلون اذ يتلقى المتلقيان عن اليمين وعن الشمال قعيد ما يلفظ من قول الا لديه رقيب عتيد (ق ع ۲) له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله (رعد ع ۲) ويرسل عليكم حفظة (انعام ع ۸)

تم پر نگہبان مقرر ہیں معزز لکھنے والے وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو* دو فرشتے تمہارے قول و فعل کو لیتے رہتے ہیں ایک دہنی طرف ہے دوسرا بائیں طرف انسان جو کچھ بولتا ہے اسکو لیکر لکھ لیتا ہے* انسان کے آگے پیچھے فرشتے مقرر ہیں جو اسکو خدا کے حکم سے نگاہ رکھتے ہیں خدا نے تم پر نگہبان چھوڑے ہوئے ہیں۔

کراماً کاتبین کے نتیجہ کارروائی (یعنی نامہ اعمال بنی آدم) کا ذکر بہت سی آیات قرآن میں وارد ہے از انجملہ بعض آیات

كل انسان الزمناه طائره۔ الخ
فاما من اوتي كتابه بيمينه۔ الخ
ما لهذا الكتاب لا يغادر صغيرة ولا كبيرة الخ

کو ہم نے حاشیہ میں درج کیا ہے۔ اور کراماً کاتبین کی تقرری کے فوائد و حکم ملکوت کو امام رازی نے تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۸۵ میں تفصیل بیان کیا ہے اور جو کچھ مخالفین اسپر اعتراض کرتے ہیں۔ اسکا جواب تفسیر کبیر کی جلد ۸ صفحہ ۱۰۹ تفسیر سورۃ ... میں ہے۔ طالب شائق ان مواضع کیطرف رجوع کرے۔

ملائکہ موت کا ذکر متعدد آیات میں ہے جنکا خلاصہ یہ ہے کہ مومنوں کے ارواح کو فرشتے عزت و بشارت سے

ان الذين توفاهم الملائكة ظالمي انفسهم (نساء ع ۱۴)
والملائكة باسطوا ايديهم (انعام ع ۱۱)

قبض کرتے ہیں کافروں کی ارواح توہین و عذاب سے۔ ان آیات کی تفصیل سورہ نساء۔ انعام۔ نحل۔ محمد ...

کذلک تتنزل علیھم الملائکة (نحل ع ۴) تتنزل علیھم الملائکة (حم سجدہ ع ۴) فکیف اذا توفتھم الملائکة (محمد ع ۳) والنازعات غرقا الخ (نازعات ع ۱)

میں موجود ہے اور ان ملائکہ کی صورتیں اور بعض اوضاع کی کیفیتیں احادیث میں تفصیل وار دہیں جسکے بیان کی عام شہرت کے سبب کچھ ضرورت نہیں۔

اور ملائکہ موکلین سحاب و امطار وغیرہ **تدبیرات** عالم کا متعدد آیات میں ذکر ہے۔ سورۂ نازعات میں انکو **مدبرات** سے تعبیر کیا ہے اور صافات میں **والزاجرات** سے اور ذاریات میں **مقسمات** سے اور ایک آیۃ میں ارشاد ہوا ہے کہ رعد وغیرہ ملائکہ خدا کے خوف سے تسبیح کرتے ہیں۔ آنحضرت سے یہود نے پوچھا کہ رعد کیا چیز ہے تو آپنے فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادل پر مسلط ہے اسکے پاس آگ کی قمچیاں ہیں جن سے وہ بادل کو ہانکتا ہے جہاں خدا چاہتا ہے پھر انہوں نے کہا یہ آواز کیسی ہے جو ہم سنتے ہیں تو آپنے فرمایا کہ یہ اسکے جھڑکی کی آواز ہے۔

ویسبح الرعد بحمدہ والملائکة من خیفته (رعد ع ۲) عن ابن عباس قال اقبلت یھود الی النبی صلعم فقالوا یا ابا القاسم اخبرنا عن الرعد ما ھو قال ملک من الملائکة موکل بالسحاب معه مخاریق من نار یسوق بھا السحاب حیث شاء اللہ تعالی فقالوا فما ھذا الصوت الذی نسمع قال زجرہ بالسحاب (ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۳)

اس **روایت** کو امام رازی نے **تفسیر کبیر** میں نقل کیا ہے اور بنا بر ایک قول کے رعد کا فرشتہ ہونا تسلیم کیا ہے اور حکماء طبیعیین کے ان باتوں کو کہ بادل بخارات زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور جو ان بادلوں میں ہوا بند ہو جاتی ہے۔ جب اسکو اوپر سے سردی پہنچتی ہے تو وہ بادلوں کو پھاڑ کر نکلتی ہے اس پھٹنے کی آواز رعد ہے اور جو اس حرکت سے حرارت پیدا ہوتی ہے وہ بجلی ہے۔ بدلائل † معقول رد کر دیا ہے۔

وان کان الثانی وھو الحق فیقال ان ذلک الاجزاء (تفسیر) من الارض فلما وصلت الی الطبقة الباردة من الھواء ثقلت ورجعت الی الارض فنقول ھذا باطل وذلک لان الامطار مختلفة فتارة تکون القطرات کبیرة وتارة تکون صغیرة وتارة تکون متقاربة واخری تکون متباعدة وتارة تدوم مدة نزول المطر

† انکا خلاصہ یہ ہے کہ حکماء طبیعیین کا یہ کہنا کہ بادل صرف بخارات سے پیدا ہوتے ہیں ایسلئے باطل ہے کہ بارش مختلف طور پر ہوتی ہے کبھی چھوٹے چھوٹے قطرات کبھی بڑے بڑے کبھی نزدیک نزدیک کبھی دور دور کبھی تھوڑے وقت کبھی کئی کئی دنوں تک۔ یہہ اختلاف باوجودیکہ زمین سے بخارات پیدا ہوتے ہیں ایک ہی آفتاب جو حرارت

ملائکہ سماوات کی خدمات کی تفصیل میں آنحضرت صلعم سے بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت

وروى البيهقي في شعب الإيمان عن ابن عباس قال
بينما رسول الله صلعم ساعية ومعه جبرئيل إذ انشق

جبرئیل کے ساتھ ایک گوشہ میں تھے ناگاہ افق آسمان
پھٹ گیا جس کے سمت جبرئیل چھپنے اور سمٹنے لگا اور

وربما طويل الرتارة قليلا فاحتاج الإمطار في هذه
المقاومعاند طبيعة الارض احد وطبيعة الشمس
المسبب الغارات واقل الذي ان يكون تخصيص العالم على حد
وايضا فالقربة ولتعالى الي الدعا والتضرع في نزول تعين
وعلمنا ان علمنا وكذلك كالمولوية الاستسقا متوجعة
ان المرتب قد قدرة الفاعل لا الطبيعة والخاصية
والجواب الكلي ماذكرتمو على حمل المحمول ثنيا من
وجوه ولو اتفقوا ان الامر كذلك لولم يقال ايما
يحصل الرعد لانه يحصل الرعد هو الصوت الحادث
من تمزق السحاب معلوم انه ليس الامر كذلك فانه كثيرا ما
يحصل البرق القوي من غير حدوث الرعد الثاني ان السحاب
الحاصل بسبب قوة الحركة مقاومة للطبيعة المائية
المرحمة للبرودة وبعد حصول العارض القوي كيف
قوة النارية بل ثقل النيران العظيمة منطفي بعد الماء
عليها والسحاب كلما كسع كيف ان يحدد فيه شعلة ضعيفة
مائية الثالث من مذهبكم ان النار الصرفة لا لون لها
التي بهذا انه حصلت النارية مستمرة المحالة
الحاصل باجزاء السحاب كون ان حدث ان اللون الاحمر

پیدا کرنا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس عامل کو تا پیر وجود
کی قدرت سے ہو۔ اور پیر تجربہ سے ثابت ہے کہ کبھی بعض
تضرع و دعا سے ہی بارش ہو جاتی ہے اس طرح
استسقا کی نماز مستحب ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوا ہے
کہ بارش محض قدرت اس عامل مختار سے ہے طبیعت
و خاصیت زمین و آفتاب سے نہیں ہے۔
اور رعد و برق کی نسبت جو طبیعیین نے کہا ہے کئی وجہ سے
باطل ہے اول یہ کہ اگر انکا کہا صحیح ہو تو چاہیے کہ بجلی چمکنے اول
گرج جاتا حالانکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بجلی چمکتی ہے اور بادل نہیں
گرجتا دوسری وجہ یہ کہ گرمی جو حرکت سے پیدا ہوتی ہے کہ جس کے مقابل
پر طبیعت پانی میں سردی موجود اس کے مقابل تو کیسا ہے
اس گرمی سے کیونکر آگ پیدا ہو سکتی ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بہت
بڑی آگ پانی سے بجھ جاتی ہے پھر بادل میں جو تمام پانی ہوتا ہے تو
اس سبب آگ کا چمکنا کیونکر ممکن ہے۔ وجہ سوم یہ ہے کہ تمھارا
یہ مذہب ہے کہ خالص آگ کا رنگ نہیں ہے پس چاہیے تھا کہ بجلی کا
کے گھنے کے سبب پیدا ہوا لال سرخ کس طرح پیدا ہوا اس
ثابت ہوا کہ سبب جو کچھ کا نہیں دیکھتا یا یہ سبب اور آگ
پانی سے پیدا ہونا محض قدرت اس کا ہے

بقیہ مضامین فاضل بہاری

کو بخوبی کبھی صحیح طور پر نہیں سمجھا بعض لوگوں نے کہا کہ اسکی بنا ہی سحر پر ہے غلطی یہ ہے ان لوگوں کے خیال پر
دلایل وہ انقلابات و اختلافات عالم ہیں جنکی تفصیل مضمون سابق میں گزر چکی ہے اس مقام میں اسکی تائید میں
چند تمثیلات کو ذکر کیا جاتا ہے —

دیکھو انسان قریب زمانہ نوح کے طویل القامت و قوی الجثہ تھے - اور مردم شام آرمینیہ کے زمانہ قدیم میں بڑے
تنومند تھے بقول تھوس مفسر کتاب جینسس مذہبی بلفظ البیس عہد عتیق میں تعبیر ہوئی ہے —
اہل ہند ہی انسان زمانہ قدیم کو سینگدار اور دُمدار بتاتے ہیں - یاجوج ماجوج ہی جیمس ال جغرافیہ
والی کتاب کا اتفاق ہے عجیب الخلقت ہیں خلقت مخنث اور ہی ہے ایسا ہی ما ہی سقنقور ہے جو دودو
علامات نر و مادہ رکھتی ہیں - خلقت احول بھی عجیب ہے اور خلقت شش انگشتہ انسان بھی ایسی عجیب —
انسان اور بندر کے جفتی ہونے سے بقول بعض مورخین عجیب خلقت پیدا ہوتی ہے - بعض مینا تعلیم کرنے سے مثل
انسان کے تکلم کرنے لگتے ہیں بعض قسم کے سگ تعلیم کرنے سے کتابت کرتے ہیں - پس جب عالم و عالمیاں ایک کلی
مستقل حالت پر نہیں ہے تو بنا ء علیہ کسی امر حالت موجودات کو (جس سے نیچر عبارت ہے) قانون کلی و دائمی کیونکر
کہا جا سکتا ہے —

انسان ایک قطرہ احاطہ قدرت دریائے الٰہی کر سکے اور اسکی قدرت کو مقید و محدود بتا دے یہ امر خلاف عقل ہے
ہم جو آنکھوں سے دیکھا اور سمجھا اُسکو قانون قدرت بنا دیا اور جو ہم سے پہلے گذرا اور جو آیندہ ہوگا اسکی ہمکو کیا خبر ہے
پر ہمارا یہ کہنا کہ خدا کا قانون یہی ہے جو ہمنے دیکھا ہے کیسی بڑی نادانی ہے —

وجہ دوم یہ ہے کہ اسلام و قرآن کے بہتیرے قصص و اخبار و احکام ایسے ہیں جنکا توافق نیچر سے نامعلوم ہے
منجملہ قصص و اخبار قصہ حضرت عزیر و قصہ حضرت ابراہیم قصہ پیدائش مسیح قصہ غرق فرعون قصہ اصحاب فیل
قصہ ناقہ صالح قصہ قوم لوط قصہ بقرہ بنی اسرائیل و علی ہذا القیاس بیسیوں قصص اسی قبیل سے ہیں کہ انکا توافق
نیچر سے خیال میں نہیں آتا اور اس قسم کے احکام تو صدہا ہیں از انجملہ چند احکام بطور تمثیل بیان کیے جاتے ہیں

۱- نکاح اخوات اسلام میں ناجائز ہے۔ مگر تاویل اصول نیچر متعلق آیۃ اولاً نساء خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منها زوجها وبث منهما رجالا کثیرا ونساء ۴ جائز قرار پاتا ہے۔

۲- جانور جو بلا ذبح گلا گھونٹ کر مارا جائے یا خود ہلاک ہو جائے وہ مذہب اسلام میں حرام ہے مگر اصول نیچر میں اسکا کھانا جائز۔ چنانچہ آنریبل صاحب کو گلا گھونٹے جانوروں کے حلت کا دعویٰ ہے۔

۳- نکاح اسلام میں بمعمولی ایجاب و قبول جانبین ضروری ہے۔ اور مہر لازم۔ مگر نیچر کے اصول میں صرف خط عاشقانہ میں عاشقانہ نام کافی ہے اور مہر ضروری نہیں۔

۴- بلا نکاح مباشرت طرفین زنا ہے مگر اصول نیچر یہ اگر وہ بتراضی طرفین ہو تو حد زنا سے خارج ہے

۵- اسلام اشیا میں طہارت و نجاست کی قید لگاتا ہے نیچر ان امور کو صرف طبعی بنا کر آزادی دیتا ہے وعلی ہذا القیاس نیچر کو عین اسلام کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

اڈیٹر کہتا ہے کہ جو اول کی تائید و تفصیل نمبر دوم و سوم و چہارم۔ اشاعۃ السنۃ میں بخوبی ہو چکی ہے اسکی تائید میں ایک مثال اس مقام میں بھی ذکر کیجاتی ہے۔

تھوڑے دن ہوئے کہ اخبار جریدہ روزگار مدراس میں ہم نے بچشم خود دیکھا ہے کہ یورپ کے کسی شہر میں بکری نے بھیڑی کا بچہ جنا۔ اسمیں اگر بھیڑ یا بکری سے جفت ہوا تو یہ امر بھیڑی کی نیچر کے خلاف ہوا۔ بھیڑی کا نیچر بکری کو چیر پھاڑ کر کھا جانا ہے نہ کہ اس سے جفت ہونا اور اگر نطفہ بز نے یہہ رنگ دکھایا ہے تو نطفہ بز نے خلاف نیچر کیا۔ اسکی ایک عمدہ نظیر اخبار تیرہویں صدی کے پرچہ ۲ جلد ۲ میں لکھی ہے جو اسکی عبارت سے نقل کیجاتی ہے

"دامیڈرو ایک شہرہ ورنیچ فلاسفر سے نہیں پوچھتے جو نیچر کو عادت ہی سے لاچار کئے دیتا ہے کہ عادت کے سامنے نیچر کی نہیں چلتی۔ اور ڈارون بڑے نیچری نے اسکو یوں کہ کتون کی ایک نسل بالکل بےدم اسطرح کر دی کہ وہاں کے لوگوں نے اپنے کتوں کی دمیں کاٹنی شروع کر دی دو تین پشت برابر کاٹتے چلے گئے آخر کو بےدم ہو گئے ہونے لگے۔ نیچر سے عادت زبردست نکلی کہ نہیں۔ بلکہ اسی فلاسفر کا گمان ہے کہ اسی طرح اگر چاہیں تو انسان بھی ایک ہی ہاتھ کے پیدا ہونے لگیں گے۔"

شاید ان تمثیلوں کے جواب میں آنریبل صاحب فرمادیں کہ جو وقوع میں آتا ہے وہ عجائب و برخلاف عادت

سا تعلیم کیون نہو نیچر کے مطابق ہوتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بات آپ کو تب سوجھی ہے جبکہ ان عجائبات کا وقوع ہوا جبتک کہ ان عجائبات خلاف عادت کو آپنے نہ دیکھا تھا ان عجائبات کے صادر ہونے اور نیچر کے ٹوٹنے کا آپکو کہاں اعتقاد تھا۔ اُس وقت تو یہی سمجھا گیا تھا کہ ایسے امر کا صدور نیچر کے خلاف ہے اس سے یقین کیا جا سکتا ہے کہ جن امور کو بمشاہدہ حالات قانون نیچر ٹھہرایا جاتا ہے وہ سبھی محتمل خلاف ہین اور کوئی حالت نیچر ایسی قطعی نہین ہے جسکے خلاف کا امکان نہین ہے۔ یہی امر نیچر کی بیخ کنی کرتا ہے اور اسکو محض خیالی و بادی چیز بناتا ہے۔

۳۰ نسخ

آنریبل صاحب نے قرآن مین ناسخ و منسوخ کے پائے جانیسے تہذیب بابۃ رمضان ۱۲۹۸ھ و تفسیر مین انکار کیا ہے مین کہتا ہون تبیین الکلام فی تفسیر التوریت والانجیل علی ملۃ الاسلام کے صفحہ ۲۶۳ جلد اول مین آپنے صاف اسکا اقبال کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے اکثر عیسائیون نے اور مسلمانون مین کے بعض فرقون نے احکام الٰہی کے منسوخ ہونیسے انکار کیا اور کہا کہ خدا کے احکام مین ناسخ اور منسوخ ہونا خدا تعالیٰ کے تقدس کے برخلاف ہے مگر جو لوگ کہ کتب سماویہ پر اعتقاد رکھتے ہین خواہ یہودی خواہ عیسائی خواہ مسلمان انکو کچھ چارہ نہین ہے بجز اسکے کہ وہ اقرار کرین کہ بلاشبہ احکام الٰہی مین ناسخ اور منسوخ ہے۔ اسکے بعد آپ نے چند احکام توریت کو بیان کیا جنمین نسخ صریح احکام مین آپکے نزدیک واقع ہے پھر بصفحہ ۲۶۵ معنے نسخ کو بیان فرمایا جس سے کہ آپ نسخ کے مقر مین اور مسلمان بھی اونہین معنے کر نسخ احکام قرآن کے قایل ہین پھر امر نسخ احکام قرآن سے آپکا انکاری ہونا اور جو تبدل تغیر (بلحاظ حیثیات کیون نہ ہو) احکام قرآن مین واقع ہے اُسکو نسخ نہ کہنا کمال تعجب کا محل ہے۔

۳۱ بسم اللہ

جناب خانصاحب بہادر بجواب عیسائیان معترضین کہ بسم اللہ انتخاب و تقلید کتاب ژندا وستا و زردشت مجوسی کی ہے جو بصلاح حضرت سلمان فارسی قرآن مین درج کی گئی ہے ارشاد فرماتے ہین کہ نبی کا یہ کام نہین ہے کہ کسیکی اچھی بات کو تسلیم نہ کرے۔

مین کہتا ہون یہہ جواب کیا ہوا کہ اعتراض کو تسلیم کر لیا ہے اور حق یہہ ہے کہ بسم اللہ سورہ نمل مین موجود ہے اور وہ قصہ حضرت سلیمان مین ہے اور سلیمان یہودی الشب الملت تھے اور رسالہ دین کی تحقیق چھاپہ پر کرکے

85

سوسائٹی مشن پریس الہ آباد صفحہ ۸۰ و ۸۸ مین ہے کہ یہ کتب یہود تل مالمود وغیرہ میں موجود ہے - اور سیرت ابن ہشام میں قصہ حضرت سلمان فارسی کا یون لکہا ہے کہ مذہب مجوس سے عیسائی ہوئے اور شام مین ثابت رہے اور صحیح مسلم باب مناقب صحابہ میں حضرت سلمان کو صاحب الکتابین لکہا ہے یعنی توریت وانجیل جاننے تہے تو مشہورہ دنیا مذہب مجوس خلاف قریحہ سلیمہ کے ہی بلکہ بسم اللہ سنت انبیا خدا ہے ایجاد جدید نہیں ۵ تقلید بدتر

(۵) حرمت منخنقہ

آنریبل صاحب فرماتے ہین حرمت طیور منخنقہ غیر منصوص ہے اور یہ حکم صرف قیاسی واجتہادی ہے اور جب طعام اہل کتاب پاک وحلال ہے تو طعام منخنقہ اہل کتاب کا کہانا درست ہے -

مین کہتا ہون بنا بر تصریح قاموس صحاح نہایہ تفسیر بیضاوی تفسیر نیشاپوری کشاف وغیرہ منخنقہ میتہ مین داخل ہے اور میتہ کی حرمت میں آیہ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ نص صریح ہے -

اور ایک عمدہ دلیل یہ ہے کہ اعمال الرسل باب ۱۵ ورس ۲۹ میں ہے پر ان کو لکہہ بہیجیں کہ بتوں کی گندگیاں اور حرام کاری اور گلا گہونٹے ہوئی چیزوں اور لہو سے کنارہ رہیں - سو ل انجیل باب ۱۵ ورس ۲۹ میں ہے ان تمتنعوا عما ذبح للاصنام والدم والمخنوق والزنا فاذا استحفظتم انفسکم من ہذا فنعما تصنعون کو نو معافین

اب بمقابلہ پولوس کے اجتہاد وعلماء مسیحی یا جناب خاں صاحب کا غلط وباطل ہے -

ولادت مسیح

اس مسئلہ مین تو خان صاحب نے غضب ہی کر دیا - قرآن وانجیل دونوں کو طاق میں رکہدیا اور مضمون سے چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد کا جلوہ دکہایا - تفسیر تحریری مین حضرت مسیح علیہ السلام کا یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہونا بیان فرمایا - ہم اسباب مین خان صاحب کے کلام پر تفصیلی نکتہ چینی کرنا چاہتے ہیں اس لئے اُن کی اصل کلام کو بخوف زوائد اس مقام مین نقل کرتے ہیں پہر تفصیل اسکا جواب دیتے مین -

نقل عبارت

ضمیمہ اشاعۃ السنۃ

نمبر ۱۲ جلد ۳

اشاعت مذہب اسلام

مضمون اشاعت اسلام پر (جو ضمیمہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۲ میں شائع ہوا ہے) اکثر علماء ہندوستان و پنجاب (جیسے حضرت شیخنا و مولانا جناب مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی۔ جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب مولوی امام فن مناظرہ اہل کتاب۔ جناب مولوی سید الطاف حسین صاحب دہلوی۔ جناب مولوی محمد عبد الحی صاحب لکھنوی۔ جناب مولوی محمد یسین صاحب جبلپوری۔ جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب آروی۔ جناب مولوی سید احمد حسین صاحب عظیم آبادی۔ جناب مولوی حافظ محمد صاحب لکھوکی فیروزپوری۔ جناب قاضی محمد منصور جان صاحب پشاوری۔ جناب خلیفہ حمید الدین صاحب لاہوری۔ جناب مولوی سعد الدین صاحب لاہوری۔ جناب مولوی محمد نور الدین صاحب بھیروی حکیم ریاست جموں۔ جناب مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری) وغیرہ وغیرہ نے **اتفاق** رائے ظاہر کیا ہے اور کئی مشہور اسلامی اخبار رسائل (جیسے اخبار انجمن پنجاب لاہور۔ پنجابی اخبار لاہور۔ کوہ نور لاہور۔ جریدہ روزگار مدراس۔ منشور محمدی بنگلور) وغیرہ میں یہ مضمون بعینہ یا اُسکا ماحصل شائع ہوا ہے اور ان اخباروں کے اڈیٹروں نے اس مضمون کے تائید میں خوب زور دیا ہے اور فریقین یعنی اڈیٹران و حضرات علماء نے باتفاق مسلمانوں کی باہمی موافقت اور اشاعت اسلام کے لئے انجمن اشاعت اسلام کی اقامت کی ضرورت کو نہایت جوش سے تسلیم کیا ہے بلکہ لاہور میں تو بعض احباب نے ایک انجمن کی بنا بھی قائم کر دی ہے جسکے ممبر و معاون اس عاجز کے سوا یہ حضرات ہیں۔ منیر علی صاحب شہرت اڈیٹر انجمن اخبار لاہور۔ منشی حفیظ الدین احمد صاحب مترجم یونیورسٹی پنجاب۔ خلیفہ حمید الدین صاحب مدرس گورنمنٹ سکول لاہور۔ مولوی الطاف حسین صاحب مدرس ٹریننگ کالج لاہور۔ سید محمد شاہ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ ضلع لاہور۔ مولوی محمد غضنفر صاحب مدرس یونیورسٹی پنجاب۔ شیخ محی الدین صاحب مدرس۔ منشی کرم الہی صاحب رجسٹرار یونیورسٹی لاہور۔ منشی عبد الحق صاحب اکونٹنٹ لاہور۔ میاں نظام الدین صاحب ٹھیکہ دار لاہور۔ مولوی الہی بخش صاحب وکیل چیف کورٹ پنجاب۔ خلیفہ رجب الدین صاحب سوداگر پشمینہ۔ میاں محمد صاحب عرف محمد بخش صاحب ملازم [illegible] لاہور۔ حافظ بہاؤ الدین صاحب ٹھیکہ دار لاہور۔ بابو جلال الدین صاحب ہیڈ کلرک مارٹ ڈیپارٹمنٹ لاہور۔ بابو فضل الدین صاحب

فارسٹر انجینئر لاہور ڈویژن - مولوی محمد نور الدین صاحب حکیم ریاست جموں حکیم فضل الدین ساکن بھیرہ -
سید امیر حیدر صاحب ساکن وزیر آباد وغیرہ وغیرہ اور ان حضرات نے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق انجمن کے لئے
چندہ بھی مقرر کیا ہے ان میں سے بالفعل جناب مولوی نور الدین صاحب سبقت لے گئے ہیں جنہوں نے ساٹھ روپیہ سالانہ
مقرر فرمایا ہے اور ایک سو روپیہ یکمشت دینے کا وعدہ کیا ہے - اب اس انجمن کے اتمام و استحکام میں صرف
اتنی کسر باقی ہے کہ بعض معزز رؤسا اسلام اس میں شامل ہوں اور کسیقدر اور مشاہیر علماء کرام اس میں شریک
ہوں - تھوڑے سے رؤسا اور کسیقدر اور علماء اس انجمن کے معاون ہو جاویں اور کارروائی شروع ہو تو اکثر علماء
و صد ہا معمولی رؤسا اس میں شامل ہو جاوینگے چنانچہ اکثر جمہوری کاموں میں ہمیشہ اسیطرح کے احکام پڑتے ہیں اور رفتہ رفتہ ایک
سے ہزار ہو جاتے ہیں -
پس ہم اکابر رؤسا و بقیہ علماء لاہور و امرتسر و لودھیانہ و پٹیالہ و مالیر کوٹلہ و شملہ و حیدر آباد و دہلی و مراد آباد
و رامپور و لکھنؤ و الہ آباد و عظیم آباد و کلکتہ و بھوپال و بمبئی و مدراس وغیرہ بلاد معظم کی خدمات میں مکرر عرض رساں
ہیں کہ یہ حضرات اسلام کی اس نازک حالت ضعف پر ترحم فرما دیں اور مسلمانوں کی باہمی اتفاق کیطرف توجہ کریں
اور اس اتفاق کے ذریعہ سے اسلام کو رونق و ترقی دیں - میری اس اجمالی التماس کیطرف ان حضرات نے
توجہ کی تو ما بعد میں بلاد مذکورہ کے علماء اور رؤسا کو نام بنام پکار کر التجا کروں گا اور اپنی کوشش کو حد وسعت
و امکان تک پہنچاؤں گا -
اس مضمون سے بعض احباب نے مخالفت بھی ظاہر کی ہے مگر وہ بہ نسبت تسلیم شاذ و نادر ہے ان مخالفین میں
بعضے تو ہمارے قدیمی حریف ہیں جو قدیمی مخالفت کے تقاضے سے ہماری تجویز پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور ہماری
حال کیطرف توجہ نہیں فرماتے - پھر ان میں کوئی تو یہ کہتا ہے کہ اب یہ مؤلف اشاعۃ السنہ نیچری ہونے
لگا - کوئی کہتا ہے کہ اہل الحدیث چھوڑ کر اب مقلد بنا اور بعضے ان میں ہمارے مخلصین ہیں پر وہ مقاصد و اغراض
مضمون تک نارسائی کے سبب سے اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں پہلے حضرات کے جواب میں تو میں اسیقدر کہنا
کافی سمجھتا ہوں کہ میں جو کچھ کہ ہوں یا ہونا چاہتا ہوں میری کلام سے معلوم ہوگا - اور خود رسالہ اشاعۃ السنہ
اس پر شہادت دیگا دوسرے احباب کے شکوک کو نقل کر کے انکے جوابات تحریر میں لاتا ہوں بعض احباب نے یہ

اعتراض کیا ہے کہ اس اتفاق سے [illegible] اختلاط ہوگا کہ مذہبی تفرقہ شیعہ سنی وہابی بدعتی مقلد غیر مقلد
کا جاتا رہیگا اور سب کا مذہب گڈمڈ ہو جائیگا [illegible] اسکا **جواب** تو اسی مضمون مین موجود ہے ان احباب نے اسکی طرف
توجہ نہین کی ورنہ یہہ بات ہرگز انکی زبان [illegible] آتی بعض احباب نے یہہ **اعتراض** کیا ہے کہ جب کسی بدعت خلافی کی ابطال
اور سنت اختلافی کے اثبات سے انجمن [illegible] اسلام کو سروکار نہ ہوا چنانچہ اس مضمون مین قرار دیا گیا ہے تو
باب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا [illegible] اعتراض گو بظاہر قوی معلوم ہوتا ہے مگر در حقیقت نہایت بیہودہ
ہے اور اُسکی نارسائی فہم سے ناشی ہے [illegible] مضمون مین بدعت خلافی کے ابطال و سنت اختلافی کے اثبات سے
کسی کو منع نہین کیا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنی اپنی خصوصیات خلافیہ کے رواج دینے اور خصوصیات غیر سے مخالفت کرنیکا
اختیار دیا ہے اور اس امر کے [illegible] فرقہ کے واسطے انجمن ہا خاص تجویز کر دی ہین۔ ہان اس امر کو
انجمن عامہ اسلام کے فرائض سے [illegible] کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جب مختلف خیالات کے ممبر کارروائی انجمن عام
کے لئے جمع ہون تو اس زمان [illegible] کارروائی مین اس حیثیت سے خلافیات کے اثبات یا ابطال سے
تعرض نکرین۔ دوسرے وقت [illegible] جگہہ دوسری انجمن خاص مین ہر ایک فرقہ اپنی خصوصیات کی تائید
و اثبات کرے اور خصوصیات [illegible] ابطال عملین لادے مگر اسمین جادۂ اعتدال سے قدم باہر نہ رکھے
اور تعصب و نفاق و بے تہذیبی [illegible] تشریح ہم اصل مضمون مین کر چکے ہین) باز رہے (**سوال**) جس زمان
و مکان مین سب ممبر انجمن عامہ [illegible] اور انجمن عام کی کارروائی شروع کرین اُس آن و مکان مین وہ
امر بالمعروف و نہی عن المنکر [illegible] سے مامور نہین ہین۔ پھر ساکت رہنا معصیت نہین تو کیا ہے (**جواب**)
وہ اُس آن و مکان مین [illegible] اول اسلام کے زمان مین امر خلافی کے نسبت امر و نہی کے مامور نہین ہین اور ساکت رہنا
ما جور رہنا اور اسکے خلاف مین گنہگار [illegible] اسلئے کہ اس مجلس مین ان خلافیات کا ذکر تفرقہ مجلس کا باعث ہوتا ہے
اور وہ تفرقہ اتفاقی اصول اسلام کی [illegible] شوکت کا رافع و مبطل ہے اور ابطال اتفاقی اصول اسلام کے وسایل و
اسباب کا معصیت ہونا اور اُس [illegible] ہے کا ماسور ہونا و اقفان حقیقت اسلام پر مخفی نہین ہے سبب احکام اسلام
کا نزول شروع ہوا تو پہلا مسایل [illegible] توحید و رسالت ہی کا نزول ہوا جب ان مسایل کو لوگون نے مان لیا تب
بقیہ احکام حلال و حرام کا [illegible] کیا جب انحضرت اپنی اصحاب کو اشاعت اسلام کے لئے آفاق مین بھیجتے تو یہی تلقین

فرائض کے پہلے انکو شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی [illegible] یہ بات لین تب نماز روزہ وغیرہ احکام
سکھاؤ۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ توحید و ر[illegible] سب احکام اسلام سے مقدم ہے
اور اگر کسی حکم کا مگر توحید و رسالت کا مفقود ہو تو اسکا ذکر [illegible] بیعت کے جلسہ لیں انجمن اسلام کے ممبرون
کو اگرچہ اصول اسلام پر اتفاق اور اسلام حاصل ہے اور [illegible] مسائل خلافیہ اُن کے اسلام کا
مفقود نہیں ہے مگر جن ممبرون بلکہ لاکھون اشخاص کا [illegible] شامل ہوتا اہل مجلس کے اتفاق سے متوہم
ہے اُن کے اسلام کا ذکر اصول اختلافی سے فوت ہوتا تو [illegible] لیکن ان کا اختلافی امور میں تکرار ہوگا
اتفاق جاتا رہیگا اور وہ ممبرون اشخاص کے اسلام [illegible] اب برادران دین و اخوان مسلمین
اس مضمون پر جنگے سمجھنے سے ساکت رہین اور اسکی صحت [illegible] پر اتفاق کرین اور اسکو سراسر حق و صواب
سمجھکر اسکی اعانت و تائید کرین۔ آئندہ کوئی مانے خواہ [illegible] مامہ حرف کہدیا ہے

حافظ وظیفہ تو دعا کردن آنست و بس [illegible] مباش کہ نشنید یا شنید

راقم
ابو سعید محمد حسین لاہوری [illegible]

اما دلیل ما قلنا من السنة من [illegible] فیها ذکر +
الجنة والنار حتی اذا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال
والحرام ولو نزل اول شیء لا تشربوا الخمر لقالوا لا ندع الخمر
ابدا ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا۔ عن
ابن عباس ان النبی صلعم بعث معاذا الی الیمن فقال ادعهم
الی شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله
فان هم اطاعوا لذلک فاعلمهم ان الله قد فرض علیهم
خمس صلوات فی کل یوم ولیلة۔ (صحیح بخاری) [illegible]

[illegible] سے مروی ہے کہ سب سے پہلے قرآن
[illegible] کی تبشیر و تہدید و وعید کا ذکر ہے جب
[illegible] کی طرف رجوع کیا تو احکام حلال و حرام
[illegible] زنا و شراب کی ممانعت کا حکم آتا
[illegible] حضرت ابن عباس سے مروی ہے
[illegible] نے یمن کی طرف بھیجا تو حکم فرمایا
[illegible] لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی
[illegible] تو پانچ نمازون کا فرض ہونا بتلانا